

مختصر فہرست کتب بک کتب و دیگر اشیا متعلقہ فضل المطابع دہلی

حضرات ناظرین! ہم ارشد تمارہ الون کی طرح چنانچہ جن کو پسند نہیں کرتے صرف یہ کہ دنیا کا فی ہر کہ ہمارے کا خانہ میں عربی فارسی اردو پشتو اور سنسکرت وغیرہ مختلف کتابیں ہمیشہ پہنچی رہتی ہیں۔ مطبوعہ فہرست سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ ہماری کتبیں کتنی صحیح علم غنیان کا مختلف کتابوں کا بڑا ذخیرہ کتنی ہی اسلامی اور انگریزی مدارس کی کتابیں مولانا حالی اور شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب شمس العلماء مفتی ذکا رام صاحب کی تصانیف کا پورا سلسلہ اور مشہور ناول آپ کو ہماری معرفت بکفایت ملینگے۔ مترجم و معارف قرآن مجید متبرک مقامات کے نقشہ حیات دہلی ہنسی لندن کی مطبوعہ تالیفین خط کتب خانہ لفظانے۔ ذہنی کی ساخت کی مشہور چیزیں۔ سادہ کاری زیور۔ ٹوپیاں جوتے۔ گینے گہریاں اور ان کے علاوہ دیگر ضروری چیزیں ہم بکفایت اعتدال پر روانہ کر سکتے ہیں۔ کتابوں کے علاوہ دیگر شہداء کی درخواست کیسا کہ نصف قیمت پیش کی آئی چاہیے۔ ہر روپیہ زائد کے خریدار کو کمیشن دی دیا جاتا ہے جس قدر تعداد خریداری کی ہوگی اس قدر زیادہ کمیشن دیا جائیگا۔ نیز ہمارے مطبع میں چھاپائی بھی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ خوش خطی اور صحت کا اہتمام لین کیا گیا ہے۔ اردو عربی فارسی کتب پر عمل کی اور صفائی اور صحت کی بات ہم اپنی ذمہ داری سے چاہتے ہیں۔ سب بڑھکر اس بات کا انتظام کیا گیا ہے کہ اہل فریاض کی خدمت میں ان کی فرمائش پر شیک خصوصاً یہ بھی جانی ہو۔ بازار میں چھاپائی کا نرخ بھی گراں نہیں۔ جو خط و کتابت طے ہو سکتا ہے۔ جو صاحب اپنی کتاب اس مطبع میں چھپوانے کی بشرطیکہ تعداد وہ جو وہ نہ کی کتاب کا اہتمام جو تقریباً اسطر کا ہوگا۔ افضل لاچار میں ایک ماہ تک مفت شائع کیا جائے گا۔ اگر کوئی صاحب اپنی تازہ تصنیف اپنی کتاب سے چھپوانے کو بشرط اس مطبع اپنی لاگت سے چاہے سکتا ہے۔

| نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت |
|---|------|--|------|
| سعادت الکوین فی فضائل الحسین | ۱۰ | سچ تو یہ ہے کہ ہر ایک کو کوزے میں بند کر دیا | ۱۰ |
| آج تک اس تذکرہ سلاطین کے متعلق و غیرہ | ۱۰ | ایک کام عربی و دو سلسلے اردو جن میں عربی کا | ۱۰ |
| جس قدر کتابیں ہیں جن میں افراط و تفریط کا سبب | ۱۰ | ہذا الجہاد احمدیہ صفحہ بعض غصہ یہ کتاب لائق | ۱۰ |
| اسی واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ غلط فہمی سے | ۱۰ | ہے قیمت باوجود بڑے حجم کے بہت ہی کم | ۱۰ |
| ذکرہ الامین | ۱۰ | یعنی فی جلد صرف | ۱۰ |
| فی فضائل الحسین | ۱۰ | جو ہر الایقان فی حفظ الايمان | ۱۰ |
| جس کی ہر ایک روایت مستند حدیثوں اور | ۱۰ | تا آخر سوم جہم جہم کی سلاو وغیرہ کا ثبوت | ۱۰ |
| اس کی سبب سے ایک ہی زبان کی سلا | ۱۰ | غیر متعلقہ کی تعداد فاسدہ کا دوسرا | ۱۰ |
| مذہب کی نفاست | ۱۰ | تجدیدی کا ذکر انتہائی مسائل کے درمیان | ۱۰ |
| وہی کہ کتاب کے جو خیر کے لئے ہمارے | ۱۰ | اس کتاب کو کوئی کتاب شہرہ کی قیمت | ۱۰ |
| رکاوہ عام کے لئے اس قیمت بہت ہی کم | ۱۰ | تفسیر سورہ الم نشرح | ۱۰ |
| الکتاب ہے فی جلد صرف | ۱۰ | مختصر حصہ اس کی معراج اور صدا | ۱۰ |
| تفہیم القرآن | ۱۰ | صحیح مجربہ کا یہی | ۱۰ |
| اس کے اردو و فارسی و سنہ و عشر و غیرہ | ۱۰ | رکنوں کا | ۱۰ |
| مطبوعہ مطبوعات مختلف تمام اہل بیت | ۱۰ | گلستان | ۱۰ |
| مستند و صحاحی ضلالت | ۱۰ | کتاب | ۱۰ |

فہرست مضامین کتاب حیات ولی

| صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین |
|------|--|------|--|------|---|
| | جلال الدین اکبر کی مدارات شیخ عبد الغنی | | شیخ عبد الملک کا وعظ آپ کے وعظ مقبول | ۸۱ | تہذیب کتاب یا دیباچہ |
| ۲۲ | کیسا تہذیبی رہا شیخ عبد الغنی صاحب کی علمی زندگی۔ او | ۱۱ | کا اثر اور انتقال | | پہلا حصہ |
| ۲۲ | روحانی حیات کی ایک عجیب غریب مثال | ۱۲ | شاہ ولی ام صاحب کے خاندان کے علوم | | جناب عارف بامد حضرت مولانا شاہ |
| ۲۲ | شیخ مسین صاحب کی تاریخی زندگی پر ایک | ۱۳ | جناب قاضی بوجا آپ کی خوش اخلاقی | | ولی ام صاحب کے اجداد عظام کو مسئلے |
| ۲۲ | سرسری نظر | ۱۴ | تسلیم و تربیت۔ انتقال | | کا تفصیلی ذکر۔ شاہ صاحب کے جد امجد |
| ۲۵ | شیخ محمد رام کے حالات | ۱۴ | قاضی قاسم کے واقعات | | جناب شیخ شمس الدین مفتی کا ہندوستان |
| ۲۵ | شیخ عبد الغفور کے سوانح | ۱۴ | شیخ منکن کے حالات | ۱ | میں لانا اور شہر ہندوستان میں قوطن خٹیا |
| ۲۵ | شیخ اسماعیل کے عجیب حالات | ۱۴ | شیخ یونس کے سوانح | | کرنا۔ وغیرہ |
| ۲۶ | شیخ منظم کے مفصل حالات | ۱۵ | شیخ قادن صاحب کی کیفیات | ۱ | روسلے عرب کی رہنمائی میں اقامت |
| ۲۶ | شیخ منظم کی شجاعانہ زندگی۔ | ۱۵ | شیخ کمال الدین کی مختصر لائف | ۲ | شاعر اسلام کا رہنمائی میں رواج پانا۔ |
| ۲۶ | شیخ منظم کی بہادرانہ کوششوں کے چند | ۱۵ | شیخ نظام الدین کی اجمالی ہستی | ۲ | شہر رہنمائی کی مختصر تاریخ |
| ۲۶ | واقعات | ۱۵ | شیخ محمود کے واقعات | ۲ | شہر رہنمائی کی وسعت اور اس کا عروج |
| ۳۰ | شیخ منظم کی شجاعانہ کوششوں کے نتائج | ۱۵ | شیخ اکرم کے حالات | ۳ | شہر رہنمائی کا منزل |
| ۳۱ | آپ کی بیدار شجاعت کا ایک حیرت انگیز | ۱۵ | شیخ محمود کا منصب قضا پر مقرر اعمال | | جناب شیخ شمس الدین مفتی کی اولاد کا |
| ۳۱ | شیخ کا عقد سید نور الملبا کی عصمت آب | ۱۶ | سلطانیہ میں مشغول ہونا | ۴ | شجر و نسب |
| ۳۱ | عاجیز آدمی سے | ۱۶ | شیخ احمد کی مختصر لائف | ۵ | شیخ شمس الدین کا طرز معاشرت |
| ۳۱ | سید نور الملبا کے حالات پر اجمالی نظر | ۱۸ | شیخ منصور کا ذکر | ۵ | شیخ شمس الدین عربی لہجہ سے |
| ۳۱ | شیخ منظم کی اولاد و گور | ۱۸ | شیخ منظم کا جمل تذکرہ | ۱۱ | شیخ شمس الدین مفتی کی موثر زندگی |
| ۳۱ | شیخ وجیہ الدین صاحب خدیجہ یعنی جناب | ۱۸ | شیخ اعظم صاحب کا حال | ۱۱ | ہندوستان میں سب سے پہلا کالج |
| ۳۱ | مولانا شاہ ولی ام صاحب کے ہمدرد کے | ۱۸ | شیخ عبد الغنی کا ذکر | ۱۱ | شیخ شمس الدین مفتی کے ظاہری یا باطنی |
| ۳۱ | دلچسپ واقعات | ۱۸ | جلال الدین اکبر بادشاہ کا دربار ملکی شہر | ۱۱ | شیخ صاحب کا ایک عجیب غریب اور حیرت |
| ۳۱ | شیخ وجیہ الدین کے ابتدائی حالات آپ کی علمی | ۱۹ | اور علمی برکت کا مقابلہ | ۱۱ | انگیز واقعہ |
| ۳۱ | طرز معاشرت عداوت و خصائل نمایاں | ۱۹ | شیخ عبد الغنی صاحب کی دربار اکبری میں | ۱۱ | شیخ کمال الدین مفتی کی تاریخی زندگی |
| ۳۱ | آپ کا زمانہ شباب۔ احتیاط طرز ترویج آپ کے | ۲۰ | عزت و وقعت | ۱۱ | شیخ قطب الدین کے واقعات |
| ۳۱ | انتقام پر ہر گام کی چند مثالیں | ۲۰ | شیخ عبد الغنی صاحب کی اکبر سے بخشش | ۱۱ | شیخ عبد الملک کے حالات۔ آپ کی طاقی |
| ۳۱ | نصیحت پسندی و نرمی | ۲۰ | چوتھوں کی مہم کا تذکرہ | ۱۱ | ایا قیوم۔ تعلیم۔ علم حیرت کی تحصیل |
| ۳۱ | آپ کو فخر و فوج پسندی پر زیادہ تعلق تھا | ۲۱ | فتح چوڑی کی نسبت ایک عجیب واقعہ | ۱۱ | آپ کو کلام اہل سے چسپی آپ کی خوش الحانی |

| صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین |
|------|---|------|--|------|---|
| ۶۶ | شیخ عبد الرحیم کا والد بزرگوار کے انتقال کے بعد صبر و استقلال خانہ باب | ۴۹ | کی جو خوار جنگ | ۳۸ | شیخ وجیہ الدین محمد عالمگیر بن ایک فوجی خدمت پر ممتاز تھے۔۔۔۔۔ |
| ۶۷ | دوسرا حصہ | ۵۰ | سورک جنگ کی کیفیت شاہ شجاع کی ہزیمت | ۳۹ | شیخ وجیہ الدین کا سید حسین کے ساتھ قصبہ و نامونی کی طرف ہمارا کیلئے سوچا ہوا ناموسی کے حکمران کا شکست کھانا |
| ۶۸ | متنبہ پہلا باب | ۵۱ | سورک جنگ میں آپ کی ہزیمت و غلط وضعیت اور اسکا اثر۔۔۔۔۔ | ۴۰ | سید حسین کے دربار میں ہونا گنجینہ کی |
| ۶۹ | شیخ رفیع الدین محمد کے واقعات اور آپ کے فضل و کمال۔۔۔۔۔ | ۵۲ | شیخ کی شجاعانہ کوششوں سے عالمگیر کی فتح شاہ شجاع کی ہزیمت اور عظام کا ذکر۔۔۔۔۔ | ۴۱ | شیخ وجیہ الدین کا سید حسین کی معیت میں مالوہ کے ایک باغی صوبہ پر فوج کشی کرنا۔۔۔۔۔ |
| ۷۰ | شیخ رفیع الدین محمد اور خواجہ محمد باقی کے ولی تعلقات کی چند مثالیں۔۔۔۔۔ | ۵۳ | عالمگیر کی غلبہ شناسی۔۔۔۔۔ | ۴۲ | سیدان جنگ اور مقتولوں کا نظارہ |
| ۷۱ | شیخ رفیع الدین محمد کی نوکارت کا ایک بڑا عجیب واقعہ۔۔۔۔۔ | ۵۴ | شیخ کی بے شب شجاعت کا ایک اہم واقعہ | ۴۳ | سید حسین اور حکمران مالوہ کا مہاراجہ |
| ۷۲ | شیخ کے تقریر کی ایک مثال۔۔۔۔۔ | ۵۵ | شیخ کا عرب شیخ کی مجلس ہستقات | ۴۴ | شیخ وجیہ الدین کا انکو قتل کرنا۔۔۔۔۔ |
| ۷۳ | شان فقیر بی۔۔۔۔۔ | ۵۶ | شیخ کی زبانت و یادداشت۔۔۔۔۔ | ۴۵ | شیخ وجیہ الدین کی شجاعت کا ایک اور واقعہ |
| ۷۴ | شیخ کے اخلاق۔ شیخ کی مروت کا ایک نہایت ہی دلچسپ واقعہ۔۔۔۔۔ | ۵۷ | شیخ کی یحیٰوی و بیباکی۔۔۔۔۔ | ۴۶ | شیخ وجیہ الدین کی جرأت و بیگمبری۔۔۔۔۔ |
| ۷۵ | شیخ کی خدائے ربی کی ایک مثال۔۔۔۔۔ | ۵۸ | شیخ کے درمیکل واقعات کی نسبت ایسا کی رسم۔۔۔۔۔ | ۴۷ | تیسرے جنگ میں شیخ کو بڑی ہمارت تھی |
| ۷۶ | شیخ کے آبا و اجداد کا شجرہ نسب۔۔۔۔۔ | ۵۹ | شیخ کے عام اخلاق و عادات و علم و فضل | ۴۸ | شیخ وجیہ الدین کی شجاعت کی ایک اور صورت انگیز مثال۔۔۔۔۔ |
| ۷۷ | شیخ محمد طاہر اور ان کا خاندان۔۔۔۔۔ | ۶۰ | شیخ کا کلام الہی و عقیقی۔۔۔۔۔ | ۴۹ | عظیم الشان جنگ اور ایک نہایت حیرت انگیز اور خطرناک بین۔۔۔۔۔ |
| ۷۸ | شیخ محمد طاہر کی تعلیم آپ کی تحصیل علوم کے لیے وطن سے نکلنا۔ تحصیل علوم کیلئے موضع ہمایون جانا۔۔۔۔۔ | ۶۱ | شیخ کے مجموعہ وادلو کی تفصیل۔۔۔۔۔ | ۵۰ | صوبہ مالوہ کی شکست و تیسرے وجیہ الدین کی فتح۔ شیخ کی عظمت و بزرگی۔۔۔۔۔ |
| ۷۹ | آپ کے عام اخلاق۔ آپ کی شادی کا ذکر اور آپ کے انتقال۔۔۔۔۔ | ۶۲ | شیخ ابو الرضا محمد اور شیخ عبد الرحیم کا علمی موازنہ شیخ کی شہادت اور باقی کا | ۵۱ | شیخ اور سید حسین میں اتحاد و محبت۔۔۔۔۔ |
| ۸۰ | شیخ حسن صاحب۔ آپ کی تعلیم۔۔۔۔۔ | ۶۳ | شیخ کی شب بیداری کے واقعات۔۔۔۔۔ | ۵۲ | ایک اور عجیب واقعہ۔۔۔۔۔ |
| ۸۱ | آپ کی تربیت۔ اور آپ کی علمی اقتدار | ۶۴ | آپکا شہادت کے لیے دعا کرنا۔۔۔۔۔ | ۵۳ | شیخ کی دلسوزی و مہربانی کی مثال۔۔۔۔۔ |
| ۸۲ | شیخ حسن کا سید طاہر و شیخ شاہ کی مریدی میں آنا شیخ کے خلیفہ حامد علی شاہ کا ذکر | ۶۵ | راہ میں ایک قافلہ سے ملاقات اور اسے اپنی محبت میں رکھنا۔۔۔۔۔ | ۵۴ | شیخ کے وکیل اور ان کے بیانی کی مثال۔۔۔۔۔ |
| ۸۳ | شیخ حسام الدین کا جملہ ذکر۔۔۔۔۔ | ۶۶ | بزرگوں کے ایک حاسوس کا قافلہ میں شامل ہونا بزرگوں کا قافلہ کی غارتگری کے لیے آنا شیخ کا بزرگوں سے مقابلہ کر کے شہادت پانا۔۔۔۔۔ | ۵۵ | محمد اور ملک نریب عالمگیر باور شاہ کے پڑ شوکت نواز کا مکر۔۔۔۔۔ |
| ۸۴ | | ۶۷ | | ۵۶ | شیخ وجیہ الدین کا دہلی عالمگیری پر ہزیمت عالمگیری کی منت ٹپنی۔ عالمگیر کے بیانی شاہ شجاع کا فوجی عالمگیر اور شاہ شجاع |

| صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین |
|------|---|------|--|------|---------------------------------------|
| ۱۶۳ | شیخ عبدالرحیم صاحب کی ولادت | ۴۹ | شاہ ولی اللہ صاحب کا نام | ۸۹ | شیخ نور قطب العالم کی محل سہری |
| ۱۶۴ | شیخ کے زمانہ طفولیت کا بیان اور ان | ۵۰ | شیخ محمد کی ولادت و بچپن کا بیان | ۹۰ | شیخ علاء الحق کے حالات |
| ۱۶۵ | پیشینگوینوں کا ذکر جو اس وقت کے | ۵۱ | شیخ محمد کا خاں اعلیٰ بن سکرناشیخ | ۹۱ | شیخ سراج الدین اودھ کا ذکر |
| ۱۶۶ | صلحانے شیخ صاحب کی نسبت کی | ۵۲ | کے عام اخلاق و عادات | ۹۲ | شیخ حسن کے اس اعتقاد کی مثال جو |
| ۱۶۷ | شیخ عبد الرحیم صاحب کے زمانہ طفولیت | ۵۳ | شیخ محمد کے ولیدین اپنے واجب الاتوار | ۹۳ | آپ کو یہ حاکم راجی شاہ کی نسبت تھا |
| ۱۶۸ | کی پروری و تہذیب | ۵۴ | شیخ کی بھانجیاں مکملت و عزت کا نام | ۹۴ | شیخ حسن کی دہلی میں تشریف آوری |
| ۱۶۹ | آپ کی تعلیم و تربیت کا مختصر ذکر | ۵۵ | تھوہ کی چند مثالیں شیخ کے چچ | ۹۵ | بچے منڈل کی مختصر تاریخ |
| ۱۷۰ | شیخ صاحب کے ان اساتذہ کی تفصیل | ۵۶ | تصرفات و توجہات سید علی کا ایک عجیب | ۹۶ | فتح خان بن سلطان مسکن شیخ حسن کا |
| ۱۷۱ | جسے اپنے علوم مظاہرہ کی تحصیل کی | ۵۷ | شیخ کے تصرف کا ایک اور جزئیہ | ۹۷ | بڑا معتقد تھا شیخ کا انتقال اور آپ کی |
| ۱۷۲ | مرزا محمد زاہد ہروی کا مختصر حال | ۵۸ | شیخ محمد سلب مرض بن یہ طواریک | ۹۸ | اولاد و کور |
| ۱۷۳ | شیخ عبد الرحیم صاحب کی علمی ترقی | ۵۹ | تھے آپ کے سلب امراض کے چند واقعات | ۹۹ | شیخ محمد المعروف بخیالی |
| ۱۷۴ | اور آپ کی حدیث دینی پر شاہ ولی اللہ | ۶۰ | شیخ محمد کی کرامتوں کے عجیب واقعات | ۱۰۰ | مبارک دینی میں شیخ کا اعزاز |
| ۱۷۵ | کی وزنی رائے | ۶۱ | شیخ کی پیشینگوئیوں اور انکی صداقت | ۱۰۱ | شیخ محمد خیال کی بے شک قابلیت کے |
| ۱۷۶ | شیخ عبدالرحیم صاحب کی تکمیل علوم | ۶۲ | شیخ کی صحبت و نظر کا اثر شیخ کے تلامذہ | ۱۰۲ | انتقال کا واقعہ آپ کے خلفا کا ذکر |
| ۱۷۷ | آپ کا ابتدائی سلوک اور اس زمانہ کے | ۶۳ | کی مفصل فہرست اور انکے عجیب و غریب | ۱۰۳ | شیخ عبدالمہدی |
| ۱۷۸ | چند عجیب و غریب واقعات | ۶۴ | شیخ محمد صاحب کے فرزند رشید حضرت | ۱۰۴ | آپ کا بچپن - تعلیم و تربیت |
| ۱۷۹ | آپ کا اہل اللہ کی تلاش میں سرگرم | ۶۵ | شاہ عبد اللہ کے حالات | ۱۰۵ | بچے علوم سلوک میں تکمیل اور شائع |
| ۱۸۰ | اور سید عبد اللہ سے بیعت کرنا | ۶۶ | شیخ محمد کی تاریخ انتقال | ۱۰۶ | طریقہ سے ملاقات |
| ۱۸۱ | ان مہربانیوں کا ذکر جو سید عبد اللہ | ۶۷ | شیخ محمد کے انتقال کے بعد کے نتیجے | ۱۰۷ | آداب شائع اور آپ کی فیاضی کو |
| ۱۸۲ | شیخ پر کرتے تھے شیخ کے اساتذہ کی | ۶۸ | شیخ محمد صاحب کا شجر و نسب | ۱۰۸ | عادات و اخلاق شیخ کا انتقال |
| ۱۸۳ | مفصل فہرست اور انکے اجمالی حالات | ۶۹ | شیخ فرید - شیخ ابو یوسف | ۱۰۹ | آپ کے سلسلے کی نقل |
| ۱۸۴ | شیخ عبدالرحیم کا اپنے برادر معظم شیخ | ۷۰ | شیخ ابو یوسف کا زمانہ تعلیم | ۱۱۰ | شیخ قطب العالم آپ کی تعلیم و تربیت |
| ۱۸۵ | ابو الرضا محمد سے ابتدائی علوم کی تعلیم | ۷۱ | شیخ ابو یوسف کا ازرو و راج کا انتقال | ۱۱۱ | آپ کے ابتدائی زمانہ کی کیفیت |
| ۱۸۶ | پا اور ایک خاص مرتبہ کی وجہ | ۷۲ | شیخ ابو یوسف | ۱۱۲ | شیخ نعم الحق کی توجہ شیخ قطب العالم |
| ۱۸۷ | سلسلہ تعلیم قطع کرنا | ۷۳ | شیخ ابو الکرم شیخ محمد عاقل | ۱۱۳ | شیخ قطب العالم کا خواجہ محمد باقی کی |
| ۱۸۸ | شیخ کا خواجہ شریک خدمت میں حاضر | ۷۴ | تیسرے حصہ | ۱۱۴ | خدمت میں فخر و محبت حاصل کرنا |
| ۱۸۹ | ہونا اصناف کا مہربانی سے پیش آنا | ۷۵ | جانب شیخ عبدالرحیم صاحب | ۱۱۵ | خواجہ محمد باقی کی مختصر تاریخ زندگی |
| ۱۹۰ | شیخ رفیع الدین محمد کا ایک واقعہ | ۷۶ | تہذیب شیخ صاحب کے اجمالی حالات | ۱۱۶ | شیخ قطب العالم کی اولاد و کور |
| ۱۹۱ | شیخ عبد الرحیم صاحب کا مرزا محمد زاہد | ۷۷ | باب اول | ۱۱۷ | باب دوم |
| ۱۹۲ | ہروی کی درس گاہ میں تحصیل علوم کرنا | ۷۸ | جانب شیخ عبدالرحیم صاحب | ۱۱۸ | نصر شیخ محمد پہلی حضرت مولانا |

| صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین |
|------|------------------------------------|------|------------------------------------|------|--------------------------------------|
| ۲۳۳ | ایک اور خط | ۱۹۵ | شاہ صاحب کے منصبی فرائض .. | ۲۱۴ | لے جانا اور مشائخ عرب کے ملاقات |
| ۲۳۴ | شیخ عبدالحق کے نام شیخ کا | ۱۹۶ | آپ کے اخلاق و عادات | ۲۱۵ | آپ کا شیخ محمد ذوالعابد کی درگاہ |
| ۲۳۵ | ایک اور خط .. | ۱۹۷ | شاہ صاحب کا ضبط اوقات | ۲۱۶ | میں پہنچا کر سند حدیث حاصل کرنا .. |
| ۲۳۶ | شیخ عبدالحق کے نام دوسرا خط | ۱۹۸ | شاہ صاحب کی علمی ترقی | ۲۱۷ | شیخ ابوطاہر کردی مدنی سے تحصیل سند |
| ۲۳۷ | حدیث قنن یا محمد کی عجیب غریب | ۱۹۹ | شاہ صاحب پرچہ خواص خواہم اور علما | ۲۱۸ | شیخ ابوطاہر کی درگاہ میں حالات |
| ۲۳۸ | تفسیر | ۲۰۰ | فضلہ کے معتقد علیہ تسلیم کرنا | ۲۱۹ | صوفیہ پر بحث |
| ۲۳۹ | آیہ یا ایہا الدین امنوا اتقوا اللہ | ۲۰۱ | شاہ صاحب کی ولادت پر علماء و علما | ۲۲۰ | شاہ صاحب شیخ ابوطاہر سے سند |
| ۲۴۰ | وایتھو الیہ الذی سبب الیہ کی تفسیر | ۲۰۲ | کے بشارت | ۲۲۱ | حدیث کے علاوہ فرقہ صوفیہ میں حاصل |
| ۲۴۱ | ولایت کبریٰ کے فرائض کی تقسیم | ۲۰۳ | آپ کی ولادت کی صحیح تاریخ | ۲۲۲ | کیا تھا |
| ۲۴۲ | شیخ ابوالرضا محمد کی ایک سبب تفریق | ۲۰۴ | آپ کا زمانہ طفولیت | ۲۲۳ | شاہ صاحب کا شیخ تاج الدین قلعی قلی |
| ۲۴۳ | شیخ کی افشاں ازہری مصروف تحقیقات | ۲۰۵ | شاہ صاحب کی تربیت | ۲۲۴ | کی خدمت میں حاضر ہو کر سند حدیث |
| ۲۴۴ | بہرام الرحمن الرحیم کی دلکش تفسیر | ۲۰۶ | شاہ صاحب کی تعلیم | ۲۲۵ | حاصل کرنا |
| ۲۴۵ | شیخ کے حکیمانہ اقوال و نصیحت آمیز | ۲۰۷ | آپ کا ازاد دلچ اور ان اسرار و حکمت | ۲۲۶ | شیخ تاج الدین قلعی قلی کی ایک عجیب و |
| ۲۴۶ | دولادیز فقرے | ۲۰۸ | کی تفصیل جو عجبت ازاد دلچ ہیں مفسر | ۲۲۷ | غریب روایت شاہ صاحب کی زبان |
| ۲۴۷ | شیخ کے انتقال کی کیفیت | ۲۰۹ | تین | ۲۲۸ | ان مشائخ عرب کے مختصر حالات ہیں کے |
| ۲۴۸ | آپ کے انتقال کی تاریخ | ۲۱۰ | شاہ صاحب کی علوم تفسیر و حدیث | ۲۲۹ | ذیہر سے شاہ صاحب کے فرقہ صوفیہ پتیا |
| ۲۴۹ | شیخ کی اولاد کا ذکر | ۲۱۱ | کی تکمیل میں کوشش | ۲۳۰ | شیخ احمد صاحب شادوی قدس سرہ |
| ۲۵۰ | پہر تھا حصہ | ۲۱۲ | شاہ صاحب چودہ سال کی عمر میں | ۲۳۱ | کے حالات |
| ۲۵۱ | عارف و امام حضرت مولانا شاہ | ۲۱۳ | فاجہ تحصیل ہو چکے تھے | ۲۳۲ | شیخ احمد قاشاشی قدس سرہ البزیز |
| ۲۵۲ | ولی احمد صاحب | ۲۱۴ | ان علوم کی فہرست جو آپ نے مزید بنو | ۲۳۳ | کے واقعات |
| ۲۵۳ | تعمید باب | ۲۱۵ | والد بزرگوار سے سچا سچا حاصل | ۲۳۴ | سید عبد الرحمن صاحب اور سی شہو |
| ۲۵۴ | شاہ صاحب کے حالات پر سرسری نظر | ۲۱۶ | شاہ صاحب کے تین علوم کا آغاز .. | ۲۳۵ | یہ مجھ کے حالات و واقعات |
| ۲۵۵ | شاہ صاحب کی پیدائش لیاقت پر ایک | ۲۱۷ | دوسرہ رحیمہ اور اسکی تاریخ | ۲۳۶ | شمس الدین محمد بن علاء بانی قدس |
| ۲۵۶ | قابل مصنف کا بیرونی | ۲۱۸ | شاہ صاحب کی طالب العلمین کیساتھ | ۲۳۷ | سر کا تذکرہ |
| ۲۵۷ | شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت | ۲۱۹ | فیاضی ابرہمان قوازی | ۲۳۸ | شیخ عیسیٰ جعفری مغربی قدس سرہ |
| ۲۵۸ | شاہ ولی احمد صاحب کی علمی موازنہ | ۲۲۰ | آپ کا تکمیل حدیث کے شوق میں | ۲۳۹ | کے واقعات |
| ۲۵۹ | شاہ صاحب کی نسبت ایک اور مثال | ۲۲۱ | سفر عرب کا ارادہ کرنا | ۲۴۰ | شیخ ابراہیم کردی مدنی قدس سرہ |
| ۲۶۰ | مورخ کی رائے | ۲۲۲ | دہلی کے مولویوں کی شاہ صاحب | ۲۴۱ | کا تذکرہ |
| ۲۶۱ | شاہ صاحب کی عظمت و وقت علما | ۲۲۳ | رجسٹر | ۲۴۲ | شیخ حسن عجمی رحمۃ اللہ علیہ کا حال |
| ۲۶۲ | وقت کے دلوں میں | ۲۲۴ | شاہ صاحب کا حرمین محرمین میں تشریف | ۲۴۳ | شیخ حسن عجمی کی بے مثل تواضع |

| صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین |
|------|--------------------------------------|------|----------------------------------|------|------------------------------------|
| ۲۹۶ | فتح الرحمن فی تریبہ القرآن | ۲۹۶ | شاہ صاحب کی ایک پیش غزل | | شیخ حسن عجمی کا اپنے مشائخ کی نسبت |
| ۲۹۸ | نور الکبیر شرح فتح الکبیر | " | آپ کی ایک نہایت عمدہ تفسیر | ۲۵۵ | احرام |
| ۲۹۹ | فتح الحبشہ | " | آپ کی ایک اور غزل | ۲۵۶ | شیخ احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر |
| " | مصنفی شیخ موطا | " | ایک غزل فرائض بحر بیہ طے | | شیخ عبدہ بن سالم الحبشہ |
| ۳۰۱ | سوی شیخ موطا | ۲۹۷ | جو نارسا بین نہایت کیا ہے | ۲۵۸ | مخبر الملکی کا حال |
| " | حجۃ اللہ بالعرفہ | " | رباعیات بعض قواعد سلوک کے | | شاہ ولی اللہ صاحب کی دہائی ہفتہ |
| ۳۰۵ | عقد الجدید فی احکام الاجتہاد و تقلید | " | بیان میں | ۲۶۱ | کے حالات |
| " | ازالۃ الخصال عن خلافتہ الخلفاء | ۲۹۹ | دیکھ مختلف اشعار افرو متوجہ | ۲۶۲ | شاہ صاحب کے عام اخلاق و عادت |
| " | قرۃ العینین فی تفسیر الشیخین | ۲۸۰ | شاہ صاحب کے مکاتیب | ۲۶۳ | آپ کا زمانہ بچپن |
| ۳۰۶ | فیوض الحکیمین | | آپ کا پہلا خط شیخ ابراہیم صاحب | ۲۶۴ | عالم شباب - نانہ شیخ |
| ۳۱۱ | الدلائل فی البشائر للنبی الکریم | ۲۸۱ | مدنی کے نام | ۲۶۵ | شاہ صاحب کے فضل و کمال |
| " | تائیل الاحادیث | " | آپ کا دوسرا خط شیخ جمال الدین | | غلام صاحب کے علمی کارناموں پر ایک |
| " | انفاس العارفين | ۲۸۳ | ابوظہر کرؤی مدنی کے نام | ۲۶۶ | مذکورہ نویس جنل کی رائے |
| ۳۱۲ | شرح رباعیتین | ۲۸۴ | آپ کا تیسرا خط شیخ ابوظہر کے نام | ۲۶۷ | آپ کی علمی اشاعت کی مثال |
| " | قصیدۃ بحبیب النعم فی مع سید الکرم | ۲۸۵ | شاہ صاحب کا چوتھا خط | " | آپ کی علمی فیاضی |
| " | والعجم | " | آپ کا پانچواں خط شیخ ابراہیم کے | ۲۶۸ | آپ کی طباعی فہم و فراست |
| ۳۱۳ | سطحات | ۲۸۷ | نام | | شاہ صاحب کی دانشمندی کا ایک |
| " | انتباہ فی سلاسل ادبیا و امد | " | آپ کا چھٹا خط شیخ وفادہ کی کے | " | حیرت انگیز واقعہ |
| " | چہل حدیث | ۲۸۸ | نام | ۲۶۹ | آپ کے علوم باطنیہ کی ترویج |
| ۳۱۴ | بواع شرح حزب البحرین | " | آپ کا ساتواں خط بعض دوستوں | ۲۷۰ | شاہ صاحب کی مذہبی تاریخ |
| " | شاہ صاحب کی باقی مصانیف کی محل | " | کی جانب | | شاہ صاحب کا طرز تفکر ان ہی کی |
| " | فہرست | ۲۸۹ | شاہ صاحب کا آٹھواں خط | ۲۷۰ | زبان سے |
| ۳۱۷ | شاہ صاحب کی وفات | ۲۹۰ | آپ کا نوواں خط | | شاہ صاحب کا تصوفی طرز بقہ |
| ۳۱۹ | شاہ صاحب کی اولاد کا شجرہ نسب | | شاہ صاحب کا دسواں خط سعید الدین | ۲۷۱ | ان ہی کے الفاظ سے |
| ۳۲۰ | دوسرا باب | ۲۹۱ | سندی کے نام | ۲۷۳ | آپ کی انشاء پر دہائی |
| " | جناب شاہ عبد العزیز صاحب | " | مولانا عبد القادر جو نیوری کا خط | " | شاہ صاحب کا زور تقریر |
| ۳۲۱ | آپ کا بچپن | ۲۹۲ | حضرت شاہ صاحب کے نام | ۲۷۴ | آپ کی خوش تقریری |
| " | آپ کی تعلیم و تربیت | ۲۹۳ | شاہ صاحب کا جواب | " | آپ کی صفات و بلاغت |
| ۳۲۲ | آپ کی ذہانت و طباعی | | جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی بعض | ۲۷۵ | شاہ صاحب کی شاعری |
| " | آپ کی شیخہ بیان | ۲۹۵ | مصانیف کی مفصل فہرست | " | تہذیب کا ایک قصیدہ مولف غامضین |

| صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین |
|------|---------------------------------|------|---------------------------------|------|--------------------------------------|
| ۳۲۴ | شاہ صاحب کی ہمہ دانی .. | ۳۲۴ | آپ کا ایک اور خط شاہ اہل اہل | ۳۲۴ | آپ کا قصیدہ اور اس پر شاہ رفیع الدین |
| ۳۲۴ | شاہ صاحب کی علمی سیر فراغت | ۳۲۴ | آپ کے نام .. | ۳۲۴ | آپ کا قصیدہ کی تحفیں .. |
| ۳۲۴ | آپ کی تواریخ و جغرافیہ دانی .. | ۳۲۴ | ایک اور خط آپ کا شاہ اہل اللہ | ۳۲۴ | آپ کا قصیدہ معراج کے بیان میں |
| ۳۲۴ | آپ کا شعر .. | ۳۲۴ | آپ کے نام .. | ۳۲۴ | شاہ رفیع الدین صاحب کی اولاد .. |
| ۳۲۴ | آپ کی مشق کی تقریر .. | ۳۲۴ | ایک اور خط آپ کا شاہ اہل اللہ | ۳۲۴ | سوروی مخصوص اسد صاحب .. |
| ۳۲۴ | آپ کی وقت لوگوں کے دلون میں | ۳۲۴ | ایک اور خط شاہ اہل اللہ کے نام | ۳۲۴ | جناب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب |
| ۳۲۴ | کھان تک تھی .. | ۳۲۴ | مناقب حیدریہ پر آپ کا ایک ربویو | ۳۲۴ | آپ کا عرب و ہجرت .. |
| ۳۲۴ | منصب و عہد گوئی .. | ۳۲۴ | وہی کے وصف میں آپ کی بیانات | ۳۲۴ | آپ کا استغفار .. |
| ۳۲۴ | آپ کا حافظہ .. | ۳۲۴ | آپ کی اولاد .. | ۳۲۴ | آپ کا ترجمہ قرآن .. |
| ۳۲۴ | شاہ صاحب کی مناسبت و طرافت | ۳۲۴ | آپ کی تصانیف کی فہرست .. | ۳۲۴ | جناب مولانا شاہ عبدالغنی کا مختصر |
| ۳۲۴ | شاہ صاحب کا خط اور طرز بیان | ۳۲۴ | آپ کی تواریخ انتقال .. | ۳۲۴ | حال .. |
| ۳۲۴ | آپ کے ملازمہ کی مختصر فہرست .. | ۳۲۴ | آپ کا مرض و وفات .. | ۳۲۴ | جناب مولانا شاہ اسماعیل صاحب |
| ۳۲۴ | آپ کی قادر الکلامی اور اشاری .. | ۳۲۴ | مولانا شاہ رفیع الدین صاحب .. | ۳۲۴ | رحمہ اللہ کے مختصر حالات .. |
| ۳۲۴ | شاہ صاحب کا خط مولوی محمد عثمان | ۳۲۴ | آپ کی سلامت روی .. | ۳۲۴ | تعلیم تربیت .. |
| ۳۲۴ | کشمیری کے نام .. | ۳۲۴ | آپ کا باطنی فیض .. | ۳۲۴ | وطباحتی فقہ دانی .. |
| ۳۲۴ | آپ کا خط مولوی محمد عاشق کے نام | ۳۲۴ | آپ کا ضبط اوقات .. | ۳۲۴ | ہما و دیگرہ .. |
| ۳۲۴ | آپ کا غیر منقطع خط | ۳۲۴ | حقیقت نفس میں شاہ ولی اللہ | ۳۲۴ | خاتمہ الکتاب |

فہرست مضامین نوٹ جو علم حدیث کی تعریف و اقسام میں کتاب ہذا کے بعض موقعوں پر لکھے گئے ہیں جنکی تعداد ۳۴۴

| صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین |
|------|--------------------------------------|------|-------------------------------------|------|--------------------------------|
| ۱۱۸ | بزرگ قاضی علاوہ علوم ظاہری کے | ۱۱۸ | عالمگیر نبوی تقدس کے پابندوں کے | ۱۰۷ | شیخ سمیت اسد انصاری اور شیخ |
| ۱۱۸ | باطنی علوم کا بھی کافی حصہ رکھتے تھے | ۱۱۸ | علاوہ اہل اسد کا بڑا شائق تھا .. | ۱۰۷ | ابوالمعج کا باہمی معاہدہ .. |
| ۱۱۹ | بحث وجود میں قاضی صاحب کی ایک | ۱۱۸ | عالمگیر کا شیخ عبدالرحیم کی ملاقات | ۱۰۷ | جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ربوی |
| ۱۱۹ | بسیط تقریر .. | ۱۱۸ | میں اسرار کرنا اور آپ کے اسرار کرنا | ۱۰۷ | کتاب عین العلوم پر .. |
| ۱۲۳ | خواجہ غلام صاحب کے اساتذہ کی فہرست | ۱۱۸ | قاضی اسلم صاحب کے مختصر سوانح | ۱۰۷ | شیخ محمد عاقل صاحب کے انضباط |
| ۱۲۴ | سید عبداللہ صاحب کی مختصر لائف | ۱۱۸ | عمری .. | ۱۰۷ | اوقات .. |

| صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین |
|------|--|------|-----------------------------------|------|-----------------------------------|
| ۳۰۸ | تصوف کے بانی اور ان کی فہرت | ۳۰۸ | شیخ ابو طاہر رحمۃ اللہ علیہ مدنی | ۱۳۷ | شیخ آدم کے دو خط بزرگ صاحب |
| ۳۱۰ | صوفیوں کے مجمل اصول | ۳۰۹ | کے حالات | ۱۳۸ | کے نام |
| ۳۱۵ | علم حدیث کی مشہور دستاویز | ۳۱۰ | شیخ تاج الدین صاحب رحمۃ اللہ | ۱۳۹ | حضرت امیر ابو العلی کی سوانح عمری |
| ۳۱۵ | کا ذکر | ۳۱۱ | سوانح عمری | ۱۴۰ | سید عظمت اللہ کے مختصر حالات |
| ۳۱۶ | محدثوں کی مجمل فہرت | ۳۱۲ | درس کے طرق جو علمائے حرمین میں | ۱۴۱ | شاہ ولی اللہ صاحب کے سفر عرب پر |
| ۳۱۶ | شیخ احمد بن محمد انصاری السیسی الشافعی | ۳۱۳ | مروج بین | ۱۴۲ | ایک فاضل کی رائے |
| ۳۱۶ | کے مختصر حالات | ۳۱۴ | ضبط حدیث کے طریقے | ۱۴۳ | شاہ ولی اللہ صاحب کے ترجمہ قرآن |
| ۳۱۶ | مولانا محمد اسحاق صاحب مہاجر کی | ۳۱۵ | علم تصوف کی تاریخ اور اس کے موجزن | ۱۴۴ | پروہی کے مولویوں کے اعتراضات کی |
| ۳۱۶ | ولاوت | ۳۱۶ | کا تفصیلی ذکر | ۱۴۵ | جو چار اور عام بخش |
| ۳۱۶ | | ۳۱۷ | صوفیوں کے عقائد | ۱۴۶ | شیخ محمد وفاد کے واقعات |

تمام ہونی فہرت مضامین



یہ امر عوامانہ تسلیم ہے کہ مشرقی تسلیم کا سیلان سوانحات قدیمہ کی اشاعت میں جنہیں علوم کی جان اور فنون کی روح کہنا کٹھی نازیبا نہ ہوگا رنر بروز حیرت انگیز ترقی کر رہا ہے۔ اور واقعات گزشتہ کو تاریخی جامہ پہنانے میں ہرقت اور ہر آن سرگرم ہے۔ بزرگان دین اور ائمہ مذہب کے واقعی حالات جو ایک حصہ کے فسانوں کے تیرہ و تار یک جھول بھیلوں میں کرم شب تابہ چرخِ معر کی طرح ٹٹماتے نظر آ رہے تھے اور مصنفان قوم کے سچے واقعات یہی فسانوں کے دھندلے بخار میں صبح کے جھلملاتے ستاروں کی صورت میں غفر ربیے نور ہونے والے تھے انہیں تاریخی روشنی چمکانے میں انتہا سے زیادہ چہرہ دکھ کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ عالم کی مختلف شاخوں میں دنیائے اسلام جسدِ ربہ لحاظ اپنی ذاتی خصوصیات کے معزز و ممتاز ہے اُسے قدر تو اور پختی خصوصیات کا سرمایہ بہت کچھ جمع ہو گیا ہے اور روز بروز ہوتا جاتا ہے۔ لیکن اگر ایسے غلط خیالی پر مجبور نہ کیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ دنیا اسلام میں جسدِ تاریخی حصہ کے روشن اور چمکیلا کرنے میں نہایت مستعدی اور سرگرمی کیساتھ کوشش کیا رہی ہے اُسے بے ساختہ آمیزی اور مدحیہ الفاظ سے اُسے دھندلا اور مکر کیا جا رہا ہے۔ ابنہ مانہ کی کتاب کا وہ ورق بالکل اٹ دیا گیا ہے کہ کلامِ دین اور عزیزینِ مذہب کی عزت و وقت صرف تعریفی الفاظ اور مدحیہ جملوں میں منحصر بھی جائے بلکہ وہ زمانہ آگیا ہے کہ ان کے اصلی اور واقعی حالات زندگی سے کمال تحقیق کیساتھ بحث کیا جائے اور نہایت آزاد و کیساتھ ہر پہلو کو میزانِ تاریخ میں وزن کے دودھ اور پانی کے اجڑا کو کیما فی قوت سے الگ الگ کر کے دکھا دیا جائے۔

دنیائے اسلام میں باوجودیکہ تاریخی سرمایہ بہت کچھ جمع ہے۔ مگر اس سے بچھا جاتا ہے کہ اُسے علمین لانے والے بہت لوگ ہیں۔ اکثر طبیعتیں تحصیلِ علوم سے بالکل ہٹ گئی ہیں اور روز بروز ہستی چلی جاتی ہیں۔ ان میں راسخ دربی لیاقت و استعداد نہیں دیکھی جاتی کہ ایک نہایت سہل اور معمولی تاریخ کا مطالعہ کر کے مقتدایانِ قوم اور مذہبی پیشواؤں کی سیرت و خصلت معلوم کر سکیں۔ میل و ذاتی تجربہ ہے کہ ناک میں ایسی طبیعتیں کثرتِ موجود ہیں جو اپنے معمولی مذاق اور عام دلچسپی کے مطابق بھی اپنے خاندانی بزرگوں کے حالات سے واقف نہیں ہیں اور نہ واقف ہونا چاہتی ہیں۔

ایسی بے توجہی اور عام بے فہمائی طبع پر کبھی اس طرف خیال ہی نہیں دیا جاسکتا کہ موجودہ زمانہ کے لوگ مقتدایانِ مذہب

اور اکابر سلف کے واقعات کو سرسری اور اجمالی نظر سے دیکھیں یا ان کے حالات سے محدود واقفیت حاصل کریں
میرا سلسلہ خیالات جہاں تک میری یاد کرتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ جعفر بن زکبان اسلام کے پاک ناموں کی شہرت اور ان کے
نہر ہی تقدیر کا راجح عام پیرچہ پہلا ہوا ہے وہ گزشتہ زمانہ کے حالات سے جو نہ ہماری قوم کے ان فوجاء و فوجوں کو جن پر جدید
علوم اور نئی تحقیقات کی روشنی پڑ چکی ہے۔ ان مقدس اور برگزیدہ نامزدوں کے قریبی حالات زندگی تو الگ ہے ان کے
ناموں سے بھی پورے طور پر واقفیت نہیں ہے۔ اسی حالت میں بجز ان کے اور کوئی تائید پر ہی نہیں آتی کہ صلحان قوم کے
تاریخی واقعات اور نہ ہی پیشواؤں کے کارنامے اردو کی عام ادبیات میں نہ حال و حال نہ ملک و قوم میں نہ
کئے جائیں تاکہ موجودہ زمانہ کے وہ لوگ جو اکابر و بزرگ واقعات پر نہ کی دل سے خواہش کرتے ہیں ان کے معاشرتی اور تمدنی
حالات سے بخوبی واقف ہو جائیں۔

ان اچھے روزگار نئی روشنی کے دلدادوں اور جدید تحقیقات کی ہولی بلیوں میں مرثیہ و انون پر نہ صرف تعجب
بلکہ تعجب کیساتھ حیرت، ہمتی ہے جو تاریخی فن کو نہایت عظمت اور بے وقفی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور دنیا کے نامور
مشہور ائمہ مذہب کے فضائل و امتیازات اور تعجب انگیز واقعات کو نہایت قوم کے مختلف مذاہن کا باز نگاہ یا زور و ظلم کے عام
مشہور اور ان کا بولا گواہ سمجھتے ہیں اور نہ صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں بلکہ انہیں بیکاروں کا شغلہ اور ہاتھ پاؤں ٹوٹے ہوئے
کی دل لگی کا سامان بتاتے ہیں۔ حالانکہ جن لوگوں کے دماغ صحیح و خیالات روشن نظریں بلند تجربے وسیع عقلی شاہدے
سیلم ہیں۔ انہیں وضاحت کیساتھ معلوم ہے کہ فن تاریخ ہی ایک ایسا عجیب و غریب فن اور معلومات کا ذریعہ ہے جس کو
غور کرنے سے ابدی زندگی حاصل کر سکتا ہے۔

علامہ ابن اثیر جزیری مصنف کامل التواریخ جس کی بھری پرانے فلکان جیسے مؤرخ کو بہت بڑا فخر تھا اپنی تاریخ
کے دیباچہ میں تاریخ و سیر فوائد بیان کرتے ہوئے یوں ریا کر کہتا ہے کہ ”جو لوگ علم و فضل کے دعویدار ہیں اور نہیں اپنے
تجربہ اور عقل پر بڑا فخر کیا ساتھ دعویٰ ہے وہ باخیال علم تاریخ کی طرف رغبت نہیں کرتے کہ اس سے کوئی مفید اور پرہیزگار
بشن نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔ غایۃ ما فی الباب یہ کہ کچھ قصص حکایات معلوم ہو جائیں۔ کچھ عجیب و غریب اور دلچسپ باتیں
سننے میں آجائیں۔ اسکے علاوہ کوئی اور معتد بہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور جب یہ تو اس علم کی تحصیل میں کوشش کرنا
سزا تفسیر اوقات ہو۔

لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ضعیف اور کمزور خیال ان ہی لوگوں کا ہے جن کے دماغ سست اور آئینہ عقل نہایت کد
اور دھندلا ہو رہا ہے۔ کیونکہ جو لوگ عقل سلیم اور طبع مستقیم رکھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ تاریخی فوائد نہ صرف دنیاوی

محاللات ہی میں فائدہ بخش ثابت ہو گئیں بلکہ آخری فوائد بھی اس میں ہست کہ نظر آتے ہیں بشرطیکہ عین یاد و غور سے اپنی
 جتنی نظروں سے دیکھ جائیں۔ سب سے مفید اور تجربہ پر بات یہ کہ ایک موقع کی فکر اور ایسا وسیع اندر غور ہو جاتا ہے کہ
 اہل دنیا میں سے کسی کی استعداد کافی زندگی کا ہونا محال اور سخت محال ہے۔ اس سے ہماری یہ غراو نہیں ہے کہ انکی حقیقی
 زندگی اس درجہ طول طویل ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ ایک بہت بڑی عمر کے آدمی کی طولانی زندگی کا بغیر ایک
 اور کوئی تیس چوبیس نہیں ٹھکانا کہ چند واقعات انکی یادگار ہوتے ہیں جن میں وہ اپنے زمانہ میں پاتا اور اُسے تجربہ غار کہہ سکتا ہے۔
 وہ گزشتہ ایام کے اُن واقعات سے جو اُس کے زمانہ زندگی میں گزشتہ ہیں زیر کی اور انکی پیسہ راکھ ہے۔ یہ سب گزشتہ
 حیات اور محال زندگی کہتے ہیں جو ایک موقع کو توڑی ہی زندگی میں حاصل ہوتی ہے۔

بائیں غلط حقیقت میں ایک تجربہ کار شخص کو وہ زندگی حاصل ہو جاتی ہے جسے انکی حیات سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ وہ
 شخص جسے گزشتہ واقعات کو کانون سے سنا اور حقیقی زندگی میں اُن واقعات کا سامان انکھن کے تھے پہنچا۔ دونوں اہل
 ایک ہی شخص کے حکم میں ہیں بلکہ ایک موقع کو جن صاحت اور ربط و مشیج کہتا ہے وہ محال سے معلوم ہون کے اس قدر
 شرح و ربط کیساتھ اسے معلوم نہیں ہو سکتے۔ جو اس وقت سوجھ ہو گا۔

پرمحض ناممکن ہے کہ ایک زمانے میں موجود ہونے والا شخص تمام جزئی واقعات کو عالم ہو جائے۔ زیادہ سے زیادہ
 اس قدر ہو سکتا ہے کہ بڑے بڑے واقعات اور غلطیر اُشان حالات انکی آنکھوں کے سامنے گزر جائیں اور انہیں کے ساتھ
 انکی واقفیت محدود ہو بخلاف اس شخص کے جو تاریخی صفحات کی ورق گردانی کرتا اور ہر واقعہ کو غور سے دیکھتا چلا جاتا ہے
 جب ایک موقع کسی زمانے کی تاریخ یا اکابر میں سے کسی بزرگ کی لائف پرنٹ لیا جاتا ہے تو گویا اس کے تمام جزئی و کلی
 واقعات کا مجموعہ انکی نظروں سے پہر جاتا ہے اور اس جلسہ میں نہ صرف شریک ہی ہوتا ہے بلکہ انکی سوسائٹی کا ایک متن
 و ممتاز ممبر قرار پاتا ہے۔ اور اسی لحاظ سے ہم کہتے ہیں کہ موقع کی زندگی ایک انکی زندگی ہے۔

تاریخ کا دوسرا فائدہ جو پہلے سے زیادہ تجویز نہیں اور مفید ہے یہ ہے کہ وہ مقتدر سلطنتوں اور یا اختیار فی جات
 حکومتوں کیلئے ایک نہایت دانشمند مشیر ہے۔ اُشان تاج و تخت اور ارباب مملکت شاہان سلف کے جو راز ظالمانہ تیار
 پر مصلحت ہوتے اور انکے ناجائز اور قبیح اغراض سے آگاہ ہو کر اپنی خرابی و بدنامی سے حذر کرتے ہیں اور انکے اُشان سلف
 مختصر ہو کر اپنی رعیت و سلطنت سے خرابیوں اور بدنامیوں کے دور کرتے ہیں ان تک کو ششیں کرتے ہیں ان کی دورانیشیں
 اور عاقبت میں تاریخ نہ صرف شاہان سلف کے ناجائز کارروائیوں پر طالع و قی ہے بلکہ ان بڑے بڑے جنگا سوں اور
 کے لشکر ٹوٹ پڑنے اور قیامت زار واقعات کے پیش آسنے کے وقتوں میں انہیں بڑا جبری بڑا اصلاح دہر بنا دیتی ہے

جن اصولوں کو شانان اولوہم نے نہایت نازک اور خطرناک موقعوں میں جاری کیا تھا۔ تاریخ ہی ایک ایسی عقل مند دوست ہے جو جا بجا احداثات اور جگر خراش مصائب کی وقت اس صبر و استقلال کا سبق دیتی ہے جسکی وجہ سے شانان سلف نے اپنی کامیابی کے عالیشان جہت سے ہر چار طرف کا ڈیوڑھی اوڑھ لیا۔ فتح کے پہرے پر مشرق سے مغرب تک اڑا دیئے اگر غور سے دیکھا جائے تو کوشور کشانی کی پیچیدہ اور تنگ تاریک راہیں فن تاریخ ہی سے طے ہو سکتی ہیں اور گزشتہ فرمانروایوں کی دانشمندیوں اور تجربہ کاروں کے نمونے تاریخ ہی کے صفحات میں نہایت روشن اور جلی صورت میں نظر آتے ہیں۔ تاریخ ہی ایک ایسی شفیق و مہربان استاد ہے جو انجام میں اور دوران پیش کا عمدہ فن تسلیم کرتی ہے کس لیے کہ بہت سی عاقبت اندیش اور انجام دہی پر نظر نہ کرنے والوں کے نہایت خطرناک واقعات اس نے اپنے صفحات پر دکھائے ہیں۔

تاریخ میں سب سے زیادہ کشادہ انگیز اور دلچسپ صفت ہر وہ ہے کہ ایک موقع جب کسی علمی مجلس میں شریک ہو جاتا ہے وہاں جلسہ اس کے گرویدہ ہو جاتے اور اسکی بے نظیر داستانوں اور حیرت انگیز حکایتوں کو غریب کاغذ سے سنتے ہیں اور سنکر حد سے زیادہ مسرور ہوتے ہیں۔ اس پر وقت و محبت کی نگاہیں ہر طرف سے پڑنے لگتی ہیں اور وہ اپنے معجزہ میں استیلائیہ نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ جس طرف بکھجاتا ہے لوگ بڑے جوش سرسبز اسکا استقبال کرتے اور ڈھلے ہلسوں کی ایک بہت بڑی دھڑکی کا سامان اسے قرار دیتے ہیں۔

دنیاوی فوائد کے علاوہ تاریخ میں دینی فائدے بھی بہت کچھ ہیں جن کی مثالیں شریعت میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ میں ان مثالوں کو لکھکر اپنے عنوان کو طول دینا نہیں چاہتا۔ شائقین تاریخ خود ابن اثیر کی تہذیب کو ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ علم تاریخ ایک ایسا عجیب شریف اور نتیجہ بخش علم ہے جس سے انسان کو دینی و دنیاوی دونوں طرح کے معاملات میں کافی مدد ملتی ہے۔

بزرگان اسلام اور ائمہ دین کے تعجب خیز کارناموں کے بیان کر نیسے ایک بے لوث غیر متعصب مورخ کا صرف استہابی مقصود ہوتا ہے کہ ان کے جس اور ہم عصر لوگوں کو ان کے واقعی اور نہایت سچے واقعات تمدنی و ملکی حالات علمی و علمی ترقیوں پر عام طور سے واقفیت اور تعارف پیدا ہو جائے اور اس آسانی و سہولت سے مجبور ہو جائے جس میں انہیں کوئی وقت اور شکل ثنائی نہ پڑے۔ ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ شان تاریخ کیسا ہے۔ واقعہ کنی مانہ کا کیوں نہ ہو صد ا و سچائی کے رتبہ سے نگہ کے شامل کا اصلی منشا ہرگز نہ بدلے۔ ایسے محکفات اور بنا الغد امیر الظاہ کی بہر قی نہ کی جائے جو اصلی مطلب کو متغیر نہ کر دیں جو بات ہو اپنی حد پر ہو۔ جو کلام ہو اپنے موقع پر ہو۔ تاریخین جو دینی اور

مشین الفاظ سے رنگین کجائی میں اکثر معتبر نہیں سمجھی جاتیں۔

اس بات کے ماننے میں ہمیں ذرا ہی تردد اور پس پشیمانی نہیں ہے کہ جو مغزو مقتدر حضرت قرون سابقہ میں ہو کر رہے ہیں ان کے تاریخی حالات اور کتابی واقعات دنیا کے اسلام نہایت وقت عزت کی نگاہ سے دیکھے ہی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ کہنے میں ذرا تامل نہیں کہ موجودہ زمانے میں جس قدر ان اولوالعزم اور عظیم الشان حضرات کے تذکرے لوگوں کے نزدیک باوقفت اور سرسخت بخش ہیں جو اس زمانے سے زیادہ متصل اور قریب ہیں اس قدر قبل کے تذکرے زیادہ دلچسپی کے ساتھ نہیں دیکھے جاتے گو وہ فی حد ذاتہ اپنے ساتھ دلچسپی کے بہت کچھ سامان کیوں نہ لے ہوئے ہوں۔

اس بنا پر ہمیں ضرور ہے کہ گزشتہ نامور دن میں سے صرف انہیں حضرات کے تمدنی و معاشرتی احوال اور علمی و عملی برکت کی دلگیری اور خوشنما قدر پر ملک قوم کے سامنے کینیچین جو ہمارے زمانے سے زیادہ متصل اور قریب ہیں اور جن کے مفید اور نہایت کارآمد تصانیف کی حیرت انگیز شہرت اور عام چرچا موجودہ زمانہ میں گہرے پہلا ہوا ہے۔

جنوری ۱۹۹۰ء میں جب بین الحیات عزیزی لکھنی شروع کی تو دفعۃً اُس سے میری طبیعت اچاٹ ہو گئی اور میں نے انتخاب کو غیر مکمل اور ناتمام چھوڑ کر تسلیم نامہ سے رکھ دیا کیونکہ اس کتاب میں جن واقعات کا میں غور و تامل چاہتا تھا وہ بالکل ناقص اور نامکمل فوٹو تھا شاہ عبدالغفور صاحب کے تاریخی واقعات اور آپ کے اخلاق و عادات کے متعلق میری واقفیت بالکل سببی اور اجمالی تھی۔ اور معلومہ واقعات کے علاوہ مزید حالات لکھنے کیلئے جس تاریخی سطر اور معلومات کی ضرورت تھی اور سخت ضرورت تھی اتفاق وقت سے میں آپ کا میاں ہنسکا۔ اس بنا پر میں نے جن واقعات کو قلب بند کیا تھا وہ سب نزدیک محض معمولی واقعات تھے۔ ان میں نہ تو کوئی غیر معمولی بات تھی نہ تاریخی حالات میں چند ان ندرت و جدت ہی تھی بلکہ حیات عزیزی کے لکھنے کا میرا بالکل ارادہ نہ تھا۔

لیکن جب سیر بعض دوستوں اور بزرگوں کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے مجھے اس کے پورا کرنے پر مجبور کیا اور سچ تو یہ ہے کہ خود مجھے اپنی محنت دیا نکاحی اور کوشش کے رائگان جانے کا بہت بڑا افسوس تھا۔ یہ سبب تھا جس نے مجھے ان پریشان و راز نامکمل وغیرہ بوطعالات کے ترتیب دینے پر آمادہ کیا۔ ورنہ ایسے معمولی اور نامرتب واقعات کو قلب بند کرنا اور انہیں سامع عام کی نقب دینا مجھے کسی طرح زیبا نہ تھا۔ ایک مشہور اور نامی شخص کے تاریخی واقعات میں جس قسم کی اطلاعات اور یادداشتیں ضروری تھیں لازمی ہوتی ہیں ان میں سے حیات عزیزی میں ایک چیز بھی نہیں ہے۔ بہتہ شاہ عبدالغفور صاحب کی طرز معاشرت تمدنی حالت علمی برکت عملی فیاضی کے متعلق چند ایسے واقعات قلب بند کئے گئے ہیں جن سے ناظرین بہت کچھ دلچسپی کے ساتھ ہیں جو شخص اس کتاب کو بلحاظ تاریخ دیکھنا چاہتا ہے وہ جیسا کہ چاہیے اس سے پورا لطف اٹھائیں سکتا۔ اور تمام قارئین

اور تخلیص مجھے اسوجہ سے اٹھانی پڑی کہ اس کتاب کے لکھتے وقت میرے پاس تاریخیں سرمایہ بالکل موجود نہ تھیں کا مجھے سخت افسوس ہے۔

ہر چند کہ میری عام واقفیت کے ذرائع اور معلومات کے وسائل اس قدر محدود اور تنگ تھی تاہم جو باتیں میں نے اس میں درج کی ہیں انہیں سے سب کی نسبت نہیں تو کشمکش کی نسبت مجھے بالکل یقین ہے کہ ان کے متعلق میری جو رائے قائم ہوئی ہے وہ قطعاً صحیح اور یقینی ہے اور انہیں ذرا ہی غلطی کا احتمال نہیں۔

غرض کہ حیات غریزی کی تکمیل کے بعد سرمایہ راخیال ہوا کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے معزز و شریف خاندان کے چند اولوالعزم اور ممتاز حضرات کا ایک تذکرہ کیسے قدر شریح و بسط کیسا نہ لکھوں اور اس کے ضمن میں حیات غریزی کے افسردہ قالب میں ایک تازہ روح پہونکوں۔ ہنوز میں انہیں خیالات میں مستغرق تھا کہ میرے ان معزز و رفقاء و اہل بزرگوار و دلچسپ جنوں نے حیات غریزی کو نہایت وقت و قدر کی گماہ سے دیکھا میرے خیال کی بدل تائید کی۔

میں اپنے ان عنایت فرماؤں کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری اس ناچیز تحریر کو قدر کی گماہ ملاحظہ فرمایا۔ گو یہ کتاب اپنے اعلیٰ مضامین اور ان ممتاز و اولوالعزم بزرگوار کی شان اور بزرگداشت اور وقت کے لحاظ سے لکھنے ہی قابل قدر و منزلت کیونہو لیکن جس قلم اور جس دماغ سے وہ مضامین منظر میں وہ ہرگز قابل قدر نہیں ہو سکتے۔ تاہم لائق بزرگواران اور قدر شناسوں نے مجھ ناچیز کی تالیف کی حد سے زیادہ قدر وانی کی اور سیکڑوں جلد دست بدست خرید کیں۔

یہ سب کچھ تھا لیکن میری طبیعت کو کیسی طبع سکون و طمأنینہ نہ تھا اور وہی سابق کی رفتیں اور مصیبتیں ہر وقت اپنا ہیوانک اور غرقانک چہرہ دکھا دکھا کر مجھے ہمیشہ دہلائی اور سخت پریشان کرتی تھیں۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میرے پاس جس قدر تاریخیں سرمایہ موجود ہے وہ اس اہم اور عظیم الشان کام کیلئے کیسی طبع کافی نہیں ہو سکتی تھی ایک خیال تھا کہ جسے اول اول مجھے اس ارادہ سے باز رکھا۔ لیکن اس پر بھی میری طبیعت کی خلش اور کیر و برہاں جاری تھی بلکہ میرا غم مستقل نہ چکا تھا کہ کیسی طبع میں پڑے گا اور جب موقع ہاتھ آئے گا اپنے ارادے کی ضرورت تکمیل کر دینا مگر جب ورنہ اس بات سے دیر ہوتی گئی جسے کہ گزشتہ دنوں میں مجھے بالکل یاد سی سی پیدا ہو گئی اور میرا وہ مستقل غم اب ایک نہایت ہی کمزور اور ضعیف سا خیال رہ گیا۔

لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرنے نہ پایا تھا کہ پھر ایک عجیب اتفاقی طور پر میرے اس ارادے کو تحریک اور تحریک کیساتھ تکمیل ہوئی۔ قدر شاہ چند ایسے اسباب جمع ہو گئے جن کی وجہ سے مجھے بلا تامل و تاملانا پڑا اور عزائم غلطہ بیگ صاحب

مالک افضل الانصار و پور پرنسپل افضل المطالع دہلی جو میرے قدیم مہربان اور عنایت فرما دوست ہیں ایسے طویل
العمر و تذکرہ کی تالیف کے محرک و باعث ہوئے۔

مرزا صاحب موصوف نہ صرف میرے قدیم دوست ہی ہیں بلکہ سچ پوچھنے توڑنے محسن اور انتہا درجہ کے
خیر خواہ ہیں۔ اُنکے احسانات کا میری گردن پر ایسا گراں بار بوجھ ہے جس سے میں کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ میں
چاہتا ہوں کہ اپنی ناچیز تالیفات کا سلسلہ اُن کے نامزد کر کے اُن احسانات کا شکریہ ادا کروں جو مجھ پر وقتاً
فوقاً انکی طرف سے ظور میں آئے ہیں۔ مگر افسوس اور سخت افسوس کہنا پڑتا ہے کہ میں اور میری تالیفات ہرگز نہیں
قابل نہیں کہ اُن کے احسانات کی تلافی کر سکوں۔

مرزا صاحب قطع نظر اسکے کہ علم و دوست احمد قدردان اہل علم اور عام حنہ سلاق کی مجسم تصویر ہیں۔ بزرگانِ دین کے
قدراً بالکل ایسی ہی محبت و عقیدت رکھتے ہیں جیسے ایک صلح اور سعادتمند اور قابل شخص کو سزاوار ہے۔ یہی وجہ
ہے کہ آپنے اپنی فیاضانہ بہت اور اولوالعزمی سے اکابر سلف سے محبت تازہ رکھنے اور اپنے عقیدہ مند و خیر خواہ
خواہر کرنے کی غرض سے انکی سوانح عمریان اور تاریخی حالات زندگی مختلف زبانوں کے قوالب میں وصال ڈھالکر ملک و
قوم کے سامنے پیش کیں اور لوگوں کو عام طور پر فائدہ پہنچایا آپ کو بزرگانِ قوم کے حالات اور انکے عبرت انگیز
کارنامے شائع کرنے کا دلی شوق ہو۔ اور اس وجہ سے کمترین کو یہ موقع ملا کہ اپنے قدیمی ضعیف اور مرزہ خیال میں ایک
نامزد لوح ہونکے اور دلی ارادے کو پبلک کے سامنے مرزا صاحب کے وسیلے سے ظاہر کرے۔

اسلامی دنیا بالخصوص مشرقِ صغیر جس قدر گزشتہ نامور و نامور خاصکر ائمہ اربعہ اور محدثین کے مبارک ناموں
سے واقفیت اور تعارف پیدا کر رہا ہے اُس سے زیادہ تر موجودہ زمانہ کے لوگ جناب عارف باللہ حضرت شاہ
ولی اللہ صاحب اور اُن کے شریف خاندان کو جانتے ہیں اور اُن کی شان اور بزرگی و پشت اور عزت و وقعت
ہمارے دلوں میں اس قدر جڑ گئی ہے کہ وہ ہمارے طبیعت میں ایک خستہ یاری جوش کیسا تھا اُنکے حالات اور
واقعات کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب اور آپکے خاندان کے عظیم الشان ممبروں کے تذکرہ کی نسبت ہماری کیا رائے
ہو سکتی ہے جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان بزرگواروں کے پاک اور مقدس نام تمام ہندوستان بالخصوص دہلی کے ہر کونے
کی زبان پر نہایت وقت و دیکنا می کے ساتھ جاری ہو رہے ہیں بیشک ایسے مشہور و معروف صحیفہ شائے
اُنکے بزرگ خاندان کا تذکرہ ضرور دلچسپ و ندرت انگیز ہوگا۔

ہرچند کہ یہ کام میری لیاقت اور قابلیت سے کمین زیادہ تھا۔ اور مجھے اپنی بے استعداد اور کم فہمی سے
ہرگز امید نہ تھی کہ میں اس پر کامیاب ہو سکوں گا۔ لیکن خدا پر ہر وسوسہ کر کے میں اس کتاب کو لکھنا شروع کیا اور
جہاں تک میرے امکان میں تھا بہت تحقیق کد ساتھ واقعات کو لکھا۔ ہر واقعہ میں تحقیق و تدقیق کا کوئی دقیقہ اٹھا
نہ رکھا۔ نہ ادا کا ہر اہر اسٹ کر ہوا کہ اُسے اپنی بے انتہا عنایت سے مجھے میرے مقصد پر کامیاب کیا۔ کیا عجیب
کہ میرے رہنمائی مسلمان میری اس ناچیز تالیف سے نفع حاصل کریں۔

خداوند اقدس میری اس حقیر ناچیز تالیف کو تبدیل فرما۔ اور اس کی مقبولیت عام لوگوں میں پہنچا۔
آمین ثم آمین۔ واخرو عوننا ان الحمد للہ رب العلمین۔

خاکسار خادم ہنس قراء
ابو محمد حریم بخش
 مولف اعظم التفاسیر حیات عزیزی غیر

پہلا حصہ

جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد عظام کے سلسلہ کا تفصیلی ذکر

قبل اسکے کہ میں جناب فخر المحدثین امام المفسرین عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد عظام اور اسی محترم جلیل القدر خاندان کے ممتاز و اولوالعزم حضرات کے تفصیلی واقعات جد سے جد عنوانوں اور علیحدہ علیحدہ سرخیوں کیساتھ بیان کروں زیادہ بہتر و مناسب ہو گا کہ ناظرین تذکرہ کو یہ بات بتا دوں کہ شاہ صاحب کے معزز و وجب الاحترام اجداد میں سب سے پیشتر کس شیر اسلام نے ہندوستان میں قدم رکھا اور ہندوستان کے کس حصہ میں بسا ست خستیار کی۔

قدیم تذکرہ میں نہایت استناد و وثوق کیساتھ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اجداد عظام میں سب سے اول جس شخص نے ہندوستان کے ایک معروف و مشہور شہر ربہ تک نام میں تون اختیار کیا۔ شیخ شمس الدین مفتی ہیں۔ جنکی محتاط زندگی اور انتہا سے زیادہ اتفاقاً و پرہیزگاری نے انکی شہرت دور دور پہنچا دی تھی اور چنہ ہمیشہ تاریخی روشنی بڑی تابانی کیساتھ چمکیگی۔

یہ بات نہ صرف تعجب خیز بلکہ سخت افسوسناک ہے کہ ہندی مورخوں کی بے توجہی اور لاپرواہی مجھے معلوم نہیں ہو گا کہ شمس الدین مفتی کس نامہ میں ربہ تک تشریف لائے اور کون سے سنہ میں یہاں اقامت اختیار کی نہ قدیم تذکرہ میں اس بات کا کمین پتہ نشان چلتا ہے کہ اُس وقت ہندوستان کس تاجدار کے زیر حکومت تھا البتہ مختلف تحقیقات سے صرف اس قدر ظاہر ہوتا ہے کہ جب تاجران اسلام کی خونریز تلواریں ایشیائی دنیا میں چمکین اور ان کے پیل پیکر گھوڑوں کے سونے نے قریباً تمام مشرقی حصوں کو روند ڈالا۔ اور ہندوستان کے طبقات میں اسلام کے شاندار جھنڈے ہو امین لہر میں سینے لگ گئے تو بہت شرفاء قریش اور رؤساء عرب نے ربہ تک شہر میں توطن اختیار کیا۔ جن میں ایک شیخ شمس الدین مفتی بھی تھے خود جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے جلیل القدر اور نجیب شریف خاندان کے تذکرہ میں ایک نہایت مختصر

لا جواب کتاب لکھی جو حسین شیخ شمس الدین مفتی کا ہندوستان میں آنا اور رہتک میں اقامت اختیار کرنا اور انکی علمی برکت اور فیاضانہ ہمت سے مقدس پاک اسلام کے واجب الامتثال شعائر کا برقی تھوڑا کامہ پنکڑاں سر پر لیکر اُس سر سے تک دوڑ جانا وغیرہ سرسری طور پر لکھا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی لا جواب اور بخیل کتاب ہے۔ اور اس خاندانی تذکرہ کی بابت جو واقعات و حالات اس میں لکھے ہیں کسی اور کتاب میں نہیں دیکھے گئے ہیں۔ اس میں شاہ صاحب نے اپنی پیدائش اور بچنے کی مختصر کیفیت بڑی خوبی سے لکھی ہے اور اپنے عظیم الشان خاندان کا تذکرہ کیسے تفصیل و توضیح کیساتھ ایک سنجیدہ رائے اور انوکھی طرز میں بیان کیا ہے۔

چنانچہ آپ اس واقعہ کو اپنے پرزور قلم سے یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ”یہ یقینی بات ہے کہ ہمارا جدِ عظام میں سب سے پیشتر حضرت شیخ شمس الدین مفتی ہندوستان میں تشریف لائے اور قصبہ رہتک میں بسا است اختیار کی۔“ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب شیخ شمس الدین مفتی کا ہندوستان میں آنا کفر و شرک کی ابتدائی شکست اور اشاعت اسلام کا پہلا موقع تھا۔ آپ کی دلی عقیدہ تسمدی اور مالی ادا سے اسلام کی غریبانہ حالت کو بہت کچھ عروج اور فراخ البالی حاصل ہوئی حقیقت میں شیخ کا یہ کارنامہ تاریخ اسلام میں نہایت اعلیٰ واقعہ ہے جو اسلامی تاریخ میں ہمیشہ اپنی جگہ رکھایا گیا۔

رہتک مانسی اور دہلی کے بچپن ایک قدیم شہر ہے جو دہلی سے تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر قبلہ کی جانب واقع ہے جب اسلامی فتوحات نے سمرج ترقی پر قدم رکھا اور فاتحان اسلام کفار کے ممالک کو زیر و زبر کرتے ہوئے ہندوستان کی طرف بڑھے اور شرقی سلطنتوں کا جلتا ہوا چراغ اسلام کی تیز فوجی ہوا گل ہو گیا تو بہت سے اشراف عرب اور سادات قریش اس شہر میں آئے۔

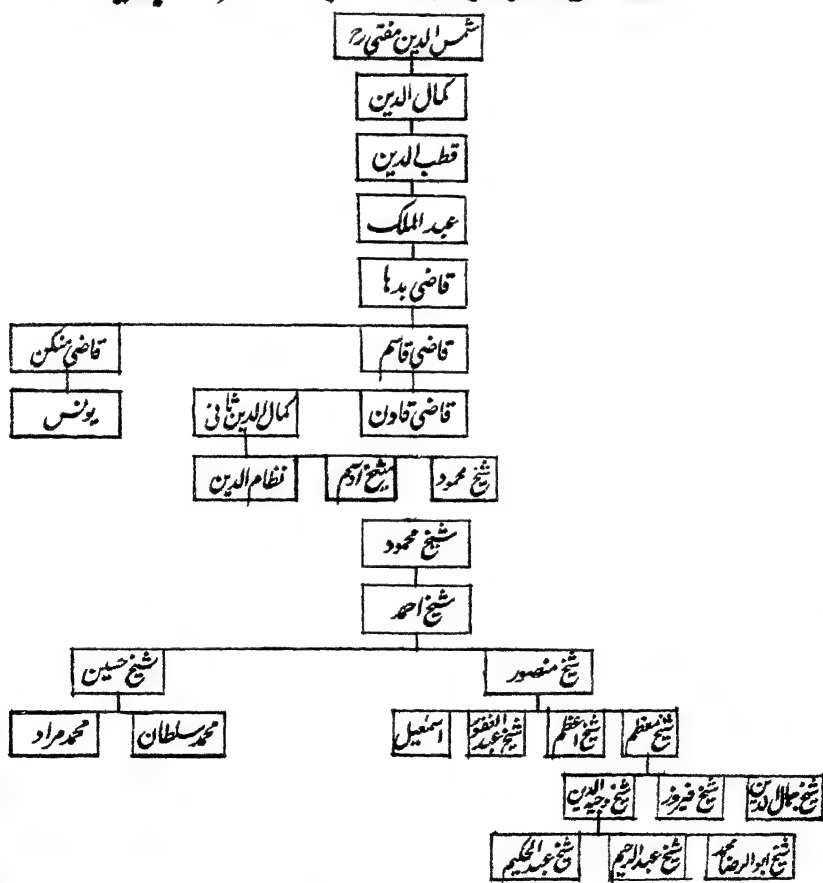
شہر رہتک اسلامی فتوحات نیز قدامت و تاریخ واقعات کے لحاظ سے ایک یادگار مقام ہے۔ از نقش و نگار و رود و دیوار شکستہ و آثار پدیدست صنادید عجم را جو عروج اور ترقی اُس زمانہ میں اسے حاصل تھی ہندوستان کے کسی اور شہر کو بہت کم نصیب ہوئی ہے اس صوبہ میں کوئی شہر قصبہ ایسا نہ تھا جو سوت آبادی اور سرسبز و شادابی میں اسکی برابری کر سکتا۔ اس کے میدان نہایت وسیع اور خوش منظر و پر فضا تھے اور اسکی چاروں طرف نہایت زرخیز مقامات واقع تھے۔ یہاں کے باشندے بڑے باوقار اور ممتاز تھے۔ ہر قسم کے باکمال اور اہل نہر کا وجود پایا جاتا تھا۔ جس قدر باشندے تھے سب بخال و دو تہ مند تھے۔ دوکاندار اور پیشہ ور

حتیٰ کہ قلی اور غزوہ بھی نہایت خوش وضع اور پاکیزہ لباس تھے۔ اطراف کی زمین نہایت میر محل تھی اور غزوہ شہر تجارت و فلاح کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اعتدال آئے ہوا کے لحاظ نیز اسلامی پولٹیکل مصلحتوں کے اعتبار سے بھی یہ جگہ نہایت موزون تھی۔ بُت پرستوں کے قدیم معابد اور تجا نے ٹوڑ کر نہایت پُر رخت اور شان آرا مسجد بنائی گئی تھیں جسے ناقوس و قرنا کی بیغے اور بیودہ صد کی جگہ دن رات مین پانچ دفعہ اللہ اکبر کی دلچسپ و بابت افزا آواز کا نون مین گونجتی تھی۔ اور سر پرستان اسلام کے ولوں مین رہ رہ کر ایک بے اختیارانہ جوش اور خوش آئندہ شوق پیدا کرتی تھی۔

کہتے ہیں کہ ایک مائے مین یہ شہر اُس معراج کمال پر پہنچ گیا تھا کہ اس صوبہ کا کوئی مقام و موضع اسکے بڑے خوش نظر اور نصیب نہ تھا بجا بجا نہایت خوش نما اور شاندار عمارات کا سلسلہ تھا اور دھوکہ برابر چلا گیا تھا اسکی دست اور قدان کا اندازہ کافی اور معتد بہ تھا۔ ہر پیشہ و صنعت کی دوکانیں مختلف نمونوں کی موجود تھیں۔ عام صفائی اور زیبائیت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ یہاں کی آب و ہوا نہایت لطیف اور خوشگوار تھی۔ نہروں کی روانی اور باغوں کی فضا قابل تعریف تھی جاڑوں کے موسم مین معمولی دسری پڑتی تھی لیکن گرمیوں کا موسم اس قدر راحت انگیز اور جان بخش ہوتا تھا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔

لیکن شہر ریتیک کی یہ تمام تفصیل لوگوں کی زبانی روایت ہی مین نے کسی تاریخ سے اسکی تصدیق و توثیق نہیں کی نہ کسی تذکرہ مین مجھے رسکا پتہ لگا۔ البتہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی قابل قدر تالیف مین اس پر ایک نہایت دلچسپ و مختصر پرکار کیا ہے جسے ہم اہم مقام پر نقل کر کے رُہنما سے رخصت ہوتے ہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب ہندوستان کے بلند مقامات پر ہلاسیوں کی خون آشام گلواریوں کی چمک پڑی اور بُت پرستوں کے شوالوں کی اونچی اونچی چوٹیوں کی جگہ اسلام کا عالیشان اور شاندار جھنڈے بڑی خوشنالی کے ساتھ علم ہوئے تو اُس مائے مین یہ شہر اس صوبے مین نہایت خوش نظر اور معمور تھا۔ مگر جس شہر کی خوبصورتی تمام دنیا مین صوم و دھام تھی افسوس ہے کہ زمانہ کی نقار کیساتھ رفیر فرار کے عروج و وقتی تسلل و پستی سے بدلتے گئے یعنی اسکے بعد جن جن زمانہ گزرتا گیا دن بدن اسکی آبادی و رونق گھٹتی گئی اور اسکی خوبصورتی اور خوشنالی کو اسکی چل پل اور عروج کا زمانہ اپنے ساتھ لیتا گیا۔ اب بجز ایک معمولی قصبہ اور قلیل سی آبادی کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اسکی موجودہ ویران حالت و یکسر اُن اصلی انجیر و ن کے امیرانہ شوق پر بہت افسوس ہوتا ہے۔ جنہوں نے رسکا نقشہ بنایا پر باغات و چمنوں سے سجایا تھا۔

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی اولاد امجاد کا شجرہ نسب یہ ہے



سلسلہ ملک کا نظماً ایک تنظیمی لقب اور دینی خطاب ہے جو اس عہد میں ایک معزز اور فخر خاندان کو گورنمنٹ اسلام کی طرف سے حاصل ہوتا تھا جیسے کہ ہمارے زمانہ میں خان بہادر وغیرہ الفاظ معزز عہدہ داروں اور ستاروں لوگوں کے تنظیمی محل جن استعمال کیئے جاتے تھیں ۱۱
سلسلہ شمس الدین فتوحی کے اگرچہ چند نام فرزند ابھی ہیں لیکن کمال الدین مفتی کو سب پر ایک قسم کا تقویٰ ہے باقی فرزندانوں کو نام باوجود تحقیقات کے اب تک معلوم نہیں ہوئے ۱۲ مولف

شیخ شمس الدین مفتی ایک نہایت ہی بزرگ اور فقیر طبیعت عالم و عابد شخص تھے۔ آپ کے انتہائی زیادہ بڑھے ہوئے زہد و عبادت کا چرچا گھر گھر پہنچا ہوا تھا اور ضمیر میں روحانی جوہروں اور ریاضتِ بجاہد کے کرشموں کے ڈنکے ایک عالم میں بجگئے تھے۔ وہ تمام ربانی لیاقتیں اور روحانی قابلیتیں جو ایک خدا پرست اور ولی کامل میں ہونا چاہئیں سب بزرگ شیخ میں بوجہ احسن پائی جاتی تھیں۔

مجھے بانسوس کہنا پڑتا ہے کہ واجب الاحرام شیخ کے ابتدائی حالات باوجود تحقیقات کے کہیں دستياب نہیں ہوئے اور اگر ہوئے بھی تو ایسے سلسلہ سے ہوئے جنہیں پورا یقین اور کافی بہرہ نہیں کر سکتا۔ لہذا میں یقین و اعتبار سے گرسے پہلے حالات کو بالکل چھوڑنا اور ان حالات کو قلمبند کرتا ہوں جو مجھے قدیم تذکروں اور معتبر مورخوں سے تحقیق ہوئے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے تذکرہ کے ناظرین ائمہین بڑی دلچسپی سے پڑھیں گے۔

محترم و بزرگ شیخ عربی النسل تھے اور عموماً شرفائے قزوین میں استیازہ نظر وں سے دیکھے جاتے تھے قزوین اور قزوین میں سب سے پہلے وہ معزز و بزرگ شخص جنہوں نے اپنے مقدس پاک نفس سے شہرِ بُتک کو نمودار و روشن کیا یہی خدا کے پیارے اور نیک بندے تھے۔ آپ ہی کی ذاتِ بابرکات سے ان اطراف میں شعائر اسلام اور خداوندی قوانین نے نہایت متانت اور آزادی کیساتھ اشاعت پائی۔ کفر و بت پرستی کی لگ جوت سے ہندوستان میں بڑی تیزی و تندگی کیساتھ بھڑک رہی تھی آپ کے قوی انفاس کی برکت سے ایک ٹٹ بچھ گئی۔ آپ نے اپنے ایمان و ایقان کی بھری ہوئی تلقین سے لوگوں کو دھوئے خواب غفلت سے چونکا دیا اور ان کے مروجہ دلوں میں ایک نئی اور تازہ روح پھونک دی۔ آپ کی پُرہدایت اور سچی تلقین نے تمام ہندوستان کی کایا پلٹ دی۔ اور آپ کی روحانی برکتوں اور باطنی فیضوں نے دلوں کو نورِ معرفت سے پُر اور لبہ زہر کو دیا۔ تھی چھر اور لکڑی کی ترشی ہوئی اور انگھڑت سورتوں کی پریش کر نیوالے موصد و خدا پرست ہو گئے۔ اور خدا کی راہ میں بھٹکے ہوئے حقیقت و معرفت کے دقایق و نکات بیان کرنے لگے۔ وحشی مہذب بن گئے۔ جمالت کی تاریکی دُور ہوئی۔ اور اسکی جگہ علوم و فنون نے ترقی پائی۔ ناجائز قتل زنا چوری۔ شراب خوری۔ قمار بازی کے بدعین کا انعام طور پر ان بلاؤں میں چھایا ہوا تھا خلقِ مروت۔ عصمت۔ امانت و دیانت۔ اتقاد پرہیزگاری کا جلوہ نظر آنے لگا۔ غرض کہ یہ آپ ہی کا معجز و نافع فیض تھا جو بہت تھوڑے عرصہ میں اس صوبہ کی تمام اطراف میں برتی تو ہنکر دھڑ گیا۔ اور مقدس اسلام کا پُر شوکت و شان و نکاح نہایت دہشتناکی سے سب طرف بچ گیا۔ اسکی مقناہی

جذبات نے لوگوں کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچنا شروع کیا اور جسکے پاک نفوس میں کلام ربانی کو سیکھنے
 بھی دلچسپی یعنی دودیت رکھی گئی تھی اور تجلیات ربانی کا کچھ پر تو بھی اُنکے جملہ دل میں پڑ گیا تھا۔ بے اختیار
 اسلام کے گرویدہ ہو گئے اور اُنکے قوانین و احکام کے آگے بچوں پر تسلیم کی گوزمین خم کو دین یہ سب کچھ
 تھا لیکن ابھی تک سچو اسلام کا نور حقیقی اپنی پوری تابانی کیساتھ نہ چمکا تھا۔ اور ارکان اسلام نے دُصوم و دام
 سے اشاعت نہ پائی تھی بہرستی کی بیخ و بنیاد پورے طور پر جڑ سے اُکھڑی تھی نہ بدعت سنت سے الگ اور
 ممتاز کی گئی تھی۔ اسلئے بزرگ شیخ کو ضرور ہوا کہ کوئی ایسی صورت پیدا کریں جس سے وہ تمام عنوانیان مٹ
 جائیں جو اسلام کے حقیقی نور کیلئے روک بین حقیقت میں یہ ایک نہایت برتر و بزرگ اور انہما می خیال تھا جو کچھ
 کی طرح محترم اور واجب التقظیم شیخ کے دلیغ میں کو نہ آسپنے سوچتے سوچتے آخر اس بات پر رائے قائم کی کہ ایک
 مدرسہ کی بنیاد ڈالی جائے جس میں لوگوں کو کلام ربانی کی تلقین کی جائے اور وہ ربانی اسرار اور الہامی نکات جو
 قرآن و حدیث کا معجزنا الفاظ میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں عام لوگوں پر ظاہر کیئے جائیں۔

ماہین
 اسلامی

مدرسہ کی بنیاد پڑنی تھی کہ مسلمان جو کہ جو آپ فیض حاصل کر نیکیے لئے آئے لگے۔ گویا ای
 تیار خ سے مذہب بہرستی اور اصول شرک کے ساکن دنیا میں ایک عجیب اتفاقی طور سے تحریک اور تحریک
 کیساتھ تہج پیدا ہونے لگا۔ لیکن یہ تہج ایک ایسا خفیف و ضعیف تہج تھا جو اس عمیق اور عظیم الشان تہجد
 میں ذرا بھی محسوس نہ ہوا۔ چونکہ شیخ صاحب قوانین فطرت کی باریکیوں کو خوب سمجھے ہوئے تھے اور اپنے ضمیری
 اور روحانی جوہر اپنے میں سکون و قمار کی گہری تہکتے تھے۔ اس لئے آپ جانتے تھے کہ صدیوں کی خرابیوں کو لوگوں
 کے دلوں میں جم جاتی ہے اسکا دفعہ قلع و قمع کرنا مشکل اور بہت مشکل ہوا کرتا ہے۔ لیکن یہ کہ اس میں تو کسی آئندہ
 زمانہ میں اسکا ضرور اثر پڑے گا پس مجھے اسوقت کی ناکامی سے کبھی پروشتہ اور شکستہ نہ ہونا چاہیے۔ یہی
 تھی کہ گو شیخ صاحب نے اپنی کوششوں کو بظاہر ناکامی کی پوشاک پہنتے ہوئے دیکھا۔ لیکن دل میں ذرا بھی خوف
 ہراس نہیں کیا بلکہ اپنے دل کو اطمینان دلایا کہ گو مجھے بظاہر متواتر ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مگر حقیقت میں
 بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ یہ تمام ناکامیاں نہایت مبارک اور خوش آئندہ ہیں۔ ہمیں ذرا شک نہیں کہ ہر طرح
 کی بیماری و تکلیف ہمیشہ طبیعت پر شاق و ناگوار گزار کرتی ہے اور آدمی کو کیسا ہی صاحب تحمل و قاریوں نہ ہو
 آخر کار اُسکی طبیعت اُٹا جاتی ہے۔ لیکن اسی بات یہ ہے کہ جس مرض کا انجام صحت ہو گا ابتداء میں مہلک و مرموز
 ہی کیوں نہ ہو عقلاً ہمیشہ کیسے مرض کو مبارک اور خوش آئندہ کہتے چلے آئے ہیں۔

الغرض بزرگ شیخ کو اگرچہ اپنے اس ارادہ میں بظاہر ناکامی ہوئی لیکن بڑی خوشی سے کہا جاتا ہے کہ جو آپ کی کوشش مذہب بُت پرستی و شرک کے سمندر کی غمی موجوں اور خوفناک لہروں سے مقابلہ نہ کرے مگر بہر بھی آپ نے ایک ایسا بیج بو دیا جو آپ کی آئندہ نسلوں کی کوشش سے پہلا پھول اور نہایت سرسبز و شادابی کیساتھ املہا اٹھا۔

شیخ شمس
فابری

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی تاریخی زندگی میں جو بات سب سے زیادہ قابلِ فوٹ ہو وہ یہ کہ آپ نے تیسری صدی اصفیہ کے علوم میں اجتہاد کا درجہ رکھتے اور ماہرینِ فن کے زمرہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ ویسے ہی علمِ ادب اور انشا پر دانی میں ضربِ مثل تھے۔ علاوہ ان میں آپ کی برتر دیا ک نفسِ روزِ ازل سے باطنی علوم بھی حصہ لیتا تھا اور بانیِ جلالِ ہوسے طور پر آپ کے جملہ دلہن و بی بی تابانی اور خوشانی ڈال چکا تھا غرض کہ دینی و دنیاوی اعزاز و اقتدار کیلئے کوئی ایسی صفت نہ تھی جو فیاضِ ازل نے آپ سے دریغ کر رکھی ہو۔ یہی وجہ تھی کہ اس عہد کی تمام سلامی مجلسوں میں آپ کی عزت و توقیر ہوتی تھی اور یہی تقدس و دینی اقتدار کی وجہ سے آپ کے سامنے سلاطینِ وقت کی گزرتین جھکتی تھیں قطع نظر اس کے کہ آپ کی محتاط زندگی اور تقاضا پر یہ نگاہی اور عام اخلاق کی شہرت کا جاوڑ دہن کے تمام باشندوں پر اپنا پورا اثر ڈال چکا تھا۔ اس وجہ سے ہر گلی کوچہ میں آپ کی معاشرتی زندگی کی تہ دل سے ادا کی جاتی اور بچہ بچہ کی زبان پر آپ کا نام بڑی محبت سے لیا جاتا ہے۔ آپ بہت سے عجیب و غریب افہامات اور حیرت انگیز حالات صادر ہوئے ہیں جن سے تاریخی کتابوں کے صفحات اب تک روشن و منور پاتے جاتے ہیں۔ چونکہ مجھے اور واقعات لکھنا ہے بیان کو طول نہ مانتا ہوں اس لئے صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

شیخ شمس
حیرت

جناب شیخ شمس الدین مفتی کی حیاتِ ستار کا وسیع پیمانہ جب لہر نہ ہو کر چپکنے کو قریب ہوا تو آپ نے اپنی اولاد و اتحاد کو جمع کر کے وصیت کی کہ جب میری روح اس غصری جسد سے مفارقت کرے کہ عالمِ باطن میں پرواز کر جائے تو میری نعش کی تجزیہ و تکفین بالکل اسی طریقے اور طرز پر ہونا چاہیے جو سنت سے ثابت ہے۔ تجزیہ و تکفین کے بعد جنازہ کی نماز نہایت خشوع اور متواضعانہ ہیئت سے ادا کی جائے اس کے بعد میرا جنازہ مسجد میں جو میری خاص عبادت گاہ اور مقامِ اعتکاف ہے رکھا جائے۔ حاضرین کو چاہئے کہ تھوڑی دیر کیلئے دامن سے ہٹ جائیں اور مسجد کو بالکل خالی کر دیں۔ بعد ازاں اگر میری نعش پانی جائے تو دفن کریں ورنہ اپنے اپنے گھر واپس چلے جائیں اور کسی طرح کا تذبذب و تردد نہ کریں۔

چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد لوگوں نے ایسا ہی کیا اور آپ کی وصیت کی بڑی سرگرمی اور مستعدگی کیساتھ

تعمیل کی گئی۔ سجدے کے ایک محقق گوشت میں جانہ رکھا گیا اور تھوڑی دیر کیلئے سانی مسجد خالی کر دی گئی بہر
جو دیکھا تو جنازے کا نام و نشان تک نہ پایا۔ حاضرین اس رات انگیزہ واقعہ سے سخت متحجب ہوئے اور نجوب حیرت
کو ساتھ لے ہوئے واپس آئے۔

اگرچہ حکایت بھی لوگوں کی زبانی روایت ہو۔ مین نے کسی قدیم و جدید مستند تاریخ سے اسکی تصدیق
نہیں کی لیکن مختلف تحقیقات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ واقعہ پیش آیا ہو تو کوئی نجوب حیرت کی جگہ
نہیں ہو۔ مین نے خاص حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے واقعات میں لکھا دیکھا ہے کہ جب آپ حکایت
سننے تو نہایت وثوق کیساتھ اسکی تصدیق فرماتے۔ چنانچہ فاضل اجل جناب شاہ ولی اللہ صاحب
اپنی ایک مقبلی تصنیف میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ”میرے محترم و بزرگوار والد جب یہ حکایت سننے تو بلا تردد
اسکی توثیق کرتے اور فرماتے۔ مجھے اپنے حافظہ پر پورا بہرہ و سہ ہوا اور مجھے یقین کہیں اپنی یاد میں کبھی غلطی نہ
کرے گا۔ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ قدیم زمانہ کے سلسلہ حشمتیہ کے مشائخ کے حالات و واقعات میں جو
کتبا میں لکھی گئی ہیں اور جن میں واقعات کے لحاظ سے نہایت موثکافی اور چھان بین کی گئی ہے ان میں سے
یہ واقعہ اپنی اچھ سے لکھا دیکھا ہو گو مین کافی یقین کیساتھ یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ واقعہ خاص ان ہی بزرگ
مفتی صاحب کا ہے جو تقدس اور شرفیاء اخلاق کے مجسم تصویر تھے یا کسی اور بزرگ سے علاقہ رکھتا ہے
کیونکہ جہاں یہ واقعہ لکھا گیا ہو اُس مقام پر اس ولوالعزم اور بزرگ کے نام نامی کی صراحت نہیں کی گئی۔
غرض کہ جب الاحترام فخر مند و ستان شیخ اس دارنا پائندہ سے عالم بقا میں انتقال کر گئے تو چچ
بزرگ اور عظیم ترین اولاد جناب شیخ کمال الدین مفتی آپ کے جانشین قرار دیئے گئے۔ گوشہ شمس الدین مفتی کی
اور بھی اولاد تھی اور سب کی سب نہایت قابل و رتبہ ہی تقدس و علم فضل کی جتنی جاگتی تصویر بن گئیں۔ مگر چونکہ
شیخ کمال الدین مفتی اپنے والد بزرگوار کی تابخی زندگی کا پورا حصہ اپنے مین رکھتے تھے اور والد سکرانیہ کو پورے
فوٹو تھے۔ ایسے اس معزز اور جلیل القدر خلافت کی واسطے آپ ہی منتخب کیئے گئے۔

الدین مفتی

قدیم تذکروں اور کہ نہ تاریخوں کے صفحات پر عتیق و غریب نظر ڈالنے سے اس بات کا بخوبی ثبوت ملتا
ہو کہ اُس زمانہ میں عام طور پر یہ قاعدہ استعمال میں لایا جاتا تھا کہ مسلمانوں میں سے جو محترم و محترم نہایت
پاک نفس شخص ان جیسے بلا و صوبجات میں توطن اختیار کرتا اور وہاں کے باشندے عموماً اُس کے لاشائی نہایت
اور پیش تمذیب و شائستگی کو تسلیم کرتے۔ مکی سیاست کے متعلق جہد راہم امور ہوتے۔ مثلاً فضلہ احتساب آقا وغیرہ

کے تمام مغز مناصب اور ممتاز عہدوں کیلئے وہی شخص انتخاب کیا جاتا اور یہ قابل عظمت عہدے اسی شخص کے تفویض کیے جاتے۔

لیکن ان محترم و مغز عہدوں کو کسی شخص یا کسی خاندان کیساتھ مخصوص نہ محدود نہیں کیا جاتا تھا۔ اور کچھ ہی ضرورت تھا کہ جو شخص ان جلیل القدر مناصب کے لئے ایک فخر منتخب کر لیا گیا تو اب یہ عہدے سلاسل کے خاندان میں موروثی قرار دیئے جائیں۔ خواہ قابل بہن یا ناقابل۔ نہیں بلکہ سب سے پہلے یہ بات دیکھی جاتی تھی کہ کیا یہ شخص ان امور کے سمجھنے اور ان واقعات کی تہمین بیٹھ جانے کی قابلیت رکھتا ہے جو ان مناصب کے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں۔ گویا اس منتخب ممبر کیلئے بھی ایک دن اور ایک وقت اُسکی عملی قابلیت اور ذہانت و حافظہ کے امتحان کا ہوتا تھا۔

اسی طرح ان ممتاز عہدوں اور جلیل القدر منصبوں کیلئے یہ بھی ضرورت تھا کہ جو محترم و مجتہد شخص ان کیلئے انتخاب کیا جاتا اُسی قاضی اور مفتی اور مجتہب کے مغز القاب سے چُنا جاتا۔ بلکہ بغیر ان القاب کی شہرت کے اور بغیر کسی قسم کی ظاہری تخصیص کے اُسکی گورنمنٹ خلافت کا مرجع و مرکز بھی جاتی۔

یہ بڑی خوشی کی بات ہو کہ جناب شیخ کمال الدین مفتی بحکم الولد سر لایبہ تقدس اور تمام شریفانہ عادات و مذہبانہ اخلاق علم و فضل میں اپنے واجب الاعتصام والد کے بالکل قدم بقدم تھے۔ جو علم مندی بلند خیالی روشنی و ماضی و دقیقہ نظری میں جواب نہ رکھتے تھے۔ آپ کے مراقبات و مکاشفات اور خدا و تقدس کی ان اطراف میں بہت بڑی شہرت تھی۔ آپ کا کثرت و یاقوت کتب بینی میں صرف ہوا کرتا تھا یا ریاضت و مجاہدت میں۔ شیخ کمال الدین مفتی گواکبر سے بدن کے دُبلے پتلے اور نحیف آدمی تھے۔ لیکن آپ کی متین و وسیع پشانی اُس عظیم الشان نصیب کی شہادت دیتی تھی جو آپ کو آئندہ حاصل ہونے والا تھا۔ یہ بات نہ صرف تعجبناک بلکہ حیرت انگیز ہے کہ شیخ کمال الدین مفتی کو بہت تھوڑے عرصہ میں وہ مقبولیت عام حاصل ہو گئی تھی جسے ربانی مقبولیت سے تعبیر کر سکتے ہیں، کہ ان اطراف کا باشندوں کا بچہ بچہ آپ کا نام نہایت مقدس اور پاک الفاظ کیساتھ زبان پر لاتا تھا۔

جب جناب شیخ کمال الدین مفتی کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوا اور لبریز ہو کر چھپک گیا یعنی آپ کی مقدس روح جہان فانی سے عالم باقی میں انتقال کر گئی تو آپ کے بعد آپ کے نہایت لائق اور ہونہار فرزند جناب قطب الدین اس مغز عہدے سے ممتاز کیئے گئے۔ افسوس کہ اس مقدس شخص کے تفصیلی حالات

باوجود تحقیق کے بھی کہیں سے دستیاب نہیں ہوئے بلکہ جان تک تحقیق ہوا ہی صرف اس قدر ہوا کہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے عبد الملک جانشین ہوئے اور عظیم الشان منصب اُن کی تفویض میں کیا گیا۔

جناب عبد الملک بڑے تیز بوش اور ذہین و بلیغ شخص تھے فطرت نے اول ہی روز سے آپ کے ضمیر کو ربانی قابلیتوں اور روحانی جوہروں سے آراستہ کر دیا تھا ایسے روز بروز اور ساعت بساعت حافی یارین اور الہامی غومض آپ کے پاک اور مقدس نفس سے اپنی اصلی تابانی و درخشانی دکھاتے تھے۔ ان جیسے بزرگوار کی وجہ سے اب یہ نجیب شریف خاندان کچھ دیر سے زیادہ مقبول نام ہو گیا تھا اور اس معزز خاندان کے ہر ممبر کی معاشرت اور تمدنی حالت ایک نرالی اور انوکھی طرز کی ہو گئی تھی۔

گو آپ نے علوم کی تعلیم روحانی ذریعہ سے حاصل کی تھی اور ربانی جلال کا پورا اثر آپ کے دلیں چمکا تھا۔ مگر پھر بھی تمام وہ معمولی کتابیں جو اس وقت درس میں شامل تھیں اپنے ہی خاندان کے ایک فاضل اجل اور علامہ سے بہت جلد نکال لین چونکہ فطرت نے پہلی ہی سے آپ کا دماغ کامل عقل سے آراستہ کر دیا تھا ایسے آپ کو ان معمولی کتابوں کا بہت جلد پڑھ لینا کچھ بھی مشکل نہ تھا جب آپ معمولی و سببی علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو علم حدیث پڑھنا شروع کیا بیشک علم حدیث ایک بڑا سخت اور دشوار گزار علم ہے اس کی اہمیت اور معنی آفرینی کو کچھ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو اس فن میں لگاؤ اور مس حاصل ہو لیکن بڑی خوشی سے دیکھا جاتا ہے کہ بزرگ عبد الملک کے سامنے یہ شکل اور وقت آفرین علم بھی پانی تھا کیونکہ آپ کا دل اور دل غرور اول ہی سے اُن فطرتی جوہروں کی تابانی سے چمک چکا تھا جنہیں ربانی بخشش اور فیض خداوندی سمجھنا چاہیے۔

آپ کو کلام الہی سے بڑی دلچسپی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اکثر اوقات اُسکی تلاوت میں مشغول رہتے۔ اور حاضرین کو اُسکے اسرار و نکات کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ گویا یہ آپ کا وعظ تھا جس سے ہر وقت مجلس گرم رہتی تھی۔ آپ کی مقدس زبان سے جو جملہ اور فقرہ نکلتا تھا وہ اس قدر آئینہ دار اور حکیمانہ ہوتا تھا جس سے فطرت کا اصلی منشا اور کلام ربانی کا ذاتی مفہوم ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کی خوش لگائی میں نہ متعاطیسی اثر تھا کہ سننے والوں کی طبیعتیں ایک بے انتہا رازہ جوش کیساتھ آپ کی طرف مائل متوجہ ہوتی تھیں آپ کے لفظ لفظ سے سامعین کے دلوں پر ایک چوٹ سی لگتی تھی۔ اور اُن کے جسم کا پُ کا پُ ٹھٹھتے تھے۔ اُن پر ایک محویت اور بے اختیار سی کجیات

طاری ہو جاتی تھی اور اس حالت بخود ہی میں اس شدت سے رقت ہوتی تھی کہ پُرغم آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہاتے تھے۔

Chacka

1987

جن باتوں کا تذکرہ خصوصیت کیساتھ اپنے خط میں کیا تھا وہ وحدت پرستی اور اسلام کے ضروری ارکان تھے گو آپ کو اس عمارت کا نقش و نگار سے آگے نہ بڑھ سکتے تھے کہ نا منظور تھا جسکی بنیاد آپ کے مقدس اور اولوالعزم جد امجد حضرت شیخ شمس الدین قدس سرہ نے اول روز ڈالی تھی آپ کا سب سے بڑا اور اہم خیال یہی تھا کہ جسطرح سے بن پڑے بت پرستی کی جگہ پرستی اور آسمانی شریعت میں جو حضرت انجیز اور یہود و عیسٰی میں روح پرور گئی ہیں دنیا سے میٹ دیا جائے مسلمانوں کو ان پاپک آلائشوں اور نفرتناک یہود و گویوں سے پاک صاف کر دیا جائے جنہیں وہ صد سال سے گزرتا رہا ہے وہ غلیظ و قابل نفرت خلائق ہیں جو ان کے غیر مین صدیوں کی خرابی سے پڑ گئی تھیں اور جن منغض یہود و گویوں میں وہ ایک دراز عرصہ سے مبتلا تھے ان سے انہیں اس طرح پاک صاف کر دیا جائے کہ گویا مان کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوئے ہیں حقیقت میں یہ کام ایک بڑی ہی بڑے اور بہم کام تھا جسکی تجدید آپ نے کی۔ اگرچہ ویسی کامیابی جو حقیقت میں ہوئی چاہیے تھی آپ کو حاصل نہیں ہوئی مگر یہ بھی آپ کی اس تعلیم و تلقین نے اپنا قیمتی اثر مسلمانوں پر ڈالا اور ان کے اخلاقی خیالات ایسے نہ رہ گئے خیر آج اسلامی دنیا اگر کی طرح کا فخر کرے تو بجا نہ ہوگا لیکن یہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ شیخ عبد الملک عمر طبعی کے زمانہ تک پہنچنے سے پیشتر ہی عین اس وقت میں جبکہ آپ کا عروج کمال شباب ثاقب کی طرح چمکے ہاتھ لائیں جان سے تشریف لیگئے یعنی فنا کی گنجائش نے قبل اسکے کہ آپ خوشہ مراد کی گنجینی سے بہرہ ور ہو کر اپنی ملی آرزوؤں اور پرشوق تمنائوں پر کامیاب ہو عین عالم شباب میں قہر اجل بنا ڈالا حیف صد حیف اسے دنیا سے دون **وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**۔

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ شہر تہنک اور اسکے اطراف و جوانب میں دستور نہ تھا کہ ملکی سیاست کے اولوالعزم عہدے کسی خاص شخص یا کسی مخصوص خاندان کیساتھ محدود ہوں اور اس خاص شخص یا مخصوص خاندان کے علاوہ کوئی اور شخص قصداً اور احتساباً ان کے مناصب کے لیے انتخاب کی لیافت نہ کرتا ہو بلکہ جو محترم و شہر مسلمان اس صوبہ میں توطن اختیار کرتا اور اسے فطرت ربانی قابلیتوں اور روحانی ضمیری جوہروں کا حصہ ملتا وہ ان جلیل القدر اور عظیم الشان عہدوں سے ممتاز کیا جاتا۔ لیکن اب اس قدر زمانہ گزر جانے اور اس واجب الاعتصام خاندان میں ایسے مفت مداور محتاط حضرت کے ظہور کرنے سے کالیہ قانون نافذ ہو گیا کہ قصداً و احتساباً کے معزز

عہد سے اسی شریف و بزرگ خاندان کیساتھ مخصوص محدود ہون کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کو یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو گئی تھی کہ فطرت نے جو عزت و شرف اس نجیب خاندان کو دیا ہے دوسرے کو کبھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس مغز خاندان کے حضرات کے ضمیری وہ جانی جو ہر پہ میں گہری متاثریت کی تہ رکھتے ہیں۔ اور ان کے پاک نفوس میں ربانی جلال کا پورا پورا پڑ چکا ہے۔ ایسے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس حلیل الشان خاندان میں آئندہ جتنے لوگ پیدا ہوں گے سب کے سب صرف مغز خاندان بلکہ خرفروں کا رہنما ہوں گے۔

حقیقت میں اس زمانہ کے لوگوں کا یہ نفس قیاس بالکل صحیح اور نہایت قدر و منزلت کے قابل تھا اخیر عہد میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے صاحبزادے جناب شاہ عبدالعزیز اور شاہ فیض الدین اور شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی اور پوتے شاہ اسماعیل صاحب ایسے مقدس نامور اور مشہور عالم ہوئے جن کی محنت اط زندگی اور اتقا و پرہیز گاری اور علمی برکتوں نے ان کی شہرت نہ صرف ہندوستان میں محدود رکھی بلکہ ان کے تقدس و پاک کی ناسوسی نے دور دور ان کے خاندان کی شرافت و بزرگی میں اور بھی جان ڈال دی۔ اور جن کی بدولت ہندوستان بالخصوص ہلی کوہست بڑا مغز حامل ہوا حتیٰ یہ ہے کہ ہندوستان جہاں تک اس بات پر فخر کرے بجائے کہ اس نے اپنی ناز بہری گودی میں ایک دراز عرصہ تک ایسے ممتاز و مغز بچوں کو پالا ہے کہ اس کے مقابلہ میں کسی اوریشیا ملک کو یہ بات بہت کم نصیب ہوئی ہو۔

مجھے اس مقام پر اپنے ایک مغز ہم عصر کا خیال ظاہر کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے میرے بیان کی پوری تائید ہو سکتی ہے۔ ”مغز ہم عصر اپنی ایک قیمتی تصنیف میں اس خاندان کے علم و فضل کی شہرت کے متعلق یوں ریا کر کرتا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے علم و فضل کی آوازیں ہندوستان کی چار دیواری سے نکل کر مسلمانوں کے ممالک و مدام وغیرہ میں پہنچی تھیں اور جس مسئلہ میں مکہ مدینہ کے علما میں جگڑا ہوتا تھا وہ ثالث بالآخر شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز کو نباتے تھے۔ ملا رشیدی مدنی اور شاہ عبدالعزیز سے جو خط و کتابت ہوئی ہے اس سے ہم اپنے دعوے کی سند دیکھتے ہیں۔ ایک خط میں رشیدی نے یہ لکھا ہے۔ ”شاہ صاحب پکا کچھ ایسا اثر بلاد اسلامیہ میں ہوا کہ جب کوئی فتوے دیا جاتا ہو اور علماء سپر اپنی جہر میں کرتے ہیں تو ہر شخص فتوے میں آپ کی فکر کا متلاشی رہتا ہو۔ اور وہ فتوے جیتک آپ کی فکر مہر نور زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھا نہیں جاتا اگر آپ یہاں تشریف لے آویں تو ہم لوگوں کے لیے بڑے فحشا کی بات ہو اور سلطان ٹکی بھی آپ کی بہت بڑی عزت کریں۔“

اسکے بعد مغز ہمصر لکھتا ہے۔ اس خط سے اُس مقبولیت کی پوری پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے جو شاہ عبدالعزیز صاحب کی بلاد اسلامیہ میں تھی اس کو ربانی مقبولیت کہتے ہیں اور یہ اعلیٰ علم و فضل ہے۔
الغرض شیخ عبداللہ کے مبارک عہد میں قضا و احتساب اور افتاء کے مغز عہد سے اس خاندان کے لئے موروثی حقوق قرار دیئے گئے۔ ایسے آپ کے انتقال کے بعد آپ کے لائق اور عزیز النور و فرزند جناب قاضی بدھیا نے اپنی موروثی ریاست اور خاندانی حقوق و تعلق کو محفوظ رکھنے کی غرض سے منصب قضا اختیار کیا اور مدت العمر تک مخلوق خدا کے اُمور کے مشکفل اور مکران ہے۔

کچھ شبہ نہیں کہ اس محترم خاندان میں جس قدر مقدس اور پاک نفس حضرات گزرے ہیں سب کے اخلاق نہایت وسیع اور فیاضانہ تھے۔ غرور و نخوت، ترفع اور کم بینی ان میں نام تک کو نہ تھی۔ یوں تو اس واجب الاحترام خاندان کا ہر ایک ممبر نہایت فیاض اور خوش اخلاق تھا۔ لیکن جو خوش اخلاقی اور فیاض طبعی جناب قاضی بدھیا میں پائی جاتی تھی اس کا ڈھنگ سبے نرالا اور جدا تھا۔ اگرچہ آپ ایک ایسے اولوالعزم اور اعلیٰ درجہ کے عہدہ سے ممتاز تھے جس کے آگے زبردستی زبردست سلطنت کو بھی بجز گردن تسلیم خم کرنیکے اور کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑتا تھا اور اسے عقین آپ کی مخالفت ایک زہر ملا اور نہایت بد اثر نتیجہ پیدا کرنے والی تھی۔ لیکن یہ بات نہایت خوشی سے کہی جاتی ہے کہ ہر شخص خواہ وہ کسی رتبہ کا آدمی ہوتا بغیر کسی ذلیلہ تعارف کے ہرقت آپ سے مل سکتا۔ اور آپ جس تواضع اور خوش اخلاقی سے اُس کے ساتھ پیش آتے۔ ملنے والا بہت عرصہ تک اُس کا اثر اپنے دل میں محسوس پاتا۔ اس سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے اخلاق نہایت وسیع اور عام تھے۔ اور اُس کے لئے وسیلہ تعارف عزت و جاہ کی سفارش کی کچھ ضرورت نہ تھی۔

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ابتدائیں قاضی بدھیا صاحب نے ظاہری علوم و فنون اور دینی کتب کے مطالعہ کرنے میں زیادہ محنت نہیں کی۔ لیکن جو لوگ قلبی فراز و نشیب اور ضمیری قابلیتوں سے کیسے قدر بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ جن پاک نفوس کو فطرت کی باطنی قوتوں میں درکنہ ہمارت اور اُس کے پوشیدہ یا ان دیکھے جوہروں کا کسیدہ درجہ علم ہوتا ہے۔ انہیں علمی ترقی میں زیادہ محنت کرنیکی ضرورت ہوتی ہے نہ کتب بینی میں زیادہ وقت صرف کرنیکی حاجت۔ طبیعتیں کہ فطری جوہروں کے نور سے روشن اور چمکدار ہو جاتی ہیں اور ان پر ربانی تجلیات کا عکس پڑ جاتا ہے وہ بغیر کسی محنت و جان نثاری کے

حقائق ربانی کے سمجھنے میں یہ طویل رکھتی رہیں علیٰ ہذا اقیاس بعض دینی علما نے جن میں مطالب الہامی اور مقاصد ربانی اخذ کرنے اور اُسے مؤثر و محرک کافی مادہ پیدا ہو جاتا ہے کتب بینی اور سبق خوانی کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہوتیں۔

بیشک یہ بات تسلیم کیے جانیکے قابل ہو کہ جو لوگ کتابی تعلیم حاصل نہیں کرتے اُن میں اگرچہ مقاصد فہمی کی یاقوت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ بھی وہ ایسے قابل نہیں ہوتے جیسے کتابی تعلیم حاصل کر نیوالے۔ اسکے ساتھ ہی یہ امر بھی ماننا پڑے گا کہ محنت ایک ایسی چیز ہے جس سے غمی انسان بھی کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا ہی لیتا ہے۔ لیکن یہ بات قابلِ نوٹ ہو کہ یاقوت و قابلیت کتب بینی اور باضابطہ تعلیم حاصل کرنے میں ہرگز منحصر نہیں ہے بلکہ ایک ایسا شخص جسے معمولی تعلیم سے اپنی ذات یا قوم کو فائدہ پہنچا یا وہ اُس تعلیم یافتہ سے زیادہ وقت کی نگاہ سے دیکھے جانیکے قابل ہے جس نے علم میں بہت بڑا تبحر اور ملکہ حاصل کر نیکے بعد اُس سے اپنی ذات یا ملک قوم کی بہبود میں نہیں چاہی۔ اس طرح جن مقدس انفس لوگوں کے دل و دماغ ابتدا ہی سے اُن جوہروں سے آراستہ و مجلا ہو جاتے ہیں جنہیں فطرت کی خاص بخششیں سمجھنا چاہیے تو انہیں خود بخود وہ ربانی یاقوتیں اور روحانی قابلیتیں حاصل ہو جاتی ہیں جو نہ کسی سنگین محنت سے حاصل ہو سکتی ہیں نہ جانکاہی و جگر خراشی سے نصیب ہونے کی امید کی جاسکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ گو جناب قاضی بدھا صاحب زیادہ لکھے پڑھے نہ تھے۔ لیکن آپ کی فرخ و خوبصورت پیشانی کی تابانی انسانی نظروں کو اس بات کا صاف پتا دیتی تھی کہ اس مغز شخص کی دماغی قوتوں اور قلبی جوہروں کو فطرت کی طرف سے وہ حصہ ملا ہے جو ایک زبردست متبحر عالم جامع فنون کو بہت کم نصیب ہوا۔ بزرگ قاضی بدھا صاحب کے انتقال کے بعد اُنکے دو فرزند باقی رہے جو تقدس پاکی اور شرفِ نفاذ عادت کے مجسم تصویر اور آپ کی ایک عظیم الشان یادگار تھے۔ ایک قاضی قاسم جو اپنے واجب الاحرام والد کے انتقال کے بعد اُنکے جانشین اور خلیفہ مقرر کیے گئے۔ دوسرے شیخ منگن جو انتہا سے زیادہ علمی قیامت اور باطنی قابلیت رکھتے تھے اور جو نہ بہت باطنی علم کا زیادہ حصہ قدرتی طور پر رکھتے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد صرف ایک فرزند یونس نام باقی رہے جو بڑے ہو کر نہایت قابل اور فخر خاندان شخص قرار دیئے گئے۔ واجب الاحرام اور مغز یونس سیرت میں صورت میں اخلاق و عادات میں بالکل اپنے الدبذہ کو

کے قدم بچہ تھے۔ اُن کی طرز معاشرت اور تمدنی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسی جناب قاضی بدایہ صاحب کی۔ اُس زمانہ کے لوگ صرف اس لحاظ سے اُن کی اور بھی وقعت و قدر کرتے تھے کہ یہ قاضی صاحب کی شکل و شباہت سے زیادہ ملتے جلتے تھے۔ قاضی بدایہ صاحب کے فرزند رشتہ، جناب قاضی قاسم صاحب کے انتقال کے بعد اُن کے دو عزیز الوجود اور گرامی قدر صاحبزادے باقی رہے۔ ایک قاضی قادن دوسرے شیخ کمال الدین۔ قاضی قادن اور شیخ کمال الدین دونوں محترم بزرگ حضرات اگرچہ علم و فضل عقل و تیز ذہانت و طباعی و غیرہ میں مساوی درجہ رکھتے تھے۔ گو بعض بعض خصوصیتوں میں ایک دوسرے سے کب قدر ممتاز اور مستثنیٰ تھے۔ لیکن چونکہ جناب قاضی قادن صاحب شیخ کمال الدین سے عمر میں کب قدر بڑے تھے۔ اسلئے آپ ہی اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد اُن کے قائم مقام اور جانشین قرار پائے اور شہر کی ریاست اور ریاست آپ ہی کے تفویض میں کی گئی۔

قاضی قادن صاحب ہر چند کہ تمام مذکورہ اور تاریخی صفحوں میں اسی نام نامی سے یاد کیے گئے ہیں لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہو کہ شاید آپ کا اسم گرامی عبدالقادر یا قوام الدین ہو گا جو ایک زمانہ تک متعصب ہندوؤں کی نا آشنا اور جاہل زبان پر جاری ہوتے اور تحریف و تصحیف قبول کرتے کرتے عبدالقادر سے صرف قادن رہ گیا۔

قاضی قاسم کے دوسرے صاحبزادے شیخ کمال الدین جو قاضی قادن کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور جو ان اطراف میں علم و فضل کی بہت بڑی شہرت رکھتے تھے۔ اُن کے مان صرف ایک فرزند پیدا ہوئے جس کا نام نامی نظام الدین رکھا گیا۔ اور جو بڑے ہو کر علمی فیاضیوں اور فطری قابلیتوں کے سرچشمہ ہوئے ان ہی سے شیخ کمال الدین کے انتقال کے بعد اُن کی نسل قائم ہوئی اور آئندہ زمانہ میں اس نسل کے سلسلہ میں بڑے بڑے عالی وقار اور حوصلہ مند و دقیق النظر حضرات پیدا ہوئے

محترم قاضی قادن کے انتقال کے بعد دو فرزند آپ کی یادگار میں باقی رہے ایک شیخ محمود دوسرے شیخ آدم جو بھائی خان کیسا تھے کمال شہرت رکھتے تھے۔ شیخ محمود اپنے معزز اور واجب الاحرام قبائل میں بڑے نجیب و شریف اور ممتاز شخص گئے جاتے تھے اور نہ صرف اس حلیل القدر خاندان کے شرفاء آپ کی عظمت و جبروت شان و شوکت کو تسلیم کرتے تھے بلکہ شہر بہنگ اور اُس کی اطراف و جوار کے تمام اولوالعزم اور محترم باشندے پرلے درجہ کی تعظیم و توقیر سے پیش آتے تھے چونکہ اس زمانہ میں

ہرے خارجی اسباب و اس بزرگ خاندان کی طبیعت کو مخالف چند ایسے ہی سامان جمع ہو گئے تھے۔ لہذا شیخ محمود کو جو اس وقت تمام بقیہ خاندان میں بدیازیہ نظروں سے دیکھے جاتے تھے منصب قضا سے محار کش ہو کر اعمال سلطانیہ میں مشغول ہونا پڑا۔

چونکہ فطرت پہلے ہی سے جناب شیخ محمود کیلئے تجویز کر رکھا تھا کہ اپنے مانہ کے رفوگر مہر می و سختی و دونوں قسم کی کیفیتوں سے دلچسپی حاصل کر نیگے نیز بہت سی بیچیدہ اور اہم معاملات کی گلچینیوں کو سلجھانا اور نئے نئے البحر طرون میں موٹگا فیان کرنا اپنی قسمت میں لکھا جا چکا تھا ایسے ضرورتاً کہ آپ منصب قضا کو خد خد حافظہ کر کے ایک ایسا سلسلہ اختیار کریں جس مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کو کچھ فائدہ پہنچ سکے۔ یہ ایک ارادہ تھا جو بزرگ شیخ محمود کے دماغ میں بجلی کی طرح ساعت بساعت اور آٹا فانا کو ندر ماتھا اور جہین ایک عجیب اتفاقی طور پر تحریک اور تحریک کیساتھ تکمیل ہوئی اس مضمون پر جو ابتدا ہی اپنی طبیعت میں خمیر کر دیا گیا توفیقاً زور کیا ایک بیک پکا دل برداشتہ ہوا اور ضعیف ساختہ خیال تحریک جو بھی ہوئی چگاری کی طرح آپ کے باطن میں کہی کہی اپنی تابانی دکھا جاتی تھی اب ایک نہایت مضبوط اور مستحکم قصد ہو گیا آپ نے ہر بات کے چرچاؤ اتار اور مخالف موافق پہلوؤں میں نظر ڈرا کر اپنے دل میں قطعی فیصلہ کر لیا کہ موجودہ حالت میں زندگی بسر کر نیسے سپاسیاء زندگی اچھی اور انسب اولیٰ ہو اس میلان طبع میں بھی بڑے ربانی اسرار اور فطرتی راز مخفی تھے جو جبکہ خبر منور اکبر کو ہی نہ تھی اس امر کے تسلیم کر نیسے کسی تنفس کو ہرگز انکار نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ کو اپنے جس بندہ اسکی زندگی کے آئندہ حصہ میں جیسا کام لینا ہوتا ہو اس کے لئے اسباب سامان ہی ایسے ہی پیدا کر دیتا ہو چونکہ آپ مسلمانوں کی بہبودی اور ترقی و عروج کیلئے پیش خمیر قرار دیئے گئے تھے ایسے اچکا فرض منصبی تھا کہ اپنے میلان طبع کی متابعت کریں یعنی کوئی ایسی صورت پیدا کریں جس مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کو ملک سلطنت کی طرف سے کافی فائدہ پہنچے۔

ہیں تحقیق سے معلوم ہوا کہ جب شیخ محمود قضا کا عہدہ چھوڑ کر اعمال سلطانیہ میں مشغول ہوئے تو انہیں بہت سوائے جائزہ امصاب اور جگر خراش کا لیف کا سامنا کرنا پڑا اور جو کما تحمل کسی طرح حوصلہ مند کسی متصور نہیں ہو سکتا لیکن بڑی غشی کا مقام ہو کر اپنے تمام مصائب کا لیف کا بڑی خوشی اور استقلال کیساتھ استقبال کیا اور زندگی کی ناگوار چھتین اٹھائے اٹھائے ہی کہی اپنی طبیعت اچاٹ نہیں ہوئی اور اسکی بڑی جدی تھی کہ کپڑی پر شوق نظر ہمیشہ اس طرف پڑتی تھیں کہ چاہے جو جقدر تکلیف پہنچے لیکن مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کیلئے کوئی ایسا سلسلہ قائم ضرور ہو جائے جس انہیں سلطنت وقت کی طرف سے پورا فائدہ پہنچ سکے اور انکی ترقی و عروج اوج کمال پر پہنچ جائے۔

ساتھی اُن کا سیامیون کے جو شیخ صاحب کو حاصل ہوئیں نہایت تعجب سے دیکھا جاتا ہے کہ آپ اس ترقی پر بھی اپنے منصبی فرائض بڑی جرأت و لیری سے ادا کرتے اور ہمیشہ اُن ہی باتوں کو استعمال میں لاتے رہے جو آپ کے شریف خاندان کیساتھ خصوصیت رکھتی تھیں باوجودیکہ آپ سلطنت کی طرف سے ایک مغر زعمہ پر ممتاز تھے اور اسکی انجام دہی کے ذمہ اقرار دیئے گئے تھے۔ مگر جو طریق آپ کے خاندان میں مروج تھے۔ اُن سے سرمو تجاوز کرتے تھے۔ اسی لیے قدیمی تذکروں میں آپ کی بابت لکھا گیا کہ اگر شیخ محمود کے ظاہری احوال پر سرسری اور اجالی نظر ڈالی جاتی ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر خاص شہر بہتک اور اُس کے ضلع میں صدیق گزرے ہیں سب میں آپ کی کامیابیوں کا اثر تھا۔

جناب شیخ محمود جب سن بلوغ کو پہنچے تو آپ نے تحفظ النسل کے لئے ایک نہایت ہی عفت آب اور شریف خاتون سے نکاح کیا۔ جبکا نام آفریدہ تھا اور جو سونی نیت کے سادات و اشرف میں سے ایک بڑے شریف و نجیب خاندان کی عورت تھی اس عورت کے بطن سے آپ کے ہاں ایک سعادت مند و خوش قسمت لڑکا پیدا ہوا جسکا نام شیخ احمد رکھا گیا۔ اور جو بڑا ہو کر نہایت تیز ہوش اور بیدار مغر ضما طریقت ہوا۔

شیخ احمد نے بچپن ہی میں اپنے وطن الوف کو خدا حافظ کہا تھا۔ اور بہت سے حکمران حضرت شیخ عبدعسی بن شیخ عبدالحکیم کیساتھ نشوونما پایا تھا بچپن کا زمانہ طے کر کے جب آپ نے عالم شباب میں قدم رکھا اور سن بلوغ کو پہنچے تو آپ کی سجدہ اور تین پیشانی میں رشد و ہدایت کے آثار نہایت روشن و تابانی کیساتھ نمایاں ہوئے جو قیافہ شناس نظروں کیلئے ایک عظیم الشان اقعہ کی پیشین گوئی کرتے تھے اور جنہیں دیکھنے والے فوراً مارتے تھے کہ غریب ایک ہ زمانہ آئیوا ہے جیسے نیا وی جاہ و جلال اور شوکت اس ہونہار نوجوان کے قدموں کو بوسہ نیگے اور اس اقبال مند کا پر شوکت ستارہ شہا ثا ثقب کی طرح اوج کمال پر چلے گا۔ خدائی فوج کا جگمگا اُسکی رکاب میں ہوگا اور رب الافواج کا ہاتھ ہمیشہ اس کے سر پر ہے گا۔

شیخ عبدعسی صاحب نے جن کی تربیت و تعلیم میں شیخ احمد اپنی قیمتی زندگی بسر کرتے تھے اپنی خدا واد و تفرس اور باطنی صفائی سے پہلے ہی معلوم کر لیا تھا کہ یہ لڑکا ہونہار اور انتہا سے زیادہ با وقعت ہو۔ اسی لیے انہوں نے اپنی صاحبزادی اُن کے نکاح میں دیکر ایک دراز عرصہ تک اُن کی

تربیت و تعلیم میں حد سے زیادہ مصروف رہو اور کبھی لمحہ بہر کیلئے بھی انکی جدائی خست یا رہنمائی کی لیکن جب شیخ احمد جو ان ہوئے تو دفعۃً انکی طبیعت یہاں سے اُچاٹ ہو گئی اور یہی برخاستگی طبع انجام کا اُن کے رہتک میں دوبارہ انکی باعث ہوئی۔

جب آپ رہتک میں جلوہ آرا ہوئے تو قلعہ کے باہر ایک نہایت عالیشان اور شاندار عمارت تیار کرائی اور اپنے خاندان کے تمام قبائل کو یہاں جگہ دی۔

کچھ شک نہیں کہ جناب شیخ احمد صاحب کے وہ دلچسپ واقعات جو انکی تاریخی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں نہایت عجیب و غریب واقعات ہو گئی۔ اور اپنے ساتھ ندرت مآب حالات کا ایک ہمیشہ نبار کھتے ہوئے لیکن مجھے بافوس کہنا پڑتا ہے کہ شیخ احمد کے اسکے بعد کے حیرت انگیز واقعات کسی تذکرہ اور تاریخ میں میری نظر سے نہیں گزرے۔ نہ کسی ایسے معتبر ذریعہ سے بہم پہنچ سکے جنہیں میں اہم مقام پر لکھ کر ناظرین تذکرہ کو محفوظ کرتا۔

الفصلہ شیخ احمد کے انتقال کے بعد اُن کے دو فرزند باقی رہے ایک شیخ منصور دوسرے شیخ حسین۔ شیخ احمد کی آئندہ نسلوں کا سلسلہ ان ہی دونوں حضرات کی اولاد میں منحصر و محدود ہے شیخ منصور نہایت متواضع اور خلیق تھے آپ کے اخلاق ایسے عام اور وسیع تھے جنہوں نے خاندان کے دلوں میں بھی آپ کی کافی جگہ کر دی تھی۔ شجاعت بہادری میں لبّ جواب اور تحمل و قناعت میں پیش تھے۔ آپنے اولاد اپنے حقیقی ناموں شیخ عبد اللہ بن شیخ عبد العسی کی صاحبزادی سے نکاح کیا جو نہایت فیشور اور صاحب فہم خاتون تھیں۔ اس عقیقہ اور عصمت مآب خاتون کے بطن سے باجاہ و جلال و دلڑ کے پیدا ہوئے ایک شیخ منعم دوسرے شیخ اعظم۔ لیکن جب اس خدائے شانس اور رحمدل بی بی کا انتقال ہو گیا تو پھر آپنے ایک اور شریف خاندان کی عورت سے نکاح کیا جسکے بطن سے شیخ عبد الغفور اور شیخ اسماعیل پیدا ہوئے۔

شیخ احمد صاحب کے سلسلہ بیان میں جناب شیخ عبد الغنی صاحب کا بھی ذکر کر گیا ہے جو شیخ احمد صاحب کے خسر تھے جیسا کہ میں اوپر تفصیل کیسا لکھ آیا ہوں۔ اہم مقام پر مجھ پر زیادہ مناسب موم ہوتا ہے کہ قبل اسکے کہ اس مغز خاندان کے اولوالعزم مہرون کا تذکرہ ختم کروں۔ شیخ عبد الغنی صاحب کے سولہ عمری کا سرسری اور اجمالی خاکہ لکھوں۔ اگرچہ مجھے شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے علاوہ دیگر خاندان کے حضرات کے

واقعات حالات سے بحث کرنی نہیں چاہیئے اور نہ اس قسم کی بحث میرے منصب لحاظ کے مناسب ہے لیکن یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک ایسے نادور روزگار کے حالات ظاہر کریں پہلو تہی کروں جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان سے نہ سہی لیکن ان کے خاندان سے خاص قسم کا تعلق رکھتا ہو۔ مجھے مغر زناظر سے امید ہو کہ وہ خارج البحث کے الزام دینے سے معذور رکھیں گے۔

شیخ عبدالنہسی صاحب ایک بڑے زبردست علامہ اور فاضل اجل تھے۔ آپ کی محتاط زندگی تجربہ عالیہ و پرہیزگاری۔ متواضعانہ اخلاق۔ شائستہ و زیبا عادات کی شہرت ایک عالم میں پھیل گئی تھی اور ہندوستان کا ہر ایک شخص آپ کو ولی کامل سمجھتا تھا۔ جلال الدین اکبر جیسا پر شوکت اور قہار بادشاہ آپ کی عظمت جبروت اور جاہ و جلال کو تسلیم کرتا اور برسرِ دربار نہایت عقیدہ مند ہی اور پاک اعتقاد ہی کیساتھ تعظیم و تہنیتا اگرچہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت ترقی کنان اوج کمال پہنچ گئی تھی لیکن افسوس دیکھا جاتا ہے کہ ان کی ملکی ترقی اور شوکت جبروت کی برقی روشنی کے آگے نہایت ہی بہبودی اور اسلامی علوم ہر برشتے جاتے تھے۔ آئین ذرا بھی شک نہیں کہ ہندوستان میں جلال الدین اکبر کی حکومت ایک پر شوکت اور نہایت امن کی حکومت تسلیم کی جاتی ہے لیکن قیمتی سے اس حکومت میں بھی مذہبی علوم کے مرؤ قالب میں جان نہیں ڈالی گئی۔ اور اُسے یوں ہی ادمو اچھوڑ کر دنیاوی جاہ و جلال و شوکت و عظمت حاصل کرنیکی طرف توجہ مائل کی گئی۔

تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ مقدس پاک اسلام جو فاتحانہ ہندوستان میں سرزمین میں اپنے ساتھ لائے تھے بجائے اسکے کہ وہ ملکی فتوحات اور اسلامی تاجداروں کی ترقیوں کے پہلو پہ پہلو ترقی کرتا اور بغداد و اندلس کی طرح ہندوستان میں اپنی حیرتناک ترقی کا جلوہ دکھاتا۔ انا کچھ ایسا بے فروغ ہو گیا کہ بس اب ہجرت نام کے اور کچھ باقی نہیں رہا تھا۔ اور اس کی بڑی وجہ یہ ہی ہوئی کہ مذہبی علوم کے آثار و بدن ٹٹتے جاتے اور لوگوں کو ان کی طرف توجہ بہت کم ہوتی جاتی تھی گواہِ سقوت بہت سے حامیانِ دین اور دنیاویانِ اسلام علماء موجود تھے جیسے کہ شیخ عبدالنہسی صاحب اور ان کے خاندان کے چند اوجھڑے لیکن جب حاکم وقت ہی کی حالت درست نہ ہو اور خود اُسے ہی اسلامی علوم سے دلچسپی نہ ہو تو پچاسے علماء کی طوطی کی آواز نقار خانہ میں کہہ سکتی تھی۔

ان واقعات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی قسمت میں روز اول ہی سے لکھ دی گئی

تہا کہ یہ مسلمانوں کے دینی علوم اور مذہبی فنون سے بے نصیب ہے۔ اور اسکے باشندے یہاں کی تعیش و خیر آب و ہوا سے کچھ ایسے سرخوش اور از خود رقتہ ہو جائیں کہ اپنی آئندہ نسلوں کی کامیابی و بہبود کی خیال انکے دلوں سے بالکل نکھجائے اور وہ ہنول کر بھی کبھی اس راہ میں قدم نہ ڈالیں۔

غرض کہ خباب شیخ عبد الغنی صاحب کی تمام خوش اخلاقی، طرز معاشرت، تقویٰ و پرہیزگاری، عبادت، مروت، صداقت، شیرین زبانی ایسی تھی جسے نہ صرف اکبر بادشاہ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا بلکہ اسکے تمام رؤسا اور ارکان سلطنت کی طبیعتیں میا خستہ اپنی طرف مائل کر لی تھیں۔ اکبر نے آپ کے اتفاق و زہد اور باطنی قوتوں کے پر جوش دلوں کی کیفیت سن کر اپنا مشیر مقرر کر لیا تھا اور کوئی کام بغیر آپ کے مشورہ کے کبھی نہ کرتا تھا۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ واعظ کا زبانی وعظ و نصیحت سامعین کے دل پر اپنا اثر ضرور ڈالتی ہے لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ واعظ و فاضل کی عملی زندگی اسکی زبانی پند و نصیحت سے بہت زیادہ اثر ڈالتی ہے۔ شیخ عبد العسی صاحب کی مبارک زندگی ایسی پر اثر تھی اور اس میں وہ جو ہر مضمر و پوشیدہ تھے کہ حکومت کے اکثر ارکان اور فوج کے بکثرت آدمی آپ کے معتقد ہو گئے تھے۔ آپ اپنے متواضعانہ خلاق اور منکسر المزاج کی وجہ سے اکثر اوقات بادشاہ کی مجلس شوریٰ میں شریک ہوتے اور بعض اہم معاملات میں اُسے نیک مشورہ دیتے۔ لیکن چند روز میں اکبر عیش پسندی میں اس درجہ مستغرق ہو کر دیون دنیا گیا کہ گڑا ہو گیا اور اسکی منصف یہود و گیمین اور نفرت انگیز کاروائیوں کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ لحد و تدفین کوئی کسرا تھی نہیں رہی جب اکبر کی یزبون حالت اس درجہ تک پہنچی تو شیخ عبد الغنی صاحب نے ایک لخت ترک ملاقات کردی اور محبت الفت کے رشتہ کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ جانبدار سے ایک قسم کی قابل تنفر کشش پیدا ہوئی اور شیخ عبد الغنی نے اسے اکبری دربار کو خدا حافظ کہا۔

اسی اثنا میں بادشاہ کو چتوڑ کی مہم پیش آئی اور اکبری جہنڈے اس طرف اٹھ کھڑے ہوئے خاص اکبر آباد سے جو ان دنوں ہندوستان کا دار الخلافہ اور پایہ تخت تھا نہایت خوشنور اور خوشتر لشکر متواتر اور پے در پے بھیجے جا رہے تھے اور فوج کا تانتا بندھ رہا تھا۔ اکبری فوج نے وہاں پہنچ کر کچھ روز قیام کیا اور پھر کئی جانب سے چتوڑ پر حملہ کیا۔ ہر چند کہ یہ جراتور بہادر فوج ایک عرصہ تک برابر حملے کرتی رہی اور نہایت سفاکی اور جنگبری سے مقابلہ میں آتا وہ بھی مگر پہر بھی کچھ فتح کے آثار نمایاں نہیں

اسی اثنا میں ایک عجیب واقعہ یہ پیش آیا کہ امام ناصر الدین شہید ابن امام محمد باقر رضی اللہ عنہما کے مقدس و تبرک فرار پر ایک پاک طینت نیکدل شخص مستحکم تھا۔ رات کی وقت خواب کی حالت میں نہیں بلکہ بیداری کی حالت میں دیکھتا کیا ہے کہ ایک شخص روشن اور دہو میں دھار مشعل ہاتھ میں لئے آگے بڑھ رہا ہے جسکی روشنی میں ایک مختصر سی جماعت قدم اٹھائے چلی آ رہی ہو۔ اور عجیبان شکت سے آ رہی ہو فوجی لباس سارے جسم کو چپائے ہوئے ہو۔ کمرون تک تلواریں بندھی ہوئی ہیں۔ ایک ہاتھ میں آہنی چکرا نیزہ اور دوسرے میں لمبا برچھا ہو یہ جماعت تعداد میں نہایت مختصر تھی۔ جسکے افراد سہو و آسانی کے ساتھ انگلیوں پر شمار کر لیئے جاسکتے تھے۔ ان کے حلقہ میں ایک نوجوان شخص گھوڑی پر سوار تھا جو قرینہ سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ ابن کاسر دار ہے۔ جن انداز سے وہ شخص گھوڑے پر سوار تھا اور اسکے چہرہ سے جس جرات شان کا اظہار ہوتا تھا بیان میں نہیں آ سکتا۔

امام ناصر الدین شہید کے فرار کے مستحکم کا بیان ہو کہ میں نے یہ عجیب ماجرا دیکھا کہ کچھ پھاڑ پھاڑ کر دیکھا کہ کہیں میں خواب میں تو نہیں ہوں معلوم ہوا کہ بیداری کی حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ الغرض تھوڑی دیر میں مشعل اور مشعل کیسا تھے یہ لوگ فرار کے قریب پہنچے۔ دفعۃً مشعل مزار کے قصبے میں داخل ہوئی اور ساتھ ہی یہ مسلح فوج کا دستہ بھی نذر گھسا۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید یہ لوگ مسافر ہیں اور زیارت کی غرض سے یہاں آئے ہیں میرا ارادہ تھا کہ جب یہ لوگ زیارت فارغ ہو کر واپس آئیں گے تو میں انکی بود و باش کی کیفیت دریافت کروں گا۔ اور مغرور فوج ان کو نہایت نیاز مندی اور عاجزی کیساتھ آداب بجالاؤں گا۔ لیکن میں کبھی جوٹ نہ بولوں گا اسوقت میری بیخودی اور از خود فرستگی کا یہ عالم تھا کہ ملنکی باندھے کھڑا تھا۔ اور ایک نے اختیاری کی حالت میں آٹھ انچی شتا و صفت بیان کر رہا تھا۔

میں اسی حالت میں محو تھا کہ دفعۃً ایک اور واقعہ نے جو مذکورہ بالا واقعہ سے بھی زیادہ تعجب انگیز سمجھو کا دیا۔ یعنی مجھے سب بارہا میں بہت تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ دیکھتا ہوں کہ وہ رئیس جسے فوجی سپاہیوں کا جمرٹ حلقہ کئے ہوئے تھا گھوڑے سے اتر کر قبر میں داخل ہوا۔ اور اسکے قبر میں اترتے ہی فوجی سپاہیوں کا ایک ایک شخص قبر میں گھسنے لگا۔ میں نے اپنے گئے ہوئے جو اس بجا کر کے نہایت جرات کیساتھ ایک شخص کا دامن پکڑ لیا اور بے انتہا لجاجت ظاہر کر کے عرض کیا

کہ میں آپسے صرف اسقدر دریا فت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سزا رکون ہو اور اس کے ساتھ جو یہ سپاہی ہیں کیسے ہیں۔ بولا۔ سردار جناب امام ناصر الدین شہید ہیں اور جنہیں تو فوجی سپاہی سمجھ رہا ہے شہید کی جماعت ہے۔ میں نے پوچھا چاہیہ لوگ کمان گئے تھے جو اب یا ہم چٹوڑ کو سر کرنیکی غرض سے وہاں گئے تھے۔ چنانچہ آج قلعہ چٹوڑ فلان ساعت میں فلان بج کی طرف سے فتح ہوا اور پہاڑ کی اونچی چوٹیوں پر اکبری پریرے ہو امین فرانسے بھرنے لگے یہ حضرات کامیاب اور فتح مند ہو کر وہاں سے تشریف لارہے ہیں۔

محترم شہید کے فرار کا معتکف کہتا ہے کہ میں اس حیرت انگیز واقعہ سے نہایت متاثر ہوا اور جیسا دیکھا تھا مجنسہ جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی خدمت سر پا برکت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ شیخ صاحب نے اس واقعہ پر مطلع ہو کر جلال الدین اکبر کو فتح چٹوڑ اور تسخیر قلعہ کی مبارکباد دی اور صورت واقعہ بے کم و کاست بیان کر دی۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ چٹوڑ کی فتح اسی اسلوب طریقہ پر بادشاہ کی خدمت میں معرض ہوئی جیسا کہ جناب شیخ عبد الغنی صاحب نے بیان کیا تھا۔ اس پر اکبر شاہ بہت خوش ہوا اور اپنی فیاضانہ ہمت سے بارہ وسیع و معور گاؤں جناب امام ناصر الدین شہید کے مزار کی نذر کر دیئے۔ اور شیخ عبد الغنی صاحب کے نام ایک شاہی فرمان جاری ہوا کہ ان قصبات کی سالانہ آمدنی آپ کی تقویض میں ہمیشہ رہیگی۔ آپ کو اس بات کا کلی مجاز و اختیار ہوگا کہ اس رقم کو جس طرح چاہیں اور جس موقع پر مناسب جہین خرچ کریں گویا اسکے سپید و سیاہ کرنیکا طرح آپ کو اختیار ہو۔ اس واقعہ کے ذکر کرنے سے میری صرف اتنی ہی غرض ہو کہ ناظرین کو شیخ عبد الغنی صاحب کی خداداد قابلیت اور غیر معمولی لیاقت معلوم ہو جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اکبری دربار میں آپ کی کیسی کچھ عزت کیجاتی تھی۔ اسی مقام پر میں آپ کا ایک اور واقعہ لکھتا ہوں جس میں آپ کی عجیب و غریب بزرگی اور بے انتہا جلال نظر آتا ہے۔ اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مقدس ذات میں عملی زندگی اور روحانی حیات کی کس قدر پر زور و توفیق و ولایت کی گئی تھیں اور فطرت کے کتنے اسرار آپ میں مضمر و مخفی تھے۔

خواجہ محمد ہاشم کشمیری شیخ مجددی نے حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی قدس سرہہ ناقل ہو کہ شیخ مجددی فرماتے ہیں ہمارے والد بزرگوار ایک مدت تک جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی ملاقات کے جو ان رہے جو شہر سوئی پت کے ایک بڑے کامل درویش اور مشہور و معروف بزرگ تھے ہمارے والد بزرگوار

کو آپسے نیاز حاصل کرنے اور خدمت میں حاضر ہونیکا اس لحاظ سے اور بھی مینا بانہ شوق تھا کہ انہیں کسی معتبر ذریعہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ شیخ عبدالغنی صاحب اپنے بزرگ و محترم پیر کا ایک خاص رخصت رکھتے ہیں۔ یہ سنکر انہیں کمال اضطراب ہوا اور اسی اضطراب کے دفعیہ کیلئے شیخ عبدالغنی صاحب کی ملاقات کے اندر مشتاق تھے۔ وہ قیمتی اور روزنی راز جسے ہمارے والد ماجد کو اس درجہ یحییٰ کر رکھا تھا کہ رات کی نیند اور دن کا آرام آپ کو ناگوار بلکہ حرام ہو گیا تھا یہ تھا۔

شیخ عبدالغنی فرماتے ہیں۔ جب میرے خدائے شناس اور رفیقاں میرے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے اور ایک شوریدہ کار و درویش کو اپنے پاس بلایا تاکہ انکار نسبت کی آخری رسم جو اس خاندان کا عام قاعدہ ہوا اگرین اور جو کچھ اس فقیر پر توجہ مبذول کرنی تھی اور باطنی فیض عطا کرنا تاکہ دین جب میں اپنے رہبر کامل اور مرشد اکمل کی خدمت میں پہنچا تو حضور نے معاملہ حقیقت کا ایک نہایت عیسوی غمیض ہید زبان مہارک پر جاری فرمایا جسکے سنتے ہی درویش تو فوراً جان بحق تسلیم ہو گیا۔ اور میں اسی طرح حیران و سرسیمہ اپنی جگہ برقرار رہا۔

پس میرے والد بزرگوار کو اس راز کی اطلاع نے شیخ عبدالغنی صاحب کی ملاقات کا حد سے زیادہ مشتاق بنا رکھا تھا۔ انکی ولی آرزو تھی کہ جسطرح بن پڑے خود جناب شیخ عبدالغنی صاحب ملکر انکی زبان سے یہ راز حل کریں۔ یہ ایک عجیب اتفاق کی بات ہے کہ شیخ عبدالغنی صاحب کو دفعۃً ایک ایسی ضرورت اور ہم مہم پیش آئی جسکے سر کرنے کی غرض سے آپ کو خاص ہمارے قصبہ سرہند سے عبور کرنا پڑا۔ اور آپ عین اسوقت جبکہ کسیکو خیال وہم ہی نہ تھا اچانک سرہند میں جلوہ آراہوئے۔ شیخ عبدالغنی صاحب نے سرہند میں پہنچ کر سر زمین قیام کیا اور ہمارے والد صاحب کو آپسے نیاز حاصل کر نیکیا بہت اچھا موقع مل گیا۔ والد بزرگوار سر زمین تشریف لیگئے اور شیخ صاحب سے ملکر نہایت محظوظ ہوئے۔ معانقہ و مجالست اور معمولی مزاج پر سی کے بعد خلوت کی درخواست کی اور اس راز سر بستہ کے اظہار کرنے کی التماس کی۔ چونکہ شیخ صاحب نہایت رحمدل خوش اخلاق عروت پسند تھے آپ نے بے دریغ سارا راز کھول دیا اور مافوق العادت تسلی و شفای کر کے والد صاحب کو رخصت کیا۔ جب میرے والد شیخ صاحب کی لطف اور نشاط انگیز صحبت سے جدا ہو کر باہر تشریف لائے تو شیخ جمیل الدین صاحب نے جو اپنے زمانہ کے فاضل اجل اور مشہور صاحب دل تھے اور جو ہمارے والد بزرگوار کے تمام خلفا میں ایک بڑے قابل

لائی خلیفہ تھے دریافت کیا کہ آپ شیخ صاحب اُس راز کا اسفسار کیا؟ فرمایا یان! عرض کیا وہ راز تھا کیا؟ جواب دیا وہی معمولی اور قدیم مسئلہ تھا جو ہمارے اور ہمارے خاندان کے عقائد کی روح ہے یعنی یہ تمام کائنات اور اُس کا ذرہ ذرہ جو وقتاً فوقتاً انسانی نظروں میں ساما ہے وہ حقیقی ہے جو کثرت کے عنوان میں نمودار ہوتا ہے چونکہ وہ شوریدہ کار و ریش جو شیخ عبدالغنی صاحب کی میعت میں تھا بالکل سادہ لوح اور باطن کی پرزور قوتوں سے کورا تھا جو ہی یہ وزنی راز اُس کے کان میں پڑا اُسکی پست حوصلگی اور تنگ خیالی اس عظیم الشان راز کا تحمل نہ کر سکی اور روح غصہ کی غالب ہے پرواز کر گئی۔ لیکن جبکہ شیخ عبدالغنی صاحب کے ضمیری جو ہر اور فطری قابلیتیں بچپن ہی سے نہایت چمکدار اور تابان تھیں اور وہ پہلے ہی سے اس خانہ بر انداز راز سے کمال شناسائی اور عام واقفیت رکھتے تھے اُس بہید کو سنکر اپنی جگہ برت رارہے اور کسیدہ کے مذبذب ترو نے انہیں مداخلت نہیں کی۔

اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب شیخ عبدالغنی صاحب کی مبارک طبیعت پر ان ربانی اسرار اور قوتیں خداوندی کے نقوش اپنے پورے ضبط اور زور کیساتھ منقش ہو چکے تھے جو باطنی قوتوں کی جان و روح ہیں۔ خدا کی بخششوں اور عنایتوں کی کوئی حد نہیں وہ اپنے بندوں کو طرح طرح کے علوم و فنون اور قسم قسم کے ہنروں سے سرفراز کرتا ہے کیسکو کوئی نعمت عطا کرتا ہے۔ اور کیسکو کئی بخشش سے سربلند کرتا ہے۔ اس میں کیسکو دم مارنے اور سر اٹھانے کی گنجائش نہیں اور کیسکا اتنا زہر نہیں جو اُسکی حکمت بالغہ پر انگلی اٹھانے کا خیال کرے اور سر سری اور ارجالی طور پر کسی قسم کا وہم و گمان طبیعت میں پیدا کرے۔

ترتیب مضمون اور نثر کلام کی وجہ سے میں اپنے سلسلہ بیان سے بہت دور جا پڑا اور اُس مضمون پر جسے میں شیخ عبدالغنی صاحب کے واقعات و حالات اول و زیادہ تفصیل کیساتھ لکھتا بہت دیر میں پہنچا ورنہ ذاتی شوق اور منصبی فرض کے لحاظ سے یہی مضمون تھا جسے میں اپنی سلسلہ بیان میں پہلے لکھتا۔

میں سابق میں لکھ آیا ہوں کہ شیخ احمد صاحب کے دو فرزند تھے ایک شیخ منصور و دوسرے شیخ حسین

شیخ حسین صاحب جمعیت اور منبسط الحال تھے اور اپنی باطنی فیاضیوں اور ضمیری برکتوں کی وجہ سے اس اطراف میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ مین ینمین بتا سکتا کہ بزرگ شیخ حسین کا جو سر کن کن آسمانی عنصروں سے ترکیب پا گیا تھا۔ لیکن جب آپ کی تاریخی زندگی پر ایک سرسری اور اجالی نظر ڈالی جاتی رہی تو یقین کیسا تھ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نہایت ہموارے اور محتاط زندگی رکھنے والے مسلمانوں خیر اندیش اور مقدس شرفیاء اخلاق کی مجسم تصویر تھے فطرۃ اللہ کا اصلی مفہوم اور کلام ربانی کا اصلی منشا ہے۔ آپ سمجھتے تھے دوسرے کو بہت کم نصیب تھا۔

شیخ حسین کے انتقال کے بعد آپ کے دو فرزند باقی رہے محمد سلطان اور محمد مراد۔ محمد سلطان کے حالات مجھ کو کمین سے دستیاب نہیں ہوئے۔ مان شیخ محمد مراد کی نسبت جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے محمد مراد کو خود دیکھا ہے اور ان کی خدا داد قوت و شوکت اور فطری جواہر دی کے بہت عجیب و غریب آثار مشاہدہ کیے ہیں خانچہ آپ ان کا ایک چشم دید واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں نے محمد مراد کو اپنی آنکھ سے دیکھا کہ انہی سال کی عمر میں جو قوت و انحطاط اور جسمانی قوتوں کے گھٹنے کا زمانہ ہو اشرافی کو انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی سے ملکر دوہرا کر دیتے تھے۔

شیخ محمد مراد جب جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کو بچپن کی حالت میں دیکھتے تو فرمایا کرتے کہ میں جب اس لڑکے کو دیکھتا ہوں تو میرے دل جگر پر ویسا ہی رعب اور ہیبت چھا جاتی ہے جیسے اسکے دادا شیخ منظم کے دیکھنے سے چھا جاتی تھی۔ مجھے اگر اپنے خیال میں غلطی کا احتمال نہ ہو تو میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ بچہ کسی زمانہ میں بڑا صاحب ثروت اور اقبال مند ہوگا۔ اسکے رعب ہیبت کا بہالا مخالفوں کی جان و جگر میں گر جائے گا اور کی وقت میں یہ ایک ایسی اعجاز ناما ترقی حاصل کرے گا جسے دیکھ کر ایک عالم عشر عش کرنے لگے گا۔

شیخ منصور جو جناب شیخ حسین کے بڑے بہائی تھے اور بزرگوار کی قدر تفصیل کیسا تھ میں پہلے تحریر کیا ہوں ان کے چار صاحبزادی تھیں شیخ منظم اور شیخ اعظم یہ دونوں صاحبزادے شیخ منصور کی پہلی بیوی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے شیخ عبد اللہ کی صاحبزادی اور جناب شیخ عبد الغنی صاحب کی پوتی ہوتی تھیں شیخ عبد الغفور اور شیخ اسمعیل یہ دونوں فرزند رشید دوسری بی بی صاحبہ کے بطن سے پیدا

ہوئے تھے۔

چونکہ ہمارے تذکرہ کو جانشینِ معظم کے دلچسپ اور نشاط انگیز واقعات سے زیادہ تعلق ہے اسلئے ہم بیان صرف انہیں کے حالات بحث کرنا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔ شیخ معظم کی تاریخی زندگی میں جو بات سے زیادہ قابلِ تعریف ہو اور جسکی مثال ایشیائی دنیا میں مشکل مل سکتی ہو یہ ہے کہ آپ شجاعت و بہادری میں عدیم المثال اور لاجواب تھے۔ چنانچہ آپ کے شجاعانہ واقعات اور بہادرانہ حالات سے تاریخی کتابوں کی صفحات اب تک روشن و شہین۔

یہ منظر بہت ہی تعجبناک و سخت خیر نیز ہوگا جبکہ ہم اس بات کا اظہار کریں گے کہ ہندوستان کی اسلامی سلطنت کے ملکی و مذہبی ضعف نے مسلمانوں کی جماعتوں میں سپاہیانہ فنون کو بھی ضعیف کر دیا ہو۔ مسلمانوں کے اولوالعزما ارادے اور بہادرانہ جوش انگیز اسلامی مفروری کے ساتھ ساتھ خیر باد ہو گئے۔ اور اب ان میں یا تو یہود و عیش پسندی کا مادہ زور پکڑ گیا ہو یا سستی کا ہلی نے دن کو پڑمردہ بنا رکھا ہو۔ اگر آنکھ کھول کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہی سپاہیانہ فنون جو اس زمانہ میں زیادہ حقارت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور زیادہ تر ان لوگوں کے ساتھ مخصوص خیال کیے جاتے ہیں جو کمینے اور بیچ قوم کہلائے جاتے ہیں۔ سابق کے مسلمانوں کے قیمتی زیور اور اسلامی اشاعت کے زبردست اسباب فرائع تھے۔

دنیا کے تمام مروجہ مذاہب پر مقدس سلام کو اس بات کا فخر حاصل ہو کہ اُسے جسمانی قوت کیساتھ ساتھ روحانی قوت کے بڑھانے کی ہی تعلیم دی ہو اور یہ ظاہر بات ہو کہ روحانی قوت کی مضبوطی پائندگی اور استحکام ابھار دینا جسمانی قوت کے باقی رہنے سے ہوتا ہو۔ اگر کسی کی جسمانی قوت ضعیف و زنا پندار ہو تو اسکی روحانی قوت میں ابھار و استحکام نہ ہوگا جو جسمانی قوت والے کو نصیب ہے اور چونکہ فطرۃ اللہ کے اصلی نشان کے مطابق دین کے ساتھ دنیا کا پاس لانا رکھنا بھی مناسب اسلئے سپاہیانہ فنون کا حاصل کرنا جو حقیقت میں مسلمانوں کے لیے نہایت قیمتی زیور اور جسمانی قوت کے محرک مولدین اسلامی ترقی کے نہایت ہی اثر اور کامیاب کرانیوالے باعث ہیں۔

جیشِ معظم معمولاً علمی تحصیل سے فارغ ہونے تو آپ کی طبیعت ایک نئے اختیارانہ جوش کے ساتھ سپاہیانہ فنون کی تحصیل اور تحصیل کے ساتھ تکمیل کی طرف دوڑی۔ گو آپ کی طرز معاشرت بالکل

درویشانہ اور عالمانہ تھی۔ لیکن آپ کی پرشوق اور تیز نظریں اس لاجواب اور عظیم الشان شجاعت کی طرف بڑی شبانہ کیسا تھ اٹھ رہی تھیں جو زمانہ سابق میں اسلام اور بانیان اسلام کے حق میں فطرت کی عین بخششیں سمجھی گئی تھیں۔ اور جبکی وجہ سے اہل اسلام ہمیشہ ٹیکنا می اور ناموری کیسا تھ مشہور ہوتے چلے آئے ہیں۔

شیخ معظم کے والد بزرگوار شیخ منصور بھی بہت بڑے شجاع اور دلیر تھے اور آپ میں شجاعت کی روح اور برات و اولوالعزمی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بہرہ دیا گیا تھا۔ لیکن جو بخوف و دلیری اور بید ہڑک جرات شیخ معظم کو اس صغر سنی میں حاصل تھی کہ ابھی آپ آٹھ نوہی برس کے تھے جو بھیک قابل تعریف اور لائق عزت تھی آپ نے بچپن ہی میں تمام وہ سپاہیانہ فنون جو اس وقت تمام مشرقی حصوں میں رائج تھے تدریجاً حاصل کر لیے تھے۔ اس خاندان کے تمام حضرات شیخ معظم کی یہ کیفیت دیکھ کر تعجب کرتے اور کہتے تھے کہ ہمارے خاندان کا یہ بچہ سپاہیانہ روح کا پیدا ہوا ہے۔ یہ ایک عام فقرہ تھا جو کثرت سے اُن لوگوں کی زبان پر جاری تھا جو قیادہ شناس نظریں اور تجربہ کار نگاہین رکھتے تھے۔ لیکن یہ کسے معلوم تھا کہ اس ہونہار بچے میں زور قضا مضمر کیا گیا ہے اور اسی کے پر قوت بازوؤں سے آئندہ نہایت صعب اور دشوار گزار راہیں طو ہونیوالی ہیں۔ اور ایسے نظر باز کھان تھے جو آپ کی ان حرکتوں سے تاثر جاتے کہ یہی وہ مبارک بچہ ہے جس سے طفلانہ حالت میں شجاعت و بہادری کے ایسے جوہر ظاہر ہوں گے جو ہمیشہ کیلئے یادگار ثابت ہوں گے۔ اور جو پرتاریخی روشنی دوامانہایت تا باقی کیسا تھ چمکے گی۔

میں اس مقام پر شیخ معظم کے معرکہ جنگ میں شریک ہونے کا ایک یہ واقعہ جس سے آپ کی بید ہڑک شجاعت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے کہ نہایت مناسب خیال کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو آپ کے ضمیر میں جو ہر دن اور دلیری جرات کے نمونوں کے جانچنے پڑانے کا پورا پورا موقع ملے چونکہ یہ واقعہ نہایت دلچسپ اور نشاط انگیز ہو سکتا ہے امید کی جاتی ہے کہ ناظرین اسے زیادہ دلچسپی اور شوق کیساتھ دیکھیں گے۔

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ معظم کے والد بزرگوار شیخ منصور صاحب کو ایک دفعہ ایک راجہ کیسا تھ جنگ کرنے کا اتفاق پڑا جس میں شیخ معظم صاحب نے لڑائی کا زیادہ حصہ لیا اور اپنی بے محابا جرات میں اور عظیم الشان شجاعت میں جو کجا کر دکھائیں۔ جب دونوں خونخوار کھڑکھڑا ہوئے اور متصل دو تین گھنٹے تک یہ فوجی دریا لہریں لیتا رہا تو شیخ منصور صاحب نے اپنی فوج کے دو حصے کیے۔ ایک حصہ کی کمان تو

آپنے اپنے ہاتھ میں لی۔ اور ایک حصہ شیخ معظم کی سرکردگی میں دیا۔ اولوالعزم جوشیلا نوجوان شیخ شمشیر علم کیے ہوئے اس لیر اور بے جگر لشکر کی سرکردگی میں پر شوق قدم اٹھائے آگے بڑھ رہا تھا اور اسکی پر قہر نظریں مخالف کے لشکر پر برابر اٹھ رہی تھیں۔

اسوقت شیخ معظم کی عمر بارہ برس کی تھی باوجود اس صغر سنی کے آپنے اس معرکہ میں جوش و خروش و بہادری کے جوہر دکھائے ہیں اور جن لیری اور قابل توصیف بیگماری سے اپنی فوج کو لڑایا ہے نہ صرف لایق تعریف بلکہ مافوق العادت بات ہے۔ غرض کہ شیخ معظم نے فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لیتے ہی اُسے آگے بڑھنے اور دشمن پر حملہ کرنے کا حکم دیا چونکہ اس فوج نے قدم اٹھائے مخالف کے لشکر نے ایک نہایت ہی عاجلانہ حرکت کی اور دونوں لشکر کد بہ کدہ جنگ کیلئے مستعد ہو گئے۔ نیزوں اور ملوؤں کی چکنے سارے میدان کو درخشان بنادیا اور لوگوں کی آنکھوں میں چکا چوند اور خیرگی پیدا کر دی پھر جنگ کا گھمسان ہوا ہے تو خدا کی پناہ کھار کے لشکر کی گردنیں مجاہدوں کی خونخوار تلواروں کی کبیرے لکڑی کی طرح برابر کٹ رہی تھیں اور نیزوں کی چاچ کی آوازوں اور تیروں کی جگر خراش صداؤں کے علاوہ اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا متصل چار گھنٹے اس قسم کی سینہ بسینہ لڑائی رہی اب نہ ترکشوں میں تیر باقی رہے تھے نہ رانوں کے نیچے گھوڑے تھے۔ کسی کو اپنی گھوڑے کی خبر نہ تھی نہ یہ معلوم تھا کہ کون کون ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔ انجام یہ ہوا کہ صنادید کفر کو میدان معرکہ چھوڑ کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور یہ میدان بہادری شیخ معظم کے ہاتھ رہا۔

چونکہ صنادید کفر کے قدم اٹھ گئے تھے اور انکے سنگین مورچوں پر مجاہدین کا قبضہ ہو چکا تھا اسلئے راجہ نے اس دن جنگ کی موقوفی کا اعلان دیا گو شیر دل شیخ معظم اور انکے لشکر پر کسی قسم کی ممان اور ضعف غالب نہ آیا تھا۔ لیکن پہر بھی آپ کو اپنی حالت میں بہت کچھ درستی کرنی تھی۔ لہذا آپ نے بھی موقوفی جنگ کا اعلان منظور کر لیا۔ اسی اثنا میں شیخ معظم سے کہا گیا کہ آپ کے والد بزرگوار نے شہادت کا پہلگت ہوا سا غرمنہ سے لگا لیا اور اس ناپائدار دنیا سے عالم جاودانی میں تشریف لیگئے۔ انکی ہمراہی میں جس قدر حبشی بہادر تھے سب جنگ سے پہلو ہتی کر کے اور شکست کھا کر اوہر اوہر بہاگ کھڑے ہوئے شیخ معظم ابن حشمتاک خبر کے سنتے ہی سر سے پاؤں تک تھر تھر کانپنے لگے۔ ابتر سہمی غیرت جیت کا مصفا خون بے ہمتیہ جوش میں آیا اور فاروقی غیظ و غضب کا جوش خون کی طرح گون میں دوڑ گیا آپنے

اپنی بید ہڑک شجاعت اور بیخوف دلیری سے اُس وقت لشکر کفار پر بڑی خوفناکی کیسا تھ ایسا نبوت اور بیباکانہ حملہ کیا جسے صنایہ کفار کی مجموعی طاقت بھی نہ روک سکی۔ ہزاروں کافر قتل ہوئے اور صربوں کی زخمی و گھائل تڑپتے رہے۔

شیخ کا مصمم ارادہ ہو چکا تھا کہ میں جیتک کفار کے تاجدار کی گردن اپنے ہاتھ سے نہ اڑا دوں گا اور اسکی ناپاک اور نجس نعش کو اپنے پیل پیکر گھوڑے کی سمون سے نہ روند ڈالوں گا نیز لشکر کفار کی بیچینی پورے طور پر نہ کروں گا تو اگر کو میاں نہ کروں گا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جو شخص آپ کے سامنے آیا تو قتل کر دیا گیا یا زخمون سے چور چور ہو کر امو اور بیکار ہو گیا۔ اگرچہ صنایہ کفر نے آپ کے اس بیباکانہ و شجاعانہ حملے کے روکو میں بڑی مستعدی اور سرگرمی کیسا تھ کوشش کی اور جان ناشی کا کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ مگر یہ ممکن نہ تھا کہ پھرے ہو شیر کے سامنے سو اسکا شکار علیحدہ کر کے گھاس پھوس کی کھڑو ٹٹی سے وکدیا جائے۔ شیخ معظم اپنے اسی استقلال اور جوش کیسا تھ آگے قدم بڑھائی چلے جاتے تھے اور آپ کی قہر آلود اور غضبناک نظریں راجہ کی صورت پر بڑی بیتابی اور غصہ کیسا تھ بلند ہو رہی تھیں غصہ کہ آپ کفار کو برا بھلا کرتے اور اپنے لشکر کو لگے بڑھاتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ راجہ کے ہاتھ کے قریب پہنچ گئے۔ شیخ معظم کی یہ بید ہڑک جرأت اور بیباکانہ جسارت دیکھ کر لگاؤ عظیم جو شجاعت بہادری میں نظیر شہرت رکھتا تھا اور جسکی سفاکی و بیباکی کے ڈنکے ایک عالم میں بج گئے تھے آپ کے مقابلہ کو بڑا اور بڑی پہرتی سے شیخ معظم پر سر اور سینہ توڑ نیو کا وار کیا۔ اپنے اُسکے اس بزدلانہ وار کو سخت حقارت کی نگاہ دیکھا اور جھٹ پتیرا بد لکر اور نیو کی زد سے پکڑ کر ہر کا بچھا ہوا ایک نیو اُسکے سینہ پر مارا۔ نیو کا زخم ایسا کاری تھا کہ وزیر السلطنت جان برہنہ ہو سکا اور فوراً گھوڑے سے نیچو آ رہا۔ اُسکی ناپاک نعش پیل پیکر گھوڑوں کے سموں پاش پاش کر دی گئی۔ اور سر جسم سے جدا کر کے ایک بڑے بلو برچھے میں آویزان کیا گیا۔

وزیر السلطنت کے یوں قتل کیے جانیکے بعد چاروں طرف سے فوج سمٹ سٹا کر ایک جگہ جمع ہوئی اور کثیر التعداد سوار خون آشام تلواریں علم کیے ہوئے اور نیو بھجائے ہوئے آفت ناگمان کی طرح شیخ معظم پر پل پڑے۔ یہ دیکھ کر آپ بھی مستعد ہو گئے اور اسی جگہ اپنی پوری قوت کا زور دیدار راجہ ایک بلند اور اونچی سطح پر کھڑا ہوا جنگ کا تماشا دیکھ رہا تھا جوں ہی اُس نے دیکھا کہ ایک نو عمر لڑکے کا بیشمار فوج محاصرہ کو ہوئے چاروں طرف سے حملہ آور ہو تو اُس نے ایک نہایت خوفناک آواز میں للکارا اور

دہکی کے لہجہ میں کہا خبردار اس بہادر اور اولوالعزم نوجوان کو لہجہ نہ آئے جو شخص باوجود اس کم عمری کے شجاعت و جواغردی کے ایسے حیرتناک جوہر دکھائے و حقیقت وہ بہت بڑی عزت و وقت اور تاج بخشی کے لائق ہے۔ گو اس نوعمر لڑکے نے میری فوج کو انتہا سے زیادہ صدمہ و نقصان پہنچایا ہو اور میری حکومت کا ایک قوی اور مضبوط بازو اسکے آبدار نیزہ سے خون میں نہایا ہو لیکن اسکی دلفریب صورت اور فراخ حوصلگی و اولوالعزمی اسکی جان بخشی کی سفارش کر رہے ہیں

یہ کمکر خود راجہ ہاتھی سے اُترا اور دوڑ کر شیخ معظم کے ہاتھوں کو چوم لیا۔ اول نہایت نرم اور خوش کن لفظوں میں آپ کی دلجوئی کی بعد ازان کمال لجاجت سے عرض کیا۔ صاحبزادے آخر اسقدر غیظ و غضب کا سبب کیا ہے؟ آپ نے نہایت متانت اور سنجیدگی کے لہجہ میں جواب یا مجھے خبر پہنچی ہے کہ میرے والد بزرگوار اس معرکہ میں شہید ہو گئے ہیں۔ اب اُن کے بعد مجھے اپنی زندگی اچھی نہیں معلوم ہوتی میں نے عزم بالہجوم کر لیا ہے کہ جیتک جان میں جان باقی رہے۔ کبھی ممکن نہیں کہ میں یہاں سے منہ موڑ جاؤں یا جنگ نہو نے پر صلح کر لوں بلکہ یا تو وہ شہید ہو کر والد ماجد کی خدمت میں جا حاضر ہوں یا اس تمام لشکر اور خود وارث تلج و تخت کے سر کو خاک و خون میں غلطان دیکھوں۔ گو میں ایک کم سن لڑکا ہوں۔ لیکن اپنے ارادے میں پورا اور عزم میں پکا ہوں اگرچہ شیخ معظم کی یہ بیباکانہ اور درشت تقریریں مکرر جب کہ یہ قدر آشفقتہ خاطر اور ہر ہم ہوا لیکن وہ اپنی آشفتنگی کے آثار اور برہمی کے جذبات غور پائی گیا۔ اور آپ کی اس لیری و بیباکی پر عیش کرنے لگا بیشک شیخ معظم کی یہ تقریر نہایت سخت اور درشت تھی بالخصوص ایک قاتل تاجدار کے سامنے اُسی نسبت۔ مگر اُس نے نہایت نرمی سے جواب دیا کہ اے بہادر نوجوان جس شخص نے آپ کو یہ خبر دی ہے کہ آپ کے والد بزرگوار میرے لشکر کے ہاتھوں میں شہید ہوئے ہیں وہ محض کذاب اور جھوٹا ہو اُس نے کچھ دہوکے میں ڈال دیا اور ایک مخلوق خدا کے خون سے مفت زمین کو رنگین کیا۔ آپ کے والد زندہ ہیں (اور ایک طرف اشارہ کر کے) دیکھیے اُس مقام پر اُن کے ہلالی جہنڈے ہو امین فراٹے ہر پتہ میں شیخ معظم نے ایک بڑے بیباکانہ شوق اور بے اختیارانہ جوش کیساتھ اس طرف قدم اٹھائے اور نہایت شان و شوکت اور عزت و وقار کیساتھ یہاں سے رخصت ہو کر اپنے والد بزرگوار کے جہنڈے کے نیچے پہنچ گئے۔ عقب سواراجہ نے ایک عریضہ جناب شیخ منصور کچھ خدمت میں بایں مضمون روانہ کیا

کہ پہننے اس بہادر اور شجاع لڑکے کی وجہ سے صلح کی آپ جس بات کی ہم سے درخواست کریں گے فوراً عمل میں لائی جائے گی اور جو شرائط نامہ آپ مرتب کریں گے۔ میں اُسے بدل منظور کروں گا۔

شیخ منصور صاحب نے اپنی طرف سے چند شرطیں لکھ کر بھیج دیں اور قاصد کی زبانی مکمل بھیجا کہ اگر وہ شرطیں منظور ہوں تو میں صلح کیلئے آمادہ ہو سکتا ہوں ورنہ مجھے منظور نہیں صلح نامہ کی شرطیں جو اس کے حق میں نہایت سخت اور ناگوار تھیں۔ مگر وہ بجا پوچھ لیکل معاملات کے دب گیا اور صلح کو جڑا گئے غنیمت جانا۔ نیز اُس کے دل پر شیخ معظم کا اس قدر رعب بیٹھ گیا تھا کہ مجبوراً اسے ان تمام شرطوں کو منظور کر دیا جس پر

علی ہذا القیاس جناب شیخ عبدالرحیم صاحب آپ کے ایک اور اسی قسم کا واقعہ بیان کرتے ہیں جس کے صاف واضح ہوتا ہے کہ آپ صفت شجاعت میں کمان تک قابل اور لائق ہیں۔ شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے ایک عمر سیدہ وہقان سے جو موضع شکوہ پوریتے شیخ معظم صاحب کے پرگنہ خاص میں رہتا تھا سنا ہے کہ اُس موضع کے گرد و پیش قیس سرکش ڈاکو رہتے تھے جنکی سفاکی ویر جمی ان ضلالت میں بڑی شہرت رکھتی تھی اور جنکے مظالم و جفا شعاریوں سے وہاں کے باشندے بچ اٹھتے تھے ان غریبوں میں اس قدر قوت نہ تھی کہ یہ محض سے اپنا انتقام لیتے۔ لیکن ہرقت آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دعا کیا کرتے اور چاہتے تھے کہ کوئی منعم اٹھ کھڑا ہو اور ہم اسکی مدد میں اپنی جانیں تک قربان کر ڈالیں۔ یہ ظالم اور ستمگار ڈاکو اس قصبہ میں آئے اور جو کچھ ہاتھ لگتا سب لوٹ کھسوٹ کر چنپٹ ہو جاتے عوام بچا کر تو کس شمار میں تھے جو دلیر اور جادو کھلائے جاتے تھے ان کے دل نہ بچا ڈاکوؤں کا رعب ہیبت اس خوفناکی سے چمایا ہوا تھا کہ جہد چاہتے ظلم پیا کرتے۔ لیکن انکے کانوں پر کبھی جن تک نہیں بیگنی تھی ان باتوں کو ایک عرصہ گزر گیا اور یہاں کے لوگ بالکل بے سکت اور تباہ و برباد ہو گئے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جناکیش ڈاکو اپنی عادت کے مطابق گاؤں میں آئے اور لوگوں کی بہت موٹھی لوٹ کھسوٹ کر لیگئے۔ اتفاق سے اس موقع پر شیخ معظم صاحب بھی اپنے اس پرگنہ خاص میں موجود تھے گاؤں والوں نے اس قیامت زحادثہ کی اطلاع آپ کو اس وقت دی جبکہ آپ کے سامنے کھانے کا دسترخوان بچھا چکا تھا اور کھانا دسترخوان پر چن دیا گیا تھا آپ نے نہایت اطمینان و سکون کیساتھ کھانا تناول فرمایا اس اثنائ میں آپسے کوئی عاجلانہ اور شتاب زدگی ظہور میں نہیں آئی بلکہ آپ اتنی ہی دیر میں کھانیسے فارغ ہوئے جتنے عرصہ میں معمولاً فارغ ہوا کرتے تھے۔ کھانیسے فارغ ہو کر ہاتھ دھوئے کھلی کی اور ایک

تسکا لیکر و انت کریدنے لگے۔ زان بعد خادم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میرے ہتھیار لاؤ اور گھوڑا حاضر کرو۔ خادم نے آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل کی۔ آپ اٹھے اور نہایت سہولت آسانی کیساتھ جسم کو ہتھیار سے راستہ کیا۔ مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور ڈاکوؤں کا پتہ نشان دریافت کر کے اُس طرف تہناروانہ ہو گئے۔

اگرچہ وہ قانون کی ایک مختصر سی جماعت ہتھیار باندھ کر آپ کی پارکابی میں حاضر رہنے کیلئے مستعد ہوئی لیکن آپ نے سب کو منع کر دیا اور فرمایا کہ میرے ساتھ نہ چلو کیونکہ میں ڈاکوؤں کے سروں پر بہت جلد پہنچا گا۔ تم میرے گھوڑے کے ساتھ دوڑ نہ سکو گے۔ چنانچہ اور سب لوگ تو گاؤں میں واپس چلے آئے لیکن صرف ایک شخص آپ کے ساتھ رہ گیا۔ آپ ڈاکوؤں کا تعاقب کرتے ہوئے اُس مقام پر پہنچے جہاں انہوں نے اپنا مسکن اور پناہ دامن کی جگہ بنا رکھی تھی جب شیخ معظم ان مقامات میں پہنچے تو جفا کار ڈاکو اپنے اپنے منازل میں داخل ہو چکے تھے اور یہ موقع شیخ معظم کیلئے نہایت ہی خطرناک تھا لیکن غوشی کی بات ہو کہ اس شیعہ دل شجاع کی طبیعت میں کسی طبع کلمہ اس خوف و خیل نہیں ہوا اپنے میدان میں کھڑے ہو کر چند ایسے غیرت انگیز کلمات ان کی نسبت استعمال کیے جنکا اُس نے تحمل نہ ہو سکا مجبوراً میدان میں آنا پڑا۔ اور مسلح ہو کر اپنا پڑا شیخ معظم برابر سر اور سینہ توڑ تیروں کا مینہ برساتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے تیر ایسے کاری لگتے تھے کہ ایک ایک تیر میں دو دو بد قسمت ڈاکو بچاں ہوتے تھے۔ ہنزو دو تین ہی تیر اس میدان جنگ کے شہسوار کی پر زور چٹکی سے نکلے ہوئے گئے کہ نڈر اور بیباک ڈاکوؤں کے دلوں پر ایک عجب عظیم غالب ہو گیا۔ جکا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ ان حرام نصیب جگر سوختوں نے اپنی ذلیل و شرمناک زندگی سے مایوس ہو کر امن کی درخواست کی اور جان بخشی کے متمسک ہو کر نہایت نیاز مند کیسا تہ عاجزانہ لہجہ میں عرض کیا کہ خدا کے لئے آپ ہمیں امن دیجئے۔ ہم اپنے ان ناشائستہ و قبیح افعال سے توبہ کرتے اور آپ سے التماس کرتے ہیں کہ ہمارے سروں پر معافی کا تاج رکھیں اور ہماری ان بیجا اور ناجائز قصص و سب درگزر فرمائیں۔

شیخ معظم نے ڈاکوؤں کی اس جُردلی اور نامردی کو نہایت نفرت کی نظروں سے دیکھا اور سخت حقارت آمیز لہجہ میں فرمایا۔ تمہاری تو یہی ہے کہ ہتھیار زمین پر ڈال دو۔ اور ہر ایک اپنے ہاتھ سے ایک دوسرے کی مشکین کسے۔ تمہارے پاس جب قدر ہتھیار گھوڑے سواریاں موجود ہوں حاضر کرو اور

میرے ساتھ موضع شکوہ پور میں لیچلو۔ ڈاکوؤں نے ایسا ہی کیا۔ اور ایک کثیر التعداد جماعت کے روبرو حلف اٹھایا کہ آئندہ ہم اس سستی کے کبھی بدخواہ ثابت نہیں گئے اور شیخ کے اہل خانہ اور آپکی صوابدید سے سر مو تاج و زکمرہ کیلئے ان واقعات کے علاوہ تذکروں میں ان واقعات کا ثبوت مقرر ہے۔ شیخ معظم کی شجاعت و دلیری کو بڑی دہوم و دام سے ثابت کر رہے ہیں۔ لیکن چونکہ میں ناظرین کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا اسلئے ان ہی دو مختصر واقعات پر اکتفا کرتا ہوں۔

غرض کہ شیخ معظم صاحب نے ہمیشہ تاریخی روشنی بڑی تابانی کیساتھ چمکیں سید نور الجبار علیہ السلام کی عصمت مآب اور پاکدامن و خیر سے نکاح کیا۔ سید نور الجبار ایک فقیر طبیعت بزرگ تھے جنکی محتاط زندگی اور زہد واقفانے انکی شہرت کو نہ صرف سون پت کی چار دیواری یا حد و مین بند رکھا تھا بلکہ دور دراز ملکوں میں آپکے تقدس اور پاک کی ناموری نے آپکے خاندان سادات کی نجابت و شرافت میں ایک تازہ روح پھونک دی تھی۔ سون پت کے تمام باشندے آپکی فضیلت بزرگی۔ عالی نبی ایمانداری اور علی برکتوں کی انتہا سے زیادہ قدر کرتے اور آپکی معمولی اور ادنی باتوں کو بھی عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

واجب الاحترام سید قطع نظر اپنی ذاتی بزرگی کے آبائی فضیلت بھی بہت کچھ رکھتے تھے آپکا شریف و نجیب خاندان علم و فضل کے لحاظ سے سون پت اور اسکے ضلع میں پیشل اور لاثانی گنرا ہو۔ اگر یوں کہا جائے کہ اس خاندان کا ہر ایک شخص آسمان علم کا نہایت درخشان اور تابناک آفتاب تو شاید چند ان نازیبا نہوگا۔ عجب ذرا عمیق و غمیض نظروں سے دیکھا جاتا ہو تو بزرگ سیکہ اولوالعزم اور جلیل القدر خاندان کے علاوہ ایسا خاندان دنیا میں بہت کم دکھائی دیتا ہو جسکے ہاں چند پشت سے علمی فیاضیوں کی ایک کیفیت رہی ہو۔

خلاصہ یہ کہ سید نور الجبار اپنی خاص نوعیت اور ذاتی و عرضی صفات میں اپنا جواب نہیں کہتے تھے نیز فطری یا کثوتوں اور روحانی برکتوں میں بے نظیر اور عدیم المثال خیال کیے جاتے تھے سید نور الجبار کی عفت مآب پاکدامن لڑکی کے بطن سے شیخ معظم کے ہاں تین فرزند پیدا ہوئے شیخ جمال الدین شیخ فیروز شیخ وجیہ الدین۔ جناب شیخ وجیہ الدین جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے چچا تھے وہیں چونکہ میرے تذکرہ کے اس حصہ کو آپکے حالات سے زیادہ تعلق ہے۔ لہذا آپکے واقعات کو مختصراً

کے ساتھ جدا عنوان سے کسی تفصیل سے لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔

شیخ وجیہ الدین صاحب کے لمبے واقعات

شیخ وجیہ الدین شہید غواص بحر معانی شہسوار میران علوم ظاہری و باطنی جناب شیخ عبدالرحیم کے والد بزرگوار اور جناب عارف بامد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے جد امجد ہیں جو اپنی ذاتی قیادت اور روحانی قابلیت میں ید طولی رکھتے اور تقدسِ پاک کی ناموری میں پوری شہرت رکھتے تھے۔

شیخ وجیہ الدین شہید کے وہ واقعات حالات جو آپ کے زمانہ طفولیت اور بچپن سے تعلق رکھتے ہیں موصوفین ہند نے ان کے بیان کرنے میں زیادہ توجہ نہیں کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں ان کی لائف کا پورا خاکا کھینچ نہیں سکتا لیکن تاہم مختلف روایات سے جو مختصر حالات معلوم ہو سکتے ہیں ان کا متعذر تذکرہ کر سکتے ہیں کہ مجھے آپ کے بچپن کے حالات ایسے سلسلہ سے نہیں پہنچے جنہیں میں بے کم و کاست یقین کیساتھ بیان کر سکتا۔ البتہ جو کچھ مجھے آپ کے مختلف واقعات سے تحقیق ہو ہو اُسے درج کرتا ہوں۔ اس مقام پر صرف انہیں روایات کو لیا گیا ہے جو محققین کے نزدیک نچنگی کو پہنچائی ہیں اور خوش اعتقاد راویوں کی ان روایات کو جو فسانہائے شبیہ کے قصوں کی زیادہ صحت و منزلت نہیں رکھتیں بالکل چھوڑ دیا گیا ہے۔ آپ کے ابتدائی حالات کی نسبت مجھے اس زیادہ کچھ معلوم نہیں ہوا کہ جب آپ چار سال کے ہوئے تو آپ کے واجب الاحرام والد شیخ معظم نے آپ کو مکتب میں قرآن مجید پڑھنے کیلئے بٹھایا۔ لیکن یہ تعجب کیساتھ دیکھا جاتا ہے کہ اس ہونہار اور طباع بچے نے بہت جلد قرآن شریف پڑھ لیا۔ طوطی کی طرح صرف الفاظ منہ سے نکال دیے انہیں سیکھے بلکہ کلام ربانی کا اصلی منشا اور فطرۃ اللہ کا ذاتی مفہوم اور اُس کے معانی و مطالب کے نقوش بھی دلپہ چالئے۔ گو اس معصومیت کے عہد میں کلام ربانی کے نکات اور الہامی غوامض و دقائق کو بوجہ طور پر سمجھنا بہت مشکل تھا لیکن پھر بھی وہ مذہبی اصول جو اُس میں واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں یا اد تامل سے مستنبط ہو سکتے ہیں آپ کو بخوبی محفوظ اور ازبر ہو گئے تھے جو حقیقت میں ایک گونہ آپ کے خرق عادت میں داخل تھے۔

آپ کا ابتدائی زمانہ معمولی بچوں کی طرح بے نتیجہ نہ تھا بلکہ تھل۔ بردباری۔ مسکینی۔ کم گوئی۔
وہشت آمیز تفکر یہ تمام باتیں جو بچوں میں معمولاً بہت کم دیکھی جاتی ہیں۔ آپ میں بوجہ اس موجود
ہئیں جسے قیافہ شناس نظریں فوراً نتیجہ نکال سکتی تھیں کہ یہ بچہ کس زمانہ میں بڑا صاحبِ جاہت
اور مقتدر ہوگا۔ طرفہ یہ کہ جُن جُن آپ عمر میں ترقی کرتے جاتے تھے مزاج میں انکسار تو واضح
خلق مروت پیدا ہوتی جاتی تھی۔

یہ سخت تعجب کی نظر سے دیکھا جاتا ہو کہ ابھی آپ کی عمر بارہ تیرہ برس سے تجاوز نہیں ہوئی
تھی کہ معمولی درسی کتابوں سے جو عام درس گاہوں میں اُس زمانہ میں داخل تھیں فراغ ہو گئے تھے اور
اس چوٹی سی عمر میں دینیات کی ضروری اور مختصر کتابوں کا مطالعہ کر لیا تھا۔ اسکے ساتھ یہ اور بھی
تعجب کی بات ہو کہ اسی اثنائیں آپ کو علم باطنی بھی حاصل ہو گیا تھا اور ریاضت و مجاہدت میں
مشق و کمال پیدا کر لیا تھا جس سے آپ کی روحانی قوتیں اور فطری ضمیری جو ہر خوب اُبھرا کر چلنے
لگے تھے اور آپ سے ایسی حیرت افزا کرامتیں صادر ہونے لگ گئی تھیں جسے دیکھنے والوں کا روز
بروز استعجاب بڑھتا جاتا تھا۔

باوجودیکہ یہ تمام فضائل و محاسن جو ایک گونہ خرق عادات میں خیال کیئے جاتے اور فطرت
کی خاص بخششیں سمجھے جاتے ہیں۔ آپ کی مقدس ذات میں بوجہ کمال پائے جاتے تھے لیکن بڑی خوبی
سے دیکھا جاتا ہو کہ آپ کی طبیعت میں سادگی اور انکسار نہایت درجہ کا تھا۔ آپ بڑے بڑے مجامع
میں معمولی آدمیوں کی طرح نہایت سادگی کیساتھ آمد و رفت کرتے تھے۔ غریبوں اور مسکینوں کے
ساتھ شفقت کرنے اور ان کے ساتھ رجحانہ برتاؤ برتنے میں شہرہ آفاق تھے۔ خویش اقبال کیشا
آپ کا حسن سلوک غریب مساکین کی امداد و فیاضانہ مہمان نوازی عام و خاص میں اس درجہ مشہور ہو گئی
تھی کہ آپ کا دولت خانہ غریب اور مساکین کا بہت بڑا مرکز بن گیا تھا۔ آپ کے عمومی احسانات و تفصیلات
کا ہر شخص معترف تھا اور آپ کی سخاوت و فیاضی کی شہرت دور دور تک پہل گئی تھی غرض کہ وہ تمام
باتیں جو ایک مقدس و بزرگ شخص میں پائی جانی لازمی اور ضروری ہیں وہ سب اس فخر خاندان و
قوم میں موجود تھیں۔

اب میں شیخ وجیہ الدین شہید کے غیر مرتب اور نامکمل ابتدائی حالات چھوڑ کر دیکھوں کہ باوجود

تحقیقات کے مجھ اور حالات و دستیاب نہیں ہوئے) آپ کی آخری زندگی کے زمانہ میں آتا ہوں لیکن قبل ايسے کہ آپ کی انتہائی زندگی کے حالات لکھے جائیں تسلسل کے لحاظ سے ضروری معلوم ہوتا ہو کہ درمیان فی زمانہ کے کچھ واقعات مختصر بیان کروں۔

جناب شیخ صاحب کا زمانہ شباب ابتدائی زمانہ سے زیادہ نتیجہ خیز اور موثر تھا۔ سکوت خیر چہ پر حیرت، اخراشہا کے آثار اور اسکے ساتھ اتفاقاً پرہیزگاری کی سرخی پورے طور پر اپنی تابانی بکھا رہی تھی اس زمانہ میں اگرچہ آپ کی زندگی بالکل پرائیوٹ تھی لیکن مناسبت انگیز چہرے پر جس مدبری اور شجاعت و بہادری کے آثار پائے جاتے تھے اسے کچھ دہی نظریں خوب تاثراتی تھیں جو فطرتاً خداوند الجبال کے بیروال نور سے چلا پاجلی تھیں۔ گو صورت پر مسکینی جلیبی، سنجیدگی، غیر معمولی سکوت و خاموشی برسی تھی۔ لیکن ساتھ ہی ان مختلف رنگوں کے دوش بدوش بے دھڑک شجاعت و نڈر جرات بیباکی و بخونی صاف طور سے ہویدا تھی۔

باوجود اس خدا داد حسن اور زور شباب کے وہ قابل تنفر اور غیر خوش آئندہ جوشون کے اہلار و زلمیوں کے دلوں کے جو اکثر فوجیوں کی طبیعتوں میں گدگداتے ہیں آپ کی طبیعت میں کبھی نہیں اٹھے۔ آپ کی سمونی ہوئی نہ تھی پابندی بلکہ خدا کے خوف اور ان کی شرم نے ان تمام بے نتیجہ دلولوں کو اندر ہی اندر ایسا نیست و نابود اور بلیا میٹ کر ڈالا تھا کہ تمام عمر انہیں اہلر و زلمیوں کے موافق اور ترقی عمر کے ساتھ ساتھ آپ کے تمام کمالات عروج پکڑتے گئے اور اس وقت جبکہ آپ کی روز افزون جسمانی قوت نے معراج ترقی کے آخری ڈنڈے پر قدم رکھا۔ باطنی کمالات اور روحانی قوتیں اوج کمال پر پہنچ چکی تھیں آپ کی محتاط زندگی اور توسع و پرہیزگاری کی روایتیں بہت مشہور ہیں جنہیں سے دو ایک مختصر بیان لکھی جاتی ہیں تاکہ ناظرین آپ کی وقت کا خاص طور اندازہ کر سکیں۔

ایک یہ کہ مولانا شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ میرے واجب الاحترام والد نہایت محب اور متورع آدمی تھے چونکہ آپ کا قالب بالکل سپاہیانہ تھا اور آپ فطرتاً چاق و چست تھے اس لیے شمشیر زنی، کمر اور اپنی بیخون شجاعت کو جو ہر ظاہر کرنے کا آپ کو زیادہ شوق تھا جسے سپاہیانہ قالب کی سچی روح کہہ سکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ابتدائی زمانہ سے سلطنت مغلیہ کی فوج میں بہرتی ہو گئے تھے۔ اور اپنے کارنمایان کے صلہ میں کوئی بڑا اور مغرر فوجی عہدہ رکھتے تھے۔ جب اسلامی فوجیں مخالفان اسلام

کی بچائی اور انکی نخوت و غرور کی گردنیں توڑنے کیلئے کہیں صرف برہمتین تو آپ بڑے جوش و شہر کے ساتھ انہیں شریک بنو اور منکرانِ اسلام کو تباہ دیتے کہ ابھی تک فاروقی مصفا خاں کا جوش کم نہیں ہوا ہے۔ باوجود ان تمام باتوں کے آپ کے تورع اور احتیاط انتہا سے زیادہ قابلِ تعریف اور لائقِ تقلید تھا جب لشکر کے گھوڑے بچارے غریب کسانوں کی کہیتیاں بڑھاتے اور بڑا مال کرتے ہوئے محابا پہلے جاتے تو آپ کمالِ احتیاط کی وجہ سے لشکر سے الگ ہو جاتے اور اپنے گھوڑے کی باگ کہیتیاں اور طرف موڑ لیتے۔ اگرچہ بعض وقت اسکی وجہ سے آپ کو سخت مشکل پیش آتی اور تعارفِ راستہ کو چھوڑ کر مسطح اور ہموار زمین سے علیحدہ ہو کر اوسپنے نیچے اور غیر سطحِ قطعات اور پیچیدہ راہوں کی صعب اور دشوار گزار گھاٹیوں بڑی وقت سولے کرنی پڑتیں۔

دوسرے یہ کہ آپ کسی معرکہ جنگ میں تشریف رکھتے تھے کہ آپکی اونٹنی جیسے کھانے پینے کا اہلکار اور اورٹھنے پھونکنے کا ساز و سامان لدا ہوا تھا گم ہو گئی اور عجیب اتفاق یہ تھا کہ جس رسالہ کی کمان آپکے ہاتھ میں تھی وہ بھی ان سامان سے خالی تھا اور ہر کڑا کے کاجاڑا پڑنے لگا تھا۔ برف باری شروع ہو گئی تھی خاکِ کھوکھلی کو بانی میں بیگے ہوئے ہونکے بڑی تیزی دیندی کیسا تھ چل رہے تھے غرض کہ اس وقت ان لوگوں کی حالت نہایت نازک اور افسوسناک تھی۔

اگرچہ شیخ صاحب کی عملی زندگی ان لوگوں پر زیادہ اثر ڈال چکی تھی جب آپکی ہاتھی میں کام کرتے تھے اور خروج کے کثیر التعداد لوگ آپکے فیضِ برکت سے بہرہ ور ہو چکے تھے مگر اس وقت فاقہ کی زبردست بیقاری کے سامنے اسکا اثر زیادہ دیر تک نہ رہ سکا انہوں نے تنگ ہو کر قربِ جوار کی مویشی جبراً پکڑ لیں اور فوج کر کے تناول کیں لیکن شیخ صاحب احتیاط و تورع کے بقدر پابند تھے کہ تین روز کے تاثر توڑ فاقوں کی سخت بیقاری کا تحمل کیا اور غصہ شدہ چیزوں میں سے کوئی چیز تناول کرنی آپکی محتاط اور اتقا پسند طبیعت نے گوارا نہیں کی۔

جب فاقہ کشی کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ بدن میں نام تک کو قوت باقی نہیں ہی تو زناں حقیقی کی فیاضی و رزاقیت نے ایک نہایت عجیب و غریب شگوفہ کھلایا اور خدائے ذوالجلال کی کار سازی کی انوکھی صورت اور زلی طرز پر نمایاں ہوئی۔ ایسے آپ ایک عجیب اتفاقی طور پر چابک کی باریک نوک سے زمین کرید رہے تھے جیسا کہ متفکر اور محتامل شخص سے اکثر اوقات ظہور میں آیا کرتا ہے۔ دفعہ کچے چوڑ

کی ایک پوٹلی آپ کے قوت کے موافق زمین سے پیدا ہوئی چونکہ وہ آپ کے لیو شرعاً حلال و جائز تھے لہذا اپنے اُنہیں دبو دہلا کر صاف ستھرا کیا اور اُبال کر تناول فرمایا۔

اس طرح غریبوں کیسوں کے حال پر شفقت کرنے اور خدام و ملازمین کیساتھ نہایت نرمی و لطف سے پیش آنے اور ہر بات میں انصاف پسندی مد نظر رکھنے کی بہت سی روایتیں مشہور معروف ہیں۔ بجناب فاضل اجل شیخ عبدالرحیم صاحب کا بیان ہے کہ مجھے خوب یاد ہو میرے والد علیہ الرحمۃ خدام و ملازمین تھے کہ گھسیاروں تک سے جس رحمانہ برتاؤ اور نرمی و انصاف سے پیش آتے تھے اسکی مثال کہیں نہیں پائی جاتی تھی بالخصوص اُس زمانہ کے متقیوں خدا شناسوں میں بہت کم دیکھی جاتی تھی۔

یہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ شیخ وجیہ الدین صاحب کی طبیعت کو فطری طور پر فنونِ سپہگری سے زیادہ تعلق تھا۔ اور آپ کا قالب بالکل سپاہیانہ اور شجاعانہ تھا۔ اس سبب آپ سلطنتِ مغلیہ کی افواج میں بہرتی ہو گئے تھے۔ لیکن اس امر میں ہماری وقفیت بالکل محدود ہو اور کسی مستند شہادت کے رو سے یہ کہہنا بہت مشکل ہے کہ آپ شانانِ مغلیہ میں سے کس تاجدار کے عہد حکومت میں فوج میں بہرتی ہوئے اور کس زمانہ میں فوجی سلسلہ اختیار کیا۔ اگرچہ یہ مضمون اس قابل تھا کہ اسے مفصل لکھا جاتا مگر افسوس کہ موضوع کی بے پڑائی سے مجھل بایا تاہو ان شیخ کے مختلف حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت سلاطینِ تیموریہ کا دسوان تاجدار ابو الغفر شہاب الدین محمد شاہ جہان بادشاہ تحت سلطنت پر جلوہ افروز تھا جیسا کہ ذیل کے چند واقعات سے عنقریب ثابت ہوگا۔

آپ کے جنگی معاملات و واقعات صاف اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ ابتداء میں جب آپ نے فوجی ملازمت اختیار کی تو شاہ جہان بادشاہ اُسوقت سلطنت پر حکمران تھا اور جب عالمگیر کا دور دورہ ہوا تو اُسوقت آپ ایک فوجی عہدہ پر ممتاز تھے۔ بہر حال آپ کی بے مثل شجاعت اور عہدِ کم المثال بہادری کی حکایتیں اس درجہ مشہور ہو گئی ہیں کہ جان کہیں آپ کی دینی خدمات اور علمی فیاضیوں کا ذکر ہوتا ہے وہ ان آپ کی شجاعت و بہادری کا بھی ضرور ذکر ہوتا ہو چنانچہ اس مقام پر ہم آپ کی شجاعت کے وہ مختصر واقعات جو ہمیں مختلف تحقیقات سے ثابت ہوئے ہیں انہیں ہم لکھتے ہیں اور حقیقت میں جناب شیخ صاحب کی تاریخی زندگی کے ابتدائی حالات میں ان واقعات سے زیادہ مہتمم بالشان اور

دلچسپ اور کوئی واقعہ بھی نہیں ہو۔ ان واقعات کے ذکر کرنیسے بہین ناظرین کو بھی دکھانا منظور ہے کہ وہ معلوم کر لیں کہ آپ اس وصف کے کمان تک اور کس درجہ تک قابل تھے اور اس فرض منصبی کس قابلیت سے ادا کرتے تھے۔

شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہیں ہنوز میں چار سالہ تھا کہ میرے پدر بزرگوار جانشین و جلیل الدین صاحب سید حسین کی ہمراہی میں جو اپنے زمانہ کا ایک بڑا شجاع و دلیر شخص تھا اور جسکی بخوف بہادری شہرت اُس زمانہ میں ہر طرف پھیلی ہوئی تھی قصبہ دہامونی کی طرف متوجہ ہوئے اتفاق وقت سے اس میں بھی آپکے ہمراہ تھا۔ اسوقت قصبہ دہامونی میں جو مالوہ کے داروہ میں داخل تھا بہت بڑی فساد کی آگ مشتعل ہوئی جس میں طرفین کے ہزاروں آدمی کام آگئے۔ اس فتنہ کا بانی دہامونی کا راجہ تھا جو شجاعت و جوانمردی میں مشہور اور استقلال و جرات میں معروف تھا۔ اصل میں یہ راجہ شاہجہاں بادشاہ کا باجگزار تھا لیکن انجام کار اُس نے اس باجگزاری کی ذلیل حالت میں (اور سچ پوچئے تو عزت اور وقار کچال میں) رہنا پسند نہیں کیا اور اپنی فطری شرارت سے بغاوت کے جھنڈے بلند کیئے شاہجہاں کو اُسکی شرارتوں کی متواتر خبر میں روزمرہ پہنچ رہی تھیں اور سفیر مالوہ کی روزانہ ڈاک سے معلوم ہوتا تھا کہ صوبہ دہامونی نے ایک عام شورش پیدا رکھی ہے۔ شاہجہاں کی نظر میں تمام اراکین دولت اور امرئے سلطنت پر دوڑیں۔ لیکن اُسے اسوقت بجز اسکے اور کچھ بن نہ آیا کہ صوبہ دہامونی کی فوجی کمرشی اور بغاوت کی بڑھکتی ہوئی آگ دبانیکے لئے سید حسین کو ایک عظیم الشان فوج کی سرکردگی میں اُس طرف روانہ کیا جس میں میرے والد بزرگوار بھی شریک تھے۔

ابتداء میں اگرچہ دونوں لشکروں میں ایک عظیم الشان غوغا و جنگ ہوئی لیکن بہر اس لڑائی کا خاتمہ بظاہر صلح پر ہو گیا۔ راجہ نے بدستور سابق جزیہ دینے کا وعدہ کیا۔ اور سید حسین کی مجلس میں حاضر ہو کر معذرت کرنیکو منظور کر لیا۔ صلح کے دو سکردن تھا مجلس میں حاضر ہوا۔ چونکہ اسلحہ جنگ سے آراستہ تھا اسلئے دربانوں نے دروازہ پر ٹوکا اور ہتھیاروں کے ڈال دینے کا حکم کیا۔ لیکن مغرور راجہ اس پر راضی نہیں ہوا اور جب قیل وقال حد سے تجاوز کر گئی تو نخوت پرست راجہ نے مغرورانہ الفاظ میں سید حسین سے کہلا بھیجا کہ جب تم سپاہیانہ قالب کھتے ہو اور اسکے علاوہ کثیر التعداد فوج بھی تمہارے پاس موجود ہے تو بڑی شرم کی بات ہے کہ ایک تنہا شخص کو جو تمہارے مقابلہ میں مجھ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا

ہتیاروں کیساتھ مجلس میں نہیں آنے دیتے۔ سید حسین سے اُسکی یہ مغرورانہ تقریر سن کر کبیر اس کے اور کچھ نہو سکا کہ درباروں کو حکم دیدیا کہ اُسکے ہتیاروں سے کوئی قرض نہ کیا جائے اور ہتیاروں سمیت مجلس میں لایا جائے۔ مغروریت کے حکم کی تعمیل لگ گئی۔ اور راجہ ہتیار لگائے ہوئے بڑی شان و شوکت سے داخل مجلس ہوا۔

شیخ وجیہ الدین صاحب کہتے ہیں کہ جس آن بان سے راجہ حاضر مجلس ہوا ہوا اُسکا اثر اب تک میرے ذہن میں باقی ہے۔ منہ میں پان چاتا جاتا تھا اور بڑے ناز و انداز سے سخوت کے نشہ کی لہر ترانیوں میں آہستہ آہستہ نازان و دفران قدم اٹھاتا تھا۔ اُسکے چہرہ کی ہشاشت سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی شادی کی مجلس میں جاتا ہے۔ حالانکہ موت کے منہ میں جاتا تھا۔ الغرض میرے والد نے اُسکی صورت دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ شخص اس مجلس میں ضرور کوئی فتنہ برپا کرے گا۔ یہ کہتے ہی آپنے شہانہ لہجہ میں ایک خدمتگار کو بلایا اور میرے لطف اشارہ کر کے فرمایا۔ اس بچے کو کسی اونچے مقام پر کمرہ کر دے مبادا جھپٹ میں آکر کسی قسم کا صدمہ پہنچے۔ اہل مجلس کیلئے شیخ کا یہ فرمان ایک سماتا جکا حل کرنا بہت مشکل تھا ہر چند کہ اہل دربار نے اس پھیلی کو بوجھنا چاہا۔ لیکن درباری رعب جلال سے اُس وقت کسی کو یہ جرأت نہ تھی کہ اس طلسم کی پردہ کشائی کرے۔

دہا منی کا راجہ جب دربار کے اُس مقام پر پہنچا جہاں سے درباری رعب ہر شخص پر بڑے جاہ و جلال کیساتھ پڑتا تھا اور شاہی داب کی پابندی حاضرین دربار کو طوعاً و کرہاً ادا کرنی ضروری ہوتی تھی تو وہاں سے بڑی دلیری اور گستاخی کیساتھ آگے بڑھا اور محل سلام سے تجاوز کر گیا۔ دربار نے روکا تو خوف زدہ لہجہ میں کہا کہ شہانہ سلام کی رسم ہمیں سے ادا کر۔ اور آگے قدم نہ ڈال۔ لیکن اُس نے دربار کی اس گفتگو پر کچھ التفات نہ کیا اور جواب دیا کہ میں سید صاحب کے قدم مبارک کو بوسہ دینا چاہتا ہوں تاکہ میرے دامن سے جرائم و تقاصیر کی وہ آلودگیان دہل جائیں جو مجھے ایسے مقدس شخص کی گستاخی کی وجہ سے نصیب ہوئیں۔

سید حسین کے ارشاد کے بموجب راجہ کی اس بے ادبی پر بھی اغماض کیا گیا۔ لیکن اب وہ جون جون قریب ہوتا جاتا تھا اُسکے تیور بدلتے جاتے تھے۔ اور چہرے کی ہشاشت کی جگہ غیظ و غضب کے آثار نمایاں ہوتے جاتے تھے۔ سید حسین کی نشست گاہ تک پہنچتے پہنچتے اُس نے بڑی غضبناکی کیساتھ تلوار پر ماتھے ڈالا

اور پوری طاقت سے وار کیا خوش قسمتی سے سید حسین پہلے ہی سے ہوشیار تھا تلوار کے علم پہنچنے
 ہی اُس نے ایک عاجلانہ حرکت کی اور فوراً ایک طرف ہو کر تلوار کی زد سے بچ گیا۔ تلوار سر پہ کائے ہو جب
 زمین پر پہنچی تو راجہ نے سید حسین کے سر کی جگہ تکیہ کو دو پارہ پایا۔ جہلکار دوبارہ تلوار اٹھائی اور حسین
 پر وار کرنے ہی کو تھا کہ میرے والد بزرگوار بہت تمام اُس غدار کے سر پہ جا پہنچے اور خنجر کی ایک ہی ضرب
 بین ملعون کا کام تمام کر ڈالا۔ سید حسین نے اس خوفناک منظر میں جب اُس تمہر کی ناپاک نقش سجس و
 حرکت دیکھی تو ایک بیساختہ جوش کیساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ والد بزرگوار کی بید ہڑک شجاعت کی یہی تعریف کی اور
 بڑی تپاک سے معاف کیا۔

جب سید حسین اس صدمہ سے فارغ ہوا تو اب اُس نے اپنی عثمان توجہ ملک مالوہ کے ایک اہل
 صوبہ کی طرف پھیری۔ تاریخی حیثیت سے اگرچہ اس بات کا پتہ لگانا بہت مشکل ہے کہ اس صوبہ کا کیا
 نام تھا جسکی طرف دامونی کی فتح کے بعد سید حسین نے رخ کیا۔ لیکن واقعات سے ثابت ہوتا ہے
 کہ یہ صوبہ دامونی کے اطراف میں یہاں سے قریباً بیس میل کے فاصلہ پر واقع تھا کیونکہ سید حسین کی
 جو تاریخ دامونی سے کوچ کرنے کی ہے وہی تاریخ اُس صوبہ میں داخل ہونے کی دریافت ہوتی ہے
 الفرض جب سید حسین کا جراثم ملک مالوہ کے صوبہ میں پہنچا تو وہاں کا حکمران مقابلہ کے لیے تیار
 ہوا۔ دونوں لشکر باقاعدہ صف آرا ہوئے اور فوجی دریا پارے زور شور سے لہرین لینے لگا۔ دونوں
 لشکر اس انتظام میں صورت تصویر بنے کھڑے تھے کہ کب حکم ہوا وہم اپنی جگہ سے جنبش کریں دفعہ
 مخالف کی فوج میں سے ایک شخص صفین چیرتا ہوا باہر آیا اور عجب شان و شوکت سے آیا ایک
 بیل پیکر گھوڑے پر سوار تھا زہرے بکتر سے تمام جسم چھپا ہوا تھا کمر میں دونوں طرف تلواریں لٹک
 رہی تھیں۔ دائیں ہاتھ میں چکرارینہ اور بائیں میں لمبا برچھتا چہرہ سے شجاعت و بہادری
 اتار نمایاں تھے۔ عیاںہ شناس نظریں فوراً تلکین کر ہی اس صوبہ کا حکمران معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ
 انہیں بہت تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا کہ وہ دونوں لشکروں کے بیچ میں آکھڑا ہوا اور باوازن بلند بولا
 کہ اس صوبہ کا حکمران میں ہی ہوں اور یہ لوہے میں ڈوبا ہوا وفادار لشکر مجھی پر جان چڑھنے کیلئے
 مستعد کھڑا ہے لیکن میں تاہم امکان خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ اور انہی لئے اپنی قسمت کے آخری
 فیصلہ کی واسطے تمہا میدان میں کھڑا نظر آتا ہوں۔ اس صورت میں تم لوگ سمجھ گئے ہو گئے کہ میں

کس ارادے سے یہاں آیا ہوں اور میری حالت تمہیں صاف بتا رہی ہوگی کہ میں کیا چاہتا ہوں اگر تم لوگ مجھے قتل کرنا چاہو تو کر سکتے ہو لیکن شجاعت کا یہ مقتضا نہیں ہو کہ چند آدمی ملکر تنہا شخص کو قتل کر ڈالیں۔ شجاعت کی شرط یہ ہو کہ سید حسین تنہا معرکہ میں اگر مجھے مقابلہ کرے اور پہلے تلوار جکے حق میں جو فیصلہ دیدے وہ اُس پر بدل راضی ہو جائے۔ اس صورت میں لشکر کی خونریزی نہوگی اور نہ رانا جانین خونی دریا میں غرق ہوئیے بچ جائیں گی۔ رئیس کھار کی اس غیرت انگیز تقریر سے سید حسین کی ہاشمی رگ حرکت میں آئی۔ اور اب بھی مصفا خون فوارے کی طرح جوش مارنے لگا۔ فوراً بدن پر ہتھیار لگائے۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر مقابلہ کیلئے اُٹھا۔ دونوں طرف سے نیزوں کے تابڑتو وار ہونے لگے اور لڑتے جب کسیکو کامیابی نہ ہوئی تو دونوں نے تلواروں پر ہاتھ ڈالا۔ سید حسین کے حریف نے کچھ ایسی چابکدستی کی کہ کیا رگی تلوار کی چوک بجلی کی طرح کوندی۔ اور چشم زدن سے پہلے سید حسین کے سر پہنچی۔ سید حسین نے اگرچہ بڑے استقلال و تحمل سے تلوار کو سپر پر لیا۔ لیکن پہر بھی تلوار ایسی کاری لگی تھی کہ سپر کو کاٹتی ہوئی دستہ تک پہنچ گئی۔ اور دوسرے دست میں چابکدستی حریف نے جب تلوار کو نہایت سختی اور زور سے کہینچا تو سید حسین اُس جھکے سے گھوڑی کی کمر سے نیچے جا رہا حریف یہ موقع غنیمت پا کر گھوڑے سے کود پڑا۔ اور سید حسین کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ اور بھر نکال کر سید کے ہونکنا ہی چاہتا تھا کہ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب جھٹ اُسکے سر پہ جا پہنچے اور تلوار کی ایک ہی ضرب اسکی زندگی کی رسی کو کاٹ ڈالا۔

سید حسین اور جناب شیخ صاحب اپنے لشکر میں واپس آئے اور جان نثار فوج نے وفادارانہ جوش کیساتھ لغز نشع بند کیا۔ حکمران صوبہ یون دفعۃً مارے جانے اور سید حسین کی اس نمایاں فتح حاصل کرنے نے حریف کے تمام لشکر میں زلزلہ ڈال دیا اور ہر طرف ایک تہلکہ سا پڑ گیا جب جانبین کے فوجی سمندرون کی طوفان خیز موجوں میں سکون پیدا ہوا تو مخالف کے لشکر میں سے ایک اور سوار میدان کی طرف بڑھا جو اول سوار سے پوری مشابہت رکھتا تھا۔ اُسے بھی سوا اول کے مطابق آواز بلند کیا کہ میں مقتول کا برادر حقیقی ہوں اور تمہارا سیلئے تمہارے سامنے کھڑا ہوں کہ تم میں سے جس کا جی چاہے مجھے قتل کر ڈالے۔ لیکن میں اپنی قسمت کا فیصلہ اُس شخص کے ہاتھ میں دینے سے خوش ہوں جو میرے بہائی کا قاتل ہے۔ اُسکی اس تقریر کے سلسلہ کا ابھی خاتمہ ہی نہوا تھا کہ جناب شیخ

وجیہ الدین صاحب اپنے مبارک کی طرف پر شوق نظر میں اُٹھائے ہوئے آگے بڑھے اور چند مختلف اور متواتر تضرعوں کے بعد اُس لعین کا کام تمام کر ڈالا۔

شیخ صاحب کی یہ جرات اور ہجری دیکھ کر تمام لشکر کفار پر ایک سکوت خیز سناٹا پھا گیا اور آپ کی عظمت اور جلال دیکھ کر ہر شخص محو حیرت ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک کسی شخص کو لشکر سے نکلنے کی جرات نہ پڑی لیکن انجام کار ایک تیسرا سوار چاول کے دونوں سواروں سے زیادہ نمونہ اور جہیم تھا اور جبکی شجاعانہ کوششوں کی دھاک اُس زمانہ کے تمام فوجی افسروں پر نہایت دہشتناکی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ سر سے پاؤں تک لوسہ مین ڈوبا ہوا باہر نکلا اور پہلے سواروں کے مطابق اپنا مبارک طلب کیا۔ شیخ صاحب نے کھوڑے کو ایڑی کی اور مقابل ہوتے ہی لگاتار وار کرنے شروع کر دیئے۔ اگرچہ ان دونوں مبارزوں میں زیادہ عرصہ تک حریفانہ کوششیں استعمال میں لائی گئیں لیکن ہنوز کوئی کسی پر غالب نہ آیا بلکہ ہر شخص ایک دوسرے کو سینہ بسینہ اور کھجکھج جواب دیتا رہا۔ انجام کار رئیس کھار نے شیخ صاحب کی دونوں کلاسیاں پکڑ کر چاہا کہ زمین پر گر اوسے یا اپنے کھوڑے پر کیمنچ لے شیخ صاحب نے حتی الامکان مدافعت و فرار محنت کی اور ساتھ ہی یہ فکر ہوئی کہ کسی حیلہ سے اُس سے نجات حاصل کرنا چاہیئے۔ حقیقت میں شیخ صاحب کے لئے یہ ایک مشکل اور نہایت سخت و خطرناک موقع تھا۔ آخر کار اپنے مقصد پر کامیاب ہونیکے لئے شیخ صاحب نے یہ تدبیر نکالی کہ اپنے بطریق خداع فرمایا خبردار اُس بہادر سورما کو پس پشت سے قتل نہ کر۔ شیخ کے یہ پراثر الفاظ کان میں پڑتے ہی اُسے پشت کی جانب منہ پھیرا اور اس طرف منہ پھرتے ہی اُسکے قوی بازوؤں میں ضعف سا پیدا ہو گیا بازوؤں کا ڈھیلہ پڑنا تھا کہ شیخ صاحب نے اپنی پوری قوت کیساتھ ایک ایسا جھٹکا دیا کہ ہاتھ چوٹ گئے۔ رئیس کھار نے پھر جو اس طرف رخ کیا تو شیخ کا زہر میں بچھا ہوا فخر پشت میں اُتر اُٹھو پایا۔

اُسکے مارے جانے سے لشکر کھار میں ایک اور بھی کھلا بلی مچ گئی اور اب سب نے ہتھیلی پر چان کھڑک کر یکساں کی جیش کی۔ سر اور سینہ تو تیروں کے سینہ برسانے اور آتش فشان آلات سے درگزر کر نیکے بعد سینہ بسینہ جنگ ہونے لگی اور دوپہر تک ایسی زبردست خونریزی ہوئی کہ طرفین کے لشکروں کو فخر آگیا۔ سید حسین نے جتنی دہی لڑائیاں راجپوتوں سے لڑیں۔ اگرچہ تقریباً سب میں شیخ وجیہ الدین نے اُسے زیادہ حصہ لیا۔ لیکن اِس لڑائی کا خاتمہ اور توڑ گویا آپ کے ہاتھ پہنچا اور یہ فتح مالوہ کے تمام

اضلاع و اطراف آپ ہی کیوجہ سے فتح ہوئے۔

غرض کہ اس انقطاعی جنگ پر طرفین کی آنکھیں لگ رہی تھیں اور اس موقع کو دونوں لشکریں نے اپنی فتح و شکست کا مدار علیہ سمجھ لیا تھا۔ سید حسین کا لشکر معرکہ جنگ میں جس بیجگری اور بیہوشی و لیرہی سے لڑ رہا تھا اور اپنی بے محابا جراتوں اور بے نظیر شجاعتوں کے جوہر دکھا رہا تھا اگرچہ وہ نہایت پُر فخر اور قابلِ قدر تھے۔ لیکن جس خوبصورتی اور بہادری سے راجپوتان کے متہ اتر اور لگتا جلتا کوروک رہے تھے اور دوش بدوش جواب دے رہے تھے ایک انصاف پسند مورخ کے نزدیک ضرور وقعت کی نگاہ سے دیکھ کر جانیکے قابلِ بین ہی وجہ تھی کہ سید حسین کے لشکر کی بیخوف جرات اور نڈر دلیری وہ نتیجہ پیدا کر سکی جو اس موقع پر ظاہر ہونا چاہیئے

فیاض انل نے روزِ ازل ہی سے اس عظیم الشان معرکہ کی فتح جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کے نام زد کر دی تھی اور پہلے ہی سے آپ کی قسمت میں اسلامی فتوحات کا ایک بڑا حصہ لکھا گیا تھا۔ پھر یہ کیونکر ممکن تھا کہ دوسرا شخص اس حلیل القدر تمنہ ازل کو حاصل کر لیتا۔ پہلے دن کی لڑائی میں شیخ صاحب کے چند زخم ایسے کاری آئے تھے جنہوں نے آپ کو سخت ضعیف اور نڈبال کر دیا تھا اور اسوجہ سے آپ اس سخت اور گہسان کی لڑائی اور عظیم الشان خونریزی میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ دورِ ورنیک برابر کشت و خون ہوتا رہا اور میدانِ جنگ خونی سمندر ہو کر عجیب و غریب خوشخواری سے لہریں لیتا رہا۔ گو سید حسین کو شیخ صاحب سے پہلے ہی کمال عقیدت تھی۔ لیکن اب ان حیرت انگیز واقعات اور شجاعانہ کوششوں کے آپ نے طبع میں آنے کو بسکے اعتقاد میں اور بھی بھنگی اور تعجب انگیز ترقی ہو گئی تھی۔ اگرچہ اس وقت اس کے روزانہ اوقات جنگی معاملات میں صرف پہنچے تھے۔ لیکن پہر بھی جنگ کے انتظام سے جو وقت تم لینے کو ملتا تھا وہ شیخ کی خدمت اور آپ کی تیمارداری میں صرف ہوتا تھا۔ خدا کرے کہ تین دن کی آپ کو کچھ آفاقہ ہوا اور بدن کے زخم بھی کچھ کچھ بہا گئے۔ آپ نے اسی حال میں فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ اور موجودہ معاملات جنگ کے فراز و نشیب اور اتار چڑھاؤ پر سرسری نظر ڈال کر سید حسین کو مشورہ دیا کہ ہاں ہی فوج کی تعداد اگرچہ حریف کے مقابلہ میں بہت کم ہے لیکن ہر ہی دباویکے قابل ہے۔ سب کو درست کر کے ایک بارگی حملہ کر دینا چاہیئے۔ فتح ہمارے ساتھ ہے۔ خدا نے چاہا تو پہلے ہی حملہ میں غنیمت کی فوج پس پا ہو جائیگی۔ سید نے آپ کی اس دلسوزی اور حکمت آمیز

تقریر کی بہت تعریف کی اور آپ کے مشورہ کے مطابق حکم کر دیا میدان میں تلواریں چکنے لگیں اور
آتش فشان آلات کے دھوئیں سے سارا جگہ تیر و تار یک ہو گیا۔ شیخ وجیہ الدین کی خن تبر
اور زور بارنے سے اول ہی حکم میں صوبہ دہا موئی کی فوجی طاقت کو نہایت کمزور کر دیا اور چند فوجی
افسروں کے قتل کیساتھ دہا موئی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اب اسلامیوں کی واسطے میدان ضا
ہو گیا اور وہ بڑی جرات کیساتھ باغی فوج کا تعاقب کرتے ہوئے شہر میں گھس گئے راجپوت
شکست کھا کر بھاگے اور فتحمندی کا عظیم الشان جھنڈا شیخ وجیہ الدین کے ہاتھ رہا۔ خاص شہر میں
تو بڑی دیر تک ایک عام خونریزی رہی اور اسکے بعد لشکر کفار کو شکست ہوئی اکثر ہلاک ہوئے۔ اور بقیہ
اسیف گرفتار کر لیے گئے۔ میدان سید حسین کے ہاتھ رہا۔ اور ہشمار غنیمتیں لوٹ میں آئیں۔

عام

شیخ وجیہ الدین کے فضل و کمال روشن دماغی صاحب اسے تدبیر و شجاعت شکست و ہیبت کی
جہاں تک سچی تعریف مستحق اور ذی الفاظ میں کیا ہے بہت کم ہے۔ کیونکہ اس مغزو مشہور خاندان میں
ایسے لوگ بہت کم گزرے ہیں جنہیں وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہوں جو تنہا آپ میں دیکھے جاتے تھے
یہی اوصاف تھے جنہوں نے سید حسین جیسے امیر کبیر اور شجاع شخص کو شیخ صاحب کا گرویدہ بنا دیا تھا۔
اور آپ کا اعزاز پورے طور پر اسکے ولین قائم کر دیا تھا بلکہ آگے چل کر خود تاج و تخت کے ارث شہنشاہ
عالمگیر کے ولین آپ کی عظمت و وقار کے نقوش کندہ کر دیے تھے۔ سید حسین جیسے دانشمند و عقل
کے پستے کو چونکہ آپ کی ذہانت خداداد قابلیت تجربہ پر کافی اعتماد ہو گیا تھا اسلئے اسے کوئی ملکی
جنگی معاملہ ایسا نہیں ہوا جس میں آپ کے نتیجہ خیز مشورے کے مطابق عمل درآمد نہیں
کیا گیا بلکہ ہر معاملہ میں آپ کو اپنا ہمراز بنانا اور جو کچھ آپ مشورہ دیتے اسیکے مطابق عمل میں لاتا۔

عظمت

یہ بالکل صحیح ہے کہ تمام اہل کو اپنے قابل اور ممتاز کارکنوں سے ایک خاص قسم کا ارتباط اور
اتحاد ہوتا ہے۔ لیکن سید حسین اور شیخ صاحب کا دلی تعلق خاصکر اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ ان
میں بالکل ویسے ہی باہمی تعلقات پائے جاتے تھے جیسے فطرتاً بھائی بھائی میں پائے جاتے ہیں
قریباً تمام معاشرتی امور اور تمدنی احوال میں سید کا تعلق شیخ صاحب سے بالکل برابر اور انہ دونوں کا تعلق
تھا اور سب سے زیادہ قابل تعریف بات یہ ہے کہ ان دونوں کے باہمی تعلقات نمائشی اور بناوٹی نہ تھے
بلکہ عملی طور پر ان کا ظہور ہوتا تھا یہی وجہ تھی کہ اسکا اثر یہاں تک پہنچا کہ جو شخص محترم اور جب تعظیم

اتحاد

شیخ کی مخالفت کرتا تھا بزرگ سید کو اُس سے ذاتی اختلاف ہوتا تھا۔

قصہ مختصر جب فتحمد لشکر نے ہزار کامیابی اپنے قیامگاہ کی طرف مراجعت کی تو شیردل سید نے اُس فتح کی خوشی میں ایک شاہانہ جل کیا اور کمال حوصلہ مندی اور عالی ہمتی سے لشکریوں کی گودیاں مال و زر سے بہرہ دین چند روز تک لشکر کا اس مقام پر قیام رہا اور نہایت فلاح البالی سے عیش کا مہرانی میں مصروف رہا۔ اسی اثنا میں ایک نہایت عجیب حیرتناک واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ اس فتح کے تین دن بعد ایک مسن اضعیف عورت شخص صاحب کو دریافت کرتی اور تلاش کرتی ہوئی آپ کے خیمہ میں آئی اور ٹوٹی ہوئی آواز میں گویا ہوئی کہ بر خور وارن! میں اُن تینوں شخصوں کی والدہ ہوں جنکے سرتیری تیغ بڑی دریغ سے قلم کیے گئے ہیں۔ میں جانتی تھی کہ دنیا بہر میں کوئی شخص میرے فرزندوں سے زیادہ شجاع اور قوی تر نہ ہوگا۔ لیکن حقیقت میں مجھے دھوکا ہوا جو آج نہ صرف میری نظروں میں بلکہ ہزار انسانوں کی نگاہوں میں طشت ازبام ہو گیا۔ تجھ پر خدا کی رحمت ہو اور آسمان و زمین کا پیرا اگر نبوالا تجھے نظر بد کے زہریلے اثر سے ہمیشہ بچائے رکھے۔ بیشک تو اُن سب قوت و شجاعت میں بہتر و برتر ثابت ہوا۔ میں نمائشی اور بناوٹی طور پر نہیں بلکہ حقیقی طور پر انکی جگہ تجھے اپنا فرزند خیال کرتی ہوں۔ میری آرزو یہ کہ تو مجھے اپنی مان کے قائم مقام تصور کر۔ اور میری کلبہ احزان اور تاریک گہ کو اپنے نور قدوم سے منور کر کے چند روز اطمینان اور آسائش کیساتھ جلوہ آرا ہو تاکہ میں تجھے سیر ہو کر دیکھوں اور تیرے جاہ و جلال سے بہرے ہو جو چہرہ سے میری آنکھوں کو خنکی اور دلکو تسلی اور اطمینان نصیب ہو۔

چونکہ بڑھیا کی تقریر دلسوزی اور شفقت و مہربانی سے بھری ہوئی تھی۔ اس لیے محترم شیخ پر اس کا بہت بڑا اثر پڑا۔ خادم سے فرمایا کہ گوڑا کس۔ اور آپ فوجی لباس سے آراستہ ہو کر بڑھیا کیساتھ چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ غزنو و اقارب کی ایک جماعت نے جن میں آپ کے بھائی بند بھی تھے آپ کو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا۔ اور عرض کیا تعجب کی بات ہو کہ آپ جیسا تیز ہوش اور عقلمند ایک ایسی حرکت پر پیش قدمی کر کے کیا نتیجہ نہایت ضرر رسان اور مضرت دہ ہو ایک عورت ذات کی چند نمائشی باتوں اور بناوٹی لفظوں پر جن کی بنا صرف دھوکے اور غرور پر ہو کہ وہ قابل سمجھنا بیشک بعین از قیاس اور دور از عقل ہو۔ بالخصوص وہ عورت جس کے تین اولوالعزم اور بہادر فرزند آپ کی تیغ بے دریغ سے قتل کیے گئے ہوں آپ کا وہاں جانا اور اس عورت کا سامان ہونا۔ ہماری سمجھ میں بالکل نہیں آتا۔ بہرچند کہ ان لوگوں نے آپ کو اس ارادہ

سے باز رکھنے میں بہت کوشش کی۔ لیکن آپ نے اُن کی تقریر کی طرف ذرا بھی التفات نہیں کیا اور اُن کا منع کرنا کسی گنتی میں نہ لائے۔

جب مانعین کی اس جماعت نے دیکھا کہ آنے والی بڑھیا کی شیریں کلامی اور پراثر الفاظ کا جادو واجب الاحترام شیخ پر اپنا پورا اثر ڈال چکا ہے اور ہماری تمام کوششوں پر ناکامی کا پانی پھیر دیا گیا ہے تو آندھی میںہ کی طرح چپٹے ہوئے سیاہین کینہرست میں حاضر ہوئے۔ اور بڑھیا کی التماس اور اُسکے قبول کرنے میں شیخ کی مستعدی بیان کی۔ بزرگ سید اس دشتناک خبر سے سخت متذہب ہوئے اور ایک عاجلانہ حرکت کیساتھ شیخ کینہرست میں پہنچ کر گہری گہری ضمیمین دلائل میں اور بڑھیا کی التماس قبول کرنے سے باز رکھا۔

اسوقت آپ بجز اُسکے اور کچھ نہوسکا کہ بڑھیا کو بلا کر نہایت تسلی آمیز لہجہ میں فرمایا کہ مادرین! یہ لوگ مجھے تیرے ساتھ چلنے کی اجازت نہیں دیتے مجھ افسوس کہ میں بغل تیری اس التماس کے قبول کرنے سے قاصر ہوں لیکن تجھے مطمئن رہنا چاہیے کہ میں چند روز کے بعد تیری بستی میں ضرور آؤں گا اور تیرے حسب منشا کچھ عرصہ تک وہاں رہوں گا۔ میں تجھ سے مضبوط وعدہ کرتا ہوں اور تو یقینی طور پر سمجھ لے کہ مسلمان ہمیشہ اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہیں اور اُنکے نزدیک عہد شکنی۔ بدعہدی ایک ایسا سنگین جرم اور سخت گناہ ہے جو معافی کی قابلیت نہیں رکھتا۔

چند روز کے بعد جبکہ تمام لوگوں کے دلوں نے یہ واقعہ سنیا منیا ہو گیا تو شیخ وجیہ الدین صاحب اپنے متعلقین کو غافل پاکر سوار ہوئے اور اُس بڑھیا کے مکان پر تشریف لیگئے۔ بڑھیا حقیقت ویسی ہی محبت و تعظیم اور اخلاص و دلسوزی سے پیش آئی جیسے حقیقی اور سگی ماں اپنے قابل و زرخیز خاندان فرزند سے پیش آتی ہے۔ سب سے اول بڑے جوش و سرور کیساتھ استقبال کیا۔ پھر نہایت عظمت و وقار کیساتھ ایک قیمتی فرش پر بٹھایا۔ بڑھیا کی اسوقت کی بشارت اور خوشی کا کوئی کافی اندازہ نہیں ہو سکتا تھا بار بار یہی چاہتی تھی کہ شیخ پر قربان ہو جائے اور اپنی جان اُسکے قاریوں میں نشا کر دے۔ کچھ دیر تک دوسری قسم کی صحبت رہی۔ زبان بعد بڑھیا نے اپنے معزز مہمان کی کھانے کی تواضع کی اور امیرانہ طرز پر دعوت کا سامان مہیا کیا۔ کھانے سے فارغ ہونیکے بعد محترم شیخ اور بڑھیا کے مابین ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور دیر تک راز و نیاز کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ الغرض تین روز سیطرہ گزرے چوتھو روز شیخ صاحب اُس اجازت

حاصل کر کے اپنے لشکر میں واپس چلے آئے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں بارہائیں بڑھیا کے مکان میں گیا ہوں جب کبھی میں اُدھر جا چکنا تو وہ نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آتی اور میری تسلی و دلجوئی کا کوئی دقیقہ اٹھانہ کرتی میں اُسے داوی کہا کرتا تھا اور وہ اس سے بہت خوش ہوا کرتی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ چونکہ میں نے بچپن میں اپنی داوی کو نہیں دیکھا تھا اس لیے مجھے معلوم نہ تھا کہ اس بڑھیا کے علاوہ میری کوئی اور داوی ہے واقعات مذکورہ بالا سے جو دلچسپی کے بہت سے سامان اپنے ساتھ رکھتے ہیں مغز شیخ کے شجاعانہ کارناموں اور بہادری نام آوریوں کے ثبوت کے علاوہ آپ کی وہ خاص خاص خوبیاں بھی ظاہر ہوتی ہیں جو نہایت وقت و قدر کی نگاہوں سے دیکھے جانیکے قابل ہیں اور نہایت مفید اور نتیجہ بخش اثر کرتی ہیں۔ مجملہ اُنکے ایک یہ کہ شیخ صاحب جیسے صادق القول اور محتاط تھے ویسے ہی بات کے پُر اور عمد کے پُر تھے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی سے آپ کے کچھ وعدہ کیا ہو اور پھر اُسے پورا نہ کیا ہو۔

تذکروں میں جو متعدد حالات جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی بید بزرگ شجاعت اور بزرگ جرات کو لکھے گئے ہیں انہیں سے بعض واقعات ہم نقل کر چکے ہیں جسے کافی طور پر انا زہدہ سکتا ہے کہ واجب الاحرام شیخ میں فی ذاتہ کس قدر شجاعت و جرات کا مادہ تھا۔ لیکن اب ہم الیہ المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے پر شوکت زمانہ میں آتے ہیں اور شیخ صاحب کے چند وہ واقعات مختصر ذکر کرتے ہیں جن پر عالمگیری تذکروں کے ساتھ ساتھ تاریخ چک اب تک برابر پڑ ہی ہے۔

جب ہندوستان کے اقبال کا ستارہ آسمانی سطح کے مشرقی افق میں شہاب ثاقب بکر چمکا تو عالمگیری جیسا پُر رعب۔ تسخیرہ۔ اولوالعزم۔ عاقل۔ مدبر بادشاہ تخت حکومت پر جلوہ آرا ہوا عالمگیری جیسا پابن۔ مذہب اور علم دوست تھا ویسا ہی شجاعت و بہادری پر جان تیا تھا۔ اُسکے پر شوکت و بہادری میں جس حیثیت سے علما فضلہ کی تکریم و تعظیم کی جاتی تھی۔ اُسی لحاظ سے شجاع اور بہادری کا اعزاز کیا جاتا تھا غرض کہ دونوں ضربی اس عہد حکومت میں امتیازیہ نظروں سے دیکھے جاتے تھے چونکہ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی تاریخی زندگی میں یہ بات نہایت ہی عجیب و غریب تھی کہ آپ تیغ و قلم دونوں کے مالک تھے ایک ہاتھ میں تلوار کا قبضہ تھا اور دوسرے میں قلم کا نیزہ۔ جس طرح آپ کی تیغ و قلم کی حیثیت جاگتی یا دو گین اس وقت تک زمین پر قائم و دائم ہیں اسی طرح آپ کے قلمی فتوحات و فتح ہمیشہ ہماری پیش نظر

ہین، اسلئے عالمگیری دربارین آپ کا دنیاوی اغراض اور مذہبی تقدس نہایت ہی وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا

شاہین محمد اورنگ زیب عالمگیر تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا اور اوائل سال ۱۰۷۰ھ میں اسکے براور شاہ شجاع نے بنگالہ کی طرف خروج کیا۔ عالمگیر ایک عظیم الشان اور جرار فوج ساتھ لیکر شاہ شجاع کی تنبیہ کیلئے روانہ ہوا اور عالمگیری شاندار جہت سے ایشیائی دنیا کے منترقی حصوں کی طرف فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ موضع کجھوین دونوں خونخوار اور عظیم الشان لشکروں کا اندام دہند مقابلہ اور مقابلہ کے بعد سخت خونریزی واقع ہوئی۔ اس جنگ میں جناب شیخ وجیہ الدین صاحب بھی شریک کر لیے گئے تھے اور عین محرکہ میں داد شجاعت دیتے تھے۔

اس محرکہ آرائی میں شیخ صاحب ہی نے لڑائی کا بہت بڑا حصہ لیا۔ فوج کا ایک مختصر گروہ خونخوار دستہ بہادر اور دل چلے شیخ کے زیرِ کمان بڑے جوش کیساتھ آگے بڑھا چلا جاتا تھا اور تیروں کا برابر سینہ برسا رہتا تھا۔ ایک موقع پر پہنچ کر شیخ صاحب نے اپنے گھوڑے کی باگ روک لی اور ساتھ ہی آپ کی وفادار اور جان نثار فوج بھی رُک گئی۔ آپ نے چند منٹ تک غور کیا کہ مجھے کس پہلو پر حملہ آور ہونا زیادہ مفید پڑے گا۔ فوراً آپ کی سمجھ میں ایک رخ آ گیا۔ اور سب طرف گھوڑے کی باگ اٹھا دی۔ حریف کے لشکر نے اپنی توپوں کے رخ ادھر کر دیئے اور ایک دم گولوں کا سینہ برسانا شروع کر دیا۔ لیکن خدا کی شان ان کا فیصلہ ہی ایک گولہ بھی نشان پر نہ لگ سکا۔ چنانچہ اب دونوں لشکروں نے توپوں کے فیر سے درگزر کر کے تلواروں کے قبضے پکڑ لیئے۔ اور سینہ بسینہ جنگ شروع ہو گئی۔ کچھ دیر تک اندھا دہند مقابلہ رہا۔ اور سخت خونریزی کے بعد حریف کا لشکر نہایت بزدلی اور سرسریگی سے پیچھے ہٹا۔ شیخ صاحب نے بڑی بے جگری اور بہادری سے یہ مورچہ فتح کیا اور یہاں کا ضروری انتظام کر کے بڑے غیظ و غضب کے ساتھ حریف پر دوبارہ حملہ آور ہوئے۔

مخالف فوج نے شیخ کے اس نہ بردست اور خونخوار حملہ کو بڑے زور سے روکا اور دو گھنٹے یا اس سے کچھ کم و بیش انہوں نے بڑی خونخواری سے جنگ کی۔ لیکن بعد ازاں ایک بیک لُن کے پاؤں اگھڑ گئے اور یہ مورچہ بھی شیخ کے قبضہ میں نہایت آسانی کیساتھ آ گیا۔ شاہ شجاع کے تمام لشکر میں ایک تہلکہ پڑ گیا۔ اور شیخ کے متواتر حملوں اور تابڑ توڑ واروں نے انہیں بالکل بے زول بنادیا۔ چنانچہ جب ان پر حملہ

زیادہ خوف طاری ہوا تو سر اسیمہ ہو کر بہاگنا شروع کیا۔

شاہ شجاع اگرچہ فنون جنگ سے خوب واقف تھا اور بے نظیر شجاعت و بہادری میں غیر معمولی قابلیت رکھتا تھا۔ لیکن عالمگیر کے مقابل میں اپنا ضعف بخوبی سمجھتا تھا۔ گوارسکا لشکر تو او میں کم نہ تھا۔ لیکن شاید تکی اور خونخواری میں عالمگیر کے لشکر کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ایسی خونخواری اور شایستہ فوج سے میدان لینا مشکل اور سخت مشکل ہے۔ قواعد دان فوج کی کمی افسروں کی بے اعتباری۔ عام لشکر کی طبع برخاستگی۔ اور سب سے بڑھ کر سامان حرب کی طرف سے ناکافی اطمینان۔ یہ تمام باتیں اس قسم کی تہمین جو ہر وقت شاہ شجاع کو متوحش اور بزدل بنا رہی تھیں شاہ شجاع نے جنگ کا یہ رنگ دیکھ کر پہلے ہی سے نتیجہ نکال لیا تھا کہ اس موقع پر کامیابی کی امید کرنا سراسر فضول ہو اسلئے اُس نے میدان جنگ کو چھوڑ کر آخری تدبیر یہ سوچی کہ چند مست ہاتھی عالمگیر کے لشکر کی طرف چھوڑے جائیں اور ہر ہاتھی کے پیچھے زہر پوشوں کی ایک کافی تعداد روانہ کی جائے جب مست ہاتھی مخالف کی فوج پر حملہ کر کے متفرق و پریشان کر دیں تو زہر پوشوں کا لشکر آخرت ناکامی کی طرح اُن پر ٹوٹ پڑے اور عام قتل کر کے دشمن کو پس پا کر دوئے۔

دوسرے دن جبکہ طرفین کے لشکر صف آرا ہوئے اور عالمگیر کے فوجی افسروں نے اپنے اپنے دستوں کا باقاعدہ پر اہجام کیا تو شاہ شجاع کے لشکر کی طرف سے دو تین کوہ پیکر مست ہاتھی چنگھاڑے ہوئے بڑے جوش و خروش کیساتھ نکلے اور ان کے عقب میں کثیر تعداد فوج لوہے میں ڈوبی ہوئی آہستہ آہستہ آگے بڑھی۔ غنی ہاتھیوں نے چاروں طرف بیجا باجملے کرنے شروع کر دیئے اور زہر پوش جماعت بڑی دہشتناکی کیساتھ توپ کی باڑیں مارنے لگی۔ جب یہ صورت ظہور میں آئی۔ تو عالمگیر کے لشکر میں ایک ہلکم سی ہلگئی۔ بڑے بڑے بہادروں کے پیر اکھڑ گئے اور ہر شخص ایک سمت بے تحاشا بہاگ کھڑا ہوا۔ عالمگیر کے ہاتھی کے گرد بجز ان خاص خاص فاداروں اور جانثاروں کے اور کوئی باقی نہیں رہا جو خطرناک اور سخت نازک موقع پر اسکا ساتھ دیتے چلے آئے تھے اور جنہوں نے اُسکی ترقی و بہبودی میں ہمیشہ جانیں لڑا دی تھیں۔

شیخ وحید الدین صاحب اپنے مورچے پر بے خوف و ہراس کھڑے ہوئے اس غنی منظر اور قیامت زدہ حادثہ کو ہر شوق نظر دن سے دیکھ رہے تھے۔ فوج کی پریشانی اور بزدلی دیکھ کر آپ کی رگ غیرت حرکت میں

آئی۔ اور بہادرانہ جوش تمام رگون میں خون کی طرح دوڑ گیا۔ اپنے مورچہ چوڑ کر سب سے اول اس مست
 یا تھی پر حملہ کرنا چاہا جو اس طرف رخ کیے ہوئے بڑھا چلا آ رہا تھا۔ جو فوج کا دست اس وقت آپ کی زیرِ کمان
 تھا۔ باتھی کا مقابلہ کرتے ہوئے جھکا اور میں ان سے واپس جاننا غنیمت سمجھا۔ بہادر شیخ نے آگے بڑھ کر
 سب کو روکا اور خوف زدہ آواز میں غل مچا کر کہا۔ ”بہادرو! یہی تو لڑائی کا موقع ہے اور شجاعت بہادری
 کے جوہر دکھانے کا یہی تو وقت ہے۔ اس موقع پر جان دینا اور شجاعوں کے کارناموں میں اپنی زندہ یاد کو
 قائم رکھنا جان بچانے اور ہمیشہ بزدلی اور نامردی کیساتھ یاد کیے جانے سے بہتر ہے۔ شجاعت پیشہ
 ناموروں کی سب سے زیادہ جس چیز نے تاریخ میں بقائے دوام کیساتھ عزت افزائی کی ہے اور بہادروں
 کو جس بات نے تاریخ کی کارناموں میں ممتازیت و انتخاب کا پر فخر اعزاز بخشا ہے یہی جان نثاری اور
 وفاداری ہے۔ ہمیں ذرا شک نہیں کہ ایسے جان و نمکھون اور خطرناک مواقع میں ثابت قدمی و یکتا
 سو کافی حصہ لینا بعض اولوالعزم اور جان بازوں کو بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔ لیکن خوب سمجھ لینا چاہیے
 کہ انسانی تدبیر تقدیر الہی کو کبھی شکست نہیں دے سکتی فتح ہمارے ساتھ ہو اور بغیر مقابلہ واپس چلے
 جانے میں بدنامی کے علاوہ سراسر حیران نصیبی اور ہزیمتی آگے کہڑی ہے لیکن پہر بھی میں تمہیں بخوشی
 اجازت دیتا ہوں کہ جس کا جی چاہے مجھ سے علیحدگی اختیار کرے اور جسے منظور ہو میرا ساتھ دے۔“
 ہر جہز کہ آپ کا یہ شیر میں اور موثر و غلط و لسوزی اور حکمت آمیز مقولوں سے پُر تھا اور سامعین کے
 دل و پر بہت اچھا اثر ڈالنے کا کافی سامان رکھتا تھا۔ لیکن تجربہ سے دیکھا جاتا ہے کہ جو طبیعتیں حقیقت
 میں قابل اور متاثر ہوتی ہیں ان میں اونے بات سے تحریک اور تحریک کیساتھ تکمیل کا مادہ پیدا
 ہو جاتا ہے۔ بخلاف ان کے جو طبیعتیں ناقابل اور پُر مردہ ہوتی ہیں ان پر کسی موثر و غلط کا اثر پڑتا ہے نہ
 ولسوزی کا اظہار کام آتا ہے۔ اور چونکہ سنگدلانہ چٹانوں پر بغیر ریل چلائے بیج ڈالنا اور پھراکے باروا
 ہونے کی امید کرنا خلاف قانون قدرت بات ہو۔ اسلئے جناب شیخ صاحب اپنے اس ارادہ پر کامیاب
 نہیں ہو سکے

چنانچہ آپ کے اکثر رفیق اس خطرناک معرکہ میں آپ سے جدا ہو گئے۔ اور صرف چار شخصوں نے اس ہشتنگ
 منظر میں آپ کا ساتھ دیا۔ یہی چار اولوالعزم اور ارادہ کے پورے وہ شخص ہیں جن کی نسبت شیخ مرحوم
 صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ”اگر ہمارے رفیقوں میں کوئی شخص کسی خوفناک اور جاننازی کے موقع

میں ہمارا ساتھ دیکھا ان ہی چار مستقل اشخاص میں سے ہو گا۔

قصہ مختصر آپ ایک اور بچے و دے ہو تو اور علم کیے ہوئے اترے۔ ان چار شخصوں میں آپ کے گھوڑے کا فتر اک مضبوطی کیساتھ پکڑ کر باہم معاہدہ کیا کہ ہم شیخ کیساتھ جانیں تک لڑاؤ نیگے اور وفاداری کا حق جیسا کہ چاہیے اور اگر نیگے جس مقام پر شیخ کے قدم ہونگے وہاں ہم اپنی آنکھیں بچھاؤ نیگے شیخ نے نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے ہاتھوں کی طرف رخ کیا اور سب سے اول اُس ہاتھی پر سناکانہ حملہ کیا جو زیادہ سرکشی کر رہا تھا۔ قریب پہنچ کر کچھ دیر تک تو خاموش اور چپ چاپ کھڑے رہے۔ لیکن چون ہی ہاتھی نے اپنی میسب اور خوفناک سونڈ آپ کی طرف اٹھائی اور چاہا کہ لپٹ کر گھوڑے سے کہیں بچ لے آپ نے پوری طاقت سے ایک ایسی تلوار ماری کہ اسکی سونڈ نیچے کیجا سبے دو پارہ ہو گئی سونڈ کے کٹتے ہی ہاتھی نے ایک نہایت کمرہ ہوش عبا جھج ماری جس سے سننے والوں کے دل دہل گئے اور لشکر میں عام طور پر ایک سخت زلزلہ اور تھلکہ پڑ گیا۔ ہاتھی ایسی بے سرو سامانی اور سرکشی کیساتھ سچے کی طرف بہا گا کہ زرہ پوشوں کا لشکر جو اس کے عقب میں لشکر عالمگیر پر اسلحہ آتشیں یعنی داغنے والے آلات سے بارٹین مارتا ہوا آگے بڑھا چلا آتا تھا اس کے پاؤں سے اس قدر پچکا گیا کہ صرف گنتی کے آدمی اور وہ بھی بہت مشکل سے جا بھر ہو سکے۔

شیخ کی یہ شجاعانہ کوشش گویا عالمگیر کی فتح و عروج اور شاہ شجاع کے زوال و ادبار کا مقدمہ تھا۔ ابھی اس سے پیشتر عالمگیر کا اقبال جو پہاڑ کی چوٹی کے ڈھلتے ہوئے سورج کی طرح نہایت حیرت کے ساتھ اس پر خوف نظارہ کو الوداعی نظروں سے دیکھ رہا تھا اُس آفتاب کی طرح چمکنے لگا جو نصف النہا پر پہنچ کر اپنی پوری اور کامل درخشانی سے ایک عالم کو منور کر دیتا ہے۔ منتشر اور بہاگی ہوئی فوج سب طرف سے سمٹ سمٹا کر جمع ہو گئی اور شیخ کی سرکردگی میں غنیم کی فوج پر ذفقہ پل پڑی۔ اب سطح زمین پر زوارین چمکنے لگیں اور آتش فشان آلات سے سارا میدان دیوان و دہان دہا ہو کر میسب اور خوفناک و آواز سے گونج اٹھا۔ اس جنگ کا یہی حصہ زیادہ پر خطر اور خوفناک تھا۔ بہادروں کے سر کمرے لکڑی کی طرح پیدر پید کٹ رہے تھے۔ اور زخمی سپاہی غوفی دیا میں غوطہ لگا رہے تھے۔ کسی کو کسی کی خبر تک نہ تھی اور ایک بڑے گھسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ شجاع کو شکست ہوئی اس کے لشکر کا اکثر حصہ بید نہ مقل کیا گیا اور کئی قتلہ گز قرار

میدان عالمگیر کے ہاتھ رہا۔ اور غنیم کا بیٹا سامان حرب ہاتھ لگا۔ لشکر میں شخ کے شادیاں بکھو گئے اور ہر شخص کو اپنی کموائی ہوئی عزت اور برتری کے دوبارہ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ عالمگیر نے اس فتح کی خوشی میں ایک شادمانہ جلسہ کیا اور چونکہ وہ عین معرکہ میں جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی بہادری کو شش اور فادارانہ جوش کو اپنی آنکھ سے دیکھ چکا تھا اس لیے سب سے پیشتر عمدہ اور منتخب اسلحہ کیساتھ کثیر التعداد قہقین آپ کو عطا کی گئیں۔ عالمگیر نے خود اپنے ہاتھ سے آپ کی کمر بند تلواریں باندھی اور نہایت شکر گزاری کیساتھ آپ کے منصب اور عزت افزائی میں ترقی کرنی چاہی۔ لیکن اس سیرت میں مستغنی الفرج بہادر نے اپنی اس کارگزاری کے صلہ میں کوئی مہتمم بالشان اور منتخب عمدہ کینا پسند نہیں کیا کیونکہ آپ اپنے موجودہ منصب کو صوبیات کی گورنری اور پرنسوں کی عالمی کے ممتاز عہدوں کی نسبت کم نہ سمجھتے تھے۔ نیز آپ کی محتاط زندگی اور معمول سے زیادہ اتفاقاً پرہیزگاری اُن مغز عہدوں کے مناسب بھی نہ تھی۔ جنہیں مصروف ہو کر اکثر لوگ ان امور سے غفلت میں پڑ جاتے ہیں۔ عجب نہیں کہ آپ نے اسی خیال سے ان عہدوں کو قبول نہ کیا ہو۔

اس واقعہ سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ شیخ صاحب اپنی بے مثل شجاعت اور بیجا باجرات میں کمان تک قابلیت رکھتے تھے اور شاہی درباروں میں آپ کی شجاعت کو مشائخ کسدرجہ اعزاز و وقت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ آپ کی شجاعت کی نسبت اور بھی بہت ایسے دلچسپ اور ندرت مآب واقعات تذکرہ میں لکھے گئے ہیں جن سے آپ کی یہ صفت بوجہ حسن ظاہر ہوتی ہے۔ لہذا میں ایک اور واقعہ لکھ کر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سید شہاب الدین کو جو شاہ عالمگیر کا ایک نہایت مغز و ممتاز اور مشہور کارکن تھا عالمگیر بادشاہ کی طرف سے محاسبہ پیش آیا۔ چونکہ محاسبہ سمجھتے وقت بادشاہ کو اس کی خیانت ثابت ہوئی۔ اس لیے عالمگیر نے اس پر سخت عتاب کیا۔ اور گرفتاری کا حکم دیدیا۔ جناب شیخ وجیہ الدین صاحب نے اس تعارف کی وجہ سے جو ایک زمانہ سے حاصل تھا عالمگیر کی عدالت میں اس کی ضمانت پیش کی اور خود غنیم شدہ رقوم کے کفیل ہو گئے۔ آپ کی ضمانت منظور ہوئی اور رقوم کی ادائیگی کے لیے ایک محدود وقت مقرر کیا گیا۔ لیکن جب وعدہ کی مدت ختم ہوئی اور سید شہاب الدین نے رقوم اتارنے میں تاہل کیا تو شاہی مطالبہ آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ رقم کثیر تھی اور شیخ صاحب اس قدر

استطاعت نہ رکھتے تھے کہ اُسے ادا کر کے حاصل کرتے۔ اسیلئے آپ نے سید شہاب الدین کو بلایا اور نہایت نرمی اور سہولت کے ساتھ طایک سلسلہ چھڑا ہنوز باتوں کا تار نہ ٹوٹا تھا کہ ہر قسمت سے آپ کے اُس قومی احسان اور اس سہیلگی و نرمی کی یہ مکافات کی کہ سخت برہمی اور غصہ کے لہجہ میں بولا کہ حضرت! میرے پاس مال و دولت کچھ نہیں اور اسکے ساتھ ہی ایک بڑی غضبناکی اور عام جوش کیساتھ تلوار میان سے نکال کر کہنے لگا یہ حاضر ہے۔ شیخ صاحب نے اُسکی یہ برہمی اور سچ پوچھتے تو کمینہ پن، ملاحظہ کر کے ایک نہایت ہی خوش آئند قسم کیساتھ فرمایا۔ ”پیارے سید! تلوار کا قبضہ پکڑنا بہت آسان ہے لیکن اُسکی ذمہ داری سے باہر آنا مشکل و سخت مشکل ہے۔ تمہاری غضبناکی محض بیجا ہے اور میرے سامنے کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ شیخ کی یہ گفتگو سن کر وہ اور بھی فروختہ ہوا اور اُسکی حمیت کی رگ حرکت میں آئی۔ ایک فوری جوش کیساتھ تلوار اٹھائی اور سترک بٹن لگیا لیکن ہنوز تلوار نیچے جھکنے نہ پائی تھی کہ دل چلے شیخ کا بیان ہاتھ اُس تک پہنچ چکا تھا آپ نے اپنے بائیں ہاتھ سے تو اُسکی تلوار پکڑ لی اور دائیں ہاتھ سے چہرہ پر اکیسٹ لٹا پنچ مارا کہ احسان فراموش سید! اوندھے منہ زمین پر جا پڑا اور ایک عرصہ تک بیہوش رہا۔ آپ نے خادم سے فرمایا کہ اس گردن زدنی کے ہاتھ پاؤں رسی سے کس دیئے جائیں اور اسکے طویلہ میں جس قدر اونٹ گھوڑے موجود ہوں سب حاضر کیے جائیں چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی اور حرمان نصیب سید کا طویلہ فوراً خالی کر دیا گیا۔

ادھر جب سید کو تھوڑی دیر کے بعد بیہوش آیا تو آپ نے اُسی قدر اُلو و نظروں سے دیکھ کر فرمایا کہ سید! کیا اُس قومی احسان کا بدلہ ہی تھا جو تو نے ادا کیا۔ اور ہاں یہ تو تھا کہ اب تیرا وہ لاف و گزاف اور کج و غرور کمان گیا۔ سید سے جبکہ اُس نے اپنے تئیں ایک بڑی رسی میں جکڑا ہوا دیکھا آپ کے پہلے جملہ کو سن کر بھڑکے اور کچھ بن نہ آیا کہ گردن نیچے کر لی۔ لیکن جب دوسرا جملہ کان میں پڑا تو اُس کے دل میں ایک غیر معمولی حرکت پیدا ہوئی اور نہایت جوشیلی آواز میں بولا کہ میں نے اپنے کامیاب بچوں میں سے کس کی کوتاہی نہیں کی۔ لیکن اسے میں کیا کروں کہ آپ کا ہاتھ قبل اسکے کہ میں اپنا دار کروں حرکت میں آیا اور ایک ایسا قوی صدمہ مجھے پہنچا جس سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا پھر آپ ہی فرمائیں کہ اس میں میرا کیا قصور ہے۔

شیخ صاحب نے اُسکی یہ بیہودہ اور فضول گفتگو سن کر فرمایا کہ بیشک تم سچ کہتے ہو اب میں تمہیں پورا

موقع دیتا ہوں کہ اپنی کامیابی میں کوشش و محنت کا کوئی دقیقہ اٹھانا نہ رکھو اور جو کچھ کرنا ہو کر گزرو چنانچہ اپنے خادم کو اشارہ کیا کہ سید کے ہاتھ پاؤں کو ہلے دے جائیں اور اسکی تلوار اُسے دیدی جائے فوراً آپکے ارشاد کی تعمیل ہوئی۔ اور ناعاقبت اندیش سید تلوار لیکر محترم شیخ کے مقابلہ میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ ہر چند چاہا کہ حملہ کرے۔ لیکن شیخ کا رعبِ سردِ چہ غالب ہوا کہ اسکا جسم ہر سے پاؤں تک تھر تھرا کانپنے لگا اور بدن پر اسقدر لرزہ پڑا کہ حملہ کر نیکی جرأت نہ ہوئی۔ انجام کار اُسے تلوار زمین پر پیسینکدی اور بیاختہ آپکے قدموں پر گر پڑا۔

اس واقعہ سے شجاعت کے سوا آپکے قومی احسان و تفضلات سہلگیری اور استقلال کے عمدہ نمونے ظاہر ہوئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رعبِ ہیبت جو شجاعت کیلئے لازمی ہیں آپ میں بطور احسن پائے جاتے تھے۔ پھر اس واقعہ کو اگر ناظرین لطیفہ سمجھیں تو حقیقت میں ایک عمدہ اور تجمل خیز مذاق ہو۔ لیکن اگر تاریخی لحاظ سے دیکھا جائے تو اس بات کی پوری تحقیق ہوتی ہو کہ وجہ احترامِ شیخ کی شجاعت۔ شہرت سے درگزر کر کے ضرب المثل کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ اگرچہ کتب تواریخ اور عام تذکرہ نویس بزرگ شیخ کی شجاعت کے افسانے جستہ جستہ مذکور ہیں۔ لیکن اس واقعہ کی نسبت مجھے کہیں بہت مشکل ہے کہ کس تاریخ میں اسکا ذکر ہوا ہے تاہم میں یقین کیساتھ کہہ سکتا ہوں کہ گورنر جنرل نے اسے ایک عام معمولی اور جزئی واقعہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے۔ لیکن اس کے واقعی اور محقق ہونے میں کسی طرح کا شک نہیں اور اسکے ثبوت میں میں صرف ایک مستند شہادت پیش کرنا کافی سمجھتا ہوں وہ یہ کہ جب جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے سامنے اس واقعہ کا ذکر ہوا تو آپ نے نہایت وثوق کے ساتھ ارشاد کیا کہ یہ واقعہ میرا چشم دید ہے۔ اُسموقع پر میں خود موجود تھا اور اس خوفناک منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ پس اس مستند اور فاضل کی وجہ القبول عینی شہادت کے مقابلہ میں ہمیں ہرگز جائز نہیں کہ واقعہ مذکورہ کے ثابت اور محقق نہ ہونے میں کسی طرح کا شک شبہ کر سکیں۔ محترم شیخ کی تاریخِ زندگی میں سب سے زیادہ جس چیز نے آپ کو تمام ہندوستان میں معروف و مشہور کر دیا ہے وہ یہی آپ کی شجاعت کے کارنامے اور بہادری کے افسانے ہیں جنہیں سے بیخبر اُن واقعات کو بے تفصیل بیان کر آیا ہوں جنہیں ناظرین کی دلچسپی کو بہت کچھ سامان تھے اب میں آپ کی سہقامت اور قلبی قوت کا ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں جو علاوہ دلچسپی کے مذکورہ بالا عنوان سے

کمال تعلق رکھتا ہے کیونکہ حقیقت میں قلبی قوت اور انتقامت ہی بیت الشجاعت کا پہلا دروازہ ہے جس میں قدم رکھتے ہی ناظرین کو آپ کی شجاعت کا اور بھی کافی اندازہ ہو جائیگا۔ اور معلوم ہو جائیگا کہ آپ نے اس صفت خاص میں وہ غیر معمولی ترقی کی جس سے آج تک صفحات تواریخ پر آپ کا نام نامی ثبت ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بیباکی اور قلبی قوت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ ایک معرکہ جنگ میں عظیم الشان مقابلہ اور سخت خونریز محاربہ واقع ہوا۔ دونوں لشکروں کے بیشمار اور انگنت آدمی قتل کیے گئے اور کچھ زخمی۔ لیکن انجام کار مسلمانوں کو نمایاں فتح نصیب ہوئی اور مقدس اسلام کے شاندار جہنڈے ہوا میں اڑنے لگے۔ جب مسلمانوں کا جنرل جسکی زیرِ کان یہ فاتح لشکر موجود تھا۔ اپنی مقام پر پہنچا تو رات کی وقت حسب دستور تمام فوجی افسر دربار میں حاضر ہوئے۔ مقتولوں کی تعداد گنتوں کا سا لکھ چڑ گیا اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے مناظرہ کی حد تک پہنچا ہر شخص مقتولوں کی ایک تعداد قائم کرتا تھا۔ اور دوسرے کی طرف سے فوراً اسکی تردید ہوتی تھی۔ شدہ شدہ جب آپ کی نوبت آئی تو فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جانبین سے پانچ کم دو سو یا پانچ اوپر دو سو آدمی قتل کیے گئے ہیں اور جو لوگ شکست کھا کر بہاگے ہیں انکی بابت میں کوئی کافی معیار اور صحیح رائے قائم نہیں کر سکتا۔

حاضرین نے جب آپ کا یہ عاقلانہ حیرت انگیز فیصلہ سنا تو سخت استعجاب و استعجاب کیا اور تحیر انگیز صورت میں شیخ کے چہرہ کو دیکھنے لگے۔ لیکن تاہم کسیکو یہ مجال نہ تھی کہ آپ کے قول کی تکذیب کرتا۔ اور ماننا کہ کوئی جواب دیتا۔ اس تحیر اور بیجا سکوت نے محترم شیخ کو آشفتنہ کیا اور آپ کسیقدر برہمی سے کہنے لگے کہ تم لوگ اسقدر متعجب کیوں ہوتے ہو میں نے کوئی بات نفس الامر کے خلاف نہیں کہی ہے یہ اور بات ہے کہ تم اسے واقع کے مطابق نہ سمجھو۔ حاضرین نے اگرچہ اپنی متذنب حالت کے درست کر نہیں بہت کچھ کوشش کی مگر بہت سی سے وہ اس میں ناکام رہے۔ تاہم بلجاہت یوں عرض کرنے لگے۔ مخدوم و محترم شیخ صاحب! ہم اعتراضاً متعجب تحیر نہیں ہوئے بلکہ ہمیں اس واقعہ سے کما حقہ واقفیت نہیں ہے ورنہ ہم آپ کی ہر بات قابل تسلیم سمجھتے اور اسے وقعت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

حاضرین درباریہ سب کچھ کہہ رہے تھے لیکن حقیقت میں انہیں واجب الاعتصام شیخ کی اس

بات میں بہت بڑا شک رکھتے تھے۔ آپ اُنکے اس تذبذب کو فوراً مٹا گئے اور چاہا کہ سب حقیقت حال پر مطلع کریں۔ چنانچہ آپ اُس مجلس سے ایسی مہینیت پر اُٹھے جیسے کوئی شخص قضا و حاجت کیلئے اُٹھتا ہو۔ رات نہایت اندھیری اور تیرہ و تار یک تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ بٹھائی دیتا تھا نہ رستہ کا پتہ و نشان معلوم ہوتا تھا۔ اُس پاس کے گائون والوں نے کہیں کے چراغ گل کر دیئے تھے۔ چاروں طرف کالی کالی کنگڑا گشتا میں اُٹھی چلی آرہی تھیں۔ بجلی کی کڑک سے سارا جنگل گونج رہا تھا۔ گلاب کا ہے باد صبر کے تیز جھونکے آبادی کا نشان میتے تھے ورنہ اندھیرے کی سیاہ چادر سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ میلون تک عالم خاموشی اور سناپی حکومت کر رہی ہو۔ ایسی خطرناک حالت میں شیخ ہی کا کام تھا کہ تلوار کا قبضہ ہاتھ میں پکڑ کر بیجا با معرکہ میں تشریف لیگئے۔

اس وقت معرکہ جنگ اور بھی پُر خوف اور زیادہ خطرناک تھا کہیں کہیں سے زخمیوں کی جگر خراش آوازیں اور جاگزا صدائیں سنائی دیتی تھیں۔ یاد رہے ہر سروں کی ڈھیر پڑے ہوئے معلوم ہوتے تھے بے سربلاشون کچے تو دے لگے ہو تھے اور جب طرح مینہ سے زمین بھیگ جاتی ہو اس طرح بہا درون اور جانبا زون کے خون سے زمین بھیگی ہوئی نظر آتی تھی۔ یہ سب کچھ تھا لیکن دل چلے اور منڈر شیخ کے دلیر اس حسرتناک منظر کا کچھ بھی اثر نہ پڑتا تھا۔ آپ نے نہایت احتیاط اور طہیمان کیساتھ مقتولوں کو گننا شروع کیا۔ اسی اثنا میں آپ کا ہاتھ ایک ایسی گھائل نیش پر پڑا جس میں ہنوز کچھ جان باقی تھی ہاتھ پڑتے ہی اُسے ایک نہایت دہشتناک چنچ ماری ممکن تھا کہ شیخ اس ہولناک چنچ سے دہشت میں آجاتے۔ لیکن تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت ہو کہ کچھ تذبذب آپ میں دخیل نہیں ہوا۔ آپ نے ابھی تسکین کی اور اپنا نام بتا کر اور لاشوں کی پڑتال شروع کی۔ اسی اثنا میں آپ کا خیال اس طرف دوڑا کہ معرکہ جنگ کے علاوہ کچھ مقابلہ گائون کے عین وسط میں بھی ہوا تھا وہاں ہی چکر مقتولوں کی نعشیں بٹھائی چھاپیں چنانچہ آپ میدان جنگ کی نیش شماری سے فارغ ہو کر گائون میں پہنچے اور جہاں جہاں احتمال تھا انتہا سے زیادہ مقتولوں کا تجسس کیا آپ ایک ایک لاش پر ہاتھ کھتے اور گنتے جاتے تھے کہ دفعہ اچھا ہاتھ ایک بڑھیا عورت سے چو گیا جو لڑائی کی وقت ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ گئی تھی اُسے ہی ایک نہایت خوفناک چنچ ماری اور غل چکر اس من پناہ کی استعا کی۔ آپ نے اسکی بھی تسلی کی اور فرید طہیمان کیلئے اپنے اپنے نام نامی سے آگاہ کیا۔

یہ سخت تعجب بلکہ ایک گونہ خرق عادت بات ہو کہ مقتولوں کی تعداد اسی قدر ظاہر ہوئی جو شیخ صاحب کا معیار تھا۔ آپ نے نہایت جوش مسرت کیساتھ لشکر کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور مجلس کو اسی ہیئت پر پایا۔ جس پر آپ چوڑا کر معرکہ کی طرف تشریف لیگے تھے۔ جبکہ عدۂ مجلس میں جا بیٹھے اور جب لوگوں کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو معرکہ میں جانے اور مقتولوں کی نعشیں شمار کرنے اور ان دونوں شخصوں سے ملاقات کرنے کا سارا قصہ تبصیر بیان کیا۔ اب حاضرین کا استعجاب اور بھی زیادہ ہوا اور وہ پہلے سے بھی کس قدر زائد حیرت زدہ ہو گئے۔ سب سے زیادہ خود میں کو آپ کی اس قلبی قوت اور حیرت افزا استقامت پر تعجب تھا۔ اُس نے فوراً حکم دیا کہ تنوہاد سوار مشعلین لیکر معرکہ میں جائیں اور تمام مقتولوں کا شمار کر کے ان دونوں شخصوں کو ہمراہ لے آئیں۔ سواروں کی یہ جماعت اگرچہ اپنی بے دھڑک شجاعت اور بیخوف دلیری میں پیش تھی لیکن اس خطرناک وقت اور پر خوف مقام کی ہیئت سے معرکہ میں جاتے ہوئے ہچکچائی اور خوف کے مارے سر سے پاؤں تک تھر تھکا پٹنے لگی۔ امیر نے جب ان لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو ایک تند اور غضبناک لہجہ میں بولا۔ مان ہاں ابھی جاؤ اور اس مرتبہ راز کی مجھے جلد اطلاع دو۔ اور اس طلسم کی پردہ کشائی کرو۔ اس دوسرے حکم نے ان کے رہے سے ہوش حواس بھی گم کر دیئے۔ اور اب بجز اُس کے ارشاد کی تعمیل کے اور کچھ نہو سکا۔ معرکہ میں جا کر مقتولوں کا شمار کیا اور ان دونوں شخصوں کو ساتھ لے آئے۔ مقتولوں کی تعداد نے شیخ کی رائے کو موافقت کی اور ان دونوں شخصوں نے آپ کے نام سے امیر کو اطلاع دی۔

قصہ مختصر حترم شیخ کی شجاعت و استقامت اور قلبی قوت کے حالات و واقعات اس قدر وسیع و غیری و درہن جتنے ذکر کرنے کی ہم اپنے اس مختصر تذکرہ میں گنجائش نہیں دیکھتے یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر ^{لطیف} شے نمونہ از خروارے بہت تھوڑے وقائع لکھ کر اس عنوان کو ختم کرنا مناسب خیال کرتے ہیں القلیل ینبئ عن الکثیر والغرض فیہ کی عن البھی الکبیر ورنہ خاص کر آپ کی بے مثال جرأت اور سچی شجاعت کے اس قدر واقعات ہیں کہ اگر فیصدی دس کل بھی انتخاب کیا جاوے تو بھی ہمارا تذکرہ ان کے لئے ناکافی ہو۔ تاہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے چند روایتیں اور نقل کر آئے ہیں جس سے آپ کی شجاعت کو ششیں بخوبی ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن اس بات کو ہم ڈنکے کی چوٹ کہیں گے کہ شیخ کے پولیٹیکل معاملات کی نسبت ہمیں ایک واقعہ بھی لکھنا بہت مشکل ہے کیونکہ موصوفین نے انہیں عام اور جزئی واقعات خیال کر کے بالکل نظر انداز

کر دیا جو اسلئے بہین امید ہے کہ ناظرین اس بات کا الزام دینے سے ضرور انکساض کریں گے۔ کہ ہننے کو بی پولیٹیکل واقعہ شیخ کی سوانح عمری میں ذکر نہیں کیا۔

شیخ کے عام خلاق و عادات

شیخ کے سپاسیہ واقعات کو چھوڑ کر اب ہم آپ کے عام خلاق و عادات پر نظر ڈالتے ہیں۔ شیخ انسان کی تاریخی زندگی میں بھی ایک ایسا دلکش مرقع ہے جس میں مختلف شکل و شمائل کی تصویریں کھینچی ہوئی ہیں۔ نہایت تعجب و یکجا جاتا ہے کہ وہی شیخ جس کے پر زور ہاتھ میں ابھی تلوار کا قبضہ تھا اب علمی جلسوں میں فضیلت کی کرسی کو زینت دے رہی ہیں۔ وہی شیخ جو کل معرکہ آرا بیون میں داؤد شجاعت دے رہے تھے اور پیشل جرأت کے حیرتناک نمونے دکھا رہے تھے آج علمی مذاق کی نمرود میں بڑی خوشنود غوطے لگا رہے ہیں۔ کبھی آپ کا روئے سخن علماء و فضلاء کی طرف دکھائی دیتا ہے جس میں علمی باریکیاں بیان کی جاتی ہیں کبھی درویشوں اور پیر و ان طریقت کی طرف متوجہ معلوم ہوتے ہیں جس میں کشف و مراقبہ کے عام مباحث ذکر کیے جاتے ہیں۔ علماء و فضلاء مشائخ و سالکین کا مجمع در دولت پر لگا ہوا ہے اور سب مرادوں اور کامیابیوں سے گودیاں بہر بہر کر جا رہے ہیں۔ میں اس عنوان میں جفا کر آپ کے اخلاق و عادات اور عام خوبیوں کی تعریف کروں گا وہ حقیقت میں آپ کے اصلی واقعات ہوں گے جن میں شاعرانہ استعارہ ہو گا نہ تکلف و بناوت کا دخل۔

شیخ وجیہ الدین صاحب علاوہ حسن صورت اور شجاعت بہادری کے علم و فضل میں خاص امتیاز رکھتے تھے اور صریح ظاہری علم میں عظیم الشان سمجھے جاتے تھے۔ اس صریح علم باطن میں ضرب المثل تھو آپ کے ضمیر میں اور روحانی جوہر اپنے میں متنازعت کی گہری تر رکھتے تھے اور باقی اسرار اور الہامی نکات آپ میں کوٹ کوٹ کر بہرے ہو گئے اور یہ ایک ایسی خصوصیت آپ کو حاصل تھی جس کی وجہ سے اس وقت کی تمام اسلامی سوسائٹیوں اور علمی مجلسوں میں آپ کی بھی عزت کی جاتی تھی۔ اور قطع نظر اس خصوصیت کے آپ کی تواضع علمی قدر وافی۔ انشا پر روائی شیریں کلامی فصاحت و بلاغت کا جادو ہر شخص پر اپنا پورا اثر ڈال چکا تھا۔ اسلئے ہر موقع محل ہر آن تک کہ شہر کی گلی کو چون میں آپ کی خداداد قابلیت کی بڑے زور و شور سے داد دی جاتی تھی۔

مورخین نے شیخ کی قابلیت پر جو مختصر ریا کر کیے ہیں انکے متفقہ الفاظ یہ ہیں کہ اس حلیل القدر اور عظیم الشان خاندان میں جو سب سے زیادہ قابل فخر اور فائدہ انی اعزاز کے بقا اور دوام کا باعث ہو وہ شیخ وجیہ الدین صاحب کمال و جود با جود ہے۔ تمام خاندان میں آپ سے زیادہ کوئی شخص مغربی دماغ و حوصلہ مند و دقیق النظر و بردبار خوش اخلاق صائب راس و شجاع فصیح و بلیغ و عقیل و فیاض نہیں ہوا۔ باوجود امیرانہ شان و شوکت کے آپ کے مزاج میں انتہا سے زیادہ عجز و انکسار تھا۔ آپ کا طرز معاشرت بالکل سادہ اور تکلف و بناوٹ سے کوسوں دور تھا۔ آپ علمی جلسوں اور اسلامی انجمنوں میں نہایت سادگی کیساتھ شریک ہوتے۔ درویشوں اور مشائخوں سے ملاقات کرتے۔ انکے مکان پر پابادہ جاتے۔ علماء و فضلاء کی عظمت کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھتے۔ بیماروں کی عیادت کرتے۔ محتاجوں کیسینوں کی نفرت عایت کرتے۔ سب سے بڑی قابل تعریف اور خوبی کی بات یہ تھی کہ اگر بقتضائے بشریت کسی معاملہ میں آپ غلطی ہو جاتی اور آپ کوئی متنبہ کرتا یا اچھا ناصیحتی کوئی بات کہتا تو آپ اُسے نہایت مشکوری کیساتھ فوراً قبول کر لیتے۔ اور اگر وہ نیک صلاح ہوتی تو نہایت مستعدی اور آمادگی کیساتھ عمل میں لاتے۔ غرض کہ یہ تمام باتیں اس قسم کی تھیں جنہوں نے شیخ کو تمام ہندوستان میں مشہور کر دیا تھا اور جن کی وجہ آپ کے پُر فخر اور قابل قدر و منزلت واقعات سے صفحات تاریخ کو اب تک زینت ہو بلکہ امید ہے کہ تاریخ رومی ہمیشہ تک آپ پر تابان اور درخشان رہے گی۔

الحاصل شیخ کے ان واقعی اخلاق و عادات سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ آپ کیا بلحاظ شہرت عام اور کیا بلحاظ دیگر فضائل و خصال جامع جمیع کمالات اور حامی حسنات و غیرات تھے۔ اور جب آپ کی شجاعت و دلیری کے کارنامے ہی ان مام و صاف کیساتھ پیش نظر کیے جائینگے تو صاف معلوم ہو گا کہ بزرگ شیخ نامداران اسلام کی تاریخ میں بلحاظ عام مقولہ **اَلْوَلَدُ بِطَنَاتِ اَبَائِهِ** کے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ معظم اور جد امجد جناب شیخ منصور کے پورے فوٹو تھے بلکہ سچ پوچھئے تو انکے بقائے دوام اور شہرت عام کا باعث آپ ہی تھے۔ اس خاندان کے سلسلہ نسب میں ہم شیخ معظم کی اولاد کے نام لکھائے ہیں لیکن ان میں جسے سب سے زیادہ تاریخی شہرت اور عام مقبولیت حاصل ہو وہ شیخ وجیہ الدین ہمارے اس عنوان کے ہیرو ہیں۔ گو شیخ جمال اور شیخ فیروز آپ کے دو بہائی ہی علم و فضل اور خاص اوصاف کیساتھ موصوف تھے۔ لیکن آپ کی مقامی شہرت کے مقابلہ میں پانگ بھی نہ تھی۔ اسلئے ہمیں اس کہنے کی جرأت ہوئی

کہ اس خاندان کے تمام موجودہ گروہ میں آپ ہی ایک ایسے واجب الاحرام اور عزیز شخص تھے جنہیں خاندان کا چشم و چراغ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

شیخ کے حالات زندگی میں جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کلامِ بانی کے ساتھ انتہا سے زیادہ عشق رکھتے تھے اور مقدس کلامِ الہی کو سفرِ حضر میں ہمیشہ تحویداً بارونائے رہتے تھے۔ چنانچہ جنابِ شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ ”میرے والد محترم کا عام دستور تھا کہ ہر شبانہ روز قرآن مجید کے دو سید پارہ تلاوت کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ تلاوت میری اور طوطے کی طرح نہوتی تھی بلکہ وہ بانی نکات اور الہامی غوامض کی رعایت کیساتھ ہوتی تھی وہ الہامی اسرارِ جو قرآن مقدس کے لفظ لفظ میں کوٹ کوٹ کر ہرے سہو میں۔ اثنائے تلاوت میں آپ پر منکشف ہوتے اور ہر ہر لفظ کا آپ کی طبیعت پر ایسا زبردست اثر پڑتا تھا کہ بعض اوقات بے اختیار روئے لگتے تھے غرض کہ آپ میں مقاصدِ بانی کے سمجھنے اور اُسے مؤثر بنانے کی پوری قوت تھی اور جو کچھ آپ کو اُس سے فائدہ حاصل ہوا وہ کیسی طرح معرضِ تحریر میں نہین آ سکتا یہی وجہ تھی کہ آپ کو قرآن مجید سے کمال عشق ہو گیا تھا اور آپ کو سفرِ حضر خوشی رنج میں کہیں سیدھا پڑھتا ہے بدون چین ہی نہین پڑتا تھا جب آپ معمر ہوئے اور بصارت میں کچھ ضعف آگیا تو ایک جلی ظلم قرآن اپنی تلاوت کیلئے پسند کیا اور سفر میں کیسے وقت اپنی جان سے جدا نہین کیا۔

شیخ وجیہ الدین صاحب نے شیخ رفیع الدین محمد بن قطب العالم بن شیخ عبدالعزیز کی عظمتِ آبِ پاکِ امن و خستہ سے نکاح کیا اور اُس کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے۔ شیخ ابو الرضا محمد۔ شیخ عبدالرحیم۔ شیخ عبدالکحیم۔ باسٹھائے شیخ عبدالکحیم کے باقی دو دنوں حضرات کے مفصل و بسط حالات چونکہ ناظرین کو آگے چلکر ملین گئے۔ لہذا اس موقع پر مختصراً اس قدر عرض کرنا مناسب ہے کہ شیخ وجیہ الدین صاحب کو جب قدر محبت شیخ عبدالرحیم صاحب تھی اس قدر اور فرزندوں سے نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سفرِ حضر کے اکثر موقعوں میں آپ کی ہمراہی کا شیخ عبدالرحیم ہی کو اعزاز حاصل تھا اور چونکہ آپ کی آغوشِ محبت اور سایہِ عاطفت میں شیخ عبدالرحیم ہی نے بچپن سے پرورش پائی تھی اسلئے آپ کو اُن ہی سے کمال محبت تھی اور اُس عالمگیر شہرت کا باعث جو شیخ عبدالرحیم کو اس وقت تک حاصل ہو غالباً یہی محبت ہو۔

فضل و کمال کے لحاظ سے شیخ ابو الرضا محمد جس رتبے کے شخص تھے گو اُنکی نظیر بشکلِ ممکن ہو سکتی ہیں لیکن نشرِ علوم اور مفید فنون کی اشاعت کے اعتبار سے جو خصوصیت اور تاریخی شہرت جنابِ شیخ عبدالرحیم کو

حاصل ہوئی انہیں شیخ ابو الرضا محمد دوسرے درجہ میں جگہ رکھتے ہیں جسے سب سے پہلے دہلی میں بیت العلوم کی عمارت کا نقشہ بنایا اور اُس کے درو دیوار کو علوم و فنون کے مرقعوں سے سجایا زبان بعد طالب علموں کی گودیاں علمی برکتوں سے لبریز کیں وہ شیخ عبدالرحیم صاحب ہیں۔ جسکے حلقہ درس میں مختلف ملک کے دیار کے ذہین طلبہ زانوئے ادب تہ کیئے اور علم ادب و بیانیات منقول منقول حساب ہدیت علم اللسان فلسفہ حکمت نظام کلام علم الرجال وغیرہ علوم کی تکمیل میں مصروف ہوئے وہ شیخ عبدالرحیم ہیں مگر تاہم ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ شیخ ابو الرضا محمد جو ایک جلیل القدر فضیل تھے اور بلند ہمتی کیساتھ مختلف علوم سے خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ حدیث و فقہ اور تفسیر قرآن کی اہل سلام کے تمام طبقات میں عزت کیجاتی ہو ان علوم میں ان کو ایسا کمال تھا جسے ماہرین فن اب تک تسلیم کرتے ہیں اسکے علاوہ آپ کے رسمی علوم و فنون بالخصوص علم ادب کا کمال بھی بڑے بڑے ادیبوں کو تسلیم ہے مختصر یہ کہ شیخ ابو الرضا محمد کی ہمہ دانی نہایت حیرت انگیز ہو آپ فقہ حدیث تفسیر طب ادب شاعری کلام اور سب بڑھکر علم تصوف میں مجتہدین فن کے درجہ میں شمار کیئے جاتے تھے۔ اگرچہ آپ جامع علوم تھے لیکن جس قدر تصوف اور ادب سے دلچسپی تھی بقدر دوسرے علوم و فنون سے کم تھی جیسا کہ آگے چلکر آپ کی لائف میں ان تمام باتوں کا ذکر ہوگا۔

اب میں صرف ان الفاظ پر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں کہ جب جناب شیخ وجیہ الدین صاحب نے تمام علوم و فنون میں مہارت کامل حاصل ہو گئی اور آپ زمانہ کے سر و گردم سے خوب واقف ہو چکے تو ایک باخدا اولیٰ کی ولایت کے شواہد مشاہدہ کر کے اُس سے بیعت کی اور اشغال صوفیہ میں مستغرق و محو ہو گئے۔ مگر کون سے زیادہ ملنا جلنا چڑھ دیا خاموشی اور کم گوئی کی عادت ڈالی اور گوشہ نشینی میں زندگی بسر کرنی پس کی غرض کہ چن روز میں آپ نے اپنے ہمین وہ کمال پایا کر دیا جسکی نظیر اُس زمانہ کے صوفیوں میں پائی نہ جاتی تھی و هذا افضل لله یتہ من یشاء

شیخ کی شہادت اور باب کا خاتمہ

| | |
|-----------------------------------|---------------------------------|
| ہرگز نیمہ و آنکہ دلش زندہ شد بعشق | ثبت است بر جبریدہ عالم و وام ما |
|-----------------------------------|---------------------------------|

شیخ وجیہ الدین صاحب کے سولہ عمری میں جو بچپن میں نقل کر آئی ہیں وہ آپ کے حالات زندگی کا ایک مختصر سا خاکہ ہو لیکن سب سے زیادہ اہم اور متم بالشان آپ کی شہادت کا افسوسناک واقعہ ہے جس میں مختصر بیان کیا

کرتا ہوں مگر مجھے افسوس ہو کہ اب میں اپنے قلم سے ایک ایسے بے مثل بہادر ایسے لٹانی شجاع آیتے بل اور فخر و زکات کے دنیا سے اٹھ جانے کا واقعہ لکھ نہ پاؤں جسکی ٹھنی اور مقدس فاسات حقیقت میں آئندہ تمام کامیابیوں کا ایک مختصر و بیجا دور و نیوی ترقیوں کا پورا فوٹو تھی اور جسکی شجاعت و بہادری پر ہندوستان کو انہما سے زیادہ فخر و ناز تھا۔ بیشک شیخ وحید الدین صاحب کا دنیا کو یوں خدا حافظ کہنا اور عزیز و اقارب کے یک نعت منہ موڑ لینا ایک ایسا جانگداز حادثہ اور جگر خراش صدمہ ہو جسپر تیرہ کا دل بھی افسوس ڈالے بدون زمین رو سکتا۔ لیکن تاہم جہنم خوش مہنا چاہیے کہ گو دنیا سے شیخ صاحب کا افزائش ہو گیا ہو مگر انجانا نام نامی اب تک خیر و خوبی کیساتھ باقی ہے اور قیامت تک قائم و قائم رہے گا اگرچہ گونہ کی نظر و نظر سے انکا وجود و باوجود غائب ہو گیا ہو لیکن بالآباد تک انکا ذکر بلند رہے گا۔ وہ موت بہت ہی مبارک ہے جسکی وجہ سے ہمیشہ کی زندگی انسان کو نصیب ہوتی ہو اور وہ انسان نہایت خوش قسمت ہو جسکی کو اقبا کی یادری سے وہ سامان پیدا ہو جائیں جسے اسے بقائے دوم اور شہرت عام حاصل ہو۔ ہم شیخ صاحب کی اس مبارک موت کو خوش ہیں جسے انکا ابھی زندگی اور اس کے ساتھ خدائی رضامندی کا مغرور و محترم نمونہ حاصل کرایا اور خداوند عالم سے دست بدعا ہیں کہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو یہی موت نصیب ہو آمین

یا رَحْمَتِ لَا تَسْتَلِیْ حُبِّہَا اَبَدًا وَبِرحْمۃِ اللہِ عَبدُہُ اَقَالَ لَیْلَہَا

شیخ عبد الرحیم صاحب کے بیان ہو کہ میرے بزرگوار والد صاحب نے انہما اور قائم اللیل تھو ہمیشہ رات کو تہجد کی نماز کیلئے اٹھاکرتے تھو اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ تمام شب تہجد گزاری میں بسر کرتے تھو ایک فضا کا ذکر ہے کہ آپ تہجد گزاری میں مصروف تھو اور میں بھی اسوقت آپ کے پاس حاضر تھا آپ کے ایک سجدہ نے سجدہ طویل کی گنجی کہ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کی مقدس وجہ غصہ میری جسم سے مفارقت کر گئی۔ میں حیران تھا کہ اب کیا کروں اور کسکو اس واقعہ کی اطلاع دوں اسوقت طرح طرح کے خیالات کا میرے دل پر هجوم تھا اور انکا سلسلہ نہ ناقاناً بڑھتا چلا جاتا تھا غرض کہ کوئی بات میری سمجھ میں نہ آتی تھی اور میں دل ہی دل میں کہہ مانتا کہ اتنی یہ کیا معاملہ ہو۔ اچھی بیہوش بیداری ست یارب یا بخواب۔ اتنے میں اچھو ہوش ہو اور آپ نہایت بشاش سجدہ سے اٹھو جب میں نے اس سجدہ کی طویلانی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھے سجدہ میں غیبت واقع ہوئی اور اسی حالت میں شہیدوں کے احوال پر مطلع ہوا جب میں نے انکے اعلیٰ درجات اور قدرومنزلت کو اپنی آنکھوں کیسے دیکھا تو میرے دل میں ایک نئے اختیارانہ جوش پیدا ہوا اور میں نے جناب الہی میں نہایت عاجزی کے ساتھ

شہادت کی درخواست پیش کی، اور یہاں تک اصرار و الحاح کیا کہ میری التماس نے آخر کار قبولیت کا جامہ سنیا اور نیک شرف ہوا کہ دکن کی جانب جانا چاہیے کیونکہ شہادت کا اعزاز و مان پہنچکر حاصل ہو سکتا ہے۔ بین الدبیر کو کی زبان پر یہ الفاظ سن رہا تھا اور زار زار رو رہا تھا اور اس وقت میرا بڑا حال تھا۔ آپ نہایت خوش آئندہ تبسم کیساتھ مجھے تسلی دیتے اور میری آنکھوں سے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔

الغرض اس واقعہ کے بعد اپنے سفر کی تیاریاں کر دین اور باوجودیکہ آپ شاہی منصب کو دست بردار خدافظہ کہہ چکے تھے۔ اور اس سے آپ کو پہلے ہی سے ولی نفرت پیدا ہو چکی تھی، لیکن اس وقت شہادت کا شوق اس رجبہ دہانگیر تھا کہ پھر از سر نو باب سفر و جنگ فراہم کرنے میں مشغول ہو گئے نہایت عمدہ گھوڑی خریدی اور جن ہتھیاروں کی کمی تھی ضرورتاً شاہی اسلحہ خانہ سے لینے۔ اور دکن کی جانب شادان و فرحان متوجہ ہوئے۔ اس وقت آپ کا خیال تھا کہ شاید راجہ سیدو اسے جو اس زمانہ میں دکن کا حکمران تھا اور شاہ تخت و تاج خیال کیا جاتا تھا۔ اور جب کی طرف سے قاضی سلام کی نسبت سخت سخت ہجرتیان نظموں میں آئی تہنیں مجھے جنگ کرنے اور قاضی وقت کا اس سے انتقام لینے کا اشارہ ہوا ہے۔ چنانچہ اس خیال سے آپ آگے بڑھے چلے گئے۔ لیکن جب برہان پور میں پہنچے تو آپ پر نیک شرف ہوا کہ تم اپنی شہادت کا مقام بہت پیچھے چھوڑ آئے ہو آپ فوراً اس طرف پلٹے اور جن قدموں گئے تھے انہیں قدموں مراجعت فرمائی اثنائے راہ میں تاجر و کج ایک قافلہ سے ملاقات ہوئی جو صلاح و تقویٰ کیساتھ متصف تھا اور جو آپ کی صحبت میں رہنا غنیمت سمجھتا تھا آپ نے بڑی خوشی کیساتھ ان سے آپ اور پاک نفس مسلمانوں کو اپنی صحبت کیلئے پسند کیا۔ اور سب ملکر قصبہ ہندیا سے عبور کر کے ہندوستان میں آنا چاہا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ اثنائے سفر میں ایک نہایت بوڑھا اور مسن شخص آپ کے سامنے آیا جو ضعیفی اور کم طاقتی کے سبب قدم قدم پر ہونٹن کھاتا تھا اور حالت رفتار میں اس کے پاؤں برابر ڈنگا تے تھے۔ آپ نے اس کے حال پر کمال مہربانی فرمائی اور ہمدردی کے لہجہ میں اس کا مقصد دریافت کیا۔ بڑھے نے تہر تہراتی ہوئی آواز میں بلجابت عرض کیا کہ میں دہلی جانا چاہتا ہوں اگر آپ اپنے خدمتگاروں میں مجھے جگہ دیں اور اس زمانہ کیساتھ دہلی پہنچا دیں تو زندگی بہر مہون منت رہوں گا۔ بزرگ شخص نے بڑھو کی تشفی کی اور اپنے ایک ملازم سے ارشاد کیا کہ انھیں ضعیف کو ہر روز تین پیسے یا دو وقت کی خوراک دیدیا کر۔ چنانچہ ملازم نے آپ کے ارشاد کے بموجب اسے کھانا دیا اور نہایت حفاظت سے اپنے پاس رکھا۔

حقیقت میں یہ بد معاش بد بھارہ بنون کا جاسوس تھا جو تاجروں کے خافہ میں اسفرض سے آسائے ہوا تھا کہ فرصت کا موقع پا کر ہرنون کو خبر دے اور وہ عین غفلت میں غافل تاجروں پر ٹوٹ پڑیں لیکن افسوس غدار و بیوفائی یہ ہو گا کہ کسی پر ظاہر نہیں ہوئی اور سب ایک غریب مسافر سمجھا کر کسی حمان نوازی میں بڑی فیاضی برتی جب اس مختصر سی جماعت کا قیام سرے نو ہنریا میں ہوا تو جاسوس نے ہرنون کو اطلاع دی کہ یہاں ہی سادوں چڑھا تھا کہ ہرنون کی ایک کثیر جماعت ہتھیاروں سے آراستہ سرے میں آدھی بجائے شیخ صاحب بنوز توات قرآن میں مشغول تھا اور کلام الہی کے موثر الفاظ سے دلچسپی رہے تھا آپ ربانی نکات کے متبع میں اس درجہ محو تھے کہ اس قیامت زادہ کی مطلق خبر نہ پتھی لسنے میں دو تین شخص ہرنون کی جماعت سے علیحدہ ہو کر اپنے پاس آئے اور کہنے لگے شیخ وجہ الدین کا نام ہو اور وہ کون شخص ہو فرمایا یہ نام تو میرا ہی ہے کہا ہمیں معلوم ہو کہ آپ کے پاس کچھ مال اسباب نہیں ہے نیز ہماری جماعت میں کچھ ایک شخص آپ کا نمکخوار بھی ہے اس لیے گزارش ہو کہ آپ ان لوگوں سے علیحدہ ہو جائیں ہمیں آپ سے کسی قسم کا قرض نہیں اور نہ ہمیں یہ منظور ہو گا کہ کوئی تکلیف پہنچے کیونکہ ہم ہر قافلہ کو لوٹنے کی غرض سے آئے ہیں اور تا بہ امکان یہ لوگ ہمارا ہاتھ سے جانبر نہیں ہونگے آپ نے ہرنون کا یہ منشاء سمجھ کر قرآن مجید کو خلاف کیا اور اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ تم کیا کہہ رہے ہو یہ ممکن نہیں کہ میں اپنی بی بیوں کی رفاقت چھوڑ کر علیحدگی اختیار کروں اور انہیں مصیبت میں مبتلا دیکھ کر غامض رہوں یہ کہہ کر اپنے ہتھیار اٹھائے اور ایک نہایت عاجلانہ حرکت کی تھوڑے پہلے آپ ہی کو مقابلہ کیلئے میدان میں صبح کا وقت ہو کر آیا آٹھ گھنٹے پہلے چلے گئے آفتاب کی تیز اور چمکیلی شعاعیں غلیظ ابر سے چھپی ہوئی تھیں۔

ہرنون کی کثیر جماعت بڑی چیرہ دستی اور خونخواری کیساتھ پراجھائے کٹری ہو گئے چہرے نہایت بدشاش اور تروتازہ تھیں اور ایک مٹی برتو دیو سے مقابلہ کرنا کوئی بات ہی نہیں سمجھتے شیخ صاحب اپنی مصیبت زدہ فقیہ کو ساتھ لیے ہوئے خدائے نام پر جان دینے کیلئے بالکل آمادہ و تیار تھیں اگرچہ آپ اپنی ساتھیوں کی بے مروت سامانی اور انکی مصیبت کا خیال کر کے کیفیت افسردہ تھیں لیکن شہادت کا انتہا سے زیادہ شوق آپ کے قوی دل اور میدان ہونیکو ثابت کر رہا ہے تلواریں کا قبضہ ہاتھ میں ہے اور تسمی آمیز لہجہ میں اپنے ساتھیوں کی دلجوئی میں مصروف ہیں آپ چاہتے ہیں کہ میدان ہرنون پر تہا ٹوٹ پڑیں لیکن اپنے رفیقوں کی مصیبت میں مبتلا ہونے سے ڈرتے ہیں اور ہر اپنے ارادہ کو آئندہ وقت کیلئے اٹھا رکھتے ہیں اسوقت آپ کو یقین ہو گیا تھا کہ میرا خون اسی نثر میں پھر گرایا جائیگا اور مرتبہ شہادت کا اعزاز میں حاصل ہو گا اور یہی ایک یقین تھا جو ایسے نازک اور خطرناک موقع

پراکپو بہت کچھ شادانِ فرخانِ بنارہا تھا اتنے میں جنگ چڑ گئی اور جانین سے تیر تلواریں کے واسطے لگے بہادری
شیخ جنکے قدم قدم پر شہادت کا شوق بڑھ رہا تھا پھر سے ہوشیار کی طرح بڑی بیانی کیساتھ رہنمون چھیڑ
پڑے اور آپ کو بالکل خبر نہیں رہی کہ میں کہا ہوں اور کس جم غفیر پر حملہ کر رہا ہوں رہن چاروں طرف سے
سمٹا کر اس شیر دل بہادر پر ٹوٹ پڑے اور سب نے نغمہ میں کر لیا آپ کے جسم مبارک پر پائیں زخم کاری لگا کر آؤ
زخم میں سرسرمے علیحدہ ہو گیا۔ لیکن اس پر بھی اپنے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے پچاس قدم تک کھانکھانے
کیا۔ اسی اثنا میں ایک عورت آپ کے سامنے آگئی اور آپ کا یہ حال دیکھ کر تعجب و تعجب کیشتا سخت حیرت دہ ہوئی
آپ اس مقام پر ٹھنڈے ہو کر گر پڑے اور وہیں مدفون ہوئے۔

اس وقت شیخ وجیہ الدین شہید کا غم سب سے زیادہ آپ کے نہایت پیارے اور چاہتے فرزند شیخ عبدالرحیم کو تھا لیکن
آپ اپنی مہربانی اللہ کے فراق میں جھپٹنے پر غم و رازہ و زاری کرتے بجا تھا لیکن اپنے اس جاگیردار صدمہ میں جس صبر و استقلال
سہو کام لیا حقیقت یہ آپ کی کام تھا شیخ کی دیکھ کر احوال سن کر کوئی ایسا سخت لڑنے والا آپ پر غم کے اندر نہ ہوتا تھا
واقعی بات یہ کہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے صبر و استقلال میں کچھ بھی فرق آیا تھا بلکہ آپ بالکل سچو اور پاک نفس حضرات
کی طرح صبر و استقلال کو اپنا اور ہونا بچھونا بنا ہوئے تھے اگرچہ لوگ تعزیت سے آپ کے غم کو رہ کر ہمارا اور کسے تھے مگر اپنے
دو ایک غمناک کلمہ مکر خاموش ہو جاتے اور شینت از روی سے دم بخود تھے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب فرما تین کہ جس روز میرے والد بزرگوار شہید ہوئے تھے اسی شام کا ذکر ہے کہ مجھ کو کالیات عین ہو کر نیند
آگئی۔ میں نہ بکیتا ہوں کہ شیخ صاحب اسی حالت میں تم مثل ہو کر میرے پاس تشریف لائے جہاں آپ شہید ہوئے تھے اور جہاں
جہاں آپ کے جسم پر زخم لگے تھے مجھے ایک ایک کر کے دکھایا میں میں فوراً گہرا گراٹھ بیٹھا اور ایصالِ ثواب کی غرض سے
کچھ صدقہ دیا نیز آپ فرماتے ہیں کہ میرا رازہ تھا کہ اپنے والد کی لاش مبارک اس میں داخل نقل کر کے دہلی میں آؤ لیکن
جب میں نے غم بالغیر کیا تو آپ پہر میرے خواب میں تشریف لائے اور مجھ سے منع فرمایا کہ میری لاش میں نہ دو اور یہاں سے
نقل کر کے دوسرے مقام پر نہ لیجاؤ۔

شیخ وجیہ الدین صاحب کے وہ حالات جو مجھ کو لکھنے تھے لکھ چکا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی مجھ کو اس بات کا سخت افسوس کہ جس طرح
اپنی ملاوت کا سنہ اور تاج کسی کتاب میں دستیاب نہیں ہوا اسی طرح آپ کی شہادت کے سنہ تاریخ کا بھی کہیں پتہ نہیں چلا اور
اس بات کا اتوار کرنا چاہتا ہوں کہ قدیم مؤرخوں کو کوئی کتاب ایسی نہیں کہیں ان باتوں کی صاف وضاحت ہو اور جس کے متعلق
کو تاریخ نویسی کی حیثیت سے کافی مدد ملے لیکن تاہم شیخ کے حالات زندگی کی بابت جو کچھ میں نے لکھا ہے حتیٰ الوسع مستند

دوسرا

معزز ناظرین! ہمارے تذکرہ کا پہلا حصہ تم پہنچا گیا جس میں جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کے ان معزز و ممتاز بزرگواروں کے حالات آپ پڑھ چکے ہیں جو اس محترم اور شریف خاندان کے نسب میں تاریخی شہرت زیادہ رکھتے تھے اب دوسرے حصہ کا آغاز ہو جس میں آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب کے نانا جناب شیخ رفیع الدین محمد کے جب الاحرام خاندان اور خود آپ کے ننہیاں کے محترم و معزز حضرات مفصل حالات پڑھینگے۔ اسی لیے میں نے اس حصہ کو باب قرار دینے میں پہلے باب میں جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے ننہیاں کا ذکر ہو گا۔ اور دوسرے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے۔

باب اول

شیخ رفیع الدین محمد

جناب شیخ رفیع الدین محمد جو حضرت شیخ وحید الدین شہید کے خضر اور جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے نانا ہیں اس نامور اور دنیا کے مشہور عالم و فاضل کے فرزند ارشد ہیں جو قطب العالم کیساتھ پکارا جاتا تھا اور جس کے تجربہ علمی غیر معمولی تفرس انتہا سے زیادہ فہم و دانائی بلاغت و فصاحت کے پرنفخ اور قابل قدر کارناموں کی چک سے صفحات تاریخ اب تک روشن ہیں۔ آپ کی خلافت پرستی تقدس نفسانی اپنے ضمیر ہی جو ہر نیکو تاملانی۔ اخلاق کی تہذیب شائستگی۔ خیالات کی نجابت۔ شرافت پر دہلی اور اہل ملی کو کمال فخر تھا اور حقیقت یہ ہو کہ وہ خدا کے سچے جلال کی روشنی اور اسلامی برکتوں سے مالا مال اور ان کی بخششوں اور لازوال نعمتوں سے بہرہ ور تھا۔ اگرچہ شیخ رفیع الدین محمد کے اور بھی چند بہائی تھے لیکن تاریخ نویسیوں نے اس خاندان پر یارک کرتے ہوئے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد اپنے تمام بہائیوں پر ایک خاص قسم کی عظمت و فضیلت کہتے تھے۔ آپ ظاہر و باطن دونوں طرح کے علوم کے جامع اور کتب تصوف کے کما مینعی و تحقیق رکھتے تھے۔ پہلے پہل اپنے اپنے والد بزرگوار سے طریقہ پشتیہ قادریہ حاصل کیا اور کچھ دنوں شیخ نجم الحق صاحب کی مبارک صحبت میں فیضیاب ہو۔ بعد والد کی ترغیب تحریریں سے خواجہ محمد باقی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک راز مدت تک ان کی صحبت میں زندگی بسر کی اور جو کچھ حاصل کرنا تھا یہاں حاصل کیا خواجہ محمد باقی اس بلند اقبال اور ہونہار تکمیل یا مرید کو انتہا سے زیادہ دوست رکھتے تھے اور ان کی خدا داد اہلیت اور ذہن رسائی وجہ سے اپنے حلقہ کے تمام تلامذہ پر ترجیح دیتے تھے یہی وجہ تھی کہ اس خاص فن کے دانشور کوئی

ایسی صفت نہ تھی جو خواجہ محمد باقی نے شیخ رفیع الدین محمد سے دریغ رکھی ہو، خصوصاً چونکہ درویش طریقت کے تمام مراتب پر عبور کر لیا اور پیر کی غایت درجہ کی توجہ کی وجہ سے معراج کمال پر پہنچ گئے، جناب شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ خواجہ محمد باقی شیخ رفیع الدین صاحب کا بہت بڑا ادب کرتے اور ہمیشہ اعزاز و توقیر سے پیش آتے تھے جب آپ کو خطاب کرتے تو شیخ یا دوسرے معزز الفاظ سے یاد کرتے تھے اور جو کچھ شیخ صاحب عرض کرتے تھے اسے خواجہ صاحب ضرور مان لیتے تھے یہی وجہ تھی کہ خواجہ صاحب کے تمام یاروں اور خلیفوں میں یہ بات عام طور پر مشہور ہو گئی تھی کہ شیخ رفیع الدین صاحب خواجہ کے معشوق ہیں حقیقت میں خواجہ کے بہتر شاگرد شیخ رفیع الدین صاحب کے ساتھ ایسے ہی تھے جیسے کسی مہربان باپ یا شفیع استاد کے بڑا دواپنے نہایت پیار اور چاہتے، فرزند یا لائق و قابل تلمیذ کیساتھ ہوا کرتے ہیں۔ اور آپ کا یہ اعزاز گویا ان مجموعی خدمت گزاروں کا ایک بیش بہا مرقع تھا جسے اپنے اپنے بزرگوار کی نمایاں خدمات سے مختلف الوان اور نقش نگار کیساتھ سجایا تھا۔ چنانچہ میں اس مقام پر چند اہم واقعات کا ذکر کرتا ہوں جسے ان دونوں حضرات کے اتحاد اور ارتباط اور ملی تعلقات نہایت تفصیل کیساتھ ظاہر ہوتے ہیں اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خواجہ محمد باقی اپنے لائق و قابل مرید کی کسی بات کو کبھی رد نہ کرتے تھے اور تمام شہنائی امور میں اُنسے عزیزانہ برتاؤ برتتے تھے۔

شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ جب شیخ رفیع الدین صاحب کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور آپ اپنے شیخ محمد عارف ابن شیخ غفور اعظم پوری کی لڑکی سے نکاح ثانی کرنا چاہا تو مجلس عقد میں جناب خواجہ محمد باقی کو قدم رنجہ فرمایا، کی تکلیف دی، خواجہ نے ضعف کا عذر کیا اور شیخ رفیع الدین سے معذرت کمال بھیجی، کہیں ہمارے عقد کے جلسہ میں ضعف کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکتا۔ امیں کہ تم مجھے معذور رکھو گے میرے ہمارے تعلقات نہایتی نہیں ہیں بلکہ فطرتی اور حقیقی طور پر وابستہ ہیں اور جب ہے تو گو میں بظاہر تمہارا جہ عقد میں شرکت نہیں کرتا لیکن دل سے ضرور شریک ہوں۔ شیخ رفیع الدین صاحب جب خواجہ کی اس معذرت پر مطلع ہوئے تو خود حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ حضور کو میرے جلسہ عقد میں ضرور شریک ہونا پڑیگا خواجہ نے جواب دیا کہ عزیز من! مجھے اس شرکت سے معاف کرو۔ آج کل میرا ضعف اور نقاہت اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ اعظم پور تو بہت دوسرے تھوڑی درمیانی کی برداشت نہیں کر سکتا شیخ نے عرض کیا ہمارا حضور یہ کیونکر ہو سکتا کہ میں تمہارا دل نہیں لے کر کہیں لطف صحبت نہیں لے سکتا اگر حضور کی یہ مرضی ہو اور آپ میرے جہ عقد میں قدم رنجہ نہیں کر سکتے تو میں بھی نہیں جاتا شیخ کی اس تقریر نے خواجہ کو ساتھ چلنے پر مجبور کیا اور آپ اعظم پور پہنچ گئے۔

جب خواجہ محمد باقی اعظم پور پہنچے اور ہنظر کے صوفیوں نے آپ کی آمد آمد کی خبر سنی تو سب جمع ہو کر اور بڑے جوش و سرور کیساتھ آپ کا خیر مقدم ادا کیا۔ ہر ایک شخص نے اپنے حوصلہ کے موافق زلفند آپ پر شہر کیا اور ایک پر تکلت اور عالیشان مکان میں مسد پر لا بٹھایا۔ اعظم پور کے اطراف ضلع سے جوق جوق صوفی آنے لگے اور آپ کی صحبت مبارک سے فیضیاب پہنچے لگے۔ اس نواح کے تنو تنو کوں کے صوفی اس مجلس حاضر تھے اور غل کا وہ رنگ تھا جو اس سے پیشتر کسی کبھی نہ تھا۔ تاکت تھا۔ غرض کہ اسی محفل میں شیخ رفیع الدین محمد کا محفل منعقد ہوا۔ اور مجلس بر غایت کی گئی۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار کی والدہ ماجدہ ان ہی شیخ محمد عارف کی صاحبزادی تھیں جن کا محفل شیخ رفیع الدین محمد سے اس مجلس میں ہوا۔ مولانا احمد غلامیہ کہ اس بیان سے وہ دلی تعلقات بخوبی ظاہر ہوتے ہیں جو جناب خواجہ محمد باقی اور شیخ رفیع الدین محمد صاحب میں تھے۔

(۲) بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ احمد سرہندی جناب خواجہ محمد باقی کی نسبت کوئی گستاخی بے ادبی ظہور میں آئی اور کسی شخص نے خواجہ کی خدمت میں اسے بھینسہ نقل کر دیا جس پر نہایت آشفتنہ دہریم ہو اور آثار و غضبناکی آپ کی پیشانی سے ظاہر ہونے لگے اتفاق سے وہاں ایک ناکا پڑا ہوا تھا آپ نے اٹھا کر بڑی مضبوطی کیساتھ گھر لگائی اور وہیں ڈال دیا۔ شیخ رفیع الدین محمد نے جو خواجہ کے مزاج سے وقف اور شناسا اس ناکے کو اٹھالیا اور بڑی حفاظت و احتیاط سے پاس رکھا۔ چند روز کے بعد شیخ احمد سرہندی قبض شدہ میں مبتلا ہوئے۔ اور چون چون علل ج کرتے گئے پچھنی بڑھتی گئی۔ آخر کار وہ اسکے سبب کی تلاش اور تفحص کے درپے ہو کر مدت تک چہان میں کرتے رہے جب حقیقت حال وضع ہوا تو آپ ہی میں آئے اور خواجہ کے رفقا سے اس بارہ میں شفاعت کی درخواست کی کہ کیا اس قدر جرات نہ پڑی کہ خواجہ کی خدمت میں اسکی بابت لب کشائی کرتا۔ اور شیخ احمد سرہندی کی معذرت کر کے انکی گستاخی معاف کرنا۔ انجام کار بنے مجبور ہو کر جواب دیا کہ ہم خواجہ کی خلاف مرضی کچھ نہیں کر سکتے لیکن اگر تم خواجہ کے معشوق سے کہو گے تو امید ہے کہ وہ تمہارا مطلب حل کر دینگے۔ شیخ احمد نے جناب شیخ رفیع الدین محمد کی طر رجوع کی اور باصرہ اور الحاح اپنا حال عرض کیا۔ شیخ خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ احمد کی التماس کو ایک ایسے شائستہ اسلوب سے عمدہ طریقے سے خلوت میں عرض کیا کہ خواجہ کو قبول کرنے کے سوا کچھ نہ پڑا اور بہت سلیت و صل کے بن خواجہ نے فرمایا بیشک مجھے تمہاری خاطر سے شیخ احمد کی گستاخی سے درگزر کرنا اور اسکے سر پر معافی کا تاج رکھنا مناسب ہے لیکن کیا اگر وہ

تا گا میرے پاس گم ہو گیا۔ شیخ نے خواجہ کی اس مہربانی اور عزت افزائی کا شکریہ ادا کیا اور وہ تاگا حبیب
 نکال کر فوراً حاضر کر دیا اور خواجہ کے حکم سے اُسکی گرہ کھول ڈالی۔ تاگے کی گرہ کھلتے ہی شیخ احمد کا قبض جاتا
 رہا۔ اور اُنکی رنج و بیماری فرحت و صحت بدل گئی۔ اس واقعہ سے بھی جناب خواجہ محمد باقی اور شیخ رفیع الدین محمد
 خصوصیات اور باہمی تعلقات کا کافی اندازہ ہو سکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو اعزاز شیخ رفیع الدین کو
 خواجہ کے علی دربار میں حاصل تھا اُسکی کوئی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ اور اس میدانِ اپنی عظمت کے برابر
 کوئی قدم نہیں کر سکتا تھا آپ کی بے مثال عزت اور لاثانی توقیر خواجہ کے عظیم الشان حلقہ میں سب
 تسلیم تھی اور ہر شخص آپکو اپنا سرتاج سمجھتا تھا۔ علاوہ ان دو واقعوں کے کتابوں میں اور بھی خواجہ محمد باقی اور شیخ
 رفیع الدین محمد کے باہمی تعلقات اور اتحاد کی جتنی مثالیں لکھی ہیں۔ لیکن چونکہ وہ ناظرین کی دلچسپی خالی ہیں
 اسلئے نظر انداز کی جاتی ہیں۔ مگر مجھے یہاں اس قدر اذیتنا سبب لوم ہوتا ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد نے جس دوسری
 اور دروندی سے خواجہ محمد باقی کی خدمت کی بہ حال وہ ان کا فرض منصبی سمجھا جاتا ہے مگر خواجہ نے جو اعزاز
 و اکرام شیخ رفیع الدین کو اپنے مریدوں کے حلقہ میں قائم کیا اسکے حسانِ شہنشاہ کی بکدرش نہیں ہو
 شیخ رفیع الدین محمد کی ذکاوت و فراست بھی خاص کر قابلِ ذکر ہے اور اُسکی روایتیں صد زیادہ دلچسپ
 چنانچہ ایک روایتیں بیان نقل کی جاتی ہیں (۱) شیخ فرید بخاری اپنے وقت کے معزز امیروں میں سے ایک تھے
 دو ہمتند تھا اور قطع نظر ممالک و مملکتوں کے نجابت و صلاح کو جامع اور مشائخ صوفیہ کا انتہا سے زیادہ معتقد
 تھا اسنے ایک عالیشان سرا کی بنیاد ڈالی اور کثیر التعداد و پیر یہ صرف کر کے انہیں چند بڑی بڑی عمارتیں قائم کیں
 جب سارا اُسکی عمارتیں بند تیار ہو گئیں تو اسنے اپنی عزت افزائی کی غرض سے شہر کے تمام مشائخ کی دعوت کی
 اور سامانِ ضیافت مرتب کیا۔ شیخ رفیع الدین محمد صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور مع رفقا
 غریبانہ پر تشریف لاکر کمترین کی عزت افزائی فرمائیں چنانچہ اپنے اُسکی دعوت منظور کر لی اور مقررہ وقت پر
 تشریف لیگئے۔ کہانی سے فارغ ہونیکے بعد سماع کی محفل گرم ہوئی۔ اور اہل مجلس میں ایک شخص پر جھڑپا رہا
 آتا فائدا کا حال متغیر ہو گیا اور ستانہ غرو سے ساری محفل گونج اٹھی۔ تمام حاضرین ستر مجلس کے مطابق
 اُسکی تعظیم کیلئے اُٹھے لیکن شیخ نے اپنی جگہ سے حرکت تک کی۔ اس پر بعض لوگوں نے چچا کیا اور باہم بڑی
 جھج جھج کے بعد سب کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ بیشک شیخ کا فیصل خلاف طریقت ظہور میں آیا۔ شیخ نے فوراً اس
 عیب گیری کو تار تار کیا اور سمجھ گئے کہ ان لوگوں میں سے کترے نہیں تو تحقیق کی نگاہوں دیکھا ہے لیکن مہنوز

آپ اسی طرح بیٹھے رہی اور کسی سے کچھ نہیں کہا جب اُس شخص کا وجہ رائل ہو گیا اور محفل سماع عرفات ہو گیا تو خود شیخ فرید نے آپ سے دریافت کیا کہ صاحبہ جد کی تعظیم کیلئے جو آپ کہہ کرے نہیں ہوگا اس کا کیا سبب تھا شیخ صاحبہ نے نہایت متانت و سنجیدگی سے جواب دیا کہ اگر تم اُس شخص سے اس وجہ اور تفسیر کا سبب دریافت کرتے تو میرے بیٹھے رہنے کا عذر بہت جلد روشن ہو جاتا اور مجھے یہ ریافت کر نیکی حاجت نہ پڑتی چنانچہ شیخ فرید کے اُس شخص کو اپنے پاس بلایا اور رقصِ نعرے کا سبب پوچھا جواب دیا کہ میں بخیر اس کے اور کچھ نہیں جانتا کہ دو تین روز کا عرصہ ہوا ہو کہ میری بیوی انتقال کر گئی ہو اس کا بچ و غم میرے ولیمین اس وقت تک مضمحل رہا جب یہ بچپن کر دینے والے نفی اور تڑپا دینے والے راگ میرے کان میں پڑے تو دودھ بچ و غم بے اختیار بڑک اٹھے اور انتہا سے زیادہ بچپنی اور تفسیر مجھ میں ظاہر ہوا پہلے وہ تو دیکھ ہی لیا جو مجھے ظہور میں آیا جب یہ شخص اپنی تقریر کا سلسلہ ختم کر چکا تو شیخ رفیع الدین محمد نے کسی قدر کراخت آواز میں فرمایا کہ ہمارا ایک نذاف کی تعظیم کیلئے اٹھنا جو اپنی جو رو کے غم میں مبتلا ہو کر چند نعرے مار مشائخ طریقت نے کمان اور کس جگہ بیان فرمایا حاضرین مجلس آپ کی اس فہانت و ذکاوت سے دنگ ہو گئے اور جنہوں نے اس بارہ میں بحث کی تھی فحالت و شرمندگی سے سر نہ اٹھایا اور انجام کار اپنی اس بیہودہ بحث سے توبہ کی اور شیخ سے معافی چاہی اس واقعہ سے شیخ صاحبہ کی فہانت و تفرس قطع نظر کر کے آپ کا قومی اعزاز واقعہ در بھی ثابت ہوتا ہو اور صاف معلوم ہوتا ہو کہ آپ قومی جلسوں میں نہایت باوقفت اور معتد تسلیم کیے جاتے تھے۔

(۲) خان عالم جو شاہی دربار کے امیرن میں سے تھا۔ اور ابتدا میں شیخ رفیع الدین محمد کا نہایت معتقد تھا ایک فرد اسکے باغ میں جو کئی مکان سے بہت ہی متصل واقع تھا ایک فقیر وضع شخص ارد ہو۔ یہ فقیر نظر ہر نہایت محذب معلوم ہوتا تھا اور بنا رو دنیا کی مخالفت صحبت سے کلی نفرت رکھتا تھا۔ بات بات میں اُسکی زبان سے قال صد قال الرسول نکلتا تھا اور چونکہ چند روز میں اسکی توکل و قناعت اور تدبیر و تہذیب نیز اتفاقاً خدا پرستی طہارت اور تقدس نفسانی بقیہ میری جو ہر ذکی و خوشانی دیانت۔ نیک نیتی کی شہرت تمام دہلی میں پھیل گئی تھی اسلئے تمام اسلامی پارٹیوں میں اُسکی عزت کی جاتی تھی۔ اور قطع نظر اس خصوصیت کے چونکہ اُسکی تواضع اور نیک چلنی کا جاوہ خان عالم کے بچلے سون پر اپنا پورا اثر ڈال چکا تھا۔ اسلئے دہلی کے ہر گلی کوچہ میں اُسکی قابلیت کی داد دی جاتی تھی۔ خان عالم کے مذہب و نجب اُسکی لیاقت اور خدا پرستی کا ہر طرح پر امتحان کیا تو بسبیل تذکرہ اُسکے مفصل حالات خان عالم سے بیان کیے اور وہ دل سے اُسکا معتقد ہو گیا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ شیخ رفیع الدین محمد

بھی اُس باغ میں گزر ہوا اور اپنے اُس فقیر کو دیکھ کر خانہ عالم سے فرمایا کہ یہ شخص فقیر نہیں ہو بلکہ ایک نہایت
 نہر ملا سانپ ہو اس کا نامہ اسکان بچتے رہتا لیکن خانہ عالم نے اپنی اس دلسوزی اور ہمدردی کو حد پر محمول کر کے
 ذرا بھی التفات نہیں کیا اور بجائے اس کے کہ شیخ کی نصیحت کو پیش نظر رکھ کر اُس سے احتیاط کرنا اُنکا کھنڈ کر کے
 اسکی مصنوعی اور بناوٹی باتوں پر جان قربان کرنے لگا۔ ابھی اس پر بہت دن نہ گزرنے پاؤے تھے کہ بادشاہ دہلی
 نے خانہ عالم کو ایران کی سفارت پر متعین کیا اور چونکہ اس دور دراز سفر کیلئے کثیر التعداد روپیہ کی ضرورت تھی
 اور اتفاق سے اُس وقت اس قدر روپیہ اُس کے پاس موجود نہ تھا اسلئے وہ نہایت تجھرو مٹرو ہوا فقیر نے
 خانہ عالم کی اس سرسریگی اور تذبذب کو معلوم کر کے دریافت کیا کہ تمہاری پریشانی اور تردد کا کیا سبب ہے
 خانہ عالم نے تمام حال مفصلاً بیان کر دیا اس پر فقیر نے نہایت تسلی آمیز لہجہ میں کہا کہ تم روپیہ کی طرف سو پریشان
 نہو میں اکسیر بنانا جانتا ہوں لمحہ بہ لمحہ تمہارے آگے روپیہ کا ڈھیر لگا دوں گا لیکن اُس کے یو کی قدر اسباب متیا
 کر نیکی ضرورت ہو۔ بدقت خانہ عالم فوراً اُس کے دھوکے میں آ گیا۔ اور لاکھ روپیہ زندہ کے توڑے اُس کے سامنے چن دے
 سکا رو عمار فقیر چند روز تک عجیب و غریب چلے کرتا رہا۔ اور آہستہ آہستہ تمام روپیہ غارت کر کے ایک دن دوش
 ہو گیا ہر چند تلاش جستجو کی گئی لیکن کہیں سراغ نہ لگا۔ خانہ عالم کی نقصان یاد دہکرات ہاتھ ہاتھ ہاتھ ہاتھ ہاتھ
 ہوا اور اپنی حماقت و ابلہ فہمی کے طشت از بام ہونے کے خوف سے خاموش ہو گیا اور فقیر کی عیاری و دھوکا
 پر عیش کرنے لگا حقیقت میں اگر خانہ عالم شیخ رفیع الدین محمد کی دلسوزی و خیر خواہی سے بہری ہوئی نصیحت
 پر عمل کرتا اور فقیر کے اس رنگ روغن پر بھجنا تو ایسا چشم زخم کہی نہ اٹھاتا اور اگر اُسے ذرا بھی خدا و احد عقل ہوئی
 تو ایسے درہم و دینار کے بندہ سے ہمیشہ کو سونے ڈور رہتا لیکن اصل بات یہ ہے کہ غریب اور سادہ لوح خانہ عالم کو
 بیشک اُس نفس کے بندہ کی صحبت بظاہر خوش اور سعید معلوم ہوتی تھی مگر اُسے یہ خبر نہ تھی کہ ایک مجسم شیطان
 کا زہر ملا اثر نہ صرف سیر مال کو زہر آلود کر گیا بلکہ عزت و آبرو کو ایسی سخت مضرت پہنچا گیا کہ میں انجام کا ہاتھ
 متاثر ہوا و نگاہ کیا جاتا تھا کہ ایک ایسا شخص جسکی بچکانہ نماز کہنی غنہ نہ ہو جسکی مجلس میں ہر وقت وظیفہ غنا
 کا چرچا رہے جسکی زبان سے اللہ ہونے کے سوا دوسرے لفظ نہ نکلے سیر حق میں کالاناگ ثابت ہو گا جس کا نام
 کہی نہ سچ سکے گا۔ ان ہی گندم ناجو فروش فقروں کے حالات پر ریاکار کرتے ہو ایک مغز مہصر لکھتا
 کہ ”ایسے صوفیوں اور فقروں کو سلام ہو جو نفس کے بندے ہو کربال فرہم کر نیکی دہن میں لوگوں کو ٹھگتے پہرے
 اور نا خدا ترسی سے نادانفہوں کا اٹھی چرمی سے گلا کاٹتے ہیں لیکن اُن تک نہیں کرتے“ اس میں ذرا بھی

شک شبہ نہیں کہ جس شخص نے فقر اور تصوف کو اپنی خبیث اور ناپاک نفسانی خواہشوں اور چوہانی جذبات
 سے بہرہ و حاصل کرنے کا فریضہ قرار دے رکھا ہو اور انسانی عظمت اسلامی برتری علیٰ حرمت کو نیست و نابود
 کر کے ذلت کے آخری درجہ پر پہنچا رکھا ہے اُسکی ذات نہایت فقر و تنگدستی اور سخت تنفر انگیز ہے جو لوگ فقر
 تصوف کے ظاہری لباس سے آراستہ ہو کر رنگین کپڑے پہن کر گلے میں تسبیح ڈال کر فقیری کے پردہ میں
 غریبوں کی گاڑھی کمانی کا مال غصب کرتے ہیں تو ان کے حلقوں سے بڑی بیدردی اور ظلم سے لہمہ نکالتے ہیں
 ان پر نیز انکی فقیری پر دو حرف فقر و تصوف بجائے خود کوئی مضبوطی کے خلاف چیز نہیں ہیں بلکہ اسے
 انسان کے ضمیر پر جو ہر نہایت روشن چمک رہا ہوتا ہے اور اپنے میں خدا تعالیٰ کے سچے جلال و جبروت کی تابانی رکھتے
 ہیں لیکن ایسے فقر و تصوف پر خدا کی لعنت جو انسانی شرافت و عظمت کے مٹانے والے اور ذاتی جوہر و کچھ خون
 کر نیولے ہوں فقر کی فضیلت و بزرگی قرآن مجید کی متعدد آیات اور مشہد حدیثوں سے ثابت ہوئی ہے لیکن
 ارہمینہ دنیا طلب فقیر ہرگز دخل نہیں ہیں جو فقیری کی آڑ میں دنیا حاصل کرتے اور غریبوں کے مال بیدریغ
 ہڑپ کر جاتے ہیں۔ بلکہ حلی فقیر وہ ہو جو اپنا مال و متاع خدا کی راہ میں قربان کر دے اور خدا کی رضا مندی
 و خوشنودی میں جان تک دینے نہ کرے یہ شان فقیری ہے اور حقیقت میں انہیں فقیر و کی نسبت جانتی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یدخل الجنة فقراء امتی الجنة قبل ان یفنیاء جھنما ثمانہ عام یعنی میری امت
 کے فقر و غنی اور دولت مندوں سے پانسو سال پیشہ جنت میں داخل ہونگے لیکن اُس فقیری کی نسبت جبکہ
 میں اوپر ذکر کرتا ہوں۔ آپ صاف لفظوں میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کاد الفقر ان یکن کفرا اسی فقیری
 کا یہ اثر ہے کہ یہ کیا کرد و پیش جو ابھی ابھی زندہ و پارسانی کے لباس میں خائفانہ عالم کے باغ میں بیٹھا نظر آتا تھا جب
 یہ مانع غریب خائفانہ عالم کا کثیر اللہ اور وہی غارت کر کے مخفی ہوا تو تمام لہو و پارسانی کو چوڑ کر فسق و فجور اختیار
 کیا اور مذہب و اس قدر دور ہو گیا کہ ڈاڑھی موچہ منڈا کر بہن کا روپ بہا اور سادہ لوح ہندوؤں کو ٹھگنا
 شروع کیا۔ جب خائفانہ عالم ایران کی سفارت کی تکمیل کر کے دہلی واپس آیا تو اثناس سفر میں حافظ محمد حسن بنحو
 خائفانہ عالم کا بیٹھتا تھا اور تفریق و کدات میں اپنا نظیر نہ کرتا تھا اس عیار و روش کو دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور
 گرفتار کر کے خائفانہ عالم کے پاس لایا۔ اس کا کرنے اگرچہ پہلے پہل اپنا حال مخفی کرنے میں بہت کوشش کی لیکن جب
 طرح طرح کی ایذا اور المناک مزاحمتیں تو آخر کار نے اپنے جوہر کا اقرار کر لیا اور تلاشی کے بعد کچھ مال بھی برآمد ہوا۔
 اسکے بعد خائفانہ عالم نے خواب میں دیکھا کہ ایک حلیل و قدر اور واجب الاحرام بزرگ کی خدمت میں پہنچا کر اس

بیعت کی ہو اور اسکی طاعت و بندگی کا حلقہ اپنے کان میں ڈال لیا ہو فوراً بیچینی کے ساتھ اُٹھ کر اُٹھا ہوا
چونکہ تصویر کشی میں پوری مہارت رکھتا تھا صحیح کو اُس بزرگ کی تصویر ایک کاغذ پر کھینچی اور جناب خواجہ محمد باقی
کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب کی تعبیر دریافت کی اور کاغذی تصویر ملاحظہ کیلئے پیش کی خواجہ نے فرمایا کہ تصویر
دیکھنے کی کوئی حاجت نہیں میں اُس عزیز کو پہچان گیا ہوں تمہیں چاہیئے کہ شیخ رفیع الدین محمد سے بیعت کرو
اور ان کے فرمان پر گروں تسلیم کرو چنانچہ خان عالم شیخ کچھ متہین حاضر ہوا اور غدر و معذرت کر کے بیعت کی تجویز کی
الغرض شیخ رفیع الدین محمد صاحب کے اوصاف و کمالات اور خدا ترستی روحانی جوہر و فکی جہان تک سچی تعریف
کیجاؤ تھوڑی سی لپکے تا بیخی حالات و واقعات کتابوں میں استقدر لکھے گئے ہیں کہ اگر انکا دوسواں حصہ بنی کر کیا
جاؤ تو حیات و ملی انکی وسعت نہیں کہ جتنی اسلئے میں ان تمام واقعات کو قلم انداز کر کے صرف ایک ایسے واقعہ پر
آپکے حالات کو ختم کرتا ہوں جو نہایت ہی دلچسپ اور نشاط انگیز ہے۔

شیخ رفیع الدین محمد کے اگر تمام اوصاف اخلاق سے قطع نظر کیجائے اور خواجہ محمد باقی کی خلافت کو استاء
کو بھی الگ کر دیا جائے تو بھی کرم و مروت کی ایک ایسی صفت آپ میں پائی جاتی تھی جس کو مخیر و ن اور عالی ہمتوں
کی فہرست میں آپ کا نام نہایت روشن اور جلی حروف میں نظر آتا ہو اور غالباً ایک ایسی مروت پسندی کی
نے آپ کو دنیا پر مین مشہور کر دیا ہو یا پکی مروت و حوصلہ مندی کی مثالیں اگرچہ نہ کروں میں بہت کچھ پائی جاتی ہیں
لیکن میں اس مقام پر صرف ایک اقدہ لکھتا ہوں جس سے واضح ہو جائیگا کہ شیخ صاحب کو اس صفت میں اعلیٰ
درجہ کا کمال حاصل تھا۔

شیخ رفیع الدین محمد دولت علم کے علاوہ صاحب ثروت اور مالدار بھی تھے اور یہ تمام دولت مند جمی متول نہیں
اپنے والد ماجد قطب العلم کے ورثہ سے حاصل ہوا تھا لیکن نہایت قابل تعریف ہو کہ آپ اس متول کیساتھ اُس نیکو
سے بھی آراستہ تھے جو مال دولت کی واسطے زیب و زینت کا باعث ہو لیکن کرم و سخاوت جو انمزدی خوش خلقی
مروت سب باتیں آپ میں بوجہ حسن پائی جاتی تھیں۔ فقرا اور مساکین کیساتھ سلوک کرنے اور حیا نہر تاؤ
سے پیش آنے کے سوا طلبہ سے بہت رعایت کرتے اور تابا مکان انکے ساتھ نیک سلوک کرتے۔ آپکے
متول تخصیص کیساتھ اسوجہ او بھی قابل کر ہو کہ باوجودیکہ آپ کی دولت مندی اور متول تمام دلی میں شاعت
پا چکا تھا اور حقیقت میں آپ کا متول ایک امیر کبیر کی دولت کیساتھ ہم سہی کا دعویٰ کرتا تھا۔ لیکن آپ ایسے
سادہ طریقہ سے اپنی زندگی بسر کرتے تھے جو ایک دولت مند سے شکل و سخت شکل ہو آپ ہر شخص سے خواہ

کسی رتبہ کا آدمی ہوتا نہایت عاجزی و انکسار اور متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے۔

ایک دفعہ کانفرنس ہوئی کہ ہنزفون کی ایک جماعت نے آپ کے تمول کی شہرت سُکر آپ کے مکان پر حملہ کرنا چاہا لیکن اس قبل کہ سب ملکر کیا لگی مکان پر پل پڑیں اور آپ کا مال متاع غارت کر کے لیجائیں اپنے بیٹے ایک شخص کو اسلئے منتخب کر کے روانہ کیا کہ آمد و رفت کے رستہ سے واقف ہو جا اور نقد و اسباب کچھ لگالو اور یہی معلوم کر آئے کہ گھر کے لوگ غافل ہیں یا ہشیار چنانچہ ہنزفون کا منتخب کیا ہوا جاسوس لوگوں کو غفلت میں پا کر شیخ کے مکان میں دروازہ کھس گیا لیکن خدا کی شان کہ میں داخل ہوتے ہی اندھا ہو گیا اور نہایت بچپنی کے ساتھ چاروں طرف ہاتھ پائوں مارنے لگا اسکی یہ آہٹ محسوس کر کے گھر والے جاگ اٹھے اور چراغ لیکر باہر آدھرو کی بنا شروع کیا جب حقیقت حال پر مطلع ہوئے تو شیخ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے اپنی انتہاء ویر کی مروت و کرم کی وجہ سے اہل خانہ کو حکم دیا کہ اس کی سطح کا تعرض نہ کرو اور کچھ دیر رخصت کرو و چنانچہ آپ کے ارشاد کی فوری تعمیل ہوئی اور گہرا لوتھ آٹھ کچھ نقد اور کمانا دیکر رخصت ہوئی اجازت دی لیکن جاسوس نے بھرتی ہوئی آواز میں غل جپا کر کہا کہ میں اس سطح جاؤں نہ تو آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے نہ پاؤں میں زقماں کی طاقت ہے میری آنکھیں بالکل اندھی ہو گئیں اور گھٹنے ٹوٹ گئے ہیں یہ سُکر شیخ بسترِ خواب اٹھے اور نہایت شفقت اور مہربانی سے اپنی لکڑی اسکی آنکھوں اور گھٹنوں سے چھوا دی جاسوس بیٹا و تندرست ہو کر اپنی جماعت کے جا ملہ اور تمام اقدار بھینہ نقل کر دیا ہنزفون کی جماعت نہایت نادوم و پشیمان ہوئی اور تاسف کرتی ہوئی لوٹ گئی اسکے بعد پر کبھی انہوں نے اس طرف رخ نہیں کیا حالانکہ شیخ کا مکان شہر و آبادی الگ واقع تھا اور مکان کی عمارت سنگین و پختہ و تھی بلکہ نہایت خام اور بودی تھی طہر فیر کہ آپ کا تمول شہور معروف تھا اور کوئی پہرہ چوکی دینے والا موجود نہ تھا۔

شیخ رفیع الدین محمد کی اس قدر معروفی کے بعد اب ہم آپ کے آباد و اجداد میں سے خاص کر ان حضرات کے حالات مختصراً نوکر کرتے ہیں جو ذیل کے سلسلہ نسب میں تاریخی شہرت زیادہ رکھتے ہیں اور جنکے واقعات دلچسپی اور لذت و جدت کے سامان بہت کچھ لے سکتے ہیں۔

باب اول در کا شہ نسب
شیخ رفیع الدین محمد کے

۱۔ شیخ طاہر تین فرزند تھے لیکن دو حضرات کے نام باوجود تحقیق کے اب تک معلوم نہیں ہوئے ۲۔ شیخ حسن چار فرزند تھے مگر جو بزرگ شیخ محمد المعروف بربخالی اور شیخ عبدالغفر صاحب کے دو سر دو صاحبزادوں کا پتہ نہیں لگا ۳۔ شیخ عبدالغفر صاحب تین صاحبزادے تھے جن میں دو صاحبزادوں کے نام کا پتہ نہیں لگا ۴۔ مولف

شیخ محمد طاہر جو شیخ رفیع الدین محمد کے بڑے اعلیٰ قدر اور جو پورب میں بڑی مشہور اور نامور عالم شہر ایکے جانتے
 متان میں پیدا ہوئے آپ کا خاندان متان میں بڑی ناموری اور نیک نامی کیساتھ مشہور رہتا جس کی وجہ سے وہ شہرت
 صرف متان کے باشندوں بلکہ دور دراز کے لوگ تسلیم کرتے تھے اور جس کا اعزاز انہوں نے ہر طبقہ کے لوگ ہمیشہ پیش
 نظر رکھتے تھے اس وجہ سے احترام اور شریفانہ نمان میں بہت سے ایسے مقتدر اور باوقفت لوگ موجود تھے جن کے فضل
 کمال کا تمام زمانے کو اعتراف تھا اور جس شہرت کیساتھ ان کا نام پکارا جاتا تھا اس کی کمی نہ یادہ وقعت کو لوگ
 کے دلوں میں پیدا ہو گئی تھی غرض کہ محترم شیخ محمد طاہر جو پورب میں رہتے تھے ان کی اس مغرور و متعہ خاندان میں پیدا
 ابتدائی زمانہ میں اگرچہ شیخ محمد طاہر کو حسب معمول قرآن شریف کی تعلیم پانیکے لئے متنب میں پڑھ کر لیا گیا
 لیکن یہ تعجب اور تعجب کیساتھ حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ انہوں نے تعلیم کی طرف بالکل توجہ نہیں کی بلکہ ہمیشہ پیش
 شکامین مصروف رہے اور یہی مصروفیت تحصیل علوم سے مانع ہوئی مگر جب آپ عمر کے بتائی مدت تک جو کر کے
 سن بلوغ کو پہنچے تو ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ کی ہمشیرہ نے قرآن مجید کی ایک آیت پیش کی اور اسکی تفسیر دریافت
 کی جبکہ جواب شیخ سے کچھ بن نہ پڑا لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کو اس درجہ ندامت حاصل ہوئی کہ کسی طرح سو ستر اٹھ
 اس وقت آپ کی حیرت میں اس قدر سلسلہ جنبانی ہوئی کہ قرآن مجید نفل میں لیکر اپنے وطن بالوف کو خدا حافظ کھا
 اور تحصیل علوم کیلئے مسافت کی ناگوار سختیاں برداشت کرنا اختیار کیں اب آپ کی کیفیت تھی کہ جس شہر یا قصبہ
 میں کسی عالم کی شہرت سنتے اسکی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ نہ کچھ حاصل کرتے چند روزیں آپ ٹھانیے مریںے
 اور یہاں اس قدر قابلیت پیدا ہو گئی کہ قرآن شریف کے معانی و مطالبات ذکر کی کمال مہارت اور توفیق
 حاصل ہو گئی آپ نے اپنی ہمشیرہ کو خط لکھا اور لکھا ہے اہل بیت کی تفسیر لکھ دی جسکی بابت انہوں نے ہتھساکر لیا تھا
 شیخ محمد طاہر کو اس وقت اگرچہ تمام علوم و فنون میں کافی دسترس پیدا ہو گئی تھی لیکن ہمت کو بلند نہ کیا
 شاہین نے اسپر میں نہیں کیا بلکہ ان کا ذوق علمی تھا انیسرے صدیہ ہمارے میں پہنچ لایا کیونکہ اس عہد میں
 ہمارے سوا تحصیل علوم و فنون کا کوئی دوسرا موقع طالب علموں کے حق میں تھا یہاں اس وقت اہل علم کا
 بہت بڑا مجمع تھا اور ہر موقع پر علما کے جھگڑے رہتے تھے جب آپ ہمارے میں پہنچے تو ایک مشہور علامہ کی خدمت
 میں تکمیل علوم کی غرض سے تشریف لیگئے اور اسے آپ کو ششانی اور ہونہار سمجھ کر اپنے درس میں داخل کر لیا اور
 نہایت محنت و جانفشانی سے چند روز میں تمام کتب رسیہ اور فنون رسیہ پر عبور کرادیا اب وہ زمانہ آیا
 کہ آپ کی ہیشال جودت طبع اور لاثانی حافظہ کا علما کے عام طبقوں میں چرچا ہونے لگا اور شدہ شدہ

آپ کی حدیث غلیظہ و فحش اور استحضار علوم کی بے انتہا شہرت لوگوں کو آپ کی طرف منسوب ہو گئی اور جو آپ کی زیارت کیلئے آتے اور آپ کے فضائل کا حال و غلیظہ سچ کا حال و غلیظہ فحش کہتے۔

عالم اور ان میں آپ کے اخلاق ایسے وسیع اور عام تھے جیسا کہ چاروں جہاں کے تمام باشندے اور ہر مذہب اور فرقہ کے لوگ
سمتا اور جہت سے آپ کی عظمت، نیک چلنی، عام خلاق کی ہر جگہ داد و تحسین دیتے۔ ہمارے خاصا بھی ہر جگہ
شرف و ایمان داری کی تمام اہل شہر قدر کرتے تھے۔ جسے اپنی زبان میں سندھ و برصغیر اور شہرستانوں
سے مسلمانوں کے تغیر قلوب میں عام طور پر ناموسی خیال کی تھی اسے جسے شیخ محمد نظام کے فضائل و مناقب
و جہات و شجاعت کو دیکھ کر انہیں عزیز و پیاری اہل کو آپ کے عہد میں یہ یاد رکھنے کے چند اور وجوہ آپ کے ہمارے
کو چھوڑ دیا اور پورے کئی اطراف میں قیام فرمایا۔

انغرض خدا تعالیٰ نے شیخ محمد طاہر کو وہ اندازہ کرنے والا دماغ اور جانتنے والی عقل عطا کی تھی جسکی نظیر اس عہد میں بہت مشکل سے ملتی تھی۔ آپ تمام علوم کو جامع اور مرد و جہنوں کو حاوی تھی آپ کی نظر ایسی تھی اور غارتھی کہ تمام علوم سے عمدہ عمدہ نتائج اخذ کرتے اور ان کے جزئی و کلی مسائل کا پورے طور پر انتخاب کر لیتے تھے۔ بہر حال آخر عمر میں آپ کو وہ مرتبہ حاصل ہو گیا تھا کہ اپنے زمانہ کے علمائے سر تاج اور ثقات بزرگوں سے عقید علیہ تسلیم کیے جاتے تھے۔ شیخ کے مہمان تاجی بہاؤ آبادی کا مدینہ منورہ کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے جن میں سب سے بڑے اور بزرگ فرزند شیخ حسن تھے۔ شیخ محمد طاہر صاحب آخری عمر میں اپنے فرزندوں اور ان عیال کو ساتھ لیکر شہر چوہدری میں چلے آئے تھے۔ یہیں آپ نے انتقال فرمایا اور میں مدفون ہو چکی تھی قبر شریف ہنوز موجود ہے اور لوگ دور دور سے اسکی زیارت کیلئے آتے ہیں۔

شیخ حسن صاحب جو شیخ طاہر کے بڑے فرزند تھے بچپن کے زمانہ میں نہایت دہمی اور حلیم فطرت رکھتے تھے۔ لیکن چون جون آپ ابتدائی عمر کے مرحلے طو کرتے گئے مزاج میں تواضع و انکساری آتی گئی نو سال کی عمر میں اپنے قرآن مجید یاد کر لیا اور اسکے کتب متداولہ کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ علم صرف نحو کی معمولی کتابا میں پڑھنی شروع کیں اور دو تین ہی برس میں اس فن کی تمام درسی کتابا میں نکال لین گیا۔ یا بارہ سال کی عمر میں آپ کو صرف و نحو میں کامل مہارت اور تمامہ لیاقت ہو گئی۔ اسکے بعد اپنے فقہ و حدیث وغیرہ علوم کی تعلیم پائی۔ فقہ و حدیث کے علوم اگرچہ نہایت سخت اور دشوار گزار علوم ہیں مگر شیخ حسن صاحب کو اپنے ہمیشہ حافظہ اور حدیث المثال و نہایت کی بدولت یہ اہم اور مشکل علوم بھی پانی تھے۔

غرض کہ آپ اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے تھے۔

اگرچہ اس امر میں ہماری واقفیت محدود ہو اور ہمیں یہ بتانا بہت مشکل ہے کہ شیخ حسن کی خدمت علی کن علما کے سپرد کی گئی۔ لیکن اس میں فراشک نہیں کہ تعلیم کا دوسرا جزو جسے تربیت سے تعبیر کیا جاتا ہے اسکی اتالیقی خود جناب شیخ محمد طاہر کے ہاتھ میں تھی۔ اور شیخ محمد طاہر اس باپ کے شخص تھے کہ اس عہد میں بڑے بڑے نامور اور مشہور علما کی اتالیقی آپ کے سپرد تھی جیسا کہ ہم اوپر ذکر کرتے ہیں بہر حال شیخ حسن کو تعلیم و تربیت کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کے اہل کمال میں شمار کرنا ضرور ہے۔

جب شیخ حسن صاحب فرخ تحصیل ہو تو دور دور سے لوگ آپسے فقہ و حدیث کی تعلیم یا نیکی غرض ہو جو جوق آئے لگے اور اس کمسنی اور ابتدائی عمر میں آپ مقتدا و خواص اور متعلقہ علیہ علما تسلیم کیے گئے لیکن آپ کی طفلانہ نظر میں پہلے ہی سے اس بات کی پوشیدہ گونجی کرتی تھیں کہ یہ شریف و نجیب بچہ آئندہ زمانے میں علم طریقت کا سراج اور مشائخ صوفیہ کا پیشوا قرار دیا جائے گا۔ اور بچپن کے زمانہ میں آپ کی پیشانی سے وہ شہ و طلب کے آثار نمایاں تھے جو صاف طور پر سہات کی شہادت دیتے تھے کہ یہ ہونا بچہ درویشوں کا مقتد ہوگا چنانچہ جس زمانہ میں سید حامد راجی شاہ کی عظمت و شہرت کا ستارہ اوج عروج پر شہاب ثاقب بن کر چمک رہا تھا اور اقبال کی یادری اور کمال علم کا آفتاب اپنی پوری تابانی دکھا رہا تھا نیز ان کے ضمیری جوہر نور اور روحانی جذبات کی روشنی اطراف عالم میں پھیل گئی تھی تو شیخ حسن بزرگ سید کے امتحان کی غرض سے انکی خدمت میں پہنچے۔ اور پہلے ہی مرحلہ میں جاذبہ انلی نے محترم سید حلقہ میں آپ کو کینچ لیا سید حامد راجی شاہ اپنے وقت کے مشائخ میں امتیازیہ نظروں سے دیکھے جاتے تھے اور علم طریقت میں اپنے وہ نام پایا تھا کہ مشائخ زمانہ آپ کو نہایت معزز اور مقتدا القاب سے یاد کرتے تھے علاوہ ازیں جو عظمت اور قدر و منزلت ان کے دلوں میں موجود تھی وہ ایسی اعلیٰ درجہ کی تھی جہاں کوئی کافی اندازہ نہیں کر سکتا آپ شیخ حسام الدین بانکپوری کے ممتاز خلیفہ تھے جو حقیقت میں شریعت و طریقت و دونوں طرح کے علوم کو جامع اور مشائخ چشتیہ میں اعلیٰ درجہ کا اعزاز و اقتدار رکھتے تھے اس کے علاوہ شیخ نور قطب العالم کی خلافت کا ممتاز منصب بھی آپ کو حاصل تھا غرض کہ شیخ حسام الدین صاحب اپنے عہد میں ایک ایسے مسلم الثبوت صوفی تھے جو ہر بات میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ کا زہد و تقویٰ و قورع ضرب المثل تھا اور آپ کا مستجاب الدعوات ہونا خواص میں بے مثل شہرت پانچا تھا۔

شیخ نور قطب العالم ہندوستان کے نامور مشہور مشائخ میں سے تھے عشق و محبت، ذوق و شوق
تصرف و کرامت ریاضات و مجاہدات اور مذہبی مباحث میں سب سے زیادہ حصہ رکھتے تھے بلکہ اُس عہد
میں کوئی شخص ان باتوں میں آپ کی ہم سہری اور برابری کا دعویٰ نہ کر سکتا تھا۔ کثرت ریاضات نے تمام
عالم میں شہرت عام پیدا کر دی تھی۔ اور علماء و فضلاء مشائخ کا جمع آپ کے مکان پر لگا رہتا تھا شیخ نور قطب
العالم کی لائف میں جو بات سب سے زیادہ استعجاب کی نظر سے دیکھی جاتی ہو وہ آپ کی دینداری اور مذہبی تقدیر
و جوش ہے جس کی نظیر اُس زمانہ کے مشائخ میں بہت مشکل سے ملتی ہو۔ آپ اپنے والد شیخ علاء الحق بن سعد
کے خلیفہ بھی تھے جو جامع علم ظاہر و باطن اور مرجع خواص و عوام تھے۔ گو خلافت کے اس ممتاز منصب نے
شیخ نور قطب العالم کو اور بھی مشہور و معروف کر دیا تھا۔ لیکن واقعی بات یہ ہو کہ جس چیز نے آپ کے فضل و کمال
کو منصب خلافت کے علاوہ تمام ہندوستان میں مشہور کر دیا وہ آپ کے علمی کارنامے اور تصرف کرامات
کے سچے واقعات ہیں۔ جب کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تک صفحات تواریخ پر ان کی گہری جہلک پڑ رہی ہے۔

شیخ علاء الحق قطع نظر اس کے کہ نگالہ اور پورب کے تمام مشائخ میں نہایت قدر و وقت کی نگاہ سے دیکھو
جاتے تھے۔ اور اُس عہد کے علماء و مشائخ میں غیر معمولی شہرت رکھتے تھے۔ شریعت و طریقت کے دونوں
علوم کو جامع اور علمی تجربہ میں بے مثل تھے۔ آپ کا علم و فضل میں وہ پایہ تھا جو محتاج بیان نہیں یہ بات بخیر
آپ کے اور کیسے بہت کم نصیب ہوئی ہو کہ جس نے آپ کے فیض و صحبت اور علمی تعلیم کا حصہ دیا وہ علم و فضل میں کمال
اور بنیظیر ثابت ہوا۔ شیخ علاء الحق جناب شیخ سراج الدین اودھی کے خلیفہ ہیں جو شیخ نظام الدین قدس
سرہ کے معزز جانشین اور ایک نہایت بزرگ اور اولوالعزم خلیفہ شمار کیے جاتے ہیں۔ الغرض جناب شیخ
محمد طاہر کے فرزند رشید شیخ محمد حسن بزرگ محترم سید حامد راجی شاہ کے مرید و معتقد تھے اور ان کے کمال علم
اور تجربہ کی وجہ انہیں مشائخ کا پیشوا اور علمائے شریعت و طریقت کا سرتاج جانتے تھے۔ چنانچہ آپ کے اُس
دلی اعتقاد کی مثال جو سید حامد راجی شاہ کے بارہ میں رکھتے تھے۔ ایک تاریخی واقعہ سے خوب ظاہر ہوتی ہو۔

بیان کیا جاتا ہو کہ شیخ ہذا دواشج ہدایہ اور چند نامور علماء نے جو شیخ حسن کے درس میں شریک و آپ کے
جلید و انیس تھے آپ کے اُس اعتقاد کو جو بزرگ سید کے حق میں رکھتے تھے استعجاب کی نظر سے دیکھا اور ایک قصہ
تو بر ملا یہ کہہ بھی دیا کہ سید حامد راجی شاہ سے آپ کی بیعت کرنا اور ان کی متابعت کا حلقہ اپنے کان میں ڈالنا
نہایت ہی بعید اور دور از قیاس بات ہو کیونکہ آپ قطع نظر خاندانی عظمت و شان کے علوم و فنون میں عام طور پر

اپنے ہمعصرین میں ممتاز ہیں اور آپ کے ضمیری دروہانی جو ہر تہ میں ممتازیت کی گہری تہ رکھتے ہیں اسکے
سوا آپ کی دانش فضل کا شہرہ تمام ملک میں پھیل گیا ہو اور اہل ملک کی نگاہیں آپ پر وقت کیساتھ بڑھتی
ہیں باوجود اس فضل و شہرت کے آپ کا سیدھا دل سے بیعت کرنا جو علم مکتب سے چندان حد نہیں کہتے سخت
تعجب اور محب کیساتھ حیرت دیکھا جاتا ہو۔

شیخ بہادری یہ تقریر سن کر جناب شیخ محمد حسن نے نہایت مسانت اور سنجیدگی سے فرمایا کہ یہاں شیخ بہادری
تمہارا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ واجب الاحرام اور فقہر خاندان و قوم سید عالم دراجی شاہ مکتبی علم سے حد نہیں
رکھتے لیکن تمہیں یہ معلوم ہو کہ ظاہری کتابی تعلیم جو ہر انسان کو مکتب میں دیکھتی ہو اسکے لیے کچھ ہی ضرور
ہے کہ ہر انسان اس تعلیم سے مصلح قوم اور نفع عام بننے کی قابلیت لیاقت پیدا کرے۔ لیکن فطرت جس
انسان کو اپنے ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہو اسکے ضمیر کو اول ہی روز سے روحانی جوہر و نورانی قابلیتوں
کے ریتور آہستہ کر دیتی ہو ایسے وقت میں اگر اسے مکتبی تعلیم نہ بھی دیکھائے تو بھی کوئی اندیشہ اور مضائقہ کی
کی بات نہیں ہوتی کیونکہ اسکے روحانی جوہر جو پہلے ہی سے اس میں مضمر کیے گئے ہیں ایک نہ ایک روز اپنی
اصلی تابانی اور روشنی دکھا کر ضرور رہیں گے۔

یہ امر عموماً تسلیم کرنا پڑتا ہو کہ ظاہری کمال و محنت کو ہر چیز میں مداخلت ہو گو کوئی شخص کیسا ہی غنی
اور کند ذہن ہو مگر سپر بھی محنت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اسے باقاعدہ عمل میں لایا جائے تو کچھ نہ کچھ حاصل ہو ہی
جاتا ہو لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہو کہ ذہانت و حافظہ فطرت کی خاص عنایتیں ہیں
جو مقدس اور پاک نفوس کو بغیر ظاہری تعلیم کے بھی حاصل ہو سکتی ہیں اور ربانی قابلیتوں کی وہ خوشحالی
و تابانی جو کسی پاک دل پر پڑ تو انگن ہو جاتی ہو نہ جاننا کہ محنت سے یہ سر ہو سکتی ہو نہ عرق ریزی و مان کچھ کلام
جو جی ہے لیکن اس پر بھی میں چاہتا ہوں کہ اہل علم کی ایک جماعت منتخب ہو کہ محترم سید کی خدمت میں بھیجا
تاکہ جو مشکل اور اہم مسائل اور علمی باریکیاں و دلیں کشمکشیں انہیں سید کی خدمت میں پیش کریں اگر
سید کی توجہ سے حل ہو جائیں اور انکا جواب باصواب حاصل ہو تو میری طرح انکو بھی مستعد و مرید بنانا چاہیے
و نہ خیر خواہ چچ شیخ بہادری وغیرہ نے اہل علم کی ایک جماعت سیکہ امتحان کیلئے منتخب کی اور اسے اپنی خدمت
میں روانہ کیا۔ لیکن یہ عجیب اتفاق کی بات ہو کہ بعض لوگوں کے اشکال تو آہستہ ہی میں حل ہو گئے اور بعض
سے بڑگ سیکر پُر انوار جمال کے دیکھنے سو اور باقی لوگوں کے شکوک شبہات آپ کے حکمت آمیز اور پراسرار کلام

کے سنے ہوئے۔ حاضرین آپکے اس بمثل اوصیم المثال تصرف کی بانگی دیکھ کر قدسوں پر گر پڑے اور فوراً بیعت کر کے رقبہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

الغرض شیخ حرج صاحب ایک دوازدت تک اُسی سرزمین میں طالبوں کے ارشاد و تعلیم میں مصروف مشغول رہے لیکن بعد ازاں سلطان سکندر کی ہمت عاصی سے جو سلاطین علی میں ایک انصاف پسند اور نصف خراج بادشاہ تھا اور جو فیاضی اور سخاوت میں سب سے افضل خاقان شمار کیا جاتا تھا پُرانی دہلی میں تشریف لائے اور محل کے منڈل میں ان کی حالت مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شاید یقین کی بصیرت و اطلاع کیلئے کچھ منڈل کی محل ہٹری مختصر اقلینہ کروں ناظرین کے لیے کہ خارج از بحث کا الزام دینے سے منع سمجھیں کچھ منڈل ایک نہایت عظیم الشان اور خوشنام محل ہے جو قطب صاحب کے راستہ میں حوض خاص کے سامنے واقع ہے یہ ایک نہایت عالی شان عجیب و غریب اور حیرت افراز عمارت ہے جو پچھلے دو لکھا ہونیکے سوا کسی زمانہ میں بہت ہی خوش منظر اور پر فضا ہوگی لیکن اسکی موجودہ ویران حالت دیکھ کر اُس شانہ شوق پر انتہا سے زیادہ افسوس ہوتا ہے جسے اس عظیم الشان اور دلگیر عمارت کی بنیاد ڈالی ہوگی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عمارت حوصلہ مند فیروز شاہ کے شوق کا نتیجہ ہے جسے کثیر التعداد آلات سے سو تیار کیا تھا اسی عمارت کو جہان نما بھی کہا جاتا ہے اور یہی مندر کے قریب سے ہی پکارا جاتا ہے لیکن عوام الناس کچھ منڈل کہتے ہیں کہ کتب تواریخ پر غائر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ عالی شان اور خوبصورت عمارت اُسی زمانہ میں بنائی گئی تھی جس زمانہ میں فیروز شاہ نے فیروز آباد آباد کیا تھا۔ فیروز آباد کی تعمیر ۷۵۷ھ ہجری میں ہوئی۔ اور اس کے چند سال بعد کچھ منڈل کی تعمیر ہوئی شروع ہوئی۔ اس عمارت کی قطع و وضع نہایت عجیب و غریب ہے۔ ایک بلند اور اونچے برج پر چار دیواریں کا ایک خوبصورت کمرہ بنایا گیا ہے۔ اس کمرہ میں گز کر اُسکی بجلی دیواریں اوپر جانے کا زینہ رکھا گیا ہے چند زینے چڑھ کر اوپر جانا ہوتا ہے یہاں ایک نہایت کشادہ اور سنگین بارہ دری تھی جسکی خوشنمائی اور رونق کو اُسکے عروج کا زمانہ اپنے ساتھ لیتا گیا۔ یہاں پھر اس عمارت کے اور کوئی چیز ایسی نہ تھی جہاں انسان کی نظر شوق سے پڑے لیکن افسوس کہ اب یہ عمارت ہی ٹوٹ پھوٹ کر ڈھیر ہو گئی اور پھر علامات نشانہ کی اور کوئی چیز باقی نہیں ہے مدون کی سیرت نے ناز کنیاں مہاراج کی عجیب و غریب صنعت اور حیرت انگیز کاریگری کو بالکل بے رونق کر دیا ہے اور پچائے اسکے کہ کبھی اسکی تصویر ہوتی تھی۔ دل گہرا اور وحشت زدہ ہوتا ہے مہر خون کا بیان ہے کہ فیروز شاہ نے ایک نقب بنائی تھی کہ قلعہ فیروز آباد سے اس مکان میں ہو کر نقب کے راستہ سے سوارہ حوض خاص تک چلے جاتے تھے۔ اگرچہ یہ عمارت

اب بہت شکستہ اور خراب ہو گئی ہے۔ لیکن پہرہی نقشہ اور سہیت اور وضع قطع اچھی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جناب شیخ حسن پُرانی دہلی میں تشریف لائے اور کچھ منٹل میں اقامت اختیار کی اور شیخ علم پر اپنے انتقال فرمایا اور میں مدفون ہوئے۔ کہتے ہیں کہ سلطان سکندر کا بلند اقبال اور نامور فرزند فتح خان شیخ کا بہت بڑا معتقد تھا۔ ایک دفعہ اُسکے ولین آیا کہ باپ سے بغاوت کرے اور باغیوں کی ایک جماعت کی سرکردگی میں دارالحکومت پر حملہ آور ہو کر مستقل بادشاہ بن جائے۔ دربار کے بہت سے ندیوں اور سلطنت کے اُمراء اور کارکنوں نے اُسکے ساتھ اس بارہ میں اتفاق کر لیا اور مسلح ہو کر وقت کے منتظر رہے۔ لیکن جیسے فتح خان نے اس بارہ میں شیخ سے مشورہ کیا تو آپ نے اُسے بغاوت سے منع کیا۔ اور امن و امان کی بشارت دی اس سلطان سکندر بھی آپ کا معتقد ہو گیا۔ اور آپ کے اعزاز و اقتدار کا کوئی دقیقہ اٹھانا نہ رکھا۔

بعض مورخین کا یہ بھی بیان ہے کہ جب شیخ دہلی میں تشریف لائے تو بادشاہ وقت شیخ کے بعض کلام پر خواب میں مطلع ہوا۔ جسے اُس کے پہلے اعتقاد میں ایک اور بھی نئی اور تازہ روح ڈالی۔

جناب شیخ حسن سلفہ بھری کو بکے منٹل کے محل میں بحالت وجد فوت ہوئے آپ خاصے مندرست اور چُست چاق تھے کیسٹر حکمی بیماری عارض نہ تھی۔ آپ کی مجلس میں طالبین کج جگہ لگا ہوا تھا اور ایک باجی کا اول مصرعہ ”اے ساقی ازان مے کہ دل دین من است“ ہے بار بار پڑھی جاتی تھی جس سے آپ پر وجد طاری ہوا اور اسی حال میں آپ کی مقدس روح جسم غصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

کتاب مفتاح الغیض جو علم سلوک میں تصنیف کی گئی ہے۔ شیخ کی بہت بڑی یادگار ہے جس سے آپ کے باطنی علم اور بیثال روحانی جذبات کی شان و شوکت بڑی خوبی سے واضح و آشکارا ہوتی ہے۔

شیخ حسن کے انتقال کے بعد آپ کے چار فرزند یادگار باقی رہے۔ لیکن ان میں سے جنہیں تاریخی شہرت حاصل ہو اور جسے شیخ صاحب کی آئندہ نسلوں کا سلسلہ بڑھا وہ صرف فرزند ہیں۔ شیخ محمد المعروف خیالی اور شیخ عبدالغفریہ ہی وہ دو شخص ہیں جنکے فضل و کمال کی شہرت عام طور پر تمام ہندوستان میں پہلی ہوئی ہے اور جو علم سلوک کی کتاب کے پورے دیباچہ اور الولد سرکالیہ کے کمال نوٹ تھے۔

شیخ محمد خیالی صحیح الحال لطیف الشرب قوی الریاضت تھے۔ اور علم سلوک کے دو سر باز سمجھے جاتے ہیں حکومت دہلی کی طرف آپ کا وہی اعزاز و اقتدار کیا جاتا تھا جو جناب شیخ حسن آپ کے والد بزرگوار سے وابستہ تھا سلطان دہلی آپ کی بڑی عزت کرتا تھا اور سیر و سفر میں اکثر اوقات اپنے ساتھ رکھتا تھا بلکہ کمال قدرانی سے

آپ کو اپنے تخت پر جگہ دیتا تھا اور یہ اُس قابلیت اور پولیٹیکل لیاقت کا نتیجہ تھا جو روز اول ہی آپ میں مضمر تھی۔ لیکن آپ نے باوجود حکومت کے اس شان و شوکت اور شاہی اعزاز و اقتدار کے اپنی اصلی حالت نہیں چھوڑی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اپنے عہد میں پیشوائے نہایت تسلیم کیے گئے ہیں۔

شیخ محمد خیالی کی شہرت اگرچہ زیادہ تر علوم سلوک میں ہو۔ لیکن آپ فقہ و حدیث اور ادب کلام میں بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ گو آپ ابتدا میں اپنے والد بزرگوار کے مرید تھے اور انہیں کے طریقہ کو استعمال میں لاتے تھے۔ مگر انجام کار آپ کا وہ ارتباط جو سلسلہ قادریہ کیساتھ وابستہ تھا آپ پر غالب آیا اور اُسی سلسلہ میں آپ نے تکمیل فنون کی غرض سے دہلی سے سفر کیا اور ملک عرب میں پہنچ کر حرم مدینہ میں ساٹھ سال ریاضت شاقہ میں زندگی بسر کی جب حاجی عبدالوہاب بخاری دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کیلئے تشریف لائے تو اپنے شیخ محمد خیالی کو بشارت دی کہ جناب بنی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ اس ہندی شیخ زادے کو ایک مدت دشواری سے زندگی بسر کی جو اب تو اُسے ہندوستان میں پہنچاؤ گے لہذا میں کمال حاجت عرض کرتا ہوں کہ آپ سیر ساتھ ہندوستان تشریف لے جائیں۔ شیخ نے فرمایا یہ سچ ہو لیکن تا وقتیکہ خود مجھے اس کا حکم نہ ہوگا۔ ہندوستان میں جاسکتا چنانچہ جب آپ اسپرنامور ہوئے تو حاجی عبدالوہاب بخاری آپ کو ہندوستان میں لایا اور یہاں پہنچ کر آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ بچہ منڈل میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں آرام فرما رہے ہیں۔

شیخ محمد خیالی کے خلفا بشمار اور انگنت ہیں اور یہ آپ ہی کے ہمیشہ فیض کا نتیجہ تھا کہ جسے آپ فیض صحبت حاصل کیا وہ بھی علم و فضل میں کمال عروج کو پہنچ گیا اور شہرت میں منظم اور عظیم المثال ثابت ہوا آپ کی خاندان میں بعض ایسے ہی معزز و مقتدر خلیفہ ہیں جو خود امام وقت اور مجتہد فن اکملائے جا میں اور کمال تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ چکے ہیں۔ شیخ امان اللہ پانی پتی اور شیخ عبدالرزاق جنہا نوی کو کون نہیں جانتا اور کون آدمی ایسا ہو جو ان کے فضل و کمال سے واقف نہیں ہو یہ لوگ ایسے نہیں ہیں جنکے تبحر اور فیض صحبت میں ہندوستان کے مشہور اور نامور مشائخ کو کلام ہو۔

شیخ حسن صاحب کے دوسرے مشہور اور دنیا کے نامور فرزند رشید شیخ عبدالغنی ہیں جنکی تاریخ زندگی کو حالات میں سے اول اور سے مفصل لکھنا چاہتا تھا کیونکہ میرا ذاتی شوق اور اس خبیث شریف خاندان کے معزز حضرات کے حالات کی غایت کے لحاظ سے یہ ایک مضمون اس قابل تھا جو سب سے پیشتر مفصل لکھا جاتا

گمر تریب مضامین اور نسق کلام کی وجہ سے مین اس ضمنوں پر فزادہ میں پنچا حقیقت میں شیخ عبدالعزیز ہی ایک ایسے مقدس اور فقیر طبعیت بزرگ تھو چکی ذاتی شرف و نجابت چٹکی مخاطب زندگی۔ چکی نوع و ہر گاری سنے آپکو دور دور مشہور کر دیا تھا اور جن کی تقدس آبائی اور پاک کی ناموری نے آپ کے شریف و معزز خاندان میں ایسی ہی جان و الدی تھی آپ کے بچپن کا زمانہ دراصل آپ کی آئندہ لائف کا ایک مختصر و بیا جہ اور پورا فوٹو تھا دیکھنے والے اس شدنی اور ہونا بچہ کی طفلانہ نظروں سے پہلے ہی ناٹ گئے تھو کہ کچھ دنوں بعد ہی بلال ملک تین بدر کامل ہو کر چلنے والا اور اپنی پوری تابانی سے ایک عالم کو روشن و منور کرنے والا ہو۔ اور درحقیقت ایسا ہی ہوا یہی طبقہ علمائے صوفیہ میں جس قدر مشہور و معروف خاندان دنیا میں گذری ہیں ان میں سے یہ خصوصیت خاص پہلے ہی روز سے آپ کے حصہ میں تھی کہ علاوہ تکمیل علوم و درسیہ و فنون رسمیدہ کے سلسلہ سیر و زیارت و خاؤ کے خرقہ سے ممتاز ہوں۔ دنیا میں ہر شخص کے ایک فنی ہونگی شہرت رکھتا ہو اور ایک ہی علم میں اسکی نظر وسیع ہوتی ہے اور وہ اسی میں تبحر حاصل کرتا ہو زیادہ سے زیادہ وہ فن تک کا شاہین کمال بلند پروازی کیا کرتا ہو لیکن عجیب کے ساتھ دیکھا جاتا ہو کہ آپ تمام علوم کو جامع اور سب میں تبحر رکھتے تھو اور ہر علم میں دینی ہی بحث کر سکتے تھے جیسو کوئی شخص اپنے علم خاص میں بحث کرتا ہو۔ اس کے زیادہ کیا فخر کا باعث ہو سکتا ہو کہ آپ کی قابلیت زیادت ہر دم کے اہل فن کو تسلیم تھی۔ اور سب کو آپ کے فضل کا اعتراف تھا۔

شیخ عبدالعزیز صاحب نے زودیت ہی سال کے تھو کہ آپ کے والد بزرگوار اپنی عمر شریف کے مرحلے طو کر کے رگڑائے سفر عالم آخرت ہوئے اور اپنا فیض باطن شیخ قاضی خان ظفر آبادی کے حوالے کر گئے جو آپ کے ایک نہایت معزز خلیفہ تھے اور جن کی استقامت و کرامت زہد و تجرید ریاضت و مجاہدات تاثیر صحبت کا اُس زمانہ میں کوئی دوسرا دعویدار نہ تھا اور تصرف و کرامت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھو شیخ عبدالعزیز جب ابتدائی عمر کے مرحلے طو کر کے سن تیز کو پہنچے تو جناب سید محمد بخاری ابن حاجی عبدالوہاب بخاری کی خدمت میں تحصیل علوم کی غرض سے حاضر ہوئے چونکہ سید محمد اور خدوآن کے والد بزرگوار حاجی عبدالوہاب بخاری جناب سید حسن صاحب کے فضل و کمال کے مصروف اور اس امر کی علی الاعلان شہادت دیتے تھے کہ درحقیقت شیخ حسن ہی اس زمانہ میں تمام علوم و فنون میں فروغ میں تھے شیخ عبدالعزیز کی ذاتی خوبون اور فطری قابلیتوں نے سید محمد بخاری کو اپنا گردیدہ کر لیا تھا اس لئے انہوں نے شیخ عبدالعزیز کی اتالیقی کے نازک اور اہم فریض کو اپنی ہاتھ میں لیا اور نہایت قابلیت اور وسوسہ سے ان فرائض کو ادا کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز میں شیخ عبدالعزیز کو انکو فیض صحبت

اور تعلیم تربیت فقہ حدیث ادب کلام اور تمام دینیات میں کامل کر دیا۔

جس شیخ عبدالعزیز دوسی کتابوں کی تکمیل سے فاسخ ہو تو حاجی عبدالوہاب بخاری کی خدمت میں چند روز رہ کر خصوصاً استفادہ حاصل کیا اور خرقة سہروردیہ زیب تن فرمایا حاجی عبدالوہاب بخاری نے سید راجہ قتال سے خرقة حاصل کیا تھا جو جناب مخدوم جانیان کے چھوٹے بھائی تھے اور جو بہت عمر اور سن ہو کر راہ آخرت پر کامزن ہو گئے۔ آپ نے خود مخدوم جانیان اور نیز شیخ زکریا الدین ابوسعید سے خرقة حاصل کیا تھا انکی سب طبع صوفیہ میں بہت بڑی شہرت تھی جو جناب حاجی عبدالوہاب صاحب نے جسطح سید راجہ قتال کی صحبت سے فیض اٹھاتا تھا اسی طرح مدت تک شیخ عبدالمد قزلباشی کی صحبت میں ہی حاضر کر فیضیاب ہو گئے۔ الغرض جس شیخ عبدالعزیز صاحب نے اس فضل و کمال کی شہرت حاصل کی اور علم شریعت و طریقت میں پورے طور پر تکمیل کر لی۔ توحیح نامی خان نے اپنے فرزند رشید شیخ عبدالمد کو ظفر آباد سے شیخ عبدالعزیز کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ وہ افسوس باطن کو یاد دہانی کے واسطے شیخ حسن صاحب نے قاضی خان کے حوالے کیا تھا اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی کھلا بجا کر میں خود حاضر خدمت ہوتا ہوں مگر اس میں طلب شرط جو شیخ عبدالعزیز یہ پیام پائے تھے متوجہ ظفر آباد ہو کر وہاں پہنچے تو زبردستی مال مناع گجٹو اکھڑا وغیرہ جو کچھ پاس رکھتے تھے سب راہ خدا میں صرف کر دیا اور حالت تجرید میں پورے تین سال تک طرح طرح کی مشقتوں اور ریاضتوں کی برداشت کی یہاں تک کہ ارشاد و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ گئے اور اس میں آپ کو خاطر خواہ عروج حاصل ہو گیا۔

جب یہ سب کچھ ہو گیا تو شیخ قاضی خان ظفر آبادی نے جناب شیخ حسن کا باطنی فیض آپ کے سپرد کر دیا اور وہ اپنی طرف مرجعیت کرنے کی اجازت دی آپ نے رخصت ہو کر اپنے قدیم قیام گاہ میں تشریف لائے اور ارشاد کے توکل و قواعد کی بنیاد ڈالی اور سیال سکوکیم کا ابھی طرح اعلان کیا۔ اگرچہ شیخ عبدالعزیز نہایت ذکی الطبع اور ذہین تھے اور اسکے ساتھ ہی فقہ حدیث علم سلوک میں کامل ہمارت حاصل کر چکے تھے۔ مگر یہی اس اثنا میں سید ابراہیم ارجچی کی خدمت میں مدت تک علوم تصوف کے وقایع اور باریکیاں حاصل کرتے رہے اور انجام کار سلسلہ قادریہ کو خرقة سے سرفراز ہو گئے اور سید ابراہیم ارجچی تمام فنون علم میں کامل اور اکثر خانوادوں کی برکات کے جامع تھے لیکن قادریہ اُس پر غالب گئی تھی اور خرقة قادریہ شیخ بہاؤ الدین قادری زب تن فرمایا تھا۔

خلاصہ یہ کہ شیخ عبدالعزیز صاحب ہمیشہ ریاضت و عبادت میں مصروف رہے اور جو کچھ آپ نے جوانی کی حالت میں اپنے اور پر لازم کیا۔ اسے آخر وقت تک نہایت ولیری اور جرأت کیساتھ ادا کیا۔ شیخ عبدالعزیز صاحب کی

تاریخی زندگی میں جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف اور لائق تقلید ہو وہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے خاندان کی طرف سے کی اتباع اور اسلاف کے رویہ کی پیروی میں کوئی دقیقہ کسی فرگزشت نہیں کیا اس سے زیادہ قابل تعریف بات یہ کہ آپ آداب مشائخ کے تحفظ میں انتہا درجہ کی کوشش کیا کرتے تھے۔ آپ کے اوبکے یہ حال تھا کہ کسی شیخ کا نام نہیں لیا بلکہ ہمیشہ معزز الفاظ اور زنی خطابات ہی یاد کیا کرتے۔ بالخصوص اپنے موجودہ مشائخ کا کاغذیت و دعا و اعزاز و احترام پیش نظر رکھتے اور ان کا بڑے قیمتی الفاظ میں شکریہ ادا کرتے۔

آپ میں فیاضی کا مادہ نچرل اور فطرتی تھا۔ علاوہ اس فیاضی کے جو کہ عام طور پر ظہور میں آنی خفیہ طور پر بھی علماء و صلحا اور عابدین کی اعانت میں کثیر التعداد و رقیب صرف ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جسطرح صوفیوں اور مشائخ اور علماء کے طبقوں میں آپ کے فضل و کمال اور تصرف و کرامت کی ایک غیر معمولی شہرت اور وہم و فہم پھیلی ہوئی ہے اسی طرح مشہور و نامور فیاضوں کی فہرست میں بھی آپ جلی اور روشن حرفوں میں دیکھے جاتے ہیں باوجود اس شان و شوکت اور اعزاز و اقتدار کے آپ کے مزاج میں انتہا درجہ کی سادگی اور عجز و انکسار اور ویشوں اور عالموں سے خود ان کے قیام گاہوں میں جا کر ملاقات کرتے اور ہر شخص سے خواہ کسی مرتبہ کا آدمی ہو یا نہایت خندہ پیشانی اور متواضعانہ اخلاق سے پیش آئے اگر کسی کی بیماری کا حال آپ کے معلوم ہوتا تو دن میں کئی کئی مرتبہ جا کر عیادت کرتے۔ اس کے علاوہ عفو و ترحم و اعتدال سے متجاہز تھے۔ گو بعض نامسمجہ خدام اور جلا و عوام بدزبانیاں کرتے تھے مگر آپ اپنی بلند نظری اور حوصلہ مندی سے ہمیشہ درگزر کیا کرتے اور اپنی عام فیاضیوں سے دشمن و دوست کو مالا مال کرتے تھے۔

ان ہی باتوں پر کیا منحصر ہے۔ حکم برداری صبر رضا تسلیم غرض کہ جقدر عمدہ اور اچھے اخلاق ایک نہایت اولوالعزم اور بزرگ شخص میں پائے جاتے ضرور لازم ہیں سب آپ میں بوجہ احسن پائے جاتے تھے اور ان تمام باتوں میں آپ کا کمال اس عمدہ کے لوگوں کو تسلیم تھا۔ اس لیے ہم نہایت زور دیکر کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں ذرا ہی شک نہیں کہ شیخ عبدالعزیز صاحب تمام اخلاق محمودہ میں مشائخ چشت کی ایک محسوس مددگار اور دنیا کے ممتاز و مشہور اہل کمال میں سے تھے۔

آپ نے ۱۔ جمادی الاخریٰ ۱۰۸۵ ہجری میں انتقال فرمایا اور آئہ ضحیٰ ان الذی میدہا ملکوت کل شیء والیہ ترجمہ ہے۔ پر آپ کا خاتمہ ہوا آخر میں ہم اس سلسلہ قادریہ کو اس مقام پر تبرکاً نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو شیخ عبدالعزیز صاحب کی قلم سے لکھا ہوا ہے اور چونکہ عربی و انون کیلئے اس میں زیادہ حصہ ایسے مجتہد عربی میں لکھتے ہیں

بسم الله الرحمن الرحيم - الحمد لله الذي هدانا لهذا الذي كنا لنالوا سبيل الرشاد وامننا بما تنافعنا من حيث لنسئل الله له الصلوة والسلام
 على نبيه محمد وآله اولى الولاية والارشاد وصحبه الاكرمين الزكواطين الزواجر وبعد فيقول العبد المتواضع
 الزوق ام خدام اهل بيت النبي عليه الصلوة والسلام : ذرية ناجية من عبد العزيز بن حسن بصرة الله بعين جلاله
 يوم خير من اسمان الزم الزم الزم العاقل العالم الفقير الوافض والاكمل سلافة الاولياء قدس الاصفاء
 الشيخ يحيى بن الشيخ معين الدين خالدي جعله الله تعالى من اهل صفوة واصطفاه بخلوص محبة وكمال معرفة
 لما شرفا بشرف حضرة وصحبة وتقر لذي رضى اعتقاده ومحبة عقدت معه عقدا اخوة الدنيوية و
 البستة خرقه المشائخ الصوفية قدس الله تعالى ارواحهم ونور اشباحهم وانا لبستها بطريق الرشاد والوكالة
 والنيابة والاجارة والخلقة من شيخى ومريشدى ومحمد ومحميد ومستر سيد السادات منبع السعادات
 السيد ابراهيم بن معين بن عبد القادر بن مرتضى الحسينى القادرى سلم الله تقا وشيخى ومريشدا المشار
 اليه ليس من شيخى ومريشدا الى البركات بهاء الملة والدين ابراهيم لان سائر القادرى افاض الله علينا باليب
 بركاتهم وشيخى ومريشدا المشار اليه ليس من شيخى السيد السند قطب الوقت الى العباس احمد بن حسن الجبلى
 المتفرع الشافعى وهو من ابيه السيد السند الشريف السيد حسن وهو من ابيه السيد الشريف سونجى وهو من ابيه السيد
 السند الشريف على وهو من ابيه السيد السند الشريف محم وهو من ابيه السيد الشريف حسن وهو من ابيه
 السيد الشريف محم صلو احمد وهو من ابيه السيد الشريف محم الدين الى نضر وهو من ابيه السيد الشريف الى صالح
 وهو من ابيه السيد الشريف عبد الرزاق وهو من ابيه القطب الروانى والغوث الصلانى محم الملة والدين
 الى محم عبد القادر الحسينى الحسينى الجبلانى وهو من شيخى الى سعيد على الخرمى وهو من شيخى الرسا الى
 الحسن على بن محم بن يوسف القرشى البكارى وهو من شيخى الى الفخر يوسف الطرسى وهو من الشيخ عبد الواحد
 ابن عبد العزيز المينى وهو من ابى بكر الشبل وهو من سيد الطائفة جليلك البغدادى وهو من ستر السقط وهو
 من معرف الكرخى وهو من ابى سليمان داود بن نضر الطائى وهو من الامام على بن موسى الرضى وهو اخذ العلوم
 الادب من والده الامام موسى الكاظم وهو من والده الامام جعفر الصادق وهو من والده الامام محم الباقر وهو من
 والده الامام زين العابدين وهو من والده الامام حسين وهو من والده الامام على بن ابى طالب رضى الله عنهم
 وهو من سيد المرسلين وخاتم النبيين جليل رب العالمين محم بن عبد الله صلى الله عليه وآله وصحبه
 الطيبين الطاهرين وهو قال ادبى ربى فاحسن تاديبى - انتهى كلامه

جناب شیخ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد ان کے چند فرزند باقی تھے۔ جن میں شیخ قطب العالم بجا حفظ کمال علم و دانش۔ جو دو خواہ سب سے ممتاز اور متشہن تھے۔ علی فوق و شوق خدانے آپ کو پہلے ہی سہو یا تھا یہی وجہ تھی کہ گو تربیت کی اتالیقی جو تعلیم کا دوسرا جزو ہے جناب شیخ عبدالعزیز ہی کے ہاتھ میں رہی۔ لیکن مختلف علوم جو اس زمانہ میں رائج اور سہل میں داخل تھے اپنے ہر فن کے مجتہدین سے جدا جدا حاصل کیونکہ علم فقہ و حدیث کو خاص طور پر علمائے وقت سے حاصل کیا صرف علم کلام و ادب اور اسی قسم کے وہ فنون جو عربیت کے جزو اعظم کہلاتے تھے ان میں اور جو اہل علم کی واسطے گرانمایہ جو بہرین انہیں آپ کو اس قدر کمال تھا کہ ماہرین فن میں شام کیے جاتے تھے علی ہذا القیاس وہ تمام مجلسی علوم جسکی مختلف ممالک اقوام میں بہت بڑی عزت کیجاتی تھی ان میں بھی آپ کی طبیعت نہایت موزون و قابل واقع ہوئی تھی۔ یہی وہ اوصاف تھے جن کی وجہ سے آپ تمام بہانیوں کی نسبت اپنے میں ممتازیت کی گہری تر رکھتے اور سب ممتاز و متشہن سمجھے جاتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہو کہ ابتدائی زمانہ میں آپ کو وجود و سماع کے طریقہ سے بالکل انکار تھا بلکہ صوفیوں کے تمام اوضاع و اطوار سے کلیتہً اعراض تھا۔ آپ ہمیشہ ان باتوں سے مجتنب و محترز رہتے اور وجود و سماع کی مجلسوں میں شریک نہ ہو کر زیادہ تصور نہ کرتے مابیک دفعہ کا فکریہ کہ جناب شیخ عبدالعزیز صاحب کی مجلس سلوک گرم تھی اور عطاوار شاد کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ صوفیوں کی جھگڑے لگے ہوئے تھے۔ علما کا مجمع مجلس کی رونق و وبال لائے ہوئے تھا۔ اسی اثنا میں شیخ قطب العالم ہی تشریف لے آئے اور خاموشی و ممانت کیساتھ ایک طرف بیٹھ گئے۔ شیخ عبدالعزیز صاحب اپنے فرزند رشید کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس وحافی توجہ اور زبردست کشش کا آپ پر یہ اثر پڑا کہ فوراً بیخود ہو گئے۔ حاضرین مجلس نے خوشی کے نعرے بلند کیے اور غل مچا کر کجا اچھا شدہ کر آپ کے صاحبزادے صوفیوں اور ان کے طریقہ کے معتقد ہو جانے لگے اور اپنے انکار و اعراض سے پشیمان ہو کر قائل ہو جانے لگے۔ لیکن شیخ عبدالعزیز نے فوراً انہیں خاموش کر دیا اور شتابانہ لہجہ میں فرمایا کہ قطب العالم کا انکار ایک ایسا استحکام مضبوط ہے جسکی کوئی حد نہیں۔ علاوہ اسکے ہنوز انکی طلب کا زمانہ نہیں آیا جو جس سے مجبور ہیں چنانچہ جب آپ کی بے خودی دور ہو گئی اور ہوش میں آئے تو حاضرین نے اُس کیفیت کی بابت سؤل کیا فرمایا خواب کی طرح ایک قسم کی بیہوشی جو بھڑکاری ہو گئی تھی جو کسی طرح قابل اعتبار اور لائق لحاظ نہیں ہو سکتی۔ لیکن جب شیخ عبدالعزیز صاحب کا پیمانہ حیات بمرتب ہو کر چھلک گیا اور آپ نیا سے سفر کر کے رہگزار عالم آخرت ہوئے تو شیخ نجم الحق جو جناب شیخ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے نہایت ممتاز و مغز غلیظہ تھے اور

جنکی باطنی توجہ و تصرف کی دہم ایک عالم بین بھی ہوئی تھی اپنے مرحوم و مفوض شیخ کے مرتد تشریف کی زیارت اور ماتم زوون کی کمزرت کی غرض سے تشریف لائے جب زیارت سے فارغ ہوئے اور شیخ مرحوم کے اعتراف و قاریہ ملاقاتین کر چکے اور پہلی سے دس دن ملاوٹ کی طرف مراجعت کرنی چاہی تو شیخ قطب العالم کی درگاہ میں تشریف لیگے آپ اسوقت خلیفہ کے درس میں مشغول تھے اور زیارت توجہ و تہنیدان گیدسا بدم علیم کے رموز و بار یکیمان بیان فرما رہے تھے شیخ نجم الحق نے آپ کی طرف نظر اتناٹ سے دیکھا اور ایک عجیب غریب تصرف کر کے جھٹ سوار ہو آپ کی بالکی ہنوز تھوڑی دور تھی کہ شیخ قطب العالم میں اتنا سے زیادہ کرب بے چینی ظاہر ہوئی اور یہ کیفیت سات بساعت اور آٹا فائز تھی گئی۔ یہاں تک کہ آپ پا پادہ اقدان و خزان شیخ نجم الحق کی طرف متوجہ ہوئے اور نے بیعت کر کے طریقہ صوفیہ حاصل کیا۔

اسکے بعد جب خواجہ محمد باقی قدس سرہو طریقہ نقشبندیہ کے پیلائے اور اسکے عام رواج دینے میں مشغول ہوئے اور آپ کی شہرت کا ستارہ معراج کمال پر پہنچا تو شیخ قطب العالم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدت تک فیض صحبت حاصل کرتے رہے۔ عجیب بات ہو کہ خواجہ محمد باقی جو ابتدا میں شیخ قطب العالم کے سلسلہ نامذہ میں داخل تھے۔ اور ایک مدت تک آپ کی خانقاہ کے مجاور رہے تھے۔ اب خود شیخ قطب العالم نے ان کا تلمذ اختیار کیا لیکن نہایت مسرت کیساتھ دیکھا جانا ہو کہ شیخ نے کسی اسبات کا خیال تک نہیں کیا اور نے فیض صحبت حاصل کرنے میں برابر مستغرق رہے حقیقت یہ ہے کہ اہل کمالات جیتک ہر درجہ کے آدمی سے استفادہ حاصل نہیں کر لیتے اپنے تئیں اہل کمال میں ہرگز شمار نہیں کرتے۔ امام بخاری جو فن حدیث میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور اپنے عہد میں ایسے مسلم الثبوت محدث تھے جنکے علم و فضل میں کسی کو کلام نہیں تھا۔ تحقیق مدح پر ریا کر کرتے سچے فرماتے ہیں کہ ”محدث اسوقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے سے اعلیٰ درجہ کا شاگرد نہ ہو۔ اور اپنے برابر ولے سے استفادہ حاصل نہ کرے اور اپنے کتر سے سماعت حدیث نہ کرے یعنی محدث کو تحقیق کا ایسا درجہ حاصل کرنا چاہیے کہ ہر ایک سے کے لوگوں کے اپنے فائدہ کی بات اور مفید مضمون کو تحقیق کرتا ہے۔“ واقعی امام بخاری کا قیمتی اور فنی ریا کر کا قال نوٹ ہو جو لوگ اپنے سے کم درجہ لوگوں کا استفادہ لینے کو معیوب سمجھتے ہیں انہیں اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ خواجہ محمد باقی کی ابتدائی خدمت اور شیخ قطب العالم کے تلمذ اختیار کرنے کا صحیح زمانہ بتانا اگرچہ بہت مشکل ہے لیکن اس قدر یقین کیساتھ کہا جاسکتا ہو کہ جسوقت خواجہ ابتدائی زمانہ کے مرحلے طو کر رہے تھے شیخ قطب العالم کے سلسلہ نامذہ میں تھے اور علمی رفق و شوق میں آپ کا میلان طلبی شیخ کی طرف تھا جس نے انہیں خواجہ محمد باقی

شیخ کی خانقاہ کے مجاور تھے اسی زمانہ کا ذکر ہو کہ ایک فداوہی رات کو شیخ پر منکشف ہوا کہ خواجہ محمد باقی کی تعلیم و یقین کی تکمیل مشائخ مجاز اکیسا تھ مخصوص ہو چنانچہ آپ اسی وقت باہر تشریف لائے اور خواجہ فرمایا تمہیں مجاز کے مشائخ طلب کرتے ہیں اسی وقت اوہر متوجہ ہونا چاہیے خواجہ نے فوراً سفر کی تیاری کر دی اور شیخ سے رخصت ہو کر عثمان توجہ مجاز کی طرف متوجہ کی۔ چونکہ شیخ کے پاس اس وقت ہجرت بند کے فرقہ موجود نہ تھا اسلئے آپ نے بند ہی خواجہ کو عنایت فرمایا۔ جسے خواجہ نے دستار کے طور پر سر پہنٹ لیا اور فوراً مجاز کے قصد اوہر متوجہ ہو گئے۔

مجاز میں پہنچ کر خواجہ محمد باقی، خواجہ کنکی کیندرست میں حاضر ہوئے اور سلوک کے تمام طریقے اور باطنی فیض حاصل کیے۔ چند روز میں آپ کی روحانی قوت نے غیر معمولی ترقی کی اور آپ کے فضل و کمال کا آفتاب پڑا انتہائی مرکز پر پہنچ گیا۔

شیخ قطب العالم کے چند فرزند تھے لیکن سب افضل اور عزمین سب بڑے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے نانا شیخ رفیع الدین محمد تھے جن کے تاریخی حالات باب اول کے شروع میں ہم کیسے تفصیل کی تھیں اکر آئے ہیں جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے جد امجد شیخ رفیع الدین محمد کے خاندان کے حالات جعفر ہمیں لکھنے مقصود تھے سب لکھ چکے۔ لیکن سچ پوچھئے تو ابھی ہمیں بہت کچھ لکھنا باقی ہے کیونکہ یہ حالات شیخ عبدالرحیم صاحب کے ننیاں کے متعلق لکھے گئے ہیں اسکے ساتھ تا وقتیکہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے ننیاں کے اوقات اور اس خاندان کے مشہور و معروف حضرات کے حالات لکھتے جائیں تو یہ سمجھنا چاہیے کہ گویا مصوٰر ایک نئی تصویر دکھائی ہو اسلئے ہمیں ضرور ہو کہ دوسرے باب میں شاہ صاحب کے ننیاں کا مختصر تذکرہ لکھیں وجہ یہ کہ جو تاریخی شہرت اور عظمت و جبروت اس شریف و نجیب خاندان نے حاصل کی ہے وہ دنیا میں ہمیشہ کیلئے ایک محسوس یادگار باقی ہے جو آج تک اُسے زندہ کیئے ہوئے ہے۔

باب دوم

حضرت شیخ محمد ہاشمی

حضرت شیخ محمد حارف ہاشمی جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے نانا۔ اُن نامور اور مغز شیخ کے بلند اقبال فرزند ہیں جن کا نام شیخ محمد عاقل تھا اور جبکہ جو دو سخا۔ زہد و تقویٰ۔ طالب العلوم اور سائین فقر کی رعایت اور علمی کارناموں کا امتیازی پھر یہ تمام ہندوستان میں اُڑتا تھا اور جبکہ تصرفات و جہات کے فخر

اور قابل قدر حالات سے اب تک تاریخی صفحات پر روشنی چمک رہی ہو شیخ محمد اپنے تمام بہائیوں میں سب سے افضل اور عمر میں سب سے بڑے ہیں گو شیخ محمد کے دو سر فرزندوں نے بھی گمنامی کے دائرہ کو ملکر تاریخی شہرت عمدہ طور پر حاصل کر لی ہو اور علمی شہرت میں ہر ایک دو سر سے بڑھ کر ہو لیکن ان سب میں بلحاظ شہرت عام قابل انتخاب شیخ محمد ہی ہیں جو خاص فضائل سے منسوب ہیں یہی ایک وہ مغز اور نامور شخص ہے جس نے اپنے خاندان کو دنیا بہر میں مشہور کر دیا۔ لوگوں کا یہ خیال نہایت صحیح اور قابل نوٹ ہے کہ اگر اس خاندان میں شیخ محمد نہ ہوتے تو یہ خاندان گمنامی کے دائرہ سے محکوم بھی اس قدر تاریخی شہرت حاصل نہ کرتا۔

شیخ محمد کے بچپن کا زمانہ حقیقت میں آئندہ اعزاز و اقدار اور فطری ضمیر کی جوہر وں کا ایک ایسا قابل مہینہ تھا جسے آئندہ زمانے میں تخلیقات ربانی کا پر تو بخوبی پڑ سکا۔ ابتدا نشو و نما سے رشد و ہدایت کے آثار آپ کی مبارک اور صاف پیشانی پر روشن تھے جسے دیکھ کر اہل دل آپ کے حال پر بے انتہا التفاف کرتے اور صاف کہتے تھے کہ کچھ دنوں بعد یہ ہلال ہندوستان میں چودہویں رات کا چاند بن کر اپنی پوری تابانی دکھائی دے گا اور چنانچہ شیخ جلال نے جو دنیا کے نامور اور مشہور ولی جناب شیخ آدم بنوری کے نہایت معتبر و مقرب خلیفہ تھے اور شیخ محمد عاقل سے بے حد محبت و دوستی رکھتے تھے۔ شیخ محمد کے پیدا ہونے پر بہت خوش ہوئے اور خاص خاص لوگوں کو صراحت اور کنایہ مطلع کیا کہ یہ بچہ شدنی اور ہونمار ہے جو آئندہ زمانہ میں بڑی قدر و منزلت کو پہنچے گا دنیاوی حشمت و شوکت اس کے قدموں کو بوسہ نیگی اور یہ اہل دل کے حلقوں کا شیوا اور تاج قرار دیا۔ جب شیخ محمد پیدا ہوئے تو تھے تو جناب شیخ جلال آپ کے والد بزرگوار کے پاس آئے اور ایک طلحائی دینار ہدیہ پیش کیا۔ اور جب آپ دنیا سے منہ موڑ کر عالم بالا میں تشریف لیجانے لگے تو حاضرین کو وصیت فرمائی کہ میرا صحف مقدس حبین میں تلاوت کیا کرتا ہوں شیخ محمد کو پہنچا دیا جائے چنانچہ آپ کے اس ارشاد کی تعمیل کی گئی۔ اور آپ کا صحف شیخ کو پہنچا دیا گیا جسے شیخ نے بڑی مشکوری کیساتھ قبول کیا

جب شیخ محمد صفا ابتدائی عمر کے مرحلے طو کر کے سن تیز کو پہنچے تو تحصیل علم میں مشغول ہوئے کچھ عرصہ تک نارنول میں ایک مشہور عالم کے درگاہ میں تعلیم پائی۔ بعد ازاں جناب شیخ ابو الرضا محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ دنوں آپ سے تعلیم پاتے رہے لیکن جب آپ کی طبیعت یہاں سے اُچاٹ ہوئی تو جناب شیخ عبد الرحیم صاحب قدس سرہ کی صحبت میں تشریف لائے اور یہ صحبت آپ کی طبیعت کے بہت ہی مناسب پڑی چونکہ آپ کا دل و دماغ پہلے ہی سے ان جوہر وں آراستہ تھا جنہیں فطرت کی خاص بخششیں کہنی چاہئیں

اور آپ کے ضمیری جو عجیب و غریب قابلیت کا جامہ رکھتے تھے۔ لہذا تھوڑے عرصہ میں آپ نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔ جو لوگ آپ کے ہم سبق تھے انہیں آپ کی اس عاجلانہ ترقی اور تمام علوم پر استدار جلد ہو کر جانے پر تعجب اور تعجب کیساتھ رشک تھا۔ لیکن غیض اور حقیقتِ نظروں خوب سمجھ گئی تھیں کہ اس شخصِ ضمیر میں خدا کی طرف سے وہ قوت و ولایت کی گئی ہے جو ربانی نکات کے سمجھنے میں مدد دے رکھتی ہے۔

جب آپ فارغ التحصیل ہو گئے اور علمی تحقیقات پر اس سرے سے اس ستر تک عبور کر گئے تو اب اعلیٰ خدا طبعی کی طرف دعوت کی جبکہ آپ اپنے مردانِ باہمت کی طرح اجابت کی۔ اور وطنِ مالوف کو خدا حافظ کیسے ال کمال کی تلاش میں کثافت و اطرافِ عالم کا سفر کیا اور علمائے کالمین کی صحبتوں میں حاضر ہو کر فیضِ باہمت سا ادا سال کشاکش طلب میں نہایت مستعدی سے زندگی بسر کی اور باطنی علوم کے اشتغال میں ہمہ تن مصروف رہے۔ جب کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے فضل و کمال کا شہرہ تمام بلادِ میں پھیل گیا اور اہل دنیا کی نگاہیں توجہ کیساتھ پڑنے لگیں۔ جب آپ کیل کے مرتبہ کو پہنچ گئے اور سلوک و ارشاد کے تمام مراتب طے کر چکے تو پھر وطنِ مالوف میں تشریف لائے اور علمِ ظاہری و باطنی کے درس میں مشغول ہو گئے۔

جناب شیخ محمد صاحب کے عام اخلاق و عادات

اب ہم شیخ محمد کے ان معاملات اور تاریخی حالات کو چور کر جو تعلیم و تعلم سے متعلق ہیں آپ کے عام اخلاق و عادات پر توجہ کرتے ہیں۔ لیکن اس سے پیشتر کہ شیخ موصوف کے اخلاق و عادات پر ریویو کریں یہ کہنا سچا نہ ہوگا کہ اس خاندان کے طبقہ علمائے کوئی عالم ایسا کم گزرا ہے جو علمی فیاضی و جدوجہد و سخاوت و ترکِ حظ نفس تو کل صفاتِ زندہ و اتقا میں آپ کا دعویٰ رہا ہو اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ کوئی شخص کسی بات میں آپ کا شریک ہو بھی تو اس کا یہ دعویٰ قطعی طور پر نا درست ہوگا کہ خدا ترسی اور زہد و اتقا میں ہی وہ آپ سے افضل یا برابر ہوگا۔ آپ کی خدا پرستی تو اضع بر باری اور سب سے بڑھ کر عظمت و کرامت اس درجہ شہرت پر گئی تھی کہ بڑے بڑے باکمال لوگ دور و دور سے حاضر خدمت ہوا کرتے تھے اور آپ کے تلامذہ اور مریدوں کی حلقہ میں شریک ہونے کو مایہ اعزاز و امتیاز سمجھتے تھے کہ آپ کے چہرہ سے نورانی عظمت و جلال برستا تھا اور وہ شانِ شوکت و عجب و بدبہ نمایان تھا جس سے دیکھنے والوں کی عظمت نہایت طاری ہوتی تھی۔ لیکن آپ کی عاجزی و انکساری حد اعتدال سے بڑھ گئی تھی اور باوجود اس شانِ شوکت کے مزاج میں انتہا دہ کا عجز و انکسار تھا۔ آپ ہر ایک شخص سے نہایت خندہ پیشانی اور تواضع و

اخلاق کیساتھ پیش آتے اور اسکی رضامندی و نوازش و دی ہن کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھتے صدق و سچائی کو
اور تحقیق و حقیقت پر ایمان ایسے مسلمہ الثبوت تھے کہ لوگ آپکے قول و نقل کو بے تامل بغیر سند و حجت پیش کرتے
آپ کا طرز معاشرت بالکل نرانا اور انوکھا تھا جسپر کبھی کسی کو شک نہ چینی کا موقع ہی نہیں ملا۔

آپ کی تاریخی زندگی میں جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف اور لائق تقلید ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے
شیخ کے احترام و اعزاز اور انہیں رضائی رکھنے میں انتہا سے زیادہ کوشش کرتے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ
سے لیکر ارشاد و تحصیل کے عہد تک کبھی کوئی بات ایسی ظہور میں نہیں آئی جو شیخ کی مرضی کے خلاف ہو
اور یہ ایک ایسی بات جو جبکی نظیر دنیا میں بہت مشکل سے مل سکتی ہے۔ آپکے اس قسم کے بہت سے واقعات
میں جسے ناظرین کو اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ جناب شیخ محمد صاحب کے دلیں اپنے واجب الاحترام اور عزیز
شیخ کی کھان ایک عظمت و عزت قائم تھی۔ لہذا میں چند واقعات مختصر اذیل میں قلمبند کرتا ہوں۔

پہلا واقعہ۔ شیخ محمد صاحب خود اپنے قلم مبارک سے لکھتے ہیں کہ انہائے تحصیل میں چونکہ ہمارے
معزز و محترم شیخ کی طبیعت اکثر اوقات تجرید کی طرف منجذب و مائل تھی اسلئے ہم لوگوں کا سبق روزانہ ہوتا
تھا اور ہوتا بھی تھا تو بہت تھوڑا۔ اس صورت میں مجھے اپنے اوقات کے ضائع ہونیکا بہت صدمہ تھا چند
روز تک تو میں اسی کشاکش میں رہا کہ اب جو کیا کرنا چاہیئے کیا میں شیخ کی صحبت سے علیحدہ ہو کر کسی اور
درگاہ میں تعلیم لوں یا اسی معمولی حیثیت میں اوقات بسر کروں آخر کار میں نے دلیں اس بات کا قطعی
فیصلہ کر لیا کہ صرف اسی قلیل مقدار تعلیم پر قناعت کرنا اور موجودہ فرصت کو یوں ضائع و برباد کرنا بھراں
بہتر نہیں ہے چنانچہ ہمت کے شاہین بلند پر واز نے بال و پر کھولے اور اب میں علمائے کاملین کی درگاہ میں
تلاش کر نیکو کلام اتفاق سے شہر کی ایک نامور اور محفل اجل کی درگاہ میں میرا گزر ہوا جو طالب علموں کو
نہایت محنت و جانفشانی سے درس دیتا اور انکی ترقی تعلیم میں سجدہ کوشش کرتا تھا۔ اسکی محنت و کوشش
دیکھ کر میرا غم معصوم ہو گیا کہ چند روزی کتابیں بیان نکال لینی چاہئیں لیکن جب میں وہاں سے واپس ہو
شیخ کی مجلس میں پہنچا تو اپنے اول میری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ پہراک کا غار کے ٹکڑے پر دو تین کلمے لکھ کر
زمین پر ڈال دیا اور خود اٹھ کر گھر میں تشریف لیگئے۔ شیخ کے چلے جانیکے بعد میں نے کاغذ اٹھا کر پڑھا اے میں
کہا تھا کہ ”آج تم کمان گئے تھے کہ مجھے تمہارا باطن ظلمت تاریکی سے مکر نظر آتا ہے“ میں نے فوراً توبہ کی اور
اپنے ارادہ کو منسوخ کر دیا۔ اور پہر کبھی اس قسم کا خیال تک سیر ذہن میں نہیں گزرا۔

دوسرا واقعہ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ کے شیخ نے اپنے ایک مرید کو حکم فرمایا یہ بکری میرے ننان دوسرے مکان پر پہنچا دے۔ مرید فوراً آپ کے ارشاد کی تعمیل کی اور بکری لیکر چلا۔ رستہ میں بکری نے چلنے سے اٹکا رکھا۔ اور ایک مقام پر انکر کٹری ہو گئی ہر چند اس نے اُسکے چلانے میں کوشش کی مگر بکری جگہ سے ہلکی نہ تھی چونکہ اس نے بکری کا چلانا اور اپنے کندے پر لا کر لیجانا دونوں باتیں حج خالی نہیں دیکھیں اسلئے اب اُسے یہ فکر ہوا کہ کسی مزدور کو کچھ اجرت دیکر بکری پہنچا دینی چاہئے لیکن اتفاق سے اسوقت کوئی مزدور دستیاب نہیں ہوا۔ اور اس صورت میں شیخ کی خدمت بجا آوری قیام رہا۔ شیخ محمد صاحب کو جب اس قضیہ پر اطلاع ہوئی تو آپ نے ایک عاجلانہ حرکت کی اور جلدی سے بکری کو کندھے پر لا کر روانہ ہو گئے جب واپس آئے اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دونوں ماجوں کے حال پر مطلع ہو کر فرمایا کہ شیخ محمد کو انکی حُسنِ خدمات نے مقربین کے درجہ پر پہنچایا۔ اور دوسرے مرید کو اُسکے قصور اس مرتبہ کے جاہل کرنے سے باز رکھا۔

تیسرا واقعہ شیخ محمد صاحب فرماتے ہیں کہ آدھی رات کا وقت تھا یا اس سے کچھ کم بیش تھا عالم پر خاموشی اور سکوت کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ تاریکی سب طرف حکومت کر رہی تھی کہ میرے مغز شیخ مسجد اٹھ کر باہر آئے۔ میں آپ کے پیچھے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے چلا آتا تھا۔ جب آپ دروازے پر پہنچے تو لمحہ بہر ہمیت مراقبہ میں کھڑے رہو۔ زمان بعد میرے لطیف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر کوئی طالب تمہاری پاس رجوع لائے تو اُسے فوراً وہ تمام باتیں تلقین کر دو جو ہم سے تمہیں پہنچی ہیں ہم تم کو بخوشی اجازت دیتے ہیں میں آپ کی یہ باتیں (اور سچ پوچھیے تو خداوندی الہام) سُن کر حیرت زدہ ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اس عظیم الشان منصب کی مجھ میں قابلیت کمان ہو۔ اور ان باتوں کا خیال تک کہی میرے ذہن میں نہیں گزرا ہے۔ شیخ صاحب یہ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ نے میرے اس خطرہ کو فوراً دریافت کر لیا اور ایک نہایت خوش آئندہ لہجہ میں فرمایا کہ تم نے جو کچھ اسوقت میری زبان سے سنا ہو واقعی باتیں ہیں۔ اسوقت خدا تعالیٰ نے مجھے اُن تمام لوگوں کے نام تعلیم کر دیئے ہیں جو تم سے بیواسطہ یا بواسطہ بیعت کر نیگے۔ اور اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہارے سامنے اُن لوگوں کے نام مفصل بیان کر سکتا ہوں۔ تمہارا اس بارہ میں توقف و حیرت کرنا محض بے سود ہو۔ کیونکہ جو کام خداوندی دربار میں مقرر ہو چکا ہے وہ ہرگز محل توقف میں نہیں ہوتا۔

ان واقعات سے قطع نظر اس احترام و اغراز کے ثبوت کے جو شیخ محمد صاحب کے دلیلیں اپنے مغز شیخ کا قائم تھا آپ کی عظمت و بزرگی کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہو۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہو کہ خلافت و عثمان اور فطرت کی بخشین پہلے ہی سے آپ کے حال پر بندہ مل تھیں۔ اور ذرا دل ہی سے خدا کی نظر رحمت آپ پر پڑ چکی تھی۔ آپ اکثر اوقات یہ رباعی پڑھا کرتے تھے ۵ اے دوست ترا ہر مکان می جتم ۶ ورتو خیر این آن می جتم ۶ دیدم تو خویش را تو خود من بودی ۶ خجالت زدہ ام کز تو نشان می جتم ۶

شیخ محمد صاحب کی عظمت و بزرگی کی ایک اور مثیلی حکایت بیان کی جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابتدا ہی سے نہایت مغز اور مقتدر تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے اقارب میں سے ایک شخص محمد سخی نام پورب کے کسی ناحیہ میں شہید ہو گئے تھے۔ میں طالب علمی کے عہد میں ایک ن سجدہ جثہ کے حجرے میں بیٹھا ہوا تھا اور حجرے کا دروازہ بند کیے ہوئے تھا کہ مطالعہ میں مستغرق تھا کہ دفعہ وہ عزیز متشل ہو کر میرے حجرے میں آکھڑا ہوا اسکے بدن کو فوجی لباس میں لٹکا کر ہوتا اور تیار لگے ہوئے تھے جن کی چمک زمین پر برابر پڑ رہی تھی۔ میں نے یہ صورت دیکھ کر کہا کہ مجھے اپنے حالات و بولے جو وقت یہ میری پرزخم لگتا تھا میں ایک ایسی لذت پاتا تھا جسکی حلاوت اب تک میرے دلیں باقی ہو۔ اس وقت چونکہ بادشاہ اسلام کی جبار فوج فلان مشہور تجائے کو مسمار و خراب کرنے کے لئے جا رہی تھی اسلئے ہمیں انکی رفاقت و امداد کا حکم ہوا اور اس تقریب سے ہمارا گزر اس راہ میں بھی ہوا۔ مجھے تم سے ملنے کا انتہا سے زیادہ شوق تھا لہذا تمہارے حجرے میں آیا اور نیاز قد بوسہ سی حاصل کی۔

جناب شیخ محمد صنا کے تصرفات اور بانی جماعت اور پیشین گوئیان وغیرہ

جن لوگوں نے محمدی شیخ محمد کی قابلیت اور خداداد لیاقت پر مختصر طور پر ریا کر کئے ہیں انکے متفق الفاظ یہ ہیں کہ اس تمام خاندان میں شیخ محمد سے بڑھ کر کوئی شخص عالی دماغ۔ حوصلہ مند۔ خوش اخلاق۔ قوانین اسلام کا باندہ۔ بزرگان اسلام کے احترام و قار کی رعایت کرنیوالا نہیں ہوا۔ بالخصوص آپ کے باطنی توجہات تصرفات کے اس قدر حالات ہیں کہ اگر فیصدی درس کا بھی انتخاب کیا جائے تو یہی حیات دلی کی وسعت اسکے لئے کافی ہے۔ پر بھی ہم اہم مقام میں آپ کے تصرفات کے وہ چند واقعات لکھتے ہیں جو ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہیں ہیں۔ سید علی جو آپ کے مرید من میں سے ایک مخصوص مستثنیٰ مرید میں نقل کرتے ہیں کہ میں جوش جوانی کے زمانہ

میں شراب بکثرت استعمال میں لایا کرتا تھا گویا ہر وقت اور ہر ساعت اسی میں مستغرق و مجبور رہتا تھا اور کوئی ممنوع و مہجوع فعل ایسا نہ تھا جس کا میں مرکب نہ ہوتا تھا۔ جب میری حالت پستی و غربانی کے انتہائی درجہ پر پہنچ گئی اور تمام اخلاق و عادات بگڑتے چلے تو میں نے اپنے ولیمین عزیزم بالبحرم کو لیا کہ اگر مجھے کوئی ایسا کامل عزیز ملے جس کی ہر اثر نظر میں پڑتے ہی میں اپنے ان ناشائستہ و فحش افعال سے باز آجاؤں گا اور اتفاقاً میری گاری کی خوش سیرے ولیمین فوراً پیدا ہو جائیگی تو میں اسکی صحبت و خدمت کو اپنے لیے ضروری اور لازمی سمجھوں گا اور اسکی ارادت و اعتقاد کا حلقہ گوش دل میں ڈالوں گا۔ اُسکے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔ اور پھر ان ممنوعات کے گرد نہ پہنچوں گا اتفاق سے جناب شیخ محمد صاحب کسی تقریب کی وجہ سے قریہ سرے میں تشریف لائے۔ حقیقت میں یہ زمانہ تھا جس میں میرے اقبال و سعادت کا ستارہ پستی سے نکل کر اوج کمال پر شہاب ثاقب بن کر چکنے والا تھا چونکہ میرے والد بزرگوار پہلے سے شیخ کے معتقد تھے اسوجہ سے میں بھی اُن کے ساتھ واجب الاحترام شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنے ایک سرسری نظر مجھے ڈالی اور فرمایا تم کہاں رہتے ہو اور کس جگہ نوکر ہو۔ ہنوز یہ دو تین ہی باتیں بچی زبان مبارک سے نکلی تھیں کہ میرے ولیمین ایک عجیب قسم کا انجذاب واقع ہوا اور جن ممنوعات مناسبات میں میں ایک مدت سے آلودہ تھا اُسے فوراً طبعی منفر پیدا ہوا اور وقتاً فوقتاً آنا آنا زیادہ ترقی کرتا گیا میں فوراً اٹھ کر گھر آیا اور شراب کے شیشوں کو چور چور کر ڈالا مناسبات کے جس قدر سبب و ذرائع میرے مکان میں موجود تھے اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ بعض چیزیں ایسی ہی تھیں جو نہایت قیمتی اور مجھے یہ عزیز ترین اور جگہ مجھے شاید تمام اپنے پاس سے علیحدہ کرنا گوارا نہ تھا۔ لیکن شیخ کی روحانی توجہ اور باطنی تصرف نے مجھ میں اس قدر اثر ڈالا کہ میری غفلت میں تمام ماضی اور قیمتی سامان بالکل ہیچ نظر آیا۔ اور ایک ایسی طبعی نفرت پیدا ہوئی کہ بغیر لحاظ کسی امر کے میں نے تمام سامان عیش کو خاک میں ملا دیا اور مجھے اُن کے غارت کرنے میں کیسی طرح کا میل نہ آیا جب میں ان تمام کاموں سے فارغ ہو گیا۔ تو غسل کر کے نئی پوشاک زیب بدن کی اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ انصوح کو اور بیعت کر کے آپ کی صحبت کا التزام اپنے اوپر فرض سمجھا۔ ایک عرصہ کے بعد مجھے سفر کابل کا اتفاق ہوا اور میں نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ گو کسریں کی دلی آرزو تھی کہ چند روز حضور کے فیض صحبت میں زندگی بسر کر کے دارین کی فلاح و سعادت حاصل کرتا۔ لیکن افسوس کہ میری بد قسمتی۔ مجھے کابل کی طرف کھینچے لیے جاتی ہو اور میں بد نصیب مجبوراً آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ شیخ صاحب نے نہایت خوش آئندہ سکڑا کر کہا کہ یہ مشہور بیت چڑھی اور نہایت خندہ پیشانی سے مجھ کو رخصت کیا۔ گروہی جو بامنی پیش منی ہوش

منی چوبے منی درین پی بیٹھے اگر تم میرے ساتھ ہو تو گو میں مین ہو لیکن میرے سامنے موجود ہو اور اگر
میرا خیال تمہارے دل سے مٹ گیا ہے تو اگرچہ میرے پاس ہو مگر حقیقت مین مین مین ہو۔

الغرض مین کا بل کی طرف روانہ ہوا اور چند روزوں میں رہنے کا اتفاق پڑا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک
ہمایت حسینؑ خوبصورت عورت سو مجھے خلوت ہوئی اور بدکاری کی خواہش نے میرے دل پر هجوم کیا تو
تھا کہ توبہ کی گریہ کھل جائے اور مین فق و فقور مین مبتلا ہو کر دین دنیا سے کیا گزرا ہو جائے کہ دفعۃً ایہ خطرناک
اور نازک موقع مین شیخ کی مبارک صورت میرے سامنے آ موجود ہوئی۔ جون ہی اس شکل شامل پر میری نظر
پڑی گویا انسانی خواہش نام تک کو نہ تھی۔ شہوت کا تمام نشہ اتر گیا اور مین اپنی اصلی حالت پر آ گیا اسکے
بعد اگرچہ مجھے تین یا چار سال تک کا بل مین رہنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن کہی عورت کی رغبت نے میرے دل
مین خطور نہیں کیا۔ میرا گمان تھا کہ مین بالکل عنین اور نامدہ ہو گیا ہوں اور رجولیت کا مادہ مجھے سلب کیا
گیا ہے۔ مگر جب مین وطن مالوف کی طرف لوٹا اور اپنی شرعی بی بی سے ہمبستر ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ عفتہ
و نامردی نہ تھی بلکہ عصمت حق کی جلوہ گری تھی۔ اس مقدمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمد صاحب کی
روحانی توجہ اور باطنی تصرف کا ایک عجیب و غریب اثر تھا جسکی نظیر اور اہل دلوں کے حلقہ مین بہت مشکل سے
پائی جاتی ہے۔

جناب شیخ محمد صاحب کے تصرف کا ایک اور حیرت انگیز واقعہ نقل کیا جاتا ہے کہ ایک طالب العلم عظمت الہیہ
نام آپ کی خانقاہ مین سکونت رکھتا تھا جو کہ دیگر صورت سے قطع نظر کر کے خوش سخن بھی تھا اس لیے
آپکو اُس سے معمولی محبت ہو گئی تھی اور جب وہ اپنی موسیقی خیر آواز سے کوئی غزل پڑھتا تھا تو آپ اُس سے
بہت خوش ہوتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ جوش مسرت سے بھر بیٹھے تھے۔ اور کمال دہجہ کا سُر اُٹھتا
چلا تھا کہ عظمت اللہ کو نغمہ چیر دینے کا حکم فرمایا۔ لیکن اُس نے اس موقع پر تن واری برتی اور آپ کے ارشاد
کی تعمیل سے پہلو تہی کی مدد مین مرتبہ آپ نے اُسکو طلب کیا مگر اُس نے ہر دفعہ انکار اور انکار کیساتھ اصرار
کیا۔ آپکی طبیعت اُس سے سجدہ کد و منقض ہوئی اور ایک غضبناک اور قہر آلود نگاہ سے اُسکی طرف التفات کیا
جس کے اثر سے اُسکی حالت مین عجیب و غریب انقلاب پیدا ہوا۔ سادے چہرے پر زردی اور زردی کیٹھا
مردنی چھا گئی۔ اور جسم پر لرزہ پڑا اور آٹا ناٹا بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ہلاکت کا خوف اُس پر غالب آیا۔ اور اپنی نسبت
سے محض مایوس نا امید ہو گیا۔ محمد جعفر جو شیخ صاحب کے خادم قدیم تھے خدمت اقدس مین حاضر ہوئے

اور لجاجت کے لہجہ میں عظمت اللہ کی ستائش کی بابت لب جنبانی کی آپ کا غصہ فرو ہوا اور اُسکی اس گستاخی درگزر کی۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ اب اسے وہ خوش الحانی اور دلغریب آواز میسر نہیں ہو سکے گی جس پر مجھے رغبت تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسکے بعد اُسکی آواز کی ملاحات اور خوش الحانی جاتی رہی اور مردود جمیع طبائع ہو گیا جو لوگ اس سے پیشتر اُسکی آواز بہکت کرتے تھے اب نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے اور جو اپنے سر و انگہوں پر جگہ دیتے تھے۔ صف لئال میں ہی بیٹھنے کو ناگوار جاننے لگے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ کٹھن طرح کے فق و فدا میں مبتلا ہوا اور کسی جگہ اُسکو اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا۔

الحاصل شیخ محمد صاحب کے اس قسم کے بیشمار واقعات میں میں نے صرف ان ہی دو ایک واقعات کے قلب بند کرنے پر اکتفا کیا تاکہ یہ تذکرہ زیادہ طول نہ پکڑ جائے اور معزز ناظرین کجہمت انتظار نہ کرنا پڑے لیکن شیخ کے حالات زندگی ختم کر نیے پیشتر مجھے مناسب لوم ہوتا ہے کہ بطرح آپ کے روحانی تصرف کو دلچسپ واقعات سے ناظرین نے لطف اٹھایا ہے اسی طرح آپ کے سلب امراض کے چند واقعات جو تصرف کا دوسرا جزو مختصر ارج کر دینا تاکہ اہل مذاق اپنے اپنے مذاق کے مطابق دلچسپی لیں۔

شیخ محمد صاحب کو تصرف کی اس دوسری شاخ سلب امراض میں وہ قوت حاصل تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ ایک دفعہ سید بران بخاری کو قویع عارض ہوا جسکی وجہ سے نہایت کرب و بے چینی اور اضطراب بیکاری پیدا ہوئی ان کے زقائے آپسے التجا کی اور آپ سید بران کے مکان پر تشریف لیگئے مریض کے سر ہانے میٹھ کر اسکے مرض کو سلب کر لیا اور اسے فوراً شفا سے کلی پائی۔ لیکن اُسکا اثر شیخ صاحب میں بھی کبھی ظاہر ہوتا تھا۔ اور آپ گاہے گاہے قویع میں مبتلا ہو جاتے تھے یہی عبد اللہ جو آپ کے خواص کے حلقہ میں ایک معزز شخص میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ صاحب کسی موقع کو تشریف لیگئے اور میں سخت میں حاضر تھا جب وہاں سے مراجعت کرنے کا قصد ہوا تو مجھے سخت و شدید تپ عارض ہوئی اور ایک دو ہی روز میں اس قدر طاقت ہو گیا کہ جنبش کرنے تک کی طاقت نہیں رہی۔ شیخ نے جب میری یہ حالت دیکھی تو میرے واسطے سواری کی جستجو کی اتفاق سے اسوقت سواری کہیں میسر نہیں ہوئی۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر تم میرے گھوڑے کے آگے آگے چل سکتے ہو تو تیار ہو جاؤ تمہیں اسوقت عجیب غریب واقعات پیش آئیں گے۔ میں شیخ عرض کیا بترسہ چنانچہ ہزار محنت و وقت لوگوں نے مجھے کیا اسخی کی نظر مبارک کے سامنے لا بیٹھا۔ خدا مجھے مرض میں تخفیف معلوم ہوئی اور اب میں نہایت

چاق و چپٹ ہو کر آپ کے گھوڑے کو آگے آگے چلنے لگا۔ جن جن قدم آگے ڈالتا تھا مجھ میں طاقت نہ تھی
 اتنی جاتی تھی کہ مجھے شغلے کی حالت ہوئی اگر ساری منزل پاپا بدو قطع کی لیکن مجھ کو یہ بات تھی کہ ذرا
 بھی تھکان دیکھ لی معلوم نہ ہوتی تھی۔

شیخ محمد صاحب کی کرامتوں کے بھی بہت دلچسپ واقعات ہیں۔ ایک دفعہ بمقام سنوٹ آپ کے ایک
 بے ریا اور مختص دوست شیخ دعوت کی اور صرف سفر کھانا پکایا جو پندرہ آدمیوں کو کافی ہو سکتا تھا۔ جب سترخان
 پہنچا گیا تو نوبہ کا حکم شیخ محمد یعقوب آدمیوں کی ایک جماعت کثیرہ کیساتھ شیخ کی زیارت کیلئے آسودہ
 ہوا۔ ایسے محل پر لوگوں کے ایک جم غفیر کے دفعہ آجانیے میزبان گہرا گیا اور اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا
 شیخ صاحب نے اُسکی یہ گہراہٹ معلوم کر کے فرمایا کہ تم کسی طرح کا فکر نہ کرو۔ ان لوگوں کی دعوت ہمارے
 ہی۔ لیکن تمہیں اس قدر تکلیف کرنا ضرور ہوگی کہ کثیر التعداد طباق جمع کر دو۔ انشاء اللہ یہی قلیل مقدار کھانا
 بہت ہو جائے گا اور تمام حاضرین سیر ہو کر کھالیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا بھی۔ جب سب لوگ کھا نیسے فارغ
 ہو گئے تو آپ نے ایک خوش آئندہ تبسم کیساتھ فرمایا کہ فقیر لوگ گاہے گاہے ایسا بھی کیا کرتے ہیں۔

شیخ النعش جو آپ کے قبیلہ میں ایک ذی وجاہت اور صاحب اعتبار شخص تھا اور قول و فعل میں
 نشہ میں چکنا چر ہو رہا تھا۔ اُس نے ایک دفعہ جناب شیخ صاحب کی خدمت مبارک میں کچھ ایسی گستاخی اور
 بے ادبی کی جس سے آپ کو سخت رنج ہوا آپ نے منع ہو کر فرمایا خداوند اسکے بعد اس شخص کا منہ مجھ نہ دکھائیو۔
 یہ لکھ کر آپ تو سوار ہو گئے اور پیچھے شیخ النعش ایک نہایت مہلک اور خطرناک مرض میں گرفتار ہو گیا تھا
 سے ہزار علاج کو بند ہی جانہو سکا۔ دور دراز تک حالت نزع ہی اور تیسرے روز جب آپ نے مکان پر مراجعت فرمائی
 مر گیا۔ شیخ نے اُس کے جنازے پر نماز پڑھی اور لوگوں نے دفن کر دیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ عبدالوہاب آپ کے چچا زاد بھائی نے ایک نہایت خوبصورت اور عالی شان
 عمارت بنائی۔ عمارت جب بن کر تیار ہو گئی تو شیخ عبدالوہاب کو ایک اتفاقی سفر پیش آیا۔ اُن کے پہلے جانے
 کے بعد اس طرف کے ایک رئیس رستم نامی نے جسے شیخ عبدالوہاب سے دلی عداوت تھی اس عمارت کو مسما
 و خراب کر ڈالنے کا قصد کیا۔ جب شیخ محمد صاحب اُس کے اس ارادے پر مطلع ہوئے تو فرمایا۔ سخت افسوس
 کی بات ہے کہ شیخ عبدالوہاب کی عمارت بلا وجہ ڈھائی آؤ ہم موجود ہوں اور چونکہ جنگ کرنا فقیر دین کا شیوہ
 نہیں ہے۔ اسلئے میں ایک انصراف کرتا ہوں کہ رستم یہاں تک پہنچ ہی نہ سکے چنانچہ جب رستم نے شیخ

بعد الوہاب کی عمارت سمار کر نیک ارادے سے فوج کا ایک دستہ فراہم کیا اور سب لوگ اُس کے ساتھ چلنے پر راضی ہو گئے۔ تو سید شکر خان کے عاملوں میں سے ایک شخص نے اُس کو قتل اس بارے میں اتفاق نہیں کیا اور اس میں شریک ہوئیے صاف انکار کر دیا۔ رستہ میں رستم نے اُس سے سختی کی جس کا یہ انجام ہوا کہ عاقل کا حقیقی بہائی مار ڈالا گیا۔ اس قتل کے وبال میں رستم سے مواخذہ کیا گیا اور وہ اسی مواخذہ میں لگا۔ سید محمد وارث جو نہایت محترم و صادق القول شخص ہے بیان کرتا ہے کہ مجھے ایک مرتبہ سفر پیش آیا میں رختانہ ملاقات کیلئے شیخ محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھے عافیت کی خوشخبری دی۔ اور مصافحہ کر کے رخصت کیا۔ اتفاقاً اُن دنوں سفر میں ایک رات خونی ڈاکوؤں نے ہجوم کیا اور مجھے ہلاکت کا خوف غالب آیا۔ اس نازک اور خطرناک موقع پر مجھے بخیر اسکے اور کچھ نہو سکا کہ شیخ صاحب کی جناب میں توجہ ہوا اور آپ کا تصور ذہن نشین کر کے بچھوٹے پر جا لیٹا۔ کربے پچینی کیسا نہ چند کروٹیں لیں اور آخر کار نیند آگئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ جناب شیخ صاحب کھڑے فرما رہے ہیں کہ محمد وارث اُٹھو اور بے خوف و خطر یہاں سے نکل جاؤ رستم سے کوئی تعرض نہیں کر سکتا۔ لویہ دو لڈونا شتہ کیلئے رکھ لو میں نے لڈو لیکر اسیات میں جیب میں ڈال لئے جب میں بیدار ہوا تو ہنوز میرے جسم پر عیشہ کا اثر باقی تھا اور ڈاکوؤں کا ہشتناک خیال مجھے رہ رہ کر دہلا رہا تھا۔ لیکن جب میں نے وہ دونوں لڈو جو خواب میں شیخ نے عنایت فرمائے تھے بعد چیت دیکھے تو ایک فوری ٹہینان نے میرے گٹھ ہوئے ہوش حواس بیکار کر دیئے۔ میں اپنے دو لڈو نہایت مضبوط اور قوی پاکر بچھوٹے سے اٹھ کھڑا ہوا اور سوار ہو کر منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گیا۔ ڈاکوؤں کو یا تو میری عزت کر نیکی جرات ہی نہیں ہوئی یا سب کے سب مجھے غافل رہو۔ بہر حال میں بڑی جرات اور آزادی سے نکل کر روٹا ہوا اور کسچی میرا تعاقب نہیں کیا۔ شیخ صاحب کے عنایت کیے ہوئے لڈو مدت تک تبرکاً میرے پاس رہے لیکن جب آپ ناپا انداز اور فانی دنیا سے رگڑائے عالم باقی ہوئے تو میں انہیں بھگا گیا۔

۱۱۰۰ھ میں جب عالمگیر بادشاہ کے فرزندوں شاہ عالم اور محمد عظیم بن بھگام اکبر آباد غونوار اور عظیم الشان جنگ واقع ہوئی تو شیخ محمد صاحب کے مقصدوں میں سے کسی نے آپ کو بایں مضمون عریضہ لکھا کہ لون و وفون و ارشان تحت و تلج میں سے کس کے نصیب میں فتح مقدر ہے آپ انہیں سے جسے فاتح تسلیم کریں میں اُسکی جانب اسی کروں شیخ صاحب نے فوراً لکھ بھیجا کہ شاہ عالم کی فتح ہوگی۔ اور محمد عظیم عین میدان جنگ میں مارا جائیگا۔ انجام کار ایسا ہی ہوا اور آپ کی پیشین گوئی بے کم و کاست سچی ہوئی۔

جناب شیخ محمد صاحب کی صحبت و نظر کا اثر

یہ عنوان اس قدر وسیع ہے جسکی تفصیل درموضع کیلئے کئی نونوں کا زمین لیکن مختصر یہ ہے کہ شیخ محمد صاحب کے علم و فضل و فیض صحبت کا پایہ اس قدر ارفع و اعلیٰ تھا کہ جس نے آپ سے فیض صحبت حاصل کیا وہ ہی تفسیر و توجہ میں کامل اور بے نظیر ثابت ہوا جن لوگوں نے آپ کی مرید بنی وہ تلمذِ خستہ یا کیا انکی رشیک و تہادبتان بہت مشکل ہو لیکن تاہم جنہیں تاہیجی شہرت حاصل ہوئی تہادبھی اس قدر ہی جسکی مختصر فہرست کوست حیات و حلی نہیں رکھتی۔ اسلئے ہم چند حضرات کی بحال فہرست ناظرین کے سامنے پیش کر کے اراداب کو ختم کرتے ہیں۔

سید عبدالرحیم اور سید ہاشم جو معقولی و مستوفی علوم میں شہرہ آفاق تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپکی صحبت و صحبت کی وجہ سے وہ ارتباط حاصل کیا کہ آپنے ایک دن اپنے نظر التفات ڈالی جسکی تاثر یہ ہوئی کہ ہر ایک میں ایک عجیب حالت پیدا ہوگئی۔ سید عبدالرحیم کو کشفِ خواطر اور کشفِ قبور حال ہوا یعنی آپ ہر ایک شخص کے دلی بہید اور مخفی اسرار ظاہر کر دیتے اور جس قبر پر پہنچتے انکی حقیقت بیان کر دیتے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کھانوی کے قبرستان میں سے گزر رہے تھے۔ ہر ایسوں سے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آگ کا ایک بڑھتا ہوا شعلہ زمین سے نکل کر آسمان تک پہنچ گیا ہے اور جب چند قدم آگے بڑھے تو ایک قبر کو دیکھ کر فرمایا کہ آگ کا شعلہ اس قبر سے نکل رہا ہے۔ لوگوں نے اسکا کھوج لگایا تو معلوم ہوا یہ قبر ایک ایسے شخص کی جو جو ظلم و فساد کیا تھا متصف تھا اکثر ایسا ہوا کرتا تھا کہ ایک شخص سامنے سے نمودار ہوا اور اپنے اسکے دل کا حال ظاہر کر دیا۔ لیکن رفتہ رفتہ آپ مسلوب القبل ہو گئے۔ اور مجنوبوں کی طرح بازاروں میں پھرنے لگے۔ سید عبدالرحیم کی والدہ اپنے فرزند کا یہ حال دیکھ کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بالجا تمام عرض کیا کہ عبدالرحیم پر ایسی توجہ فرمائیے کہ اسکے گئے ہوئے ہوش و حواس بجا ہو جائیں فرمایا اسے چند روز تک ہماری خدمت میں حاضر رہنا چاہیے۔ چنانچہ لوگوں نے سید عبدالرحیم کو زنجیروں میں بند کر کے چند روز تک انکی نظر مبارک میں رکھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں ان کے ہوش و حواس درست ہو گئے۔

سید ہاشم کی یہ کیفیت تھی کہ جو تسیب زدہ آپکے سامنے لایا جاتا تو ان دوسید کا انور فیض سے جاتا رہتا۔ ایک عالم آپ کی نظر فیض اثر کی بدولت آسید جن سے خلاصی پاتا تھا اور جنوں کی ایذا سے محفوظ

کو صحت و تندرستی حاصل ہوتی تھی۔ شدہ شدہ انکو بھی جذب واقع ہوا اور ستانہ دار صحر اور بیابان میں لگانے لگے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سید ماشم ایک رات ایک ہندو فقیر کے تکیہ میں پہنچے جو اُس زمانہ میں منہو کا مقتدر اور پیشوا تسلیم کیا جاتا تھا اور جبکا جادو دنیا میں مشہور و معروف تھا جو بوقت آپ اُس کے تکیہ میں پہنچے ہیں تو سحر کید سے عرض کے دونوں کناروں پر خشک کھالوں کے سنگریزوں پر لڑکھنے کی خوفناک آواز اُن کے کان میں پہنچی۔ لیکن آپنے اسطرف ذرا التفات نہیں کیا ابھی تھوڑی دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک سب دیو ہنسیہ کی شکل میں نمودار ہوا۔ جسے بڑی خوشخواری سے آپ پر حملہ کیا۔ آپ ستانہ دار حق کہتے ہوئے اُسکے پیچھے دوڑے۔ اور وہ اُٹا اُٹا ناٹن غبار نیکر اڑ گیا۔ ہندو نے یہ واقعہ دیکھ کر جادو سے توبہ کی اور حجت مسلمان ہو گیا

ایک دفعہ عبدالرحمان نامی ایک شخص جناب شیخ محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا آپنے جون ابھی نظر التفات ڈالی۔ فی الحال ایک قسم کی توحید منکشف ہوئی جس سے وہ دیوانہ وار کوچہ و بازار میں پھرنے اور ہر چیز کو خدا کہنے لگا۔ تمام شرعی و عرفی آداب بالائے طاق رکھ دیتے اور کسی بات کا پابند نہ رہا۔ اور جب اُسکے تمام حالات و خیالات اور یہی گھبراتے چلے تو لوگ اُسکی اس آزادی سے تنگ ہو کر دوبارہ شیخ صاحب کی خدمت میں لائے اور آپنے اُسکی کیفیت جذب کو ایک ہی نظر میں سلب کر دیا اور ایک خاص نظر ڈالی جس سے عبدالرحمان بدستور سابق عقل و ہوش میں آگیا۔ اور تمام دیوانہ پن جاتا رہا۔

سید عنایت اللہ باشندہ سنبلیٹہ کو شیخ صاحب کی توجہ سے بہت تھوڑے زمانہ میں غیب کی باتوں کا کشف حاصل ہو گیا تھا اور وہ صد ماکوس کی باتیں فوراً دریافت کر لیتا تھا۔ قریب جوار کے لوگوں کی حرکت و سکون سے واقف ہونا اُسکے آگے کوئی بات ہی نہ تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ سید عنایت اللہ بیمار پڑے۔ شیخ صاحب اُنکی عیادت کیلئے وطن سے چلے۔ سید عنایت اللہ کو اُن کے سوا ہونیسے گھر پہنچے تک کے سارے حالات منکشف تھے گویا بستر مرض پر پڑے ہوئے انکو سب تمام واقعات دیکھ رہے تھے۔ جب شیخ صاحب سوار ہوئے تو سید عنایت اللہ فیندے سے چونک پڑے اور حاضرین سے کہنے لگے۔ اسوقت شیخ صاحب سوار ہو گئے ہیں۔ پر کہا اب فلاں موضع میں پہنچے ہیں اور اب فلاں مقام پر تشریف رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب شیخ صاحب سنبلیٹہ کے قریب پہنچے تو کہا اب شیخ صاحب ہمارے شہر میں آگئے ہیں۔ یاروں جلد اُٹھو اور بڑے جوش مسرت کیساتھ شیخ کا استقبال کرو

بعد ازاں حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے۔ مجھی آٹھا ہٹاؤ کیونکہ شیخ اب دروازے پر پہنچے ہیں

سید مثنائی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں آپ کے فیض صحبت سے عجیب غریب غیبت حاصل ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت کا شور و شغب بالکل محسوس نہ کرتے تھے اور عالم پر سکوت و خاموشی کا سناٹا چھایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ توحید کا غلبہ اس درجہ تھا کہ جب کسی نے ان سے توحید کی مثال دریافت کی تو بڑے توحید کی مثال بتلائی۔ ایسی سمجھی چاہیے کہ ایک مٹی کی ٹیلیدیا کو ریت سے لبریز کر کے پانی سے بہر دیا جائے۔ بعد ازاں غور سے دیکھا جائے تو پانی کا بہر جزو ریت کہہ کر جزو مین سرایت کیا ہوا نظر پڑے گا۔ اسی طرح توحید خداوندی تمام مخلوق میں ساری محمد حسن جو مقبول و مقبول میں کامل مہارت رکھتا تھا شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چند روز مین آگاہی شرف سے ممتاز ہوا۔ آخر کار ہر راست کی معرفت اُس پر غالب ہوئی اور رفتہ رفتہ قیود و شرعی سے قدم باہر نکلتے لگو شیخ نے محمد جعفر کو جو آپ کا غلام بے ریا خادم تھا اُس پر تین کما کہ مفروضہ نمازین محمد حسن سے فوت ہونے پائین لیکن پھر تھوڑے عرصہ میں اُس کا شکر کا تار ملا اور تمام ہوش حواس بچا ہو گئے۔ محمد حسن کی توجہ باطنی بیان تک پہنچ گئی تھی کہ ایک جوان صلح کسی عورت کی محبت میں مبتلا ہو گیا تھا اور دیوانہ کی طرح ہوش باختہ آہ و زاری کرتا پھر تا تھا لوگوں نے آپ سے کہا۔ افسوس ہے کہ ایک ایسا نیک دل اور نہشتا اس آدمی یوں باتوں سے جاتا رہے محمد حسن نے اس شخص کو اپنے پاس بلایا اور ایک نظر خاص ڈالی۔ فوراً اُس کے دل سے عورت کی محبت جاتی رہی بجائے اسکے محبت الہی کے نقوش اُس کے لوح و لپکندہ ہو گئے۔

عبدالہادی جو سماع و وجہ کے سخت منکر و مخالف تھے شیخ کی خانقاہ میں آئے اتفاق سے اُس روز آپ مجلس سماع میں مدعو تھے۔ جب آپ مجلس سماع میں شریک ہو نیکیے لئے تشریف لیجانے لگو تو عبدالہادی بھی ساتھ ہو کر آٹھا راہ میں شیخ نے فرمایا کیا حالت سماع میں تیر کبھی وجد بھی طاری ہوا ہے۔ جواب یہ کہ نہیں فرمایا تم وجد کرنا چاہتے ہو عبدالہادی نے آپ کی طرف استعجاب کی نظر سے دیکھا گویا انہوں نے تعجب کیا کہ لوگوں پر کس طرح اور کیونکر وجد طاری ہو سکتا ہے۔ شیخ صاحب عبدالہادی کا استعجاب دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ لیکن جب مجلس میں پہنچے اور فصل سماع گرم ہوئی۔ تو آپ نے انکی طرف نظر التفات ڈالی اور ایک ایسا روحانی تصرف کیا کہ عبدالہادی سے حرکات متناظر ظاہر ہونے لگیں اور لحظہ لحظہ اُس میں ترقی ہوتی گئی کمال و دوروز تک بیخود رہے اور ہوش میں آنے کے بعد سماع و وجہ کے قائل ہو گئے۔

ایک دفعہ سنبھلیہ کے باشندہ عن نے شیخ سے استدعا کی کہ آپ انہیں توجہ باطنی اور تاثیر روحانی

کرشمہ و کماہن۔ اُس وقت شیخ کی مجلس میں بہت آدمی حاضر تھے آپ نے فوراً ایک سرسری نظر حاضرین پر ڈالی۔ سترہ آدمی جنہیں سید نور علی اور سید ملتانوی بھی شریک تھے۔ بیخود ہو گئے اور عرصہ تک عالم بیہوشی میں پڑ رہے۔ ایک مرتبہ شیخ اناکمہ باشندہ قصبہ لاہور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا حضرت! میں آپ کی باطنی توجہ و تاثیر کے امتحان کی غرض سے آیا ہوں۔ شیخ اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ اشراق کی وقت ہو جبکہ کی وقت تک بیہوش پڑا رہا۔ گو آپ نے اُس کے پچوکر خوب جھنجھڑا اور قہر کیا۔ پھر یہی ستارہ وار حرکتیں کرنے لگا۔ لیکن عرصہ کے بعد جب ہوش میں آیا تو لوگوں کے حال دریافت کیا۔ بولا اگر شیخ لمحہ بہ لمحہ توجہ فرماتے تو میری روح بدن مفارقت کراتی۔

الغرض شیخ محمد صاحب کے تصرفات و توجہات کی مثالیں اس قدر ہیں کہ اگر فیصدی پلینج بھی بیان کیجا نہیں تو بھی اُنکے لیے ایک طولانی دفتر چاہیے۔ اس لیے ہم نے باستثناء چند آپ کے تصرفات کے تمام واقعات نظر انداز کر دیئے ہیں۔ بغرض ناظرین سے امید ہے کہ وہ ہمیں اسکا الزام نہ دیں گے۔

جناب شیخ محمد صاحب کے کئی صاحبزادے تھے۔ لیکن ان سب میں شاہ عبید اللہ خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہیں جو عمر میں سب سے بڑے اور عظمت بزرگی میں سب سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ آپ اپنی بے نظیر قابلیت اور عظیم المثال بیاقت کی وجہ سے اس قدر معزز و ممتاز تھے کہ خاندان منلیہ کے دارشان تخت و تاج باوجود اس شان و شوکت اور جاہ و جلال کے تعظیم کرتے اور اُس عہد کے مشائخ اپنی آنکھوں پر جگہ دیتے تھے۔ شاہ عبید اللہ کی مختصر نظر میں یہ تعریف کافی ہو کہ آپ ایک ایسے معزز و ممتاز شیخ کے فرزند رشید ہیں جن پر نہ صرف قصبہ بہلت کو بلکہ ہندوستان کے اکثر طبقوں کو فخر حاصل ہو قطع نظر اس خاندانی عزت و بزرگی کے آپ کی ذات میں بھی وہ جوہر نمایاں تھے جن سے ایک عالم منور و روشن تھا۔

جناب شیخ محمد صاحب خود اپنی زبان سے فرماتے ہیں کہ ایک دن خدا تعالیٰ نے اس فقیر پر ایک آشنائی کی صورت میں تجلی فرمائی یعنی ایک بچہ کی انگلی پچڑے ہو کر میرے پیر پیر بڑھا چلا آ رہا ہے جب میرے قریب پہنچا تو ارشاد کیا۔ محمد! میں اس بچہ کو تیرے گھر میں پیدا کرتا ہوں فقیر نے کمال حاجت و الحاح کیساتھ عرض کیا کہ خداوند ایہ تیری مخلوق ہے۔ جہاں منظور ہو پیدا کر۔ اس واقعہ سے پہلے چند دنوں پہلے شاہ عبید اللہ پیدا ہوئے۔ پس اگر شاہ عبید اللہ کے تمام خاندانی اور ذاتی اعزاز سے قطع نظر کجائے تو بھی صرف ایک ہی خصوصیت اس قسم کی ہو جس کے مقابلہ میں تمام اور اعزاز و اقتدار پائسانگ کے برابر بھی نظر نہیں آتے ہیں۔ خصوصیت روز ازل سے آپ کی حصہ تھی کہ خدا تعالیٰ آپ کی نسبت ایسا کہہ فرمائے۔ شاہ عبید اللہ کے لیے خصوصاً

سلطان سکندر تاجدار ہندوستان کے عالی شان فرما رہے تھے اور چند ہی روز میں اپنی بنیاد پر قابلیت شاہی دربار میں وہ اعزاز و اعتبار پیدا کر لیا کہ سلطنت کی طرف سے چند قریے آپکو مدد و معاش کیلئے سداً بعد نسل عطا ہو گئے۔ اس تقریب کی وجہ سے اس خاندان کے اسلاف نے بچلت میں بسا ست اختیار کی اور ایک روز زمانہ گم آنکی اولاد و احفاد نے یہاں توطن کیا۔ شیخ احمد کے حقیقی بہائی شیخ محمود و دو فرزند تھے۔ شیخ فرید ابو شیخ محمد جو اسی موضع پبلت میں سکونت رکھتے تھے۔ شیخ فرید اپنے آبا کر اہم کے طریقہ و طرز پر اکتسابی و وہی فضائل کیساتھ موصوف تھے اور آپ کے فضل و کمال کی شہرت قصبہ پبلت کی چار دیواری سے نکل کر دور دور تک پہنچ گئی تھی آپ کے انتقال کے بعد آپ کے تین فرزند بمثل یادگار باقی رہے۔ شیخ فیروز شیخ ابو الفتح شیخ عبد الرحمان ان سب میں شیخ ابو الفتح خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہیں۔ آپ عنوان شباب میں علوم کی تحصیل میں مشغول ہو کر تمام علمی تحقیقات کو فراغ ہوئے اور ہر قسم کے علوم میں کامل و سنگاہ حاصل کر چکے تو آپکی عالمی ہمتی نے صرف ان ہی علوم کی تحصیل پر قناعت نہیں کی بلکہ ہمت کے شاہین نے تحصیل سلوک کی طرف بال و پر کھولے اور آپ مشائخ کاملین کی خدیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ مدتوں اُس زمانہ کے صوفیاء کی صحبت سے فائدہ اٹھایا اور مشائخ زمانہ کے فیض صحبت سے سعادت اندوز ہوئے چنانچہ چند سال شہادتوں اور نقل صحیح سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ شیخ عبد العزیز کجیست میں پنےے اور اُسے استفادہ حاصل کیا بعد ازاں شیخ نظام ناروولی کی صحبت میں آئے جو مشائخ چشتیہ میں ایک مشہور فاضل و مشائخ تھے اور جو خواجہ خانومی گویا راری کے ممتاز خلیفہ تھے۔ شیخ ابو الفتح کو شیخ نظام کی صحبت نہایت موافق اور بغایت مفید پڑی۔ سالہا سال ریاضات و مجاہدات میں بسر کیے اور ہر قسم کے فیض سے بہرہ اندوز و کامیاب ہوئے۔ آخر کار جب ارشاد و تکمیل کے مرتبہ پر پہنچ گئے اور آپ کے اقبال یاوری اور فضل و کمال کے ستارے نے آج کمال پر قدم رکھا تو پہر وطن مالوف کی طرف مراجعت فرمائی اور درس تدریس و عطا و تلقین میں مصروف ہوئے۔ یہ تعب کیساتھ دیکھا جاتا ہے کہ گو شیخ نظام علوم مروجہ پر چند ان اطلاع نہ رکھتے تھے۔ لیکن تو ہی شیخ ابو الفتح جو تمام علوم و فنون پر کمال اقدار رکھتے تھے آپ کی صحبت میں فیضیاب تھے۔ شیخ نظام کے خاندان میں جو علوم نے شہرت پائی وہ شیخ ابو الفتح ہی کی علمی فیاضیوں کا سبب ہو کیونکہ جس اثنا میں آپ شیخ نظام کی صحبت میں تھے تو انہوں نے اپنی اولاد کے علوم کی تکمیل اور تربیت کی خدمت جو تعلیم کا دوسرا عنصر ہے آپ ہی کے سپرد کر دی تھی جسے شیخ ابو الفتح نے بڑی قابلیت اور لوسوی

کیساتھ ادا کیا اور جب کا ہی نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ میں شیخ نظام کی اولاد نہایت قابل دانشمند اور دنیا میں مشہور و نامور ہو گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک ماحدل نے شیخ ابو الفتح کو شیخ نظام کی خدمت میں مکہ کی نہایت استعجاب کے لیے فرمایا کہ آفتاب ستاروں کی پناہ میں آیا ہے۔

سنا جاتا ہے کہ شیخ ہدیت اللہ انصاریؒ جو شیخ عبد العزیز پہلی کے مقتدر خلیفہ تھے اپنے انتقال کے وقت وصیت کی کہ میرے جنازہ کی نماز شیخ ابو الفتح پڑھائیں جس وقت آپکا انتقال ہوا شیخ ابو الفتح ناراض میں تھے۔ لوگ ضرورت کرتے جاتے تھے اور شیخ کے انتظار میں کڑے ہو جاتے تھے۔ دفعہ سائے سو شیخ نمودار ہوئے اور شیخ ہدیت اللہ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ گویا آپ کے ولین خود بخود یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے ایک نہایت عاجلانہ حرکت کیساتھ وطن پہنچنا چاہیے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ شیخ ہدیت اللہ انتقال کر گئے اور لوگ انکی وصیت کے مطابق میرا انتظار کر رہے ہیں۔

شیخ ابو الفتح نے خواجہ طیفورؒ کی محترم و باعصمت لڑکی سے نکاح کیا جب مجلس عقد گرم ہوئی تو زعفران، خنا، چیر ویا گیا۔ شیخ ابو الفتح کی حالت ساعت بساعت متغیر ہونے لگی اور شرہ شدہ و جہد رقص کی نوبت پہنچی۔ خواجہ طیفورؒ کے مشرب میں سماع منع تھا اور وہ جہد رقص کے سخت مخالف تھے۔ لوگوں نے جب کیفیت خواجہ کے گوشگزار کی تو آپ مجلس میں تشریف لائے اور شیخ کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا چونکہ اس عزیز پر جہد حقیقی طاری ہوا لیسے اسکا انکار کرنا نہیں چاہیے۔

شیخ ابو الفتح کے انتقال کا وقت جب قریب آگیا تو اپنے پسر ہتیب شیخ ابو الحسن کو بلا کر فرمایا کہ قرآن مجید کی کوئی سورت سیر سامنے پڑھو۔ آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی۔ اور شیخ ابو الحسن نے نہایت خوش الحانی سے قرآن کی چند آیتیں پڑھیں تلاوت سے فارغ ہونیکے بعد شیخ نے فاتحہ کیلئے ہاتھ اٹھائے اور آیت سبحان ربک رب العزت علیکما یشفقون پڑھ کر منہ پر ملے کہ آپکا طائر روح حق جسم سے پرواز کر گیا۔ اور اوشمال شیخ ابو الفتح کا ایک رسالہ دنیا میں آپکی محسوس یادگار باقی ہو جو بلحاظ مضامین نہایت لطیف اور اعلیٰ درجہ کا رسالہ ہے۔ شیخ ابو الفتح کے انتقال کے بعد آپ کے پسرے فرزند شیخ ابو الفضل سریر آرائی خلافت ہوئے اور افادہ ظاہری باطنی کی سند پر جلو حق لایا۔ اپنے طولانی عمر بانی اور سب کی سب نصیات اتنی تحرک نیا دہل نیا دس علوم دینیہ کتب سب کو

سے یہ ہی بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ ہدیت اللہ انصاریؒ اور شیخ ابو الفتح نے باہم عہد کیا تھا کہ ہم میں جو شخص پہلے انتقال کرے وہ دوسرے کے جنازہ کی نماز پڑھائے جس زمانہ میں شیخ ہدیت اللہ بیمار پڑے۔ شیخ ابو الفتح نے اناراضی کا قصد کیا رحمت کی وقت میں شیخ ہدیت اللہ نے اس عہد کو یاد دلایا۔ جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہوتا تو میں اسے ضرور انجام دوں گا چنانچہ اس مرض میں شیخ ہدیت اللہ نے انتقال فرمایا اور شیخ ابو الفتح نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی ۱۲

کو عمل عیسے آیا اور عین العلمین بسر کی آپ داب طریقت و شریعت میں نہایت جہد لکھیا تھ اور فراط و تفریط سے دور
جستہ ابو الفضل کا جام حیات لبریز ہو کر چھلک پڑا تو آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ ابوالکرم جو سابق میں شاہی
نوکری میں مصروف تھے سجادہ نشینی کے درپے ہوئے اور اس کام کو اپنے ذمہ لینا چاہا شیخ ابوالکرم اگرچہ نہایت فنی الطبع
خوش تقریر و فصیح اور قابل تھو اور اسکے ساتھ علوم فقہ و حدیث وغیرہ میں بھی آپ کو کامل مہارت حاصل تھی لیکن تہش
طلب اور راحت پسند تھو اور چونکہ ابتدائی زمانہ کو اس وقت تک شاہی ملازمت میں زندگی بسر کی تھی اسلئے ریاضات
مجاہدات کی زیادہ محنت مشقت بھی نہیں اٹھائی تھی جناب شیخ ابوالفضل کو یہی دن بدن انکی رحمت طلبی کا زیادہ
یقین ہوتا گیا تھا یہی وجہ تھی کہ آپ نے انکو بارہا بھی سہات کا تذکرہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد سجادہ نشینی کا تھ شیخ
ابوالکرم کو حاصل ہو لیکن انہیں شیخ ابوالکرم کی ذاتی خوبیاں اور شرعی قیود کی پابندیوں قبیلہ کے تمام لوگوں کو اپنا
گرویدہ کر لیا تھا اسلئے وہ شیخ ابوالکرم کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کا استحقاق ثابت کر کے سجادہ نشینی کی سند
پر بٹھا دیا شیخ ابوالفضل کے معتقدوں اور مدبروں نے ان لوگوں کو دباؤ سے شیخ ابوالکرم کی سجادہ نشینی نہایت تحمل کیساتھ
تسلیم کی لیکن بالآخر شیخ مبارک فرج شیخ ابوالفضل کے جان نثار خادم تھو جس سجادہ نشینی کو تسلیم نہیں کیا اور گہرے
دیکھ کر شیخ کی روح کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ حقیقت حال پر مطلع ہو شیخ ابوالفضل انکے خواب میں تشریف لائے اور صا
لفظوں میں فرمایا میری سجادہ نشینی کا استحقاق اس شخص کو حاصل ہو چکا فلان رخت کو نیچے کمانا تقسیم کر دیا جب شیخ
مبارک بیدار ہوئے تو تمام لوگوں پر اس واقعہ کا اظہار کیا عجیب اتفاقی بات ہو کہ جب سچ کو کمانا تقسیم ہو گیا تو شدت
کھائی تقسیم شیخ ابوالفضل کے بتائے ہوئے درخت کو نیچے شیخ محمد عاقل کے ہاتھ میں بھی لوگوں نے یہ صورت دیکھ کر شیخ محمد عاقل
کو شیخ مرحوم کا سجادہ نشین تسلیم کیا اور رفتہ رفتہ چند اس قسم کے اسباب جمع ہوئے کہ جنکی وجہ سے شیخ ابوالکرم کی جمعیت
متفرق ہو گئی اور وہ اس فساد میں تنگ دستی میں جولا زمہ درویشی ہو کر چل کر کے جکا نتیجہ ہوا کہ انہوں نے سجادہ نشینی
سے دست برداری کی اور شیخ محمد عاقل مستقل سجادہ نشین قرار دیے گئے۔

اگرچہ آپ کے کئی صاحبزادے تھے لیکن عمر میں سب بڑے اور قدر و منزلت میں سب افضل شیخ محمد بن جکا ذکر قدر سے
تفصیل کیساتھ میں اور پر کیا ہوں۔

۱۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کتاب عین العلوم پر درپردہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ قراب میں نے آنکھ سے دیکھی ہے۔ انہیں صاحبزادے ابو الفضل کے نہایت
منفید و کارآمد تھے خود شیخ کی تعلیم مبارک سے انکو سب سے پہلے حقیقت میں یہ بات چاہیے کہ سب سے پہلے ان کے قابل اور طامین سلوک کو دستور العمل بتائے کہ لایق ہیں ان کے
دیکھنے کو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عیشی ہر قسم کے علوم میں کامل تھو اور پوری جستگاہ رکھتا ہو اور اسکی تحقیق اعلیٰ درجہ کی ہو۔ ۲۔ شیخ محمد عاقل کو ظاہر
و باطنی علم کا کافی حصہ قدرت عطا ہوا تھا اور دروازہ دل ہی کو اہل مد کی غمت میں آپکا نام نہایت درجہ ہو چکا تھا۔ آپ فقہ اور طالب العلوم کی رعایت میں کوئی
دقیقہ اٹھا کر رکھتے تھے اور ہمیشہ حد ارسون تک کون کی صحبت پسند کرتے تھے۔ انہی اوقات کا اکثر حصہ قراوداد و ملاقات میں صرف کرتے تھو۔ اہل باطنی صاحب
کی درس تدریس میں۔ جو دو سخا و سخا و دہان نوازی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھو۔ ترک دنیا میں آپ اپنے تمام مصروفین و فریقین کے متوجہ و تمام عام افکار

۱۲۔ انکی طاعت و احترام کا ایک خاص باب ہے۔ ان میں شیخ محمد عاقل بن ابی اسحاق کے بارے میں

تیسرا حصہ

جناب شیخ عبد الرحیم صاحب

حضرات ناظرین! اب میں عارف بامد حضرت شاہ ولی امجد صاحب کے والد بزرگوار جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے
لائف شروع کرتا ہوں۔ بہن و رابہ نہ نہیں کہ میں اس عنوان پر جسکے تفصیلی حالات سو آپکو زمانہ دراز سے ایکسٹرا
دیکھی اور دلچسپی کیساتھ کمال اشتیاق تھاتیرے جسے سب سے اول اور سب سے زیادہ مفصل لکھنا چاہیو تھا ہوتا
میں پہنچا لیکن میرے سلسلہ بیان میں بھی چند در چند ایسی ضروری اور معقول مزاحمتیں واقع ہوئیں جنکی وجہ سے
میں آپکے اشتیاق کے جلد پورا کرے میں معذور رہا۔ واللہ وعندک ارام الناس معقول اب جبکہ میں پہلے اور
دوسرے حصوں میں شیخ صاحب کے مقدس اور طویل القدر خاندان کے مفصل حالات ختم کر چکا تو آپکے حالات زندگی پر
قلم اٹھاتا اور جبکہ مفصل حالات مجھ دستیاب ہو کر ترتیب القلم بند کرتا ہوں تاکہ آپ کا نام نامی دنیا میں
زندہ ہو اور آپکے خاص فضائل و کمالات سے قوم میں ایک غیر معمولی تحریک اور تحریک کیساتھ مبارک جوش پیدا
و باللہ التوفیق و بیدار اذیۃ التحقيق قبل اسکے کہ میں مغز شیخ کے ان فضل اور آپکے روحانی و فیمیری جہتوں اور
علمی کارناموں کو ترتیب القلم بن کروں جو ضرب البشل کے طور پر آج تک تاریخ میں محسوس یا دگار ہیں مناسب
کہ آپکے حالات زندگی اور فضائل و کمالات کا اجمالی طور پر سرسری خاکا کہیں چون تاکہ ناظرین کو آپکے قابل تفسیر
واقعات دیکھنے کی زیادہ رغبت ہو اور شائقین زیادہ شوق سے پڑھیں۔

واجب الاخر ام شیخ عبد الرحیم صاحب اہل میں ایک ایسے نامور اور مشہور بزرگ گزرے ہیں جنکا نام نامی کچھ
بچہ کو یاد ہی اور جسے نہ صرف اہل ہی کا باشندے رو شناس ہیں بلکہ تمام ہندوستان اور ہندوستان سے لیکر عرب
آپکے نام کا امتیازی پہریرا لڑتا ہے یہی وہ بزرگوار ہیں جنکے وہی اگستانی علوم سمندر بڑے زور شور سے چاروں
پڑا اہل رہا ہی اور حدیث و فقہ کی چکرار اور فقہر ہو اچشمہ کلی گلی اور کوچ کوچ میں انتہائی پیاری اور و گیراد کے
ساتھ رہا ہی جیسے بیٹا خوشگوار و شیرین نرین کش کر دوڑ رہی چلی گئی ہیں اور جنہوں نے اپنی شادابی سے
ایک عالم کو مسرور و ملہا رکھا ہی ہجرت کی دسویں صدی میں اس فاضل اجل نے اپنے علم و فضل کے عالیشان
جہنم سے تمام عالم میں کاڑیے تھے اور طائر خیال بن پڑوا اسکے مرتب علم اور شان کمال کی رفعت و بلندی کو
پانہیں کہتا تھا ہندوستان میں آپہ پہلے ہی نامور ہیں جنہوں نے طالبان علم دین کیلئے صلا عام دی اور اپنے
بے نظیر فیضان اور عظیم المثال صحبت اہل دنیا کو مثال کر دیا حدیث و فقہ کے مختلف علمی معلومات اور سلا

ارشاد کی باریکیوں اور نازک و دقیق مسائل کو دنیا کے سامنے پیش کیا جسے فیض سے آج تک ہندوستان کے علمی کارناموں کے چرغ روشن ہیں۔

حقیقت میں ہندوستان کے علمائے پرشچ کا اس قدر احسان ہے جس کے بارے میں نہیں اٹھا سکتے۔ لیکن تعجب اور تعجب کے ساتھ افسوس دیکھا جاتا ہے کہ بہت کم ایسے معزز علماء ہیں جو آپ کے تاریخی حالات واقف ہیں گو ہمیں یہ بات عموماً تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ نامور و مشہور حضرات کے واقعات کچھ نہ کچھ مشہور ہو جاتے اور خود بخود ان کی شہرت خاص خاص لوگوں میں پھیل جاتی ہے۔ تاہم یہ ضروری بات ہے کہ ایک نیا کہ نامور اور مشہور شخص کے جہاں تک جزوی اور دوپہنچا پر عبور ہو تا ہے وہ اس قدر زیادہ مفید و کارآمد ثابت ہوئے ہیں جسے اس کے خاص فضائل اور کمالات کی وجہ سے قوم میں ایک عجیب و غریب تحریک پیدا ہوتی ہے اور جس کے پڑھنے سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ اہل کمال کی ترقی کے سامان کیونکر پیدا ہو جاتے ہیں اور انسانی کمال جو اس کا اصلی شریف عنصر ہے وہ کن طریقوں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ پہلے میں لکھ آیا ہوں کہ جناب شیخ وحید الدین شہید کے تین فرزند رشید و شیخ عبد الحکیم جو سب میں پہلے صاحبزادے ہیں ان کے حالات زندگی چوکہ بالکل تاریخی ہیں میں نے اس لئے افسوس ہے کہ ہمارے گھر ان سے خالی رہا جاتا ہے شیخ عبد الرحیم صاحب جناب شیخ وحید الدین کے نامور فرزند اگرچہ عمر میں شیخ ابو الرضا محمد سے چھوٹے تھے لیکن علم حدیث و فقہ کی اشد دینے میں شیخ ابو الرضا محمد سے افضل تھے گو علمی فیاضیوں کی شہرت میں ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر رہتا تھا شیخ عبد الحکیم کے باقی دونوں حضرات کے حالات اس حصہ میں لکھے جائینگے اس لئے اس حصہ میں وہ باب تحریر کر رہے ہیں پہلے باب میں شیخ عبد الرحیم کے حالات زندگی ہوں گے اور دوسرے میں شیخ ابو الرضا محمد کے۔

الغرض جناب شیخ عبد الرحیم صاحب عجیب و غریب قابلیت کے شخص تھے آپ کے روحانی و جسمانی جوہر اپنے میں گہری متانیت کی ترکتے تھے اور تمام علوم و فنون میں قابل انتخاب تھے آپ جس طرح علم حدیث و تفسیر میں عمیق المثال اور بے نظیر تسلیم کیے جاتے تھے اسی طرح فقہ و ادب و غیر میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ابو جعفر بن شریعی علوم و فنون کی وہی علوم کا کافی حصہ رکھتے تھے جیسا کہ آگے چل کر مفصل طور پر آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

میں جس معزز اور بزرگوار نے سے پیشتر حدیث کے درس و تدریس کی بنیاد ڈالی اور جس مشہور محدث نے اس غریب علم کے شائع کرنے اور پھیلاؤ میں کوشش کی وہ شیخ عبد الرحیم صاحب تھے۔ مدد بانی نکات اور آسانی اسرار جو قرآن حدیث کے الفاظ میں مخیر کر دینے گئے ہیں آپ اپنی انہیں ہندوستانیوں پر واضح کیا اور لوگوں کے دل و نوچ میں جہل کی تاریکی چھانی ہوئی تھی آپ نے اپنے بڑا شوق و عطا اور غیر معمولی توفیق سے منور کر دیا۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کے قدرتا علم سے زیادہ دلچسپی تھی گویا فطرت اس مقدس نفس اور پاک خلقت کی ذات میں علمی مذاق کوٹ کوٹ کر بہر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ اکثر اوقات علوم دینیہ کے مطالعہ اور ترقی میں کئی اشاعت میں مصروف رہتے اور علم سلوک کے رواج دینے میں کوئی دقیقہ اٹھانا نہ رکھتے تھے کچھ مختصر زندگی اقتصاد پر نیز کاری ترک دنیا و اہل دنیا نفس کشی عام اخلاق خداترسی کی بے نظیر شہادت دہلی کی چار دیواری سے محکمہ دور دراز تک پہنچ گئی تھی۔ اور علم و ہنر، فہم و فراست، عزم و ثبات نے انکی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا آپ کی علمی فیاضیت کے مناسط عام نے دلوں میں وہ ذوق شوق پیدا کر دیا تھا کہ دور دور کے اہل کمال آپ کے درس گاہ میں کھینچے اور پرانی دہلی صحیح علوم و فنون کا مرکز بن گئی تھی۔

قدرت کے نازک اور پیارے ہاتھ شیخ جس علم و فیض کی قیمتی قبا آپ کے موزوں قد و قامت پر سجائی تھی وہ دوسرے قدر پر مشکل موزوں اور ٹھیک آسکتی تھی گویا خیاط اہل نے علم اور اسکے ساتھ علم خلوص کی پوشاک و زائل سے آپ کی قطع کی تھی جس سے اس وقت آپ اپنے اپنے جسم کو سجایا، اپنی بھجڑ ناکر لہات اور دعائی تصافات توہمات کا چرچہ ایک عالم میں پسیدا ہوا تھا اور آپ کی فطری لیاقتوں اور ذاتی جہہ ہر فن کے فنکار تامہ بنائیں بگئے تھے۔ آپ کے مزاج میں استغنائی اور درجہ تھی جسکی نظیر سے علماء کاملین کے حلقے خالی نظر آتے ہیں گویا آپ کی طبیعت میں بڑے درجہ کی بے تکلفی تھی لیکن اُردو و سادہ کے مکافون پر کبھی نہیں جاتے تھے۔ اور اس میں روانے کو کلیتہ بند کر رکھا تھا ایمان اگر یہ لوگ آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے تو نہایت متواضعانہ اخلاق اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے اور عزیز قوم کا خصوصیت کیساتھ اعتراف و انکسار فرماتے اگر وہ لوگ نصیحت کی طرف راغب ہوتے تو نہایت نرمی و لطافت سے حق نصیحت ادا کرتے اور امر معروف اور نہی منکر کے منصب کو بڑی جرأت و آزادی کیساتھ ادا کرتے۔

۱۵ بیان کیا جاتا ہے کہ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کا ایک مخلص بے ریا مستعد بادشاہ اورنگ زیب کے سلسلہ خواص میں داخل تھا ایک شہ لاؤ کو کہہ کہ عالمگیر کو تنگ کر رہا تھا کہ دفعۃً اس پر حریت غالب ہوئی اور تنگیا مائدہ سے چوٹ کمر اس زور سے عالمگیر پر گر ا جس سے وہ فوراً چونک پڑا اور بیدار ہو کر بدواریات کیا کہ اس بے حرمت کے ظہور پر ہونے کی کیا وجہ ہے بغیر خواص کا اپنی اور تہذیبی ہستی اور اسے شخصیات کے کہہ حال اور آپ کی طرف اپنے انسان کے ذکر کیا جسے عالمگیر نے غرور کے ساتھ کاٹنے سے سنا اور غائبانہ شتاق ملاقات ہو کر وہ لا کے شیخ کو کچھ اس بلا لائے نہایت ساجد عرض کیا کہ بادشاہ کی مصلحتوں اور امر کے گردون میں جانا ناشیخ کا دستور نہیں ہے چونکہ عالمگیر مذہب کا سخت پابند تھا اور مذہبی تقدس کے علاوہ اہل مد کا ہمیشہ شائق اور ان کے عشق و محبت کا بندہ تھا۔ خواص کی یہ بکرا دہر گھنٹا گھنٹا کے اشتیاق کی آگ بہرگ اٹھی اور سپنے دار کے ایک عمدہ علیہ کو جو شیخ سے غایت درجہ کا اتحاد و مکتنا تھا آپ کی خدمت میں روانہ کیا اور اپنے اشتیاق اور مستعد عالمی ملاقات کی کیفیت کمال بھی اس شخص نے عالمگیر کا پیام دیکر اگرچہ بہت کچھ مبالغہ کیا مگر کچھ بھی مفید نہ پڑا شیخ نے ظنی طور پر انکار کر دیا کہ میں عالمگیر سے ملاقات کر نیکی لئے ان کے دربار میں نہیں جاسکتا۔ عالمگیر کا فرستادہ بالکل

آپ کو بس طرح جہل و جاہلون سے طبعی نفرت تھی اسی طرح ہمیشہ علم و علما کی تعظیم و تکریم کرتے تھے نہ ہی عقاید و خیالات میں استحکم اور زندقہ الماد کے طبعی دشمن تھے۔ ہر حال میں احادیث نبویہ کا متبع کرتے اور کوئی جزئی و فردی بات حدیث کے خلاف نہ کرتے۔ یہ آپ کی استقامت کا ادنیٰ نمونہ ہو کہ عمر بھر میں جانتے سمجھنے والے قومی عذر کے فوت نہیں ہوئی بچپن کے زمانہ سے لیکر آخر عمر تک ممنوع باتوں کی طرف کبھی میل نہیں کیا۔ طریقتی محمدیہ کی پیروی آپ کی حبلی عادت تھی۔ باوجود اس فضل و کمال کے فراج میں غایت درجہ انکسار و عجز تھا۔ طرز معاشرت بالکل سادہ اور تکلف و بناوٹ سے بے حد متنبہ و مامور ضروریہ کو خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے اور بیچ و شر میں خود تصرف کرتے۔ آپ کا لباس نہ تو زاہدان خشک لٹقمائے ظاہری کی ہی ہمنیت پر ہوتا تھا نہ فقر آزاد ہی کے طریقہ پر بلکہ مشائخ و صوفیہ کے مطابق ہوتا تھا جس طرح خود بغیر اشد ضرورت کے قرض لینا مکروہ جانتے تھے اسی طرح ان لوگوں سے بھی ناخوش ہوتے اور ملامت کرتے تھے جو کھانے اور غم و تفکہ وغیرہ کیلئے قرض لینے تھے طبی معلومات میں آپ کا ذہن نہایت رسا و سلیم تھا۔ اور علمی و عملی تجربات خاطر پر مشہور تھے۔ آپ کا وظیفہ نوافل تہجد تھا۔ جن میں مقدار رکعت کی قید کچھ نہ ہوتی تھی بلکہ جتنی نوافل و رغبت ہوتی تھی نوافل میں مصروف رہتے تھے۔ اشراق و چاشت کی نماز بلا ناغہ ادا کرتے اور بعد مغرب و عتیم نماز اپنے والدین اور برادر کو ثواب پہنچانے کی غرض ادا کیا کرتے۔ عہد کے سوا ہمیشہ تلاوت قرآن میں مصروف رہتے اور نہایت خوش الحانی اور قواعد تجوید کی رعایت سو پڑھتے۔ حلقہ یا روئے علاوہ قرآن مجید کے دو تین رکوع تدبر معانی کیساتھ پڑھنا آپ کا دستور تھا۔ ہزار بار درود اور نہار و فہنی انبات نماز فجر سے پیشتر بعض سچے بعض خفیہ اور بارہ ہزار مرتبہ اسم ذات کا ہمیشہ درود کیا کرتے۔ جب جناب شیخ ابو الرضا محمد آپ کے برابر سلطان انتقال ہو گیا تو آپ نے بعض یاروں کی استدعا و اصرار سے و خط کھنا شروع کیا۔ کہ شرمشکوہ شریف کی حد میں

بقیہ صفحہ ۱۱۱۔ مایوس ہو گیا تو بلا مجھے ایک کاغذ لکھ کر دیدیجئے تاکہ بادشاہ میری تعمیر پر معمول نہ کرے آپ نے ایک نہایت حقیر اور مبتذل کاغذ جس میں جو تان پستی ہوئی و ہر جن زمین سے اٹھا کر ذیل کی عبارت لکھی کہ حضرت اہل امدک کے جماعت اسرار و جماع ہو چکا ہے کہ بعض الفقیر علی باب الامیر اور حق سبحانہ تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں فرماتا ہے و متاع الحیوۃ الدنیا فی الخلق الاقلیل۔ قرآن مقدس کے اس سے فیض جہلہ نظر کر لیجئے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنت زمین دنیاوی اغراض و نعمت و شوکت تعیس ہے ایک نہایت ہی اقل و انقیاد فیض جزیہ۔ اگر زمین بغیر محال بات کو تسلیم ہی کر لیں کہ تم مجھ سے ملکر خوش ہو گے اور اپنی دنیاوی شوکت و رحمت میں سے کچھ میرے حوالہ کر دے گا تو اس پر ہلکا اور کچھ زمین کو جزو لا تجزی کر دے گا زمین اس جزو لا تجزی کے لیے اپنا نام خدا کے و زمین سے کمال نہیں چاہتا کیونکہ بزرگانِ شہتہ کے مغفلات میں لکھا ہے کہ جو کلام بادشاہ کے جیش میں دھج ہوتا ہو خدا تعالیٰ کے دفتر سے اس کا نام کھرچ ڈالا جائے یہ عبارت لکھ کر آپ نے عالمگیر کو بھیجی۔ عالمگیر نے جب اس رقم کو دیکھا تو بڑی غور سے پڑھا۔ بار بار اس کی پرشوق نظریں عبارت پر پڑتی تھیں اور دھبہ ایک نیا سزا آسا تھا۔ تمام کارائے شیخ کا رقبہ بیچ میں ڈال لیا۔ اور مدت تک تعویذ بار بار پڑھا کہ جب نیا خدمت زیب تن کرتا ہوں تو فقیر کی طرح نکال کر دوسری جیب میں رکھ لیتا۔ خدمت کی وقت ہمیشہ مطالعہ کیا کرتا۔ اس واقعہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب شیخ عبدالعظیم صاحب الامر و سادگی و سادگی سے کمال متصف تھے اور دنیا اور اس کے تجملات کو سخت حقارت اور نفرت انگیز نگاہ میں رکھتے تھے ۱۱

نہایت تشریح و توضیح کیا سہ بیان فرمائے اور کہ تہذیب ان فاعلین اور کچھ غنیہ طالبین کلمہ بیان کرنے آخرین قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنی شروع کی لیکن ہنوز تکمیل کو پہنچی تھی کہ ضعف مرض غالب آیا اور اسی مرض میں انتقال فرما گئے۔

باب اول جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے مفصل حالات

(شیخ کی ولادت و طفولیت تعلیم تربیت)

جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے ولادت کی صحیح تاریخ اور سال و دن بتانا اگرچہ بہت مشکل ہے کیونکہ کسی اور تاریخ کی کتاب سے اسکا پتہ نہیں چلتا لیکن آپ کا سال ولادت سنہ وفات سے جانتا کہ مطابقت کیا جاتا ہو تو اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ سنہ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں اور یہ غالباً صحیح ہے کیونکہ مستند تواریخ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ نے شہر برس کی عمر یا کراستہ میں انتقال فرمایا اور جب آپ اللہ میں و شرف فرمائیے جائیں گے تو سنہ ۱۱۱۷ھ باقی رہے اس لیے آپ کا سنہ ولادت شروع سنہ ہجری سمجھنا چاہیے جو حسابی قاعدہ سے نہایت صحیح اور درست ہے شیخ کے پیدا ہونے سے پیشتر ہی بعض اُن پاک نفوس اور صاف باطن حضرات نے جنہیں فطرت سے متاثریت کا کافی حصہ ملا تھا اور جنکے دلون میں ربانی جلال بڑے زور و شور سے چمک چکا تھا یہ مریضوں نے روحانی ذریعہ سے تعلیم پائی تھی صاف لفظوں میں جناب شیخ و جلیل الدین آپ کے والد بزرگوار کو بشارت دی تھی کہ تمہاری بیٹی سے ایک ایسا پاک نفس اور نیک فطرت لڑکا پیدا ہوگا جسکی فزندی کے ہتھکے نصف تم باقی تمہارا سارا خاندان دنیا میں روشناس ہو جائیگا اور ہندوستان سے لیکر عربستان تک اسکے نام کا امتیازی جہندہ اُڑ جائے گا چنانچہ شیخ فریخ الدین محمد صاحب نے جنکے علمی و علمی کارناموں دنیا میں خاص طور پر مشہور ہو چکے تھے اور جن کا مفصل و مکمل اعلیٰ درجہ کی وقت کیساتھ ذکر کیا جاتا ہے صریح لفظوں میں شیخ عبد الرحیم صاحب کی بابت پیشین گوئی کی تھی جسے میں اس مقام پر مختصراً ذکر کرتا ہوں۔

جب شیخ رفیع الدین محمد دو آخرین شیخ عبد الرحیم صاحب کے حقیقی نانا ہوئے اور جنکی لائف میں دوسرے حصہ کے باب اول میں تفصیل کے ساتھ ذکر کرتا ہوں) کا جام بیات لہر ریزہ ہوئیے قریب ہوا تو ایک دن آپ نے اپنا تمام اثاثہ بیت جمع کیا اور تمام وارثوں کو شرعی حصہ تقسیم کر دیا اپنی اولاد میں سے ہر ایک شخص کو اسکے حسب حال عنایت فرمایا جب آپکی سب سے چھوٹی صاحبزادی کی نوبت پہنچی (جو آئندہ شیخ عبد الرحیم صاحب کی والدہ

ہوئیں) تو اپنے انہیں فوائد پر وقت کے چند جزو اور بیرون کا شجرہ عطا کیا شیخ کی بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ اس لڑکی کی بہنوڑ شادی نہیں ہوئی اور اسکے مناسبات یہ کاغذ کے چند اوراق نہیں ہیں بلکہ شادی کے سامان دیا کرنے ضروری ہیں شیخ محمد صاحب نے جواب دیا کہ یہ کاغذ کے چند اجزاء ہمارے گزشتہ سال کی ایک مجلس باہر شاہ میں نہیں ہم نے ان کے تمام حشمت و شوکت سے افضل اوقیتی سبھتہ میں اس لڑکی کے ایک فرزند پیدا ہو گا جو ہر امر اہل اللہ کی جماعت کا سرسراج قرار دیا جائیگا اور عالم کا مقتدا و پیشوا تسلیم ہو گا چونکہ وہ ہماری بی بی محسنی میرا ش کا ستھی ہو گا لہذا یہ تمام اوراق اُس کے حوالہ کر دینا ہو شادی کے سامان اُن کا ہمیں ذرا فکر نہ کرنا چاہیے خدا تعالیٰ سبب اللہ باب جو خود مینا کر دینا چنانچہ جب شیخ عبدالرحیم صاحب پیدا ہوئے اور ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر کے سن رشد کو پہنچے تو آپ کی نانی صاحبہ نے وہ اوراق آپ کے سپرد کر دیئے جو آپ کے بہت کام آئے جس مبارک زمانہ میں شیخ عبدالرحیم صاحب کی ولادت ہوئی اُس وقت اورنگزیب عالمگیر بادشاہ سرسرایے سلطنت تھا اور آپ کے والد بزرگوار شیخ وجیہ الدین صاحب سلطنت کی طرف سے ایک معزز ہمدہ پر ممتاز قلعہ نظر اسکے آپ خود بھی دولت و ثروت رکھتے تھے غرض کہ شیخ عبدالرحیم کی اقبال یادی وہ تمام سامان دیا ہو گئے تھے جو ایک خوش قسمت بچہ کی پرورش کیلئے درکار ہوتے ہیں لہذا نہایت ناز و نعمت کے ساتھ آپ کی پرورش ہوتی تھی آپ بچپن کا زمانہ حقیقت میں آپ کی آئندہ حالات کا ایک ایسا دیا چھ تھا جسے سرسری طور پر دیکھ کر مصرین صاف کہتے تھے کہ غریب وہ زمانہ آنے والا جو جس میں بھی خیر نہ بچا پنے مذہبی تقدس اور روحانی تصرفات کی وجہ سے تمام عالم کا ایک معزز و معتقد ریفا رہے تسلیم کیا جائیگا تمام ملکات قوم اسے نہایت اعزاز کے ساتھ اپنی آنکھوں پر جگہ دیگی اور اسکے سامنے سلاطین کی گردنیں جھک جائیں گی چنانچہ اس قسم کی پیشین گوئیوں کے واقعات بہت سے ہیں جن میں سے بعض وہ ہیں جو خود شیخ عبدالرحیم صاحب کے قلم مبارک کے لکھے ہوئے ہیں اور چونکہ وہ زیادہ و بچپن میں ایسے صرف اُن ہی کے مسند کرنے پر لکھا کرتا ہوں۔

(۱) شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے ماموں شیخ عبدالحی ایک نہایت صالح اور خدا ترس آدمی تھا اتفاقاً پرنسز گارسی کے سوا دینا و مائل دنیا سے طبعی نفرت رکھتے اور بالکل اپنے سہلاف کے قدم بقدم چلتے تھے گو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں بے نہما کوشش کرتے تھے لیکن خدا کی شان کہ اُن کی طبیعتیں متاثر نہ ہوتی تھیں اور لکھنے پڑھنے کی طرف ذرا مستوج نہ تھیں جس کی وجہ سے بزرگ شیخ اپنی فلاں اور معزز

خاندان کے نام کو برقرار رکھنے سے بالکل مایوس نہ آئیں۔ ہو گئے تھے۔ عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ ماں باپ بچہ ہوں یا مفلس لڑکی بڑھی آرزو میں اپنے ہونا بچہ کی کوششوں سے وابستہ ہوتی ہیں لیکن جب وہ اپنی اولاد کے اظہار اس قسم کے دیکھتے ہیں جن سے کسی طرح کی امید نہیں بندھتی تو ان کی مایوسی و شکستہ دلی سخت خطرناک ہوتی ہو ایسی حرمانی اور مایوسی کے وقت اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ قبل از وقت جان دینے کو مصیحت و عزت سمجھتے ہیں اور بعض مرتے نہیں تو مرنے سے بدتر ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کی زندگی بہت دردناک طریقہ سے آخر ہوتی ہے۔ بجنہ یہی حالت شیخ عبدالحی صاحب کی تھی آپ کو روکر یہی خیال پیدا ہوا تھا کہ ہنسوس جو علمی فضیلت ہمارے بزرگوں نے حاصل کی ہو میری اولاد کی بدبلاقی اُسے دینا سے مشاڈلے گی یہی ایک خیال تھا جو شیخ کو ہمیشہ غم و رنجور رکھتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہو کہ میں بچپن کی حالت میں سر سے عامہ آٹا کرنا زانو پر رکھے ہوئے وضو کر رہا تھا اور جس قدر وضو میں سنن و آداب میں سب کی برابر رعایت کرتا جاتا تھا اپنے مجھے اس حالت میں دیکھ کر انہما درجہ کا جوش مسرت ظاہر کیا اور نہایت خندہ پیشانی سے فرمایا خدا کا شکر ہو کہ میں اپنی اولاد کی ناقابلیت دیکھ دیکھ کر ہمیشہ ڈرتا تھا کہ ہمارے اراد کا رستہ جاری اولاد سے منقطع ہو جائے گا لیکن اب مجھ کو قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ اُس سر کا حال ہمارے خاندان میں موجود ہو گا اپنی نسل میں نہ سہی بہن کی نسل میں موجود ہو۔

(۲) شیخ عبدالحی صاحب فرماتے ہیں ہنسوز میں خود دو سال پہلے تھا کہ سلسلہ نقشبندیہ میں کے ایک عزیز خواجہ ہاشم نام بخارا سے آئے اور ہمارے محل میں سکونت اختیار کی مجھے دیکھتے ہی محبت پیش آئی اور بہت ہی توجہ و اتفاقات فرماتے ایک دفعہ فرمایا مجھے ایک دروید یا دیو جس کا حال ہمیشہ متمول و دلنشین رہتا ہے چونکہ میرا دل اس وقت دنیا کے تمام تعلقات سے منقطع تھا اس لیے ان کے جواب میں عرض کیا کہ جب خدا تعالیٰ مجھے بلا واسطہ قوت لایموت پہنچاتا ہے اور میری مایحتاج کا وہ خود مشکل ہو چکا ہے تو اب میں دوسرے سے کوئی حاجت نہیں رکھتا خواجہ ہاشم میری اس جستہ اور معقول جواب کو شکر خاموش ہو گئے لیکن چند روز کے بعد فرمایا کہ میں ایک ایسی مؤثر دعا سینہ بسینہ پہنچی ہو کہ اگر مجھ و ہم پر پڑھ کر ہونگی جائے تو اُس کا جذام فوراً جاتا رہی میں نے کہا خدا کا شکر جو کہ میں اس خبیث اور موزی مرض سے محفوظ ہوں ہاں اگر کوئی مبتلائے جذام میری نظر پڑے گا اُسے خدمت مبارک میں لا حاضر کروں گا آخر کار چند روز کے بعد خواجہ ہاشم نے صاف لفظوں میں مجھ سے

کہ بخود ارمن اس درود دعا کے ذکر کرنے سے بچو تمہارا شمار کرنا مقصود تھا کیونکہ تم استعداد عالی رکھتے ہو اب امتحان سے معلوم ہوا کہ تم میرے خیال سے بھی بڑھکر عالی ہمت - حوصلہ مند بہت خیال رد قیق نظر ہو میرا فی مقصد یہ تھا کہ تم اشغال صوفیہ میں سے کوئی شغل اختیار کرو میں نے خواجہ کی یہ دلسوزی دیکھ کر کہا تو آپ ہی کوئی شغل بنائیے چنانچہ خواجہ نے مجھ اسم ذات کی تلقین کی اور فرمایا کہ ایک غزل کے تحتہ پر ہمیشہ اسم ذات کو لکھتے رہو یہاں تک کہ تمہارے خیال میں بڑی مضبوطی اور استحکام کی شکل بیٹھ جائے میں نے اس شغل کو اختیار کیا اور چند ہی روز میں اسکی کیفیت مجھے غالب ہو گئی اس زمانہ میں میں شرح عقاید اور حاشیہ خیالی پڑھتا تھا اور حاشیہ علامہ حکیم کے لکھنے کا ارادہ تھا جب میں نے لکھنا شروع کیا تو ایک جزو کے قریب اسم ذات لکھ گیا اور بھول گیا کہ کیا لکھ رہا ہوں ۔

الغرض جناب شیخ عبدالرحیم کی طفولیت کا زمانہ نہایت ہی مبارک اور مقدس زمانہ تھا جس میں آپکی نہایت ہی ناز و نعمت اور عمدہ طور سے پرورش ہوئی شیخ کے زمانہ طفولیت کے حالات اگرچہ ہمیں کسی ایسے سلسلہ سے نہیں دستیاب ہوئے جن پر ہم بلا تامل بہرہ ور کر لیں لیکن تاہم جو ہمیں تحقیق ہو اور وہاں قلمبند کرنے ہیں آپکا بچپن فطرت کی ان عجیب غریب خوبیوں کو لئے ہوئے نہایت جگہی نظیر دوسرے بچوں میں مشکل سے پائے جانے کی امید ہو سکتی جو آپ کا سنات حسن کے لب لباب اور دنیا بہرے حسین نہ تھے تو بھی آپکے چہرہ میں ایک ایسی قسم کی نمکینی و ملامت تھی جس سے شان کبر و بانی کے عجیب غریب نمونے ظاہر ہوتے تھے آپکی صاف اور صغریٰ پیشانی اپنے میں ایک خاص عالمانہ نزاکت و جہانم کی تابانی کھتی تھی اور اس میں ایک عجیب نوعیت کی بزرگانہ متانت کا چکارا نمودار تھا آپکی دلفریب طفلانہ حرکتوں میں اس غضب کی کشش تھی جنہوں نے ایک عالم کو اپنا گردیدہ کر لیا تھا ۔

بزرگ شیخ کی بچپن کی سکوت خیر صورت آپکی مزاج کے تحمل و بردباری کی صاف شہادت و گواہی اور قیاد شناس نظریں خوب جاننی تھیں کہ آپکی یہ خاموشی ربانی نکات اور ضمیر ہی جو ہرون کی کوئی گہری بات اپنے میں رکھتی ہے وہ ناز بہری اور خوشامیثین جو عموماً بچے اپنے ناز بردار اور مہربان والدین سے کرتے ہیں اپنے کبھی نہیں کہیں ادب کا یہ حال تھا کہ آپ کبھی اپنے والدین کے سامنے اونچی ٹھکانیں کر کے بات نہیں کی اور ہر بات پر بجا و درست کہنے اور گردن نہی کر کے نہایت متانت و سنجیدگی کے ساتھ جواب دینے کی عادت تھی غرض کہ محترم و معزز شیخ کی طفولیت کا زمانہ ایسا عجیب و غریب اور

حیرتناک زمانہ تباہی کی نظیر سے اس عہد کے تمام بچے خالی تھے۔

اگرچہ اس امر میں ہماری واقفیت محدود ہے کہ شیخ کی تعلیم و تربیت کب شروع ہوئی لیکن مختلف واقعات اور اس جلیل الشان عظیم القدر خاندان کے دستور پر نظر ڈالنے سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس مزید عصر نے جو تھے سال میں قدم رکھا تھا کہ جانشین وجیہ الدین صاحب نے قرآن مجید پڑھا شروع کر دیا۔ گریہ و گنجائش کے ساتھ دیکھا جاتا تھا کہ اس کم سن بچے نے اس نوعمری میں تعلیم قرآن کی طرف اس قدر توجہ مبذول کی کہ بہت تھوڑے عرصہ میں ختم کر لیا۔ ان بعد صرف و نحو اور اب کی کتابیں جو دینی علوم کے عنصر ہیں پر مبنی شروع کیں اور ابھی آپ آٹھ سال کے تھے کہ یہ علوم کچھ ایسے پانی ہو گئے کہ بڑے بڑے تجربہ کار مکانہ کھاتے تھے اسی زمانہ میں علم ادب میں آپ کو وہ کمال حاصل ہو گیا تھا کہ فصاحت و بلاغت اور فن کے متعلق شعرا و زماں کے کوفیہاں تباہی سے تھو کہ بیان یوں ہونا چاہتے لیکن خود شعور نہ کتے تھے اور شاعری کو بلحاظ ایک مفتر و علامہ ہونے کے مایہ خزنہ سمجھتے تھے جب آپ کو نوزائیدہ سو سال شروع ہوا تو شرح عفا اور حاشیہ خیالی پڑھتے تھے اور محقول کی اکثر کتابیں نکال چکے تھے جن میں ازبک و اکبر آباد میں جلوس فرماتا تھا تو آپ کے والد بزرگوار شیخ وجیہ الدین صاحب ہی وہاں موجود تھے اور اس تقریب سے آپ اکبر آباد میں مرزا محمد زاہد ہمدانی سے تعلیم پاتے تھے ابتدائی رسائل سے شرح عفا اور حاشیہ خیالی تک تو آپ اپنے اپنے مراد و کلام شیخ ابوالرضا محمد سے نکالے اور شیخ موافق اور تمام کتابیں

مرزا محمد زاہد ہمدانی قاضی سلمہ کے فرزند شہیدین قاضی سلمہ جہانگیر کے عہد میں ہرات سے ہندوستان میں آئے اور اپنی ذاتی قابلیت اور علمی قابلیتوں کی وجہ سے جہانگیر کو اپنا گرویدہ کر لیا جہانگیر نے جب ان کی لیاقت کا اچھی طرح امتحان کر لیا تو قاضی القضاۃ کے عہد منصب پر فائز کیا دیا وی اعزاز اور مذہبی تقدس میں اس سے زیادہ اور کونسا درجہ ہو سکتا ہے کہ آپ ایک ایسے عہد پر فائز ہوئے جس کے سامنے خود وراثت تخت و تاج کی ہی گرفت ختم ہوئی تھی۔ قاضی سلمہ ملازمی و مال باشندہ درخشاں کے شاگرد شہید تھے جب ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کر چکے تو کابل میں پہنچے اور ملا صادق طویانی کا ہمدانی اختیار کیا بعد ازاں تودان میں گئے اور ملا مرزا جان شیرازی کی محبت سے فیضیاب ہوئے اور وہیں مرزا جان کے تلمیذ رشید۔ ملا یوسف سے حکمت کے فنون اور طبی معلومات حاصل کیں جو اس عہد کے تمام مشہور اساتذہ میں نہایت اہمیت و اہمیت نظر دین سے دیکھے جاتے تھے جب قاضی سلمہ ان تمام علوم سے فایز ہو گئے تو لاہور میں تشریف لائے اور ملا جلال لاہوری سے جو علوم عربیہ میں لگانہ روزگار اور درجہ تعلیم کیا جاتا تھا اور علوم عقلیہ اور نقلیہ کو جامع و حاوی تھا تفسیر و اصول کا درس لیا مرزا محمد زاہد ہمدانی سال کی عمر میں فایز ہو گئے تھے آپ کے بے نظیر وجود و ذہن اور عظیم الشان فہم و فراست سے تمام اہل علم کے حلقے خالی تھے حاشیہ شرح ہرما وقت اور حاشیہ شرح ہند و حاشیہ رسالہ تصور و تصدیق آپ کی محسوس کارکن بن علاوہ ان تصانیف کے آپ کی چند اور تصانیف بھی مشہور ہیں جیسے حاشیہ شرح تجرید حاشیہ ہیاکل وغیرہ آپ ازبک و اکبر آباد میں عہد میں منصب پر فائز ہوئے تو ایک عرصہ کے بعد اس عہد سے متعفی ہو کر کابل تشریف لے گئے اور غزلت کو گشت

اصول میرزا زہرہ دی سے پڑھیں جب شرح مواقف پڑھتے تو آپ کے درس میں ادھی کئی بڑی عمر کا طلبہ شریک تھے لیکن سب کے سب آپ سے ناراض اور کبیدہ ٹھوکیوں کہ آپ شرح مواقف جیسی مشکل کتاب کے کئی کئی صفحہ استاد سے دریافت کیے بغیر صاف پڑھ جایا کرتے تھے اور کسی مقام پر دم نہ دیتے تھے حالانکہ میرزا طالع البعلم کتاب کے ایک ایک مقام کو سمجھنا اور اس پر بحث کرنا چاہتا تھا بھلا یہ بات شیخ صاحب سے کب ممکن تھی یہاں تو خیال و دماغ عقل کا دل سے پہلی ہی آہستہ ہو چکا تھا اور یہ جمہولی کتابیں آپ کے سامنے بالکل پانی تھیں شیخ حامد جو بڑے طباع اور ذہین شخص تھے اور کتب امیسی تعلیم میں شیخ کے ہم درس بھی تھے آپ کے اس لگا تار پڑھنے سے اور کسی مقام کو دریافت نہ کرنے سے سخت ناخوش تھے لیکن کا ذکر جو کہ شیخ کتاب کا مشکل مقام پڑھ رہے تھے شیخ حامد کو یقین تھا کہ آج یہ اس مقام پر ضرور نہ کیگے لیکن جب آپ ہر مشکل مقام بھی لگا تار پڑھتے چلے گئے تو شیخ حامد جھلا اٹھے اور آپ سے باہر ہو کر کہنے لگو کہ شیخ صاحب آپ کچھ سمجھتی ہیں یا یوں ہی ورق گردانی کرتے ہیں شیخ نے اپنے دوست کا طیش و غضب دیکھ کر نہایت عجز و ہکاسی سے کہا شیخ صاحب اب مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ مقام آپ کی سمجھ میں نہیں آیا ہو اگر حقیقت میں یہ مقام بغیر سمجھے گیا ہو تو آپ مجھے دریافت کر لیں شیخ حامد نے سب سے مشکل مقام کی طرف اشارہ کر کے کہا اسی کو سمجھا دیجئے ہر خود میرزا محمد زہاد اور آپ کے تمام ہم سبقوں کی پرشوق نظر میں شیخ پر برابر اڑھ رہی تھیں اور ہر ایک شخص دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ آج شیخ کی علمی لیاقت کا پورا امتحان ہو جائیگا حقیقت میں ایسے مقام پر جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی جانچ نہایت ہی قابل وقعت تھی آپ نے ایک ایسے سہل اور آسان طریقہ پر اس مشکل مقام کی تقریر کی جس سے تمام حاضرین آپ کے بے مثل جودت و ذہن اور عظیم المثال فہم پر شمعش کرنے لگے اور تحیر و حیرت سے آپ کے ہرے کو کہنے لگے جس تحیر کے ساتھ آپ نے اس مشکل کی تقریر کی وہ ہماری معمولی تقریر نہ تھی جس سے لوگوں کو مستعجاب اور مستعجاب کے ساتھ حیرت منوی جمایا طلبہ آپ کے فضل و کمال کے قائل ہو گئے اور جس شہرت کے ساتھ آپ مشہور تھے اب اس سے بہت زیادہ وقعت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئی۔

بھیرا شیعہ صفیہ انیشی اختیار کی آپ علم ظاہری کے علاوہ باطنی علم کا بھی حصہ رکھتے تھے اور ان کا برصغیر میں ایک ہی وجہ اللہ تعالیٰ کی محبت تھی فیض اب تھے جس نے روحانی ذریعہ سے تسلیم حال کی تھی جیسا کہ آپ کی بعض تصانیف خاص سے معلوم ہوتا ہے آپ نے سمجھت وجود اور وجود علم واجب الوجود میں ایک نہایت نیچو نیچو تقریر کی جو نہ کہ وہ حضرات صوفیہ کی دلچسپی سے خالی نہیں لہذا میں اس مقام پر نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں سمجھت وجود میں لکھتے ہیں والحقائق ان الوجود بالمعنی المصدری

اگرچہ سیر نامحراز پہلے ہی سے شیخ کو ہونا اور شدنی جانتے تھے لیکن اس وقت کی علمی قابلیت و کھنکھ
انہیں یقین ہو گیا کہ غفر بیہ زمانہ آنے والا ہے جس میں اس نونہال پوسے کی خوش آئند جھونکے ایک
عالم کے دل و دماغ کو مضطر کرینگے اور یہی ہلال آئندہ زمانہ میں بدر کمال ہو کر ملک میں جیکہ گاہی ہو جی کہ
میرزا موصوف شیخ پرحد سے زیادہ التفات کرتے اور ہر وقت آپ کی وجوہی و خوشنودی میں مصروف رہتے تھے چنانچہ
خود جناب شیخ عبد الرحیم صاحب مرزا صاحب کے حالات پر مختصر یہاں کر کے ہوئے آپ کی ان مہربانیوں کا
ذکر کرتے ہیں جو ایام درس میں آپ پر سب دل تھیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ جناب مرزا محمد زاہد جن سے میں نے تمام کتاب کلامیہ و اصولیہ پڑھیں اور جو تمام
علوم میں مجتہدانہ کمال رکھتے تھے وہی چہرہ نہایت مہربان تھے اور بڑے ذوق شوق سے میری تعلیم میں
شب روز مصروف رہتے تھے یہاں تک کہ جس زمین کسی قوی عذر کی وجہ سے کتاب کا مطالعہ نہ کرتا تھا
تو آپ فرمایا کرتے تھے فرزند من! ایک دوہی سترین پڑھ لو تا کہ ناعہ نہو عالمگیر بادشاہ آپ کی ہمدرد
عزت کرتا تھا کہ آپ کو نذیبوں اور وزرا کے زمرہ میں جگہ دیتا تھا ایک دفعہ کا ذکر ہو کہ عالمگیر نے آپ کو بلایا
اور آپ بہت جلد اس طرف متوجہ ہوئے جو آپ ہی آپ دروازہ سے نکلنے لگے میں نے دروازہ کئی دنوں
بغلیان منظر بطی سے کپڑ کر کہا تا وقتیکہ آپ میرا فلان کام سر انجام نہ دیں لیکن میں آپ کو نہ چھوڑوں گا

(تقریر شریفہ) (۱) اعتباراً فی تحقیق فی نفس الامر و معنی غایہ الموجودہ فیہ موجود بنفسہ بل واجب لذاتہ و لذاتہ لا یحتمل
کون الشئ اعتباراً یا تحقیق فی نفس الامر ان یکون صریحاً بحیث یصح انتزاعہ عنہا فلشئ امود الاول المتزعم عنہ و الماہیۃ
من حیث فی و انتزاع المتزعم و هو الوجه بالمعنی المصدق و انما انتزاعہ من شئ لا انتزاع و هو الوجه بمضغ غایہ الموجودہ فیہ و هو الوجه بالانتزاع
الواجب لذاتہ لا یحتمل انتزاعاً بالماہیۃ لا علی وجه الانتظام و الا بالذات و انتزاعاً بالانتزاع و الا بالذات و انتزاعاً بالانتزاع
الوجود المصدوری انتزاعاً آخر بل انتزاعاً غلیظاً متناہیہ اسی طرح آپ علم واجب الوجود کے بحث میں فرماتے ہیں اعلم ان الواجب تعالیٰ
علماً اجمالاً و علماً تفصیلاً اما العلم الاحادی فیہو مبدا العلم التفصیل و حاوی الصورۃ الذمئیۃ و الحارجۃ و هو العلم الحقیقی و ہی
صفۃ الکمال و عین الذات و تحقیقہ علی ما لا یحتمل فی فضلہ و نہ ان لشئ محتمل فیہ الوجود و الفعلیۃ و وجہ العلم و الافعلیۃ
و هو بحسب الہیۃ التنبیۃ لا یصل ان یعلق بہ العلم فانہ یوئلا بلحہ معدوم محض فالجہۃ الی بحسب ما یعلق بہ
العلم ہی الہیۃ الاول و ہی داعیۃ الیہ لان وجود الممكن ہی بعینہ وجود الواجب کما ذہب انیہ و علی تحقیق
فعلہ تعالیٰ بالملکات یطوہ فی علمہ بل لا یحتمل لا یثبت ذلک لثبوتہ یعنی ان علی فہم ذلک حل الا قاصداً
الانتزاعیۃ مع موصوفاتہا فان لها وجوداً اجمداً و احداً و الوجود الخادجی فی ترتب الآثار و ہی منشأ
الانتزاع و بحسبہ الانتزاع یصح و بین موصوفاتہا و اما العلم التفصیلی فہی علم حضوری بالوجودات
الخارجیۃ و بالصور الذہنیۃ العلویۃ و السلیۃ فتاقل علہ یحتاج الی تجرید الذہن و قد رد دفاعی

آپ نے نہایت خندہ پیشانی اور خوش آئندہ قسم کے ساتھ فرمایا تم مٹیوں ابھی آنا ہوں اطمینان و دلچسپی سے تمہاری بات سنو لگا اور تمہارے کام کو انجام دون گاموقت میں متردد ہوں اور شاہی دربار میں جانے کی غرض سے پارکاب ہوں میں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں آپ کو اپنے کام کی انجام دہی بغیر چھوڑ دوں جب آپ نے میرا یہ اصرار ملاحظہ کیا تو واپس پلٹ آئے اور جب تک میرا کام پورا پورا انجام کو نہ پہنچا دیا قدم آگے نہ بڑھایا دوسرے طلبہ جب اس قسم کی مہربانیاں مجھ پر دیکھتے تھے تو تعجب کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے میں محسوس طلبہ نہ تھا۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرے استاد مرزا محمد زاہد بہن سب سے زیادہ قابل تعریف ایک بات تھی کہ جب کسی معاملہ میں آپ سے فروگزاشت ہو جاتی اور کوئی متنبہ کرنا تو فوراً قبول کر لیتے چنانچہ ایک دن کا ذکر جو کہ آپ نے رمضان میں میری دعوت کی میں آپ کے مکان پر موجود تھا اور مغرب کا وقت قریب آ گیا تھا اتنے میں ایک کباب فروش آیا اور کباب کا خوان آپ کے سامنے رکھ کر عرض کیا کہ یہ آپ کی نذر میں مرزا صاحب نے مسکرا کر فرمایا کہ اے عزیز! میں نہ تو تیرا پیر ہی ہوں نہ استاد ہی نذرانہ کیا معنی؟ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے تیری کوئی اور غرض ہو اگرچہ اسے اول اول اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے سے بے نیاز کیا لیکن آپ کے نسخے اور اصرار سے معلوم ہوا کہ اس کی دوکان برسر راہ واقع ہو اور مرزا کے ماتحت لوگ اسکی دوکان میں آتے آتھا ناچاہتے ہیں جب یہ کیفیت آپ کو معلوم ہوئی تو فرمایا گل میں ایک متدین اور معتبر آدمی بھیجوں گا جو نہایت عدل اور انصاف فیصلہ کر دے گا اب تو جاؤ اطمینان رکھو۔ کباب فروش نے کہا حضور! یہ کباب میں خاص آپ کے لئے تیار کیے تھے اور اب وقت میں ہفتہ گنجائش نہیں رہی کہ یہ فروخت ہو سکیں چنانچہ ایک شخص کو جو مرزا موصوف کے بچوں کا معلم تھا حکم فرمایا کہ ان کبابوں کی قیمت کا اندازہ کر کے گھر سے قیمت دلاؤ چنانچہ اس نے آٹھ آنے دلا دیے اور کباب آپ کے سامنے رکھ دیئے میں نے یہ صورت دیکھا کہ عرض کیا کہ آپ کی غرض رشوت سے بچو کی تھی لیکن افسوس کہ وہ ہنوز حاصل نہیں ہوئی کیوں کہ ان کبابوں کی قیمت بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے اور کباب فروش آٹھ آنے پر صرف اس غرض سے راضی ہو گیا کہ اس سے آپ کا کام متعلق ہے آپ فوراً متنبہ ہوئے اور اس وقت کباب فروش کو بلوا کر دریافت کیا کہ تو نے گوشت کتنے کتنے کا خرید اتھا اور صلح کتنے کا ایندھن میں کیا خرچ ہوا اور نفع کس قدر حاصل ہوتا ہے حساب لگا کر معلوم ہوا کہ وہ ساڑھے تین روپے کے کباب تھے آپ نے پورے دام اس کے حوالہ کیا اور معلم کو بلا کر سخت عتاب

کے بعد فرمایا کیا تو جانتا تھا کہ میں حرام چیز سے روزہ افطار کروں یہ کونسی عقل اور کونسی دوستی کی بات ہو۔ اسکے بعد اپنے اور آپ کے ساتھ میں نے کھانا تناول کیا۔

الحاصل جناب شیخ عبدالرحیم صاحب دس سال کی عمر میں صرف ستر ادب کلام اصول معقول حکمت وغیرہ تمام علوم رسمہ کی تکمیل کر چکے تھے جب آپ نے کیا بیسویں سال میں قدم رکھا تو فقہ و حدیث کی تحصیل میں مصروف ہوئے لیکن کسی تذکرہ اور مستند تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ ان علوم کی خدمت میں علمی کن غیار کے سپرد تھی البتہ ایک مؤرخ کے مجلس ریاکار سے اس قدر بتا چلتا ہے کہ صرف فقہ کی تعلیم پسند اپنے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کیندیتین پٹی اور چوہدری شیخ وجیہ الدین صاحب علوم میں کمال کتے تھے چوہدری بنین کہ علم حدیث کی تکمیل بھی آپ ہی کی خدمت میں حاصل ہوئی ہو۔ یہی ممکن ہے کہ آپ نے اس علم کی دوسرے محکمہ تکمیل کی ہو بہر صورت اس فن شریف کے اساتذہ کے متعلق ہماری وقفیت محدود و نامہ دعوے کیساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس عہد میں علمی روشنی بہرہ و تفسیر کی تھی اور عالمگیری دربار میں بڑے بڑے علماء اور مجتہدین موجود تھے قطع نظر اسکے ابھی ایک شیخ کی نہیال میں اس قسم کو اہل کمال موجود تھے جو لگانہ روزگار اور فریضہ تسلیم کو جاننا اور دنیا کو نیاز و شہلول کمال میں کو جلتے تھے غرض کہ شیخ نے حدیث و فقہ کی تعلیم اعلیٰ درجہ کی باقی جہیں کیلچ کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا اور جب آپ نے اس حال پر نظر ڈالی جانی جو جو علم میں خصوصیت کے ساتھ آپ کو حاصل بنا تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس خدمت کو پھر وہ ان حضرات نے انجام دیا جو ساری دنیا میں ممتاز و مشہور ہو چکے تھے یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کے حالات زندگی قلمبند کئے ہیں انہوں نے آپ کے علمی تجربہ پر ریاکار کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ علم حدیث پر نہایت قیمتی اور وزنی ریویو کیے ہیں۔ شاہ ولی جیسے فاضل اہل شخص ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اُس نیلگون آسمان کے چرخ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب زاوہ فن حدیث میں طاق اور جاننے والا اُس عہد میں کوئی نہ تھا اگر میں ہضاضے ایک نسبت کوئی رکھتا ہوں کروں تو بلا تامل اس امر کا اعتراف کروں گا کہ میں نے اُن جیسا ایک شخص ہی نہیں دیکھا تمام علوم میں عموماً اور حدیث و فقہ میں خصوصاً تجربہ رکھتا ہوں شیخ عبدالحی محدث دہلوی کے بعد آپ جیسے محدث و مفسر فقہ کو ہندوستان کی گود میں پرورش پانا بہت کم نصیب ہوا ہو گا آپ کو صلاح کی اکثر حدیثیں از بر تھیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تمام حدیثیں مع اسناد کے بلا توقف نقل کرنے میں ملکہ خاص کمال تھا شاہ ولی اللہ صاحب یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے والد بزرگوار کے علم کے آگے دنیا بھر کے

علماء کے علوم کو باطل ایسا دیکھتا ہوں جیسے دریا کے مقابلہ میں قطرہ، حقیقت میں شاہ صاحب کی تعریف
مبالغہ آمیز اور جھوٹی تعریف نہیں ہو بلکہ جس شخص نے جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کی تصنیفات اور ان جوہری کو
دیکھا ہو جو آپ کی حدیث و فقہ کی کتابوں پر چڑھاتے ہیں وہ ان سے جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے اس قول کا
پورے طور پر اندازہ کر سکتا ہو کہ کہا تک ٹھیک اور درست ہو۔

الغرض جناب شیخ عبد الرحیم صاحب بارہ سال کے تھو کہ علم حدیث و فقہ کی تکمیل کر چکے تھو اور آپ کو
تمام و کمال اس پر عبور ہونگیا تھا گو باہمی سال آپ کے فارغ التحصیل ہونے کا تھا آپ کا اس چھوٹی سی عمر میں تمام
درسیہ کہتے فارغ التحصیل ہو جانا اور پھر ہر مضمون کتاب کو ازبر یاد رکھنا نیز ان سے ہزار ہا جدید مسائل اور
حصہ بانگات و باریکیاں مستنبط کرنا اگرچہ آپ کے جوہر و ذہن اور بے نظیر فہم و درایت کی بے مثال دلیل ہے
لیکن مہر بن خوب جو ہمیں کہ یہ ان وہی علوم اور ربانی قابلیتوں کا پرتو ہو جو رزائل سے ان پاک نفوس
حضرت کے جملہ دل میں چمک چکا ہو جنہوں نے روحانی ذریعہ سے تعلیم پائی ہو۔

معزز اور واجب الاحترام شیخ جبے دینیات سے فارغ التحصیل ہو گئے تو لوگ آپ کے ہاں تحصیل علوم کی غرض
سے جوق جوق آنے لگے اور اسی چھوٹی سی عمر میں سب آپ کو اپنا سر تاج مان لیا لیکن آپ کی عالمی مہمتی اور
بلند جبلتی نے ان ہی علوم پر قناعت نہیں کی بلکہ ہمت کے بلند پرواز شاہین نے باطنی علوم کی تحصیل
کی طرف بال و پر کھولے اور آپ اہل اللہ کی جستجو کے درپے ہوئے اگرچہ یہ شوق آپ کو اپنا تحصیل ہی میں
دہنگیا تھا اور گاہے گاہے ایدہ ہر متوجہ بھی ہوتے تھو مگر اس کا خلوص و کلیتہً فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہوا جو کہ
ایک گاہ آپ خود اپنی قلم مبارک سے تحریر فرماتے ہیں کہ جب میں بارہ یا تیرہ سال کا تھا تو ایک رات حضرت
زکریا علیہ السلام کو خواب میں دیکھا آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور ہم
ذات کے شغل کی تلقین فرمائی جس کی تاثیر میں دیر کو پہنچ گئی تھی کہ باوجود دیکھ میں تحصیل علم میں شغور روز
مصرف تھا اور ذکر کی طرف میری توجہ بہت کم مہندل تھی لیکن چھ بھی جو بات اس وقت مجھ کو حاصل تھی
اسکی نظیر سے بڑے بڑے قوی اطلب اہل کمال کے حلقے خالی تھو جب میں دینیات سے فراغت پاچکا
تو جناب شیخ عبد الغفری قدس سرہ کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں "فرزند من انا و قیصر غاۃ بین نظر قبول سے

۱۔ شیخ عبد الغفری قدس سرہ جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کے پرانا ہم جن کے حالات دوسرے حصہ کے پہلے باب
میں لکھے جا چکے ہیں ۱۲

نہ دیکھیں اپنی عقیدت ہی کا اٹھ دو سر شخص کے ہاتھ میں نہ دینا پہر اسکے بعد تین خیمار ہو چنا چہ میں نے خواجہ
خرو کی خدمت میں اس واقعہ کا ذکر کیا اور تعبیر دریافت کی اور یہی عرض کیا کہ چونکہ اس شہر میں آپ کے سوا دوسرے
شخص خواجہ کے لقب سے نہیں پکارا جاتا اس لیے معلوم ہوتا ہو کہ بشر بہ آپ ہی ہیں خواجہ نے جواب دیا غریب
تہا کہ خواب کی تعبیر یہ ہو کہ تین جناب خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوات والتحيات کی بیعت میں سر ہوگی اور اس
فقیر کا رتبہ اس سے بہت کم ہے کہ جناب شیخ عبدالغفر جیسے معتد بہ بزرگ خواجہ کے ساتھ مجھ کو تعبیر فرمائیں
چنانچہ میں اسکے بعد بشارت مذکور کا منتظر رہا اور شب روز و در پڑھنے میں مستغرق رہا ایک رات کا ذکر ہو
کہ میں در و در پڑھا تھا دفعتہ آسمان پر ہتاب جیسا ایک نور چمکا حالانکہ وہ رات تاریک تھی اور چاند کے طلوع
ہونے کا زمانہ نہ تھا غرض کہ وہ نور آہستہ آہستہ زمین پر پھیلنا شروع ہوا اور آٹا ٹائمری طرف بڑھنے لگا
یہاں تک کہ میری تمام چار پائی اوجہم پہنچا گیا اور میں بالکل نور میں ڈوب گیا جب تک کہ نور سے نیچے نیچے
رہا میں بڑے ذوق شوق سے در و در پڑھتا رہا لیکن چون ہی سر پڑا فوراً بیہوش ہو گیا اور اب مجھے
اپنے آپ تک کی خبر نہیں رہی میرے والد بچھو نے سے اٹھو اور مجھ کو گمیری جستجو کی مگر کہیں پتا نہ چلا

خواجہ خرو خواجہ محمد باقی کے فرزند رشاد و طریقہ نقشبندیہ کے دوسرے باندہ ہیں ہنوز اب صغیر سن ہی ہو کہ خواجہ محمد باقی رگڑائے
عالم تخرت جو جب خواجہ خرو ابتدائی عمر کے مرنے کے بعد بن گئے کو بیچے کو بیچے احمد سرہندی کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اخطا خطیہ کیا اور مانہ روزانہ
کے بعد اجازت حاصل کر کے وطن والوں کی طرف محبت فرمائی یہاں چند روز بکر خواجہ صاحب الدین اور شیخ الدین کی صحبت میں حاضر ہو کر خواجہ خرو
کے تمام خلفائے نہایت بلند رتبہ تھے خواجہ صاحب الدین ابتدائی زمانہ میں ایک سوار و مشہور تھے اور اپنے والد اس نام میں تمام مدام مریم حضرت
بود وقت کی نگاہ سے دیکھے تھے جو خواجہ صاحب الدین جب خواجہ محمد باقی کی خدمت میں پہنچے اور اپنے روحانی جدات سے زمین تائید کی تو آپ اپنے
تمام عزیز و اقارب مال و دولت کو ترک کر کے گھر سے نکل آئے اور چونکہ آپ کو باپ چچا چھوٹے تھے اور فقر کے لباس میں رہنا پسند نہ کرتے تھے اس لیے
آپ اپنے زمین پر لوگوں میں رغبت الیہ اور دانستہ کچھ دن کو نجاست آلودہ کر کے سودا رتوں میں پھرنے لگے اب آپ کے عزیز و اقارب کو مایوسی ہو گئی اور انہوں نے
سے آپ کو طلاق لیجان کر دیا اسکے بعد خواجہ صاحب الدین طہیدان سے جناب خواجہ محمد باقی کی خدمت میں زندہ کی بسر کرنے لگے اور تمام کارہائے فحش سے
بہرہ یاب ہوئے غرض خواجہ خرو جب خواجہ صاحب الدین کی خدمت میں پہنچے تو آپ خاص مراعات سے پیش آئے اور چند ہی روز میں ارشاد و تفسیر
رتبہ پر پہنچا دیا خواجہ خرو کی شہرت اگرچہ زیادہ سداوت قصوف میں ہی لیکن آپ حدیث و تفسیر اور فقہ وغیرہ علوم میں بھی مجتہدین فن کہلا جاتے
تھے سب سے بڑا افتخار آپ کو یہ حال ہوا کہ شیخ عبدالرحیم صاحب تصنیف علامہ آپ کے تلامذہ کے حلقے میں داخل تھے جیسا کہ گنگوچر شیخ صاحب کے اساتذہ کی
ذکر میں مضمناً لکھا جائے گا جب آپ کا جام حیات لبر نہ ہونے کے قریب ہوا تو آپ نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کو بلا کر فرمایا کہ مجھ کو چھوڑ
مجھ باقی قدس سرہ کے روضہ سے دوسرے جگہ اس مقام پر دفن کرنا جہاں زائرین کی جو تیان آرتی ہیں آپ کی فرزند ہی کے انتساب
کے لحاظ سے مقبرہ کے اندر دفن نہ کرنا کیوں کہ میں اس مقام کے لائق نہیں ہوں شیخ نے جواب دیا کہ چونکہ یہ کام آپ کے ورثہ کے
ہاتھ میں ہوگا۔ اس سے ممکن ہو کہ میں آپ کے ارشاد کی تعمیل میں قاصر رہوں مگر باہم ہمارا کام تبلیغ ہے چنانچہ شیخ صاحب
فرماتے ہیں کہ جب خواجہ کا انتقال ہوا تو میں نے آپ کی وصیت کا اعلان کر دیا اور آپ کی ورثہ کو اس پر متنب کر دیا
لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور خواجہ کی وصیت کے برخلاف مقبرہ کے اندر دفن کیا۔ ۱۲

ہوتا جو کہ میرا ظاہری وجہ وہی ہفتیوہو گیا تھا الغرض اس حالت غیبت میں میں آسمانوں کو دیکھ کر بے
 طے کرتا ہوا اور پہنچا اور جناب نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی ملازمت نصیب تھی آپ نے مجھے بیعت لی اور
 انفی اثبات کا طریقہ تعلیق فرمایا جب میں ہوش میں آیا تو اپنی حالت کو بالکل بدلا ہوا پایا گویا اب میں ایک
 نور سر پہی عالم میں تھا چند روز کے بعد پہر خواجہ خرد کے پاس گیا اور اپنی گزشتہ کیفیت بیان کر کے کہتا
 کی کہ اب آپ مجھ کی اس شہورہ دیتے ہیں فرمایا تمہیں ظاہر میں بھی کسی بزرگ سے بیعت کرنا مناسب ہے "میں نے
 کہا کہ میں اس سے زیادہ بزرگ و مقتدر دوسرا شخص نہیں پاتا فرمایا چونکہ میں تمہیں نہایت عزیز رکھتا ہوں
 ایسے اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مجھے بیعت کر دے عرض کیا میں نہیں سمجھتا کہ آپ مجھ دوست ہی رکھتے ہیں
 اور مجھ بیعت سے ہٹا بھی کہتے ہیں آخر اس کی کچھ وجہ فرمایا حقیقت یہ ہے کہ میں بعض ممنوعات کا تکبر
 ہوں اور سنت بنویہ کی اتباع میں قدرے سہل کرتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ تیر تباط کی وجہ سے تمہارا قلم
 راہ شرع سے دگم لگ جائے لیکن ہاں فیض صحبت پہنچانے میں کہی درج نہ کر دو گا کیونکہ خواجہ کی یہ تقریر جو دوسری
 اور خیر خواہی سے بھری ہوئی تھی سن کر عرض کیا کہ مجھ سے کس سے بیعت کرنا چاہیے فرمایا اگر شیخ آدم بنوری
 قدس سرہ کے ممتاز خلفا میں سے کوئی بزرگ مل جائے تو بہت اچھا ہو کیونکہ وہ شرع تہذیب نفس کی نیا
 میں ایسا کمال رکھتے ہیں جو دوسرے کو اس زمانہ میں برتر نہیں ہو میں نے عرض کیا کہ ہماری پڑوس میں سید
 عبداللہ سکوت رکھتے ہیں جو شیخ آدم کے ایک مفرظلیفہ میں فرمایا بہت مغتنم ہیں ان سے بیعت
 کر لینا مناسب ہے چنانچہ میں بزرگ سید کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن چونکہ آپ پر اخفا و جنول غالب تھا آپ
 پہلی مرتبہ اپنے میری بیعت لینے سے انکار کر دیا مگر آخر کار میں آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوا اور
 آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

یہ سب کچھ تھا لیکن ہم ذات کا شغل جو مجھے حالت غیبت میں حضرت زکریا علیہ السلام سے حاصل ہوا
 تھا غالب تھا اور حقیقت یہ ہے کہ جو لطف و مزاجیہ اس میں ملتا تھا دوسرے شغل میں وہ لذت نہ پاتا تھا
 انفی اثبات کا شغل اول قہوجہ سے بن ہی نہ آتا تھا اور اگر طبیعت پر زور ڈال کر کبھی مصروف ہی ہوتا تھا تو
 نرا نہ آتا تھا اس سے مجھے اس درجہ شرمندگی و ندامت ہوتی تھی کہ محترم سید کے آگے سر نہ اٹھا سکتا تھا
 انجام کار میں نے سید صاحب سے اسکا علاج دریافت کیا پہلے تو اپنے چند مرتبہ ہمہ نظر خاص ڈالی اور
 روحانی تصرف کے ساتھ متوجہ ہوئے لیکن جب آپ کا تصرف ذرا کارگر نہ ہوا تو فرمایا جس چیز نے انبیاء

علیہم السلام کے انفاس طبعی کی توسط سے استقرار پایا جو ہم اسے بدل نہیں سکتے تم جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس روح کی طرف متوجہ ہوا اسکا علاج وہیں سے میسر ہوگا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اس وقت نفی و اثبات کا شغل مجھ پر غالب آیا اور اسقدر آسان ہو گیا کہ بارہ یا تیرہ برس کی عمر میں ایک سانس میں دو سو دفعہ آسانی کہتا تھا گو میں اس زمانہ میں بھی تحصیل علوم سے خالی نہ تھا اور بہت سے علائق مزیج میرے ساتھ وابستہ تھے لیکن باوجود اسکے جو انجذاب کوشش مجھے چاہل تھا و دوسرے طالب کو کم نصیب تھا۔

واجب اللہ عتصام سید اس فقیر پر نہایت مہربانیاں فرمایا کرتے تھے اور اکثر کہا کرتے تھے شیخ! تم ہنوز بچے تھے اور اپنے ہم عمر دین میں پھیلے پھرتے تھے کہ ہماری طبیعت تمہاری طرف مائل تھی میں تمہیں دیکھ کر خدا سے دست بردار ہوتا تھا کہ خداوند اس بچہ کو اپنے اولیاء کے زمرہ میں داخل کر لے اور اسکا کمال میرا ہاتھ سے ظاہر کر سو خدا کا شکر کرو کہ اسکا نتیجہ ظہور میں آگیا۔

شیخ کے اساتذہ اور اسکے اجمالی حالات

ابتدائی زمانہ میں شیخ عبد الرحیم صاحب کی تعلیم اور تعلیم کا دوسرا سرچر بریت جناب شیخ وحید الدین آپ کے والد بزرگوار اور شیخ ابوالرضا محمد آپ کے برادر مہربان کے ہاتھ میں تھی اور چونکہ یہ دونوں اس قدر عزیز کے شخص تھے جنکی علمی و عملی نظیر سے تمام ہندوستان خالی تھا اسلئے تعلیم و تربیت کے اعتبار سے شیخ عبد الرحیم صاحب کجی اعلیٰ درجہ کے اہل کمال میں شمار کرنا چاہیئے۔ ابتدائی تعلیم کے سلسلہ میں شیخ عبد الرحیم صاحب نے ان دونوں مقدس اور پاک نفوس حضرات سے کون کون کتابیں نکالیں یہ ظاہر کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ باوجود تلاش کے اس وقت تک کسی تاریخ و تذکرہ سے اسکا پتا نہیں چلتا لیکن تاہم اسقدر یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے سلسلہ عقاید کے ابتدائی رسالوں سے شرح عقاید اور شرح خیالی تک کی تعلیم شیخ ابوالرضا محمد سے پائی چنانچہ خود شیخ عبد الرحیم صاحب اپنے سلسلہ تعلیم پر دیو کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں میں انجی معظم شیخ ابوالرضا محمد سے شرح عقاید اور حاشیہ خیالی پڑھتا تھا اس وقت حاشیہ خیالی پر میں نے ایک اعتراض کیا اور مخدومی انجی جواب کے درپے ہوئے شدہ شدہ اس مناظرہ کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہمیں اور برادر مہربان میں بخش پیدا ہو گئی میں نے پڑھنا چھوڑ دیا ایک دفعہ کا ذکر ہے

کہ ہم دونوں خواجہ خروکی ملاقات کے لیے گئے آپ نے معمولی مزاج پر ہی کے بعد فرمایا کہ اب تمہاری خیالی تمنا
پہنچی ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت! چند روز میں نے اسے چھوڑ رکھا ہے فرمایا کیوں؟ عرض کیا کہ ناز و رک کے
ضروری حکام معلوم ہو جانے کے بعد اس کی چند ان ضرورت نہیں دیکھی لیکن جب آپ نے اصل حقیقت ظاہر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲ جابجا اولیاء اللہ کا کبھی لگاتے پھرے اور اتفاق سے پنجاب کے اطراف میں ایک بزرگ کی خدمت
میں پہنچے جو قرارت میں یہ طوطے رکھتا تھا اور جس نے قواعد تجرید و تزیل کو سرچ کمال تک پہنچا دیا تھا یہ بزرگ دنیا اور اہل دنیا
کو خدا حافظ لکھنے صحرایہ ایک سیاحین زندگی بسر کرنا اور آدمیوں کے ہتلاط اور ان کی آمد شد سے فرغت پاکر توکل و قناعت
کے ساتھ مصروف تھا واجب الاحترام سید ایک موت تک ان کی خدمت میں گذر وظاہری کارستہ دریافت کیا فرمایا کہ تمہارا شمار
و تعلق تو ایک اور عزیز ہوتا ہے جس کی خدمت میں انتشار اللہ عنقریب پہنچے واسطہ ہو لیکن حفظ قرآن مجھے کر لو چاہئے آپ قرآن مجید
پڑھنے لگے اور اسی اثنا میں اس عزیز کی صحبت کی برکت سے تجرید و ترک دنیا اور نفس شیطانی کی وہو کا دہی سے بچنے کی ادب
حاصل کر لئے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن سید اور وہ بزرگ باہم قرآن مجید کے دور میں مصروف تھے کہ بہت سے آدمی عربی زبان
زیب تن گئے ہوئے جو قیاس ظاہر ہوئے ان کا سردار سی کے قریب آیا اور اس بزرگ کی قرارت سن کر فرامانے لگا کہ
اللہ اودینک حتی القرن یعنی خدا برکت دے کہ تو نے قرآن کا حق ادا کیا یہ کیا اور واپس چلا گیا اس عزیز کا دستور تھا کہ قرآن مجید
وقت انہیں بند کر لیتا تھا اور کسی چیز کی طرف ذرا التفات نہ کرتا تھا جب سورت ختم کر چکا تو سید سے دریافت کیا کہ یہ کون کون
تھے جن کی صحبت سے میرا دل کانپ رہا تھا ہر چند کہ میں اٹھتا چاہتا تھا لیکن قرآن کی محرم کی وجہ سے اٹھ نہ سکا سید جواب
کو عربی شکل و شباہت کے بہت سے آدمی تھے جن کے جہون کو سبز لباس ڈالنے ہوئے تھا جب نماز اور اسطرح پڑھا تو میں ایک سے اختیار نہ
جوش کے ساتھ اس کی تعظیم میں کھڑا ہو گیا ہونہ دون باتوں کا سلسلہ ختم نہ ہوا تھا کہ اسی شکل و شمائل کا ایک شخص آکر بولا کہ میں خدمت
صلی اللہ علیہ وسلم کے مجمع میں حاضر تھا آپ ایک حافظ کی تعریف فرما رہے تھے جو سی صحابہ میں سادہ رکھتا تھا اور یہی فرما رہے تھے
اگلے صبح وقت میں اسے دیکھوں گا اور اس کی قرأت سنوں گا آپ لوگوں سے دریافت کرنا ہوں کہ حضور شریف ہو سکتے
ہیں اگر ہو سکتے تھے تو کس طرف تشریف لے گئے ان دونوں حضرات نے جب اس کی یہ حیرت انگیز تقریر سنی تو ایدہ اور دھڑک
لگے اور ہر چند شخص کیسا لیکن ہمیں سراغ نہ ملا انھوں نے جب بزرگ سید قرآن پڑھ چکے تو اس عزیز نے انہیں رخصت کیا اور کہا ہم
جاؤ اور جس جگہ صاحب ولایت پاؤ ہمسکی خدمت میں انتہا سے زیادہ کوشش کرو سید عبداللہ شہر مشہور و مقصد بہ مقصد گشت رگ
ہوئے سامانہ میں پہنچے اور شیخ ادیس رحمہ اللہ سامانی کی خدمت میں حاضر ہوئے جو سلسلہ قادریہ کے دوسرے بزرگ اور
سلوک و تصوف میں مشہور زمانہ تھے توکل و قناعت آپ کا اور ہونا چھوڑنا تھا اور ریاضت و مجاہدہ لباس آپ آمد و رفت کا دورہ
بند کئے ہوئے محنت و سختی میں زندگی بسر کرنے اور شدت و عمرت سے لذت اٹھانے تھے پہلی دفعہ جب محترم سید شیخ اور شیخ
سے ملاقات کی تو آپ نے انہیں کورا جواب دید یا کہ دنیا میں فقیر بے شمار ہیں جان چاہو جاؤ کہ یہ میرے پاس وہی شخص ہے سکتا
جو مردہ کی طرح کھاتے پیتے لوگوں کے مٹنے جلنے سے باطل علی کی اختیار کر لے اور حاجت ضروریہ کے سوا میرے دروازہ
سے باہر نہ جانے بزرگ سید نے ان نام شرطوں کو منظور کیا اور طریقہ سلوک کی تحصیل میں مصروف ہوئے اولوالعزم اور اعلیٰ
کی طرح سید نے ان کا چلنا و رفتن جنہیں حقیقت میں اعتباری موت کہنا چاہئے نہ صرف مہر پر بلکہ بیل راضی رہی شیخ ادیس
سید کی یہ جانفشانیان اور کارگزاریان ملاحظہ فرما کر بہت محظوظ ہوئے اور وہ بین ان کے حال پر بوجہ زیادہ مبذول کی
ایسی اثنا میں شیخ کے فرزند رشید نے سید سے قرآن مجید یاد کرنا شروع کر دیا تھا جس نے شیخ کی توجہ میں ایک اور چلاپا کردی
تھی القصہ حافظ سید عبداللہ زمانہ دراز تک شیخ ادیس کی خدمت میں فضیلا رہی لیکن جب ان کا انتقال ہو گیا تو شیخ آدم علی
سرو کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اس زمانہ میں پیشوائے ندوی تسلیم کئے جاتے تھے اور سلاطین وقت کی گزشتہ جگہ سامانی
رہتی تھیں سید نے آپ کو ایک عالی مقام شیخ متشرع عظیم المعروف قلی النائر یا کر اور کہیں جانے کا ارادہ باطل فقیر ضعیف و بزرگ

ہی اپنے فرزند رشید کو بلا کر فرمایا کہ خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو میں یہ صورت دیکھ کر سخت ناوادم ہوا اور غمخوار
 کے مارے شیخ کے سامنے سر نہ اٹھا سکا لیکن چونکہ جوانی کا زمانہ تھا اس پر ذرا بھی التفات نہیں کیا اور دوسرے
 روز اسی نیت اور اسی اسلوب پر حاضر ہوا وہاں جا کر بدستور سابق معاملہ دیکھا تو میرے روز ایک قوی مذہب
 مجھ پر غالب ہوئی اور میں نے اُن خیالات کو جو میرے دل میں جم گئے تھے تو بیک ہی اُس روز اپنے نہایت ہی خندہ
 پیشانی سے ملاقات کی اور انتہا سے زیادہ ملنفت ہو کر تصوفی تحقیقات کے درپے ہوئے اور خاص
 خاص علمی نکات بیان فرمائے درس سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ اگر آپ کو اس فن کی تحقیق پیش نظر ہو
 تو مجھے حکم دیجئے تاکہ روزانہ دو تھانہ پر حاضر ہو کر جو کچھ فقیر کو آتا ہو عرض کروں لیکن میں آپ کے یہاں آنے کو تجویز
 نہیں کرتا کیونکہ آپ کی غمت و توقیر کا پایہ اس سے کہیں زیادہ بلند ہے میں نے شیخ کی یہ دوسوی اور نہایت
 بھری ہوئی تقریر سنا لیا اس کی کہ جب حضرت میری حضوری تجویز نہیں فرماتے ہیں تو میں آپ کی اس تکلیف کو
 کب گوارا کر سکتا ہوں معلوم ہوتا ہو کہ اب یہ سلسلہ بند ہوا چاہتا ہو اور تحقیق عنقریب نیا جنم لیا چاہتی
 ہے شیخ میرے یہ جہتہ فقرے سن کر نہایت مخطوط ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر میری فرزند ستاہ میں تشریف لائے
 اور ایک جگہ معین کر کے فرمایا آپ کو یہاں بیٹھنا اور تصوف کے مشکل سے مشکل اور خلق مقامات کا مطالعہ
 کرنا چاہیے اگر کوئی مقام مشکل حل ہونے سے باقی رہ جائے گا تو اس کا حل کرنا میرے ذمہ ہے چنانچہ اُس وقت
 میری یہ حالت ہوئی کہ جب کبھی کوئی مشکل پیش آتی تو شیخ کے بتائے ہوئے مقام پر جا کر مطالعہ کرتا اور مشکل تھا
 خود بخود پانی ہو جاتا یہ نتیجہ کے ساتھ دیکھا جاتا تھا کہ اگر میں اُس معین جگہ سے ایک بالشت کے فاصلہ کا بھی
 تفاوت کرتا تو وہاں یہ بات میری نہ ہوتی تھی۔

شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ جب خواجہ نے اپنی تقریر کا سلسلہ بیان تک پہنچایا تو میں نے عرض کیا
 معلوم ہوتا ہو کہ ان تین سبقوں پر اکتفا کرنا اسی کراست کے ساتھ مفید ہو خواجہ میری اگر اس قسم کا تصرف فرماتے
 تو بہت ہی مناسب ہو گا خواجہ نے فرمایا میرے اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہی غرض تھی اور تمہیں
 اس بات پر برا لگتی ہے کہ منظور تھا پس اگر توجہ سے بعد تمہیں کسی علم میں کوئی پیشی شکل وقت پیش آئے جو تم
 سے حل نہ ہو سکی اسے مجھ پر ظاہر کرنا انتشار اسد حل ہو جائیگی۔

شیخ کا بیان ہے کہ خدا کا شکر ہو اُس روز سے مجھے کوئی مشکل پیش نہیں آئی گو میں مرزا محمد زاہد کی خدمت
 میں تحصیل علوم کرتا تھا لیکن حقیقت میں مجھے ہر کتاب کے مضامین پر تمام و کمال عبور حاصل تھا اکثر ایسا

اتفاق چڑا کر مین ایک کتاب کا ابتدائی حصہ پڑھتا اور آخر حصہ کی لوگوں کی تعلیم دیتا تھا۔

واقعہ مذکورہ بالا سے جس طرح یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی اہستہ فی تعلیم جناب شیخ ابوالرضا محمد کے ہاتھ میں تھی اسی طرح یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے کہ آپ کے سلسلہ اساتذہ میں جناب خواجہ خرد اور میرزا محمد زاہد ہمدانی ہی داخل ہیں مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ شیخ کے اور بھی چند اساتذہ ہیں جن میں سے خلیفہ ابوالقاسم کبرآبادی خصوصیت کے ساتھ نہایت بلند درجہ کے آدمی ہیں اور جنکی شہرت اگرچہ زیادہ تصوفی تحقیقات میں ہے لیکن حقیقت میں تمام علوم میں جہاد و کمال کا درجہ رکھتے تھے جو ہندوستان میں مجتہدین و تسلیم کئے جانے والے تھے خلاصہ یہ کہ شیخ عبدالرحیم صاحب کے جن اساتذہ کی مختصر فہرست نہایت تلاش و جستجو اور سخت جانگاہی سے ہمیں دستیاب ہوئی ہے ان کے نام نامی حسب تفصیل ذیل میں درج ہیں۔

جناب شیخ وحید الدین صاحب شہید۔ جناب شیخ ابوالرضا محمد صاحب۔ جناب حافظ سید عبدالمد صاحب۔ جناب خواجہ خرد صاحب۔ جناب خواجہ ابوالقاسم صاحب کبرآبادی قدس اللہ اسرار ہم شیخ وحید الدین صاحب شہید کے حالات ہم پہلے حصہ میں نہایت بسط و شرح کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں اور شیخ ابوالرضا محمد صاحب کے واقعات اسی حصہ کے دوسرے باب میں درج ہو گئے باشند ان دونوں حضرات کے باقی اہل کمال کے مختصر حالات اس موقع پر لکھ کر دیتے ہیں امید ہے کہ عزیز ناظرین خاص بھی کھٹکا نہیں گئے۔

حافظ سید عبداللہ قدس سرہ

جناب سید عبداللہ صاحب اہل قصبہ کھیری ضلع بارہ کے رہنے والے ہیں ابھی آپ نہایت کم سن تھے کہ والدین کا سایہ عاطفت سر پر سے اٹھ گیا اور اس زمانہ میں آپ کو دو عیمہ خطاطی پیدا ہوا اولیاً اللہ کی حاجت تلاش کرتے پھرے اور آخر کار ضلع پنجاب میں ایک بزرگ کے پاس پہنچ کر قرآن مجید حفظ کیا زان بعد سامانہ کی طرف متوجہ ہوئے اور شیخ ادیس سامانی کی خدمت میں پہنچے اور محنت و خدمت کا کوئی وقفہ اٹھانہ رکھا سید عبداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ جن زمانہ میں میں شیخ ادیس کی صحبت میں حاضر تھا میری عادت ہو گئی تھی کہ فقیران کے استنجے کے لئے پھر سے ڈھیلون کو صاف کیا کرتا تھا ایک دن میری بہن اس خدمت اور کارگزاری پر خوشی اور خوشی کے ساتھ عجب پیدا ہوا لیکن شیخ نے باطنی اثرات فوراً معلوم کر کے فرمایا عبداللہ! تمہیں میرے چہرے اور بدن پر کچھ بوجھن کے نشانات اور تغیرات

معلوم ہوئے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا میں خدا طلبی کے ابتدائی زمانہ میں ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر تھا اور ان کے استغیثے کیلئے اپنے بدن اور چہرے سے ڈھینچے صاف کیا کرتا تھا حقیقت یہ ہے کہ جلدت مجھے اس مالش میں حاصل ہوتی تھی اب تک اس کا اثر میرے دل میں باقی ہے جو بدن کے نشان اسی مالش کے اثر ہیں۔

سید عبدالسد فرماتے ہیں کہ شیخ ادیس کے زمانہ خدمت میں ایک یہ کام بھی میں نے اپنے ذمہ لیا تھا کہ جمعرات کے روز شیخ اور آپ کے گھر والوں کے میلے کپڑے دریا پر لیجاتا اور اپنے ماتھے سے صاف کر کے خدمت شیخ میں حاضر کیا کرتا آپ نماز جمعہ ان ہی سفید کپڑوں کو زیب بدن فرما کر ادا کیا کرتے ایک دفعہ ذکر ہو کہ جمعرات کو فاقہ کی وجہ سے میری بری حالت تھی اور جھوک کے مارے بیٹاب تھا لیکن اس وقت میں بدستور سابق شیخ کے کپڑے لیکر دریا پر پہنچا اور لوگوں سے پرے ہٹ کر ایک تنہا مقام پر کچھ دھوئے میں مشغول ہوا جون جون آفتاب بلند ہوتا جاتا تھا اور دھوپ میں حرارت و تیزی ترقی کرتی جاتی تھی مجھ پر بھوک اور پیاس غالب ہوئی جاتی تھی آخر کار میں بیہوش ہو گیا اور مجھے اپنے تسپے تک کی خبر نہیں تھی اسی اثنا میں ایک برقع پوش مرد میرے پاس آیا اور نہایت نرمی اور آہستگی سے مجھے بیدار کر کے حجر کے اندر سے گرا کر مروئی نخل کر دی اور ساتھ ہی یہ کہا کہ کیا تم نے قرآن مجید میں آیت - ولا تعلقوا بالیدیکم الی اللہ لکۃ نہیں پڑھی جو میں نے باین خوف و ہر وئی قبول نہیں کی کہ مبادا یہ شیطان ہو اور مجھے دھوکا دیتا ہو لیکن اس عزیز نے میری یہ اندرونی خلش غوراً دریافت کر لی اور ایک نہایت ہی تسلی کے لہجہ میں فرمایا کہ اے شخص حق اس خیال کو دل سے نکال ڈال اور اس مروئی کو غصی رزق نہیں چنانچہ اس کے اس استاد سے میرا دل کھٹکا جاتا رہا اور میں نے خوب سیر ہو کر مروئی کھائی اسی اثنا میں میں نے دل میں کہا کہ دریا کا پانی گرم ہے کاش سرد پانی یہاں ہوتا تو بہت اچھا ہوتا میرے دل میں اس خطرہ کے گزرنے ہی برقع پوش نے مجھے ٹھنڈا پانی دیا جسے میں نے خوب سیر ہو کر بیاہن بعد کپڑے دھو کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا سید! تم نے حق کے ہاتھ سے مروئی لیکر کھائی بہتر کیا لیکن محمد یوں کو خضر کا احسان اٹھانا زیبا نہیں ہے۔

الغرض جب شیخ ادیس صاحب کا انتقال ہو گیا تو قہر م و بزرگ سید عبدالسد جناب شیخ آدم کی خدمت میں پہنچا اور چونکہ ان کا طریقہ آپ کو بہت پسند آیا اسلئے زمانہ دراز تک ان ہی کی صحبت میں

زندگی بسر کی۔ بزرگ سید عبداللہ کے تمام اوصاف اور خاص فضائل سے قطع نظر کر کے آپ کی خوش بختی اور ملکہ علم و تجرید و خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہو یہ خصوصیت روز ازل سے آپ ہی کو حصہ میں تھی کہ جب قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہوتے تو جہدِ چہرہ نہ پند اس مقام پر ہوتے آپ کی سوتیلی خیر خواہ اور محب و دوستی کے اثر سے مردوں کی طرح گر پڑتے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ سید عبداللہ کچھ ایسے درد انگیز لمحہ میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے کہ تمام حاضرین پر ایک طرح کی محبت طاری ہوتی تھی اور جہدِ رنگ سجدہ میں موجود ہوتے تھے سب محسوس ہو جاتے تھے ایک دن کا ذکر جو کہ درالاشکوہ کے قاریوں میں سے فہم و مشہور و منتخب قاری آپ کے امتحان کے لئے آئے جن میں سے ہر ایک شخص قواعد تجویز میں بیٹھ کر رکھتا تھا ان لوگوں نے استدعا کی کہ قرآن کا کچھ حصہ ہمارے سامنے پڑھیے سید نے فرمایا کہ اگر تمہیں ایک دور کئی سننے میں تو میں ابھی پڑھتا ہوں اور اگر زیادہ کی رغبت ہو تو تھوڑی دیر توقف کرو چاشت کی نماز کے بعد حسب دستور دو سیپارہ پڑھو گا چنانچہ وہ نماز چاشت تک شیرے رہی اور آپ نے نماز کے بعد دو سیپارہ پڑھے معترضین نے اگرچہ اعتراض کرنے کی بہت کوشش کی لیکن انہیں کوئی اعتراض نہ کرنے میں نہ چڑا نہ ان بعد سید نے فرمایا کہ لوگ قرأت سبعہ کو بائیں طریق پڑھتے ہیں کہ ایک ایک لفظ چند طریقوں سے تلفظ کرتے ہیں مگر یہ طریقہ میرے نزدیک ذرا بھی وقت نہیں رکھتا میں اس طرز کو پسند کرتا ہوں کہ ایک دفعہ صرف عاصم کی کسی طریقہ پر تلاوت کی جائے اور اس میں دو کسر طریقہ کا ذرا بھی جھلاٹ نہ پڑے اور اگر کسی قاعدہ کے مطابق اور کسی طرح ساتوں قاریوں کے قرأت پڑھی متعین لوگ آپ کی اس تقریر سے یہ بہت مدد ہو سکے اور کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہ رہی۔

تقریرِ بزرگ سید کی باطنی تصرفات اور روحانی قوت جہات کے بہت سے دھچپ و انعامات مشہور ہیں جنہیں میں اس مقام پر ذکر کر کے کتاب کو طول نہیں دیتا مختصر اس قدر عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ آپ میں دو حقیقت وہ تمام صلیتیں مجتمع تھیں جو ایک پاکباز اور متشہر علی میں ہونا چاہئیں اور جنکی نظیر سے اس عہد کے مشائخ کے حلقے باطل خالی نظر آتے تھے۔ علوم و فنون اور عام خاندانی حیثیت سے قطع نظر کر رہانی قابلیتوں اور فطری عنصروں نے آپ کی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا اور آپ کی معجزانہ کارناموں کے دیکھنے ایک عالم میں گجگئے تھے۔ آپ کا انتقال اکبر آباد میں ہوا شیخ عبدالرحیم صاحب خود اپنی فلم سے لکھتے ہیں کہ جن زمانہ میں اورنگ زیب اکبر آباد میں جلوس فرماتا تھا میں اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر تھا اچھا

زمانہ میں سید عبداللہ بھی سید عبدالرحمان کے ساتھ اکبر آباد میں تشریف رکھتے تھے وہیں آپ بیمار ہوئے اور وہیں رحلت فرمائی جب آپ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو اپنے وصیت فرمائی کہ مجھے قبرستان کے اسی مرقع میں دفن کرنا جہاں کوئی بیچپان نہ سکے چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اتفاق وقت سے میں اس وقت بیمار تھا اور سخت بیمار تھا۔ مرض نے مجھ پر ہائیک ضعیف و کمزور کر دیا تھا کہ سید عبداللہ کے جنازہ کی نماز میں گیا۔ لیکن جب مرض میں تخفیف ہوئی اور کچھ کچھ قوت آئی پہلی تو میں ایک ایسے شخص کو ہمراہ لیکر روانہ قبرستان ہوا جو بزرگ سید کے دفن میں شریک تھا قبرستان میں پہنچ کر جب میں نے سید کے مرقع کی یاد کرنے کا قصد کیا اور ہمراہی سے دریافت کیا تو وہ سید کی قبر بتا دیا۔ لیکن قیاس سے ایک قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ سید کا مزار ہے میں اس جگہ بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگا دفعۃً بزرگ سید نے مجھے پس پشت سے آواز دی کہ عبدالرحیم! فقیر کی قبر ہے لیکن جو کچھ تم نے پڑھا شروع کیا ہے اسے وہیں تمام کرو اور اسی قبر کی میت کو خواب پہنچاؤ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا قرأت سے فارغ ہو کر میں نے اپنے ساتھی سے کہا ذرا غور سے دیکھ کہ جس قبر کی طرف تو نے اشارہ کیا ہے کیا حقیقت میں یہی سید عبداللہ کی قبر ہے یا میرے پس پشت واقع ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں عرصہ سے اس میں غور کر رہا ہوں لیکن آپ کے کہنے سے مجھے یاد آ گیا کہ دراصل مجھے چوک ہو گئی تھی بیشک سید صاحب کی قبر شریف آپ کی پشت ہی کی طرف واقع ہے میں وہاں سے اٹھ کر محترم سید کے مزار پر آیا اور قرآن پڑھنے لگا اس وقت مجھے غم و اندوہ کی وجہ سے کچھ ایسی برخواستگی طبع حاصل ہوئی کہ قرأت کے قواعد کی رعایت بخوبی نہیں کر سکا دفعۃً قبر کے اندر سے آواز آئی کہ اب تجھے تم نے فلاں فلاں مقام پر ساما لیا۔ حالانکہ قرأت کے بارہ میں تاہم ہکان احتیاط کرنی چاہیو۔

خواجہ خرد قدس سرہ

خواجہ خرد جناب خواجہ محمد باقی کے فرزند رشید اور اہل کمال میں بڑے پایہ کے شخص ہیں ہنوز نابالغ اور کم سن ہی تھے کہ آپ کے والد بزرگوار خواجہ محمد باقی رگبار کے سفر آخرت ہو گئے تھے جب آپ نے عمر کے ابتدائی مراحل طے کر کے سن رشید میں کماؤ شیخ احمد سہروردی کی خدمت میں پہنچے اور زمانہ دراز تک ان کی خدمت میں فیضیاب رہے بعد ازاں آپ خواجہ حسام الدین اور شیخ الہداد کے پاس تشریف لائے جو خواجہ محمد باقی کے مشہور و ممتاز خلیفے تھے یہاں سے آپ نے اجازت اور اخذ طریقہ کی سند حاصل کی اور

نورس و تدبیر کا فروزانہ کھولا۔

خواجہ خرد کے اگرچہ ایک اور بہائی بھی تھے جو عمر میں بڑے اور علم و فضل میں آپ سے افضل تھے لیکن باطنی تصرفات اور روحانی قوتوں میں جو شہرت آپ کو حاصل تھی وہ خواجہ کلان کو میسر نہ تھی۔ خواجہ کلان آپ کی خاصیت میں آپ کی ہمسری اور برابری کا دعوے نہ کر سکتے تھے آپ کے باطنی علم نے تمام ملک میں شہرت عام پیدا کر دی تھی اور طالبان حق دور و دراز ملکوں سے خطرناک اور دشوار گزار راہیں طے کر کے خدمت میں حاضر ہوتے تھے علما و فضلاً مشائخ کا مجمع ہمیشہ آپ کی درگاہ میں رہتا تھا اور سینکڑوں طلبہ کامیاب اور بامراد ہو کر جاتے تھے آپ کی کرامات کے واقعات نہایت دلچسپ ہیں بخلافت ان کے دو ایک واقعات یہ ہیں کہ

(۱) شیخ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور میرے ساتھ مخدومی شیخ ابوالرضا بھی خواجہ خرد کو خدمت میں حاضر تھے اس وقت آپ طلبہ کو سبق پڑھا رہے تھے اور بھوک کی وجہ سے نہایت بیتاب تھے رفتہ رفتہ بھوک یہاں تک غالب ہوئی کہ آپ سبق پڑھنا نہ سکے ایک شخص کو گھر بجا کر کہانے کی کوئی چیز ہوتو لے آئیے لیکن گھر والوں نے صاف جواب دیدیا کہ ہمارے پاس بجز دو ایک لقموں کے جو بچے کیوں کھا سکتے ہیں اور کچھ نہیں ہو خادم نے عرض کیا کہ گھر میں دو ایک لقموں کے سوا اور کچھ کھانا نہیں ہے اور وہ بھی بچے کے لئے رکھا ہوا ہے فرمایا اس میں سے تھوڑا سا لے آؤ چنانچہ خادم دوبارہ گیا اور ایک چھوٹی تشری میں تھوڑا سا کھانا لے آیا آپ نے اٹھ دہوئے اور حاضرین سے فرمایا کہ تم لوگ بھی فقیر کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ اس بات کا خیال نہ کرو کہ کھانا تھوڑا ہے خدا برکت دیگا اور تم سب سیر ہو کھا لو گے حاضرین کو آپ کے اس ارشاد سے تعجب و تعجب کے ساتھ حیرت ہوئی خواجہ نے ہم دونوں بہادری کو خصوصیت کے ساتھ مکر فرمایا اور اس وجہ سے ہمیں آپ کے ساتھ ضرور شریک ہونا پڑا انجام کا ہم مینوں شخصوں کو خوب سیر ہو کر کھا اور تشری میں اس قدر کھانا بیچ رہا جس قدر خادم گھر سے لایا تھا اپنے قریبی خادم کے حوالہ کی اور فرمایا یہ بچے کیلئے بیجاؤ۔

(۲) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خواجہ خرد کے پاس ایک شخص نے آکر التماس کی کہ بادشاہ مجھے ایک ہم سفر کرنے کی غرض سے ایک بہت دور مقام پہنچتا ہے اول تو وہ ملک ہی نہایت دور و دوسرے دشمن تھا میں کثیر اور اسباب جنگ میں یدِ طولی رکھتے ہیں بخلاف اسکے نہ تو میرے پاس اس قدر جنگی سامان

ہی جو نہ جنگی فوج ہی اور سب سے زیادہ صیبت کی یہ بات ہو کہ بادشاہ سے کسی طرح عذر نہیں کر سکتا۔ آپ
 مجھ پر توجہ کیجئے اور اس نازک اور خطرناک موقع پر امداد فرمائیے خواجہ نے بطریق خوش طبعی فرمایا کہ کچھ نقدی
 پیش کرو تاکہ ہماری خاطر تمہاری طرف متوجہ ہوں ان بعد اپنے فرمایا کہ تم فلاں روز جنگ کرنا اور اپنی
 بھینسوں کی کثرت سے ذرا بھی خوف نہ کرنا انشاء اللہ فتح پاب ہو گئے شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ
 جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو دن میں نے اس شخص کیلئے مقرر کیا ہے اُسے یاد رکھنا اور جب
 وہ وقت آجائے تو مجھے یاد دلادینا چنانچہ جب وہ وقت ہوا تو میں نے خواجہ کو یاد دلایا آپ حجرے میں تشریف
 لے گئے اور مجھے دروازہ پر بٹھا کر فرمائے کہ کسی کو اندر نہ آنے دینا تو وڑی دیر نہ گزری تھی کہ آپ شادان و
 فرخان حجرہ سے باہر تشریف لائے اور فرمائے لگے کہ میں عین معرکہ جنگ میں پہنچا حقیقت میں دشمنوں
 کی تعداد بکثرت تھی اور یہ لوگ نہایت ہی قلیل تھے اول مرتبہ اگرچہ ان میں بہتر آدمیوں کو شکست ہوئی۔
 لیکن اُس عزیز نے نہایت ثابت قدمی کی اور اپنی جگہ سے ہل نہ ہٹا اسی اثناء میں معرکہ جنگ پہنچا
 اور خدا کے فضل سے اُس عزیز کی فتح ہوئی بہت سے دشمن قتل کیے گئے اور بقیہ السیف شکست کھا گیا
 گئے۔ میں نے اُس تمام واقعہ کو ایک کاغذ پر لکھا اور دن تاج وغیرہ ثبت کر کے اپنے پاس رکھا ایک عرصہ
 کے بعد اُس شخص کا خط آیا اور جو کچھ خواجہ نے بیان فرمایا تھا بجز نہ ہی باتیں خط میں مندرج تھیں۔

خواجہ خروزر کو شک کے محلہ میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بتایا
 کہ حضورؐ کو کوئی ایسی توجہ فرمائی کہ تحصیل علم سے فراغت پا جاؤں فرمایا کہ میں تمہارے اس سوال کا
 عقرب جواب دوں گا اور جواب شافی دوں گا وہ شخص تو اپنے گھر چلا آیا اور خواجہ نے اُس کے عقبہ
 میں ایک شخص روانہ کیا اور ایک رقعہ اُس کے ہاتھ لکھا کہ چھاپس میں لکھا تھا کہ کل انشاء اللہ تم تمام علوم
 سے فارغ التحصیل ہو جاؤ گے وہ شخص یہ غیر ترقیب بشارت سن کر نہایت متوجہ ہوا دوسرے روز اتفاق سے
 یہ شخص سو گیا اور ہمیشہ کے لئے اس جہان کو رخصت کر گیا۔

باوجود اس عظمت و جودت اور باطنی و ظاہری کمالات کے خواجہ خود کے مزاج میں حد سے زیادہ
 عاجزی و ہنساری تھی آپ ہر شخص کے ساتھ اپنے عام متواضعانہ اخلاق سے پیش آتے اور اہل علم
 کے اعزاز و وقعت میں پلے درجہ کی کوشش کرتے چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ عبدالرحیم صاحب آپ کی
 درگاہ میں تشریف لے گئے اُس وقت خواجہ تو چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور تمام طلبہ بوز پر بیٹھ کر

شیخ صاحب درگاہ میں داخل ہوئے خواجہ نے انہما سے زیادہ تعظیم کی خود پائنتی اور شیخ کو سہراست کی جانب
 بٹھایا پھر شیخ صاحب نے مقام صدر میں بیٹھنے کو بے ادبی سمجھا اور بہت کچھ معذرت کی لیکن خواجہ نے
 حاضر تمام آپ کو مقام صدر میں بیٹھنے پر مجبور کیا اس تعجب خیز معاملہ سے تمام حاضرین دریاے تحریف
 غرق ہو گئے انجام کار خواجہ رحمت اللہ آپ کے فرزند شیدائے آنکھ کرالتاس کی کہ حضرت! اس مجلس میں
 بعض لوگ ایسے بھی موجود ہیں جو عمر میں سب سے بڑے اور فضل و علم میں سب سے افضل ہیں اور ان وہب سے
 تعظیم و تکریم کے قابل ہی ہو سکتے ہیں باوجود اسکے آپ کے شیخ عبدالرحیم صاحب کو اس پر ناز کیا تھا
 خاص کرنے میں کیا نکتہ ہو خواجہ نے فرمایا شیخ عبدالرحیم کی خصوصیت کے ساتھ تعظیم کرنے کی وجہ یہ
 کہ تم لوگوں کو مجھے یہ بات دیکھانی مقصود تھی کہ جو وقت و بزرگی اس محترم و عظیم القدر خاندان کی سیر
 دل میں ہو تو اسے محسوس کے اس معاملہ میں میری تقلید کرو اور جس طرح میں ان کی تعظیم و تکریم کرنا ہوتا
 اسی طرح تم بھی انہیں نگاہ و وقت سے دیکھو جن مانہ میں ان کے جد امجد شیخ رفیع الدین صاحب کی خدمت
 میں حاضر رہتا اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتا تھا تو شیخ صاحب کا دستور تھا کہ جب میں حاضر ہوتا
 تھا اسی تواضع سے پیش آتے تھے باوجودیکہ وہ میرے استاد تھے اور میں نے ان کی خدمت میں بہت کچھ
 فیض حاصل کیا تھا علیٰ ہذا القیاس جناب شیخ رفیع الدین صاحب جب ہمارے والد بزرگوار خواجہ محمد باقی
 کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو وہ بھی آپ کے ساتھ یوں ہی پیش آتے تھے حالانکہ شیخ صاحب خواجہ
 کے مشہور خلیفہ تھے۔ خواجہ محمد باقی قدس سرہ نے چونکہ سلوک کے ابتدائی زمانہ میں شیخ قطب العالم
 جناب شیخ رفیع الدین صاحب کے والد بزرگوار کی خدمت میں تحصیل علوم کی سعی اور ان سے بہت کچھ فائدہ
 اٹھایا تھا باریں محاطہ میں اپنے اس محسن خاندان سے اس طرح کا سلوک کرنا زیبا ہو۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کا بیان ہے کہ ایک دن خواجہ خروس کے خدام میں سے ایک خادم شراب کے نشہ
 میں مست تھا میرے موقع پر مجھے اسکے ساتھ بحث کرنے کا اتفاق پڑا چونکہ وہ مخمور تھا اور میری ہر بات کا
 جواب نامعقول دیتا تھا ایسے میری طبیعت منفص ہو گئی اور اب میں نے غم و ناخوشی کا لہر لیا کہ اسکے بعد
 یہاں کہی نہیں آؤں گا ابی دو تین ہی روز گزرے تھے کہ خود خواجہ تشریف لائے اور میرے مکان کے دروازہ
 پر کھڑے ہو کر ایک بڑھیا سے میرا پتا پوچھا اُس نے جواب دیا کہ عبدالرحیم اس وقت سوتا ہے فرمایا جب وہ
 بیدار ہوں تو کہہ دینا خروستین ڈھونڈنا آتا تھا اور اب وہ چٹو کی مسجد میں ملے گا چنانچہ جب میں بیدار

ہوا تو بڑھیا نے سارا ماجرا مجھے بیان کیا میں۔ فوراً اس مسجد میں پہنچا خواجہ خرد اپنا عامہ سر کے نیچے رکھے ہوئے
 بے تکلف سوئے تھو میں جا کر بیٹھ گیا اتنے میں نذر کی اذان ہوئی خواجہ اٹھے اور نہایت مہربانی کیساتھ پیش آنے لگے
 منہج پر ہی کے بعد اوپر اوپر کی باتیں کرنے لگے اور انتہا سے زیادہ میری وجہی کی۔

خلیفہ ابو القاسم الکبر آبادی قدس سرہ

خلیفہ ابو القاسم ملا عمر کے داماد تھے جو اپنے زمانہ کے مشہور و معتبر علمائے ایک منتخب اور ممتاز عالم و
 فاضل گئے جاتے تھے منہج ملا پر جو ایک بسیط اور نہایت مفید و کارآمد حاشیہ جو وہ ملا عمر کی خدا وادقا بلست
 اور ذہانت کا یہی نتیجہ ہے خلیفہ ابو القاسم ملا ولی محمد کے شاگرد رشید ہیں جو ایمان دولت اور روسا رشر
 میں شمار کیے جاتے اور حضرت امیر کے ممتاز و مغز علمائے گئے جاتے تھے حضرت امیر کے خلفائے
 آپ باگل وہی نسبت رکھتے تھے جو نسبت شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ کو حضرت سلطان المشاغ نظام العین صلی
 قدس سرہ کے صحابہ میں حاصل تھی خلیفہ ابو القاسم نے نام علوم کی تحصیل ملا ولی محمد سے کی اور ان ہی کی
 خدمت میں علم باطنی حاصل کر کے بیعت کی آپ ہمیشہ گمنامی اور عزت نشینی کو دوست رکھتے تھے اور یہی

۱۳ حضرت امیر ابو العلی کے والد بزرگوار امیر ابو الوفا اور دادا امیر عبدالسلام ہیں۔ امیر ابو الوفا خواجہ ابو الفیض بن خواجہ عبداللہ
 بن خواجہ احرار کی اولاد میں ہیں حضرت امیر ابو العلی والد کی طرف سے حسینی سید اور میر تقی الدین کرمانی کی اولاد میں سے ہیں جن زمانہ
 میں ان کے والد ماجد اور صاحب محمد فہم کو چور کر بندہ وستان کو عبور کرنے ہوئے مکہ معظمہ عذر سے تھے یا اس زمانہ میں حالت ہجر میں
 پیدا ہوئے ان کے والد اور دادا رضی اللہ عنہما ہی انتقال کر گئے تھے ان کی وفات کے بعد اپنے خواجہ فیضی کے سایہ عاطفت میں پرورش
 پائی جو ان میں مان سنگھ پورب کے گورنر کی رفاقت میں ایک مغزو و متاثرہ و رکھنے تھے جو میر ابو العلی ابتدائی زمانہ کے رطلے
 لے کر کے سن بلوغ کو پہنچے اور عالم شباب میں قدم رکھا تو خواجہ فیضی کا سایہ ہی اپنے سر پر سے اٹھ گیا فیضی کے انتقال کے بعد اپنے
 ملک نوکر بشیر ہو اور سپاہیانہ طریق پر زندگی بسر کی یہی ان میں ایک رات اپنے خواب میں دیکھا کہ تین بزرگ کھڑے و نذر ہوئے کہ
 ابو العلی تم نے یہ کیا وضع اختیار کر لی ہے تم وہی وضع رکھو جس وضع میں ہیں دیکھ رہے ہو اور سباب معاش کی طرف فرما دیجیے تم کو
 کیونکہ خدا تعالیٰ فرمایا جو اللہ پر ہمتوں والا من زمان بعد ان بزرگوں میں سے ایک نے آئندہ کل امیر ابو العلی کا سر موٹا اور دوسرے نے اپنا
 قبضہ ان کے زب بدن کیا تیسرے نے اپنی دستار عنایت کی۔ امیر ابو العلی یہ دیکھ کر بڑی بیانی کے ساتھ چونک پڑے اور اس وقت سے
 ان کے دل میں ایک طرح کا قلق و اضطراب پیدا ہوا ہر چند جا بجا نوکری کو لائے طاق رکھیں لیکن ان سنگھ مانع آیا اور ابھرا مستحق
 مستطور رہیں کیا ہما تنگ کر رفتہ رفتہ چند من قسم کے سباب جمع ہو گئے جن سے طوعاً کرہاً میر ابو العلی کو ملازمت ترک کرنی پڑی ملازمت کے
 تعلق سے سبکدوش ہوئے تھے آپ ہمہ تن خدا طلبی میں مصروف ہو گئے اغلب اوقات خواجہ معین الدین قدس سرہ کے مزار پر
 مستوج ہوتے اور وہاں سے قسم قسم کے فیوض سے بہرہ ور ہوتے زان بعد اپنے میر عبداللہ سے بیعت کی جو اپنے عم بزرگوار اور بزرگ
 محترم و مغز شخص تھے گویا آپ بظاہر نوکری پر پیشے تھے لیکن حقیقت میں ولایت کے آثار ان کی تابان پیشانی صاف عیان
 تھے حضرت امیر ابو العلی پر ایک دفعہ فاج گرا جس کا کو سخت تکلیف ہوئی لیکن اپنے اس وقت بھی محنت و جافٹنشی کا کوئی دقیقہ

طریقہ آپ پر غالب تھا لوگوں سے ملنا جلنا بالکل ترک کر دیا تھا اور اپنا ملک کی صحبت اپنے حق میں سم قائل سمجھتے تھے آپکا مشرب ترک اسباب اور توکل کلی تھا یہی وجہ تھی کہ اکثر اوقات آپ کی زبان پر جاری رہتا تھا کہ دلی کے تین نشان لوگوں میں مشہور ہیں لیکن جو تھنا نشان یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ بدوین کسی واسطہ کے اس کی معیشت کا متکفل اور ذمہ وار ہو جائے۔ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں حقیقت میں جناب خلیفہ ابو القاسم کے توکل کی نظیر دنیا میں کمین نہیں مل سکتی اور چونکہ آپ کو حقیقی توکل حاصل تھا۔ اس لیے خدا تعالیٰ آپ کی تمام ضرورتوں اور حاجتوں کا خود کفیل ہو گیا تھا اگرچہ آپ معاش کا کوئی سبب اور وسیلہ نہ کھتے تھے لیکن ہمیشہ خوشحالی اور نہایت آسودگی کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر یہ کہ آپ کے گھر میں گھی ہو چکا اور دو سر اگلی کہیں سے نہ آیا خلیفہ متحیر تھے اور پتہ لگھی کے کھانا تناول فرماتے تھے ایک روز کسی تقریب سے آپ گھر میں تشریف لیگے اور بالابالا گھر کی تلاشی لی معاوم ہوا کہ گھی کی ایک پھلیا کسی نے مخفی کر کے رکھ دی ہے اس وقت آپ نے فرمایا کہ گھی نہ آئے گا یہی سبب تھا چنانچہ خلیفہ نے اسے فوراً خرچ کر ڈالا اور اسی اثنا میں بہت سا گھی بدیہ آ گیا۔

فقیدہ حاشیہ صفحہ ۱۳۹، اٹھانہ رکھا گو آپ کو طہارت و وضو کے وقت بہت ہی مشقت اٹھانی پڑتی تھی مگر توجہی کہی بیوضو نہ کرتے تھے ایک دن آپ بیت پر صبح تھے ۵ دروم انبارت و دربان نیز جمعہ دل فدا سے اوشد و جان نیز جمعہ۔ اسی بیت کو چڑھتے تو آپ پر ایک قوی جھڑپاڑی ہوا جس کی حرارت سے تمام اعضا ہل گئے اور انہیں اصلی قوت عود کر آئی آپ کو وہ قوی جذب اور باطنی تصرف حاصل تھا کہ جس شخص پر نظر خاص ڈالنے پر خود ہو کر مردہ کی طرح گر جاتا۔ آپ کا طریقہ تبحر اتباع شریعت نبوی اور پیروی جلدہ محمدی کے اور کچھ نہ تھا شرعی احکام سے کسی سرواٹھ انکار نہ کرتے بلکہ آپ کے تمام اقوال و افعال شریعت کی مطابقت ہوتے اور اول آپ کے تمام تلامذہ اور مرید جیسے ملا علی محمد وغیرہ بالکل آپ کی ہی قدم قدم چلتے ہوئے اور آپ کے طریقہ درویش کے ذرا بھی تخلف نہ کرتے لیکن ان کے بعد کا قوم پر ہوا ہی جنوت ہے بلکہ یہ بدنام کمین مرد کو تاجی چند کے فضا جی خواہ مشوخی پر دی اختیار کی اور عقاید فاسدہ پر کار بند ہو کر آئینہ ذرا بھی محسن و ظالمہ نفسہ میں کے مصداق قرار دے گئے حضرت امیر ابو العلی کا دامن اس قسم کے گنہ گریوں کا بالکل پاک اور شہرہ چنانچہ ملا لطف اللہ جامع مقامات میں حضرت امیر نے اس امر کو اپنی تالیف میں خوب واضح کر کے بیان کیا جو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو العلی کے فرزند رشید امیر نور العلی سے ملا حقیقت میں جن کمالات کیساتھ آپ موصوف تھے دوسرے لوگوں میں ان کی نظیر بالکل پائی جا سکتی تھی جو بات سب سے زیادہ قابل تعریف اور لائق تہلیل آپ میں پائی جاتی تھی وہ آپ کی راستبازی اور صداق القوی تھی جتنے جانتیک لوگوں پر خیال و وڑیا کوئی شخص آپ سے زیادہ مستباز اور سچا نہیں پایا میں ایک دن ان سے ملکر پوچھا لوگ کہتے ہیں کہ میرا ابو العلی سماع بکطرف بہت دغب تھے فرمایا مجھے یاد نہیں پڑتا کہ آپ نے کبھی ترک سنا ہوا نہ چننا دایا ہوا کہ آپ کے حضور میں کسی نے کوئی غزل یا قصیدہ پڑھا اور آپ نے اس پر ہنکار نہیں کیا وہ بارہا میں نے دریافت کیا لوگ کہتے ہیں کہ امیر ابو العلی حسن شخص پر نظر خاص ڈالنے یا اپنے منہ کا چا ہوا پان کسی کے منہ میں ڈال دیتے تو وہ بیہوش ہو جاتا تھا فرمایا کہ یہ بات نہ تھی البتہ گاہے گاہے ایسا ہوا تھا خود دین نے ہزار بار دفعہ آپ کے منہ کا پانی کما یا ہے لیکن کسی بیہوش نہیں ہوا۔ امیر نور العلی بہت روز آپ کی خدمت میں رہے ہیں اور امیر ابو العلی سے کلاہ اور خرقہ پایا ہے ۱۲

خلیفہ ابوالقاسم جب علوم دینی کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور ارشاد و تکمیل کے درجہ کو پہنچے نیز طالبان حق کی گودبان فوائد و فیوض سے لبریز ہو چکے تو آپکو سفر حج کی غریمت پیدا ہوئی گھر سے باہر تشریف لائے اور بغیر ترتیب زاد و راحلہ اور بدون گھر والوں سے ملے جلے عرب کی طرف توجہ مبذول فرمائی رستہ میں آپکے بعض مخلص اور بے ریا معتقدین بھی آپکی ہمراہی میں ہوئے لیکن آپنے مجرد اور تنہا لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دی اور جو لوگ اہل و عیال رکھتے تھے انہیں واپس کر دیا اور فرمایا چونکہ ہم نے ایک دور و دراز سفر کا قصد کیا ہے اور سامان سفر سے خالی ہاتھ نہیں چلے عجب نہیں کہ راض حجاز اور اسکے طرف میں ہمیں ہر قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تم لوگ اہل و عیال رکھو ہو لہذا میں تمہارا اہل و عیال ہی میں رہنا پسند کرتا ہوں زان بعد آپ متوجہ ارض حجاز ہو گئے اور اسی بے سروسامانی کی حالت سے مکہ معظمہ پہنچے ایک مدت تک حجاز میں رہے اور پھر صحیح و سالوٹ لونی میں تشریف لائے اس مابین سفر میں بہت سی خوارق عادات باتین اور تعجیبات واقعات آپسے ظہور میں آئے جن میں سے بعض واقعات خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہیں۔

ازاجملہ یہ کہ خلیفہ کے یاروں میں یہ بات مشہور تھی کہ جس وقت آپ حج کے ارادہ سے گھر سے نکلے ہیں تو آپ کی جیب میں ہر ایک پاؤلی کے اور کچھ نہ تھا لیکن یہ تعجب کی بات ہے کہ آپ اس دور و دراز سفر میں کسی اور کسی مقام پر محتاج نہیں ہوئے یہاں تک کہ جب سفر سے مراجعت فرما کر گھر تشریف لائے تو ہنوز وہ پاؤلی جیب خاص میں تھی شیخ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس واقعہ کی شہرت سنی تو خلیفہ سے اسکی بابت دریافت کیا فرمایا عبدالرحیم! اب تک کسی نے مجھ سے اس قصہ کو دریافت نہیں کیا نہ میں نے اسکا ہیہ کسی پر ظاہر کیا اصل قصہ یہ ہے کہ جب میں حج کے ارادہ سے شہر سے نکلا تو ایک اجنبی شخص میرے پاس آیا اور ایک پاؤلی بطریق نیاز پیش کی میں نے اس سے لیکر جیب میں ڈال لی پھر خدا تعالیٰ نے خود بخود سامان ہیا کر دیئے اچھے اُس پاؤلی کے خراج کرنے کی حاجت نہیں پڑی اس طرح جب میں نے میلہ کپڑے اتار کر اچلے کپڑے پہنے تو یاروں نے میرے میلے کپڑے لپیٹ کر اپنے پاس رکھ لیئے اور خدا تعالیٰ نے مجھ کو دوسرے کپڑے عنایت فرمائے غرض کہ مابین سفر میں نہ مجھے کپڑوں کی ضرورت پڑی اور نہ اُس پاؤلی کی حاجت ہوئی جب میں گھر آیا تو وہ کپڑے اور پاؤلی برآمد ہوئی اور لوگوں میں یہ بات شہرت پکڑ گئی۔

از آئینہ یہ کہ ایک دن آپ نے جہاز میں بیٹھے ہوئے اپنے یار و دوستوں سے اولیاء اللہ کے مقامات
اکرامات کا ذکر چھیڑ دیا تھا اور بیان کا سلسلہ یہاں تک پہنچا یا تھا کہ خدا کے برگزیدہ اور مقبول بندے دور
دور مسافت کو چشم زدن میں ملے کر لیتے اور پانی کی سطح پر سطح دوڑتے ہیں جیسے زمین کی سطح پر نا خدا
آپ کی یہ تقریر سنا کر کہا کہ اس قسم کے جوڑے فتنے اور بناوٹی کہانیاں بہت سنی گئی ہیں میں نے تو کسی کو
سہی ایسا نہیں دیکھا خلیفہ نے جون ہی نا خدا کا یہ مضحکہ آمیز قول سنا آپ کی غیرت کی رنگ حرکت میں آئی فوراً
سمندر میں کود پڑے اور بلا تکلف پانی ہی سطح پر چلنے لگے جہاز والوں نے نا خدا کو سخت ملامت کی اور وہ
بھی نادم و پشیمان ہوا کہ ایک فقیر میرے مجادلہ کے سبب معرض ہلاکت میں پڑا اور آپ کے بے ریا متفقہ
آپ کی مفاہرت کے پنجہ میں سخت محزون و متالم ہوئے کہ وہ خلیفہ نے باوازن بلند فرمایا کہ لوگو! میں ہجرت
ہوں اور سطح آب پر بلا تکلف سیر کر رہا ہوں تم ذرا سنج نکر دے یہ صورت دیکھ کر نا خدا اور تمام اہل جہاز نے توبہ کی
اور نیا نمندی و عاجزی کا اظہار کر کے خلیفہ کو سمندر سے جہاز میں لائے اور خاطر و مدارات کا کوئی وقتہ
اُٹھا نہ رکھا۔

از آئینہ یہ کہ عربین میں ایک بزرگ متوطن تھو پہونچے اپنے آبا و اجداد سے نسلاً بعد نسل حضرت غوث الاعظم
کی کلاہ شریف تبرکاً حاصل کی تھی اور جو ارض حجاز اور اسکے اطراف میں ایک معزز و ممتاز شخص شمار کیا جاتا
تھے جب بزرگ خلیفہ ابوالقاسم مکہ معظمہ میں پہنچے تو ایک رات حضرت غوث الاعظم نے اس شخص کے
خواب میں تشریف لا کر فرمایا کہ یہ کلاہ جو تمہارے پاس بطریق امانت ہو خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادی کے
حوالہ کر دو صبح کو جب یہ بزرگ اٹھے تو انہیں خیال آیا کہ حضرت غوث الاعظم نے جو خلیفہ ابوالقاسم کو
خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہو تو اس تخصیص میں کوئی خاص وجہ ضرور چنانچہ انہوں نے خلیفہ کے
امتحان کی غرض سے ایک قیمتی اور وزنی جبہ کلاہ کے ساتھ منضم کیا اور پہنچتے پہنچتے خلیفہ کی خدمت
میں پہنچے اور عرض کیا یہ دونوں تبرک حضرت غوث الاعظم کے ہیں جسکی بابت مجھے خواب میں ارشاد ہوا
ہو کہ ان امانتوں کو آپ کے سپرد کر دوں خلیفہ نے کلاہ اور کلاہ کے ساتھ جبہ کو قبول کیا اور نہایت
مسرور و شادان ہوئے زان بعد اس بزرگ نے کہا چونکہ یہ تبرک خدا کی ایک نعمت عظیم ہے اسلئے آپ کو
اسکے تشکر میں بہت سا کھانا بکھا کر شہر کے رؤسا کو مدعو کرنا چاہیے خلیفہ نے فرمایا تم ہی رؤسا شہر کی
دعوت کرو اور کل سب کو لیکر آ جاؤ ہم دافر کھانا تیار کر دیں گے چنانچہ دوسرے دن علی الصبح وہ

بزرگ رؤسا شہر کو ساتھ لیکر آیا اور سیر ہو کر کھانا تناول کیا جب کھانا کھا چکے اور فاتحہ سے فارغ ہو گئے تو اُس بزرگ نے خلیفہ سے کہا کہ جب آپ متوکل ہیں اور معاش کے ظاہری اسباب نہیں رکھتے ہیں تو فرمائیے کہ اس قدر کھانا کہاں سے میا ہوا آپ نے ایک نہایت خوش آئندہ تبسم کے ساتھ فرمایا کہ ہم نے جہ کو فروخت کر کے کھانے کا سامان میا کیا یہ کہنا تھا کہ اُس عزیز نے ایک شوہر بچایا اور زاری و فریاد شروع کی کہ میں نے اس فقیر کو اہل دل خیال کیا تھا لیکن افسوس میرا خیال بالکل غلط ثابت ہوا اور یہ شخص نہایت ناقابلِ ظاہر ہوا حقیقت میں یہ ایک مکار شخص ہے جو فقیروں کے لباس میں لوگوں کو دھوکا دیتا پھر تاج حیف اس نے اُن عظیم الشان تبرکات کی کچھ قدر و منزلت نہ کی اور چند حقیر دامون پر فروخت کر دیا۔ خلیفہ ابوالقاسم نے ایک نہایت تندہی اور تیزی کے لہجہ میں فرمایا کہ بس خاموش رہ زیادہ دُعا بجا جو تبرک تھا اُسے ہم نے تقویٰ باز و بنا کر رکھا ہوا وجود اصل تبرک نہ تھا بلکہ ہمارے امتحان کی غرض سے تو نے پیش کیا تھا اُسے ہم نے فروخت کر ڈالا اور حقیقی تبرک کے شکرانہ میں صرف کر دیا۔ یہ سن کر وہ بزرگ متنبہ ہوا اور تمام اہل مجلس سے حقیقت حال بیان کیا۔ حاضرین مجلس کی زبان سے ایک بڑی اختیاراً جوش کے ساتھ نکلا کہ الحمد للہ یہ تبرک ایک ایسے شخص کو پہنچا جو اُسکا اہل اور مستحق تھا۔

خلیفہ ابوالقاسم اگرچہ امیر ابو العلی کی صحبت میں بھی بیٹھے ہیں اور انکی خدمت سے بھی بے انتہا فائدہ اٹھائے ہیں لیکن ارتباط استفاضہ اور بیعت ملاولی محمد ہی کی خدمت میں رکھتے تھے چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت امیر نے خلیفہ سے فرمایا کہ تم ہم سے بیعت کیوں نہیں کرتے جواب دیا کہ چونکہ ملاولی محمد خود حضرت امیر کی خدمت سے فیضیاب ہیں اور اس عاجز نے تمام ملامت کی تحصیل اُن ہی کی خدمت میں کی ہے اور اُن ہی کی جناب میں الفت تمام رکھتا ہوں اس لیے ارتباط بیعت بھی اُن ہی کے حضور میں بہتر و مناسب دیکھا حضرت امیر ابو العلی نے آپ کی بیستہ تقریر سن کر تبسم کیا اور مرحبا لکم دعا کین دین آپ کا انتقال اکبر آباد میں ہوا اور وہیں دفن کئے گئے۔

اجازت عامہ

ہمیں اُن حضرات کی تعداد صحیح انداز سے کیسا تھبتا نا سخت مشکل ہے جن سے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اجازت عامہ حاصل کی کیونکہ باوجود ہزار تلاش و تمنج کے ہنوز کوئی ایسی مفصل فہرست

دستیاب نہیں ہوئی جس سے اس بات کا پتہ چل سکے لیکن قیاس اس بات کو چاہتا ہے کہ آپ کو مختلف اشخاص اور متعدد واسطہ سے اجازت عامہ حاصل ہوئی ہوگی ورنہ آپ جن حضرات کی خدمت میں استفادہ کیلئے حاضر ہوئے اور جس علم کی تحصیل میں مشغول ہوئے اُسے بالضرورت تکمیل کے مرتبہ پہنچایا اور جب آپ شخص کی درس گاہ سے فارغ التحصیل اور کامل ہو کر غلخدرہ ہوئے تو کیا عجب کہ ہر شخص سے اجازت اور عام سند حاصل کی ہو لیکن جہاں تک تاریخ سے پتہ چلتا ہے اُس سے اس قدر یقین کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ سید عبداللہ اور خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادی اور سید عظمت اللہ جیسے مجتہدین فن اور اہل کمالات کی فیض صحبت اور تعلیم و تربیت نے جناب شیخ عبدالرحیم کو تمام دینی فنون اور وہی علوم میں کامل کر دیا تھا اور آپ میں ہر قسم کی اہلیت و قابلیت پورا اجازت عامہ سے ممتاز و سرفراز فرمایا تھا چنانچہ ہم اس امر کے ثبوت میں خود جناب شیخ عبدالرحیم صاحب ہی کے بیان کو پیش کرتے ہیں جس سے بڑھ کر کوئی اور مستند شہادت ہو نہیں سکتی۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب خلیفہ ابوالقاسم نے مجھے تکمیل و ارشاد کی اجازت سے سرفراز فرمایا تھا تو آپ نے ایک مخلص اور بے ریا عقیدتمند مرید کو حکم فرمایا کہ ہمارے تمام شناساؤں اور مریدوں کی دعوت کرو اور وہ کافی مقدار کھانا میا کر و چنانچہ اُس نے آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل کی جب کھانا پاک کر تیار ہوا اور تمام دعوتی جمع ہو گئے تو آپ نے فقیر کو طلب کیا میرے سر پر دستار باند ہی اور ایک اجازت نامہ لکھ کر عطا فرمایا اُس وقت میں نے التماس کی کہ حضور! میں اس عظیم الشان اور جلیل القدر کی قابلیت نہیں رکھتا اور ان حقوق کی تحمل برداشت کی اپنے میں طاقت نہیں دیکھتا فرمایا کوئی مضائقہ نہیں آخر تم نے دوسری جگہ سے بھی اجازت عامہ حاصل کی ہو بھلا بتاؤ سید عبداللہ کے ساتھ تمہارا معاملہ کس طرح تھا میں نے عرض کیا اُنہوں نے اپنے تمام حقوق مجھے معاف کر دیئے تھے فرمایا میں نے بھی اپنے تمام ظاہری و باطنی حقوق تمہیں معاف کر دیئے۔ عبدالرحیم! یہ فرقہ جو کام کرتا ہے اُسکا انجام پہلے ہی سے پیش نظر رکھ لیتا ہے۔

جب یہ سب کچھ ہو چکا تو آپ نے مجھے طالبان حق کی رہنمائی اور دینی علوم کی اشاعت و دوس کی اجازت دی اور یہ بھی فرمایا کہ اب اگر تم مناسب سمجھو تو ہر ملی میں جا کر رہو اور وہاں کے باشندوں میں دینیات کی اشاعت دو لیکن میں نے عرض کیا کہ ابھی چند روز تک میں آپ ہی کے قدموں میں

رہنا پسند کرتا ہوں چنانچہ آپ اس سے بہت خوش ہوئے اور روز بروز زیادہ توجہ مبذول فرماتے رہے۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ عبدالرحیم اہم شہرین گشت لگایا کرو اور درویشوں کی زیارت کیا کرو لیکن فقیر سوچہ سے غفلت کیا کرتا تھا کہ اس کی خاطر کئی مرتبہ خلیفہ ہی کی طرف منجذب تھی جب آپ نے میری حالت دیکھی تو ایک دفعہ بتا کر فرمایا اور ایک خادم کو میرے ہمراہ کر کے ارشاد کیا کہ انہیں سید عظمت اسکے پالنے والے ہیں کہ سلام پہنچا کر کہنا کہ آپ کی ملاقات کیلئے اس عزیز کو بھیجا جو چنانچہ مین خلیفہ کے خادم کے ساتھ سید عظمت اسکے ملاقات کیلئے چلا لیکن جب ہم دونوں بزرگ و محترم سید کے محلہ میں پہنچے تو خادم ان کا گھر بھول گیا اتفاق سے اسی مقام پر محلہ کے بچہ کھیل رہے تھے ان میں سے ایک ہونا بچہ پر میری نظر پڑی میں نے خادم سے کہا یہ لڑکا بزرگ زادہ معلوم ہوتا ہو اس سے سید کا مکان پوچھنا چاہیے ہستی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ سید عظمت اللہ کا فرزند رشید جو مین مکان پرے گیا اور سید کو ہمارا پیام پہنچا اُس زمانہ میں سید عظمت اللہ بیمار تھے اور ضعف کی وجہ سے باہر نہ آسکتے تھے اندر سے کہلا بھیجا تو میں نے کہے کہ میں مرض کی شدت کے سبب صاحب فراش ہوں اور ذرا بھی جنبش کرنے کی طاقت نہیں کہتا اور چونکہ اس وقت قبیلہ کی مستورات کا ہجوم ہوا سیلے پر وہ کرنا بھی ناممکن ہو میں امید کرتا ہوں کہ آپ میری معذرت کو نگاہ قبول سے دیکھیں گے چنانچہ سید کے فرزند نے ہم سے یہ تمام باتیں بیان کیں لیکن ہنوز اس کی تقریر کا سلسلہ ختم ہوا تھا کہ سید نے ایک اور شخص کو بھیجا کہ خلیفہ کے فرستادوں کو بٹھاؤ اور خادم سے فرمایا کہ جس چارپائی پر میں لیٹا ہوں یوں ہی اٹھا کر دروازہ کے قریب لیجئے چنانچہ لپکے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے مجھے ملاقات کر کے فرمایا میں معذور ہوتا سیلے آپ کی خدمت میں معذرت کہلا بھیجی تھی لیکن پھر فوراً مجھے خیال ہوا کہ خلیفہ کا ایک عزیز کو میری ملاقات کیلئے بھیجا ضرور کسی حکمت پر مبنی ہو گا لہذا خود حاضر خدمت ہوا ان بعد سید صاحب نے میرا نام سن کر اور وطن دریافت کیا اور خوب کرید کرید پوچھا۔ میں نے اپنا نام و نسب و وطن سب کچھ بتا دیا

سید عظمت اللہ بن عبداللطیف بن بدر الدین بن سید جلال قادری شہول اکبر آبادی رملات حسینی سے تھے آپ اکبر آباد میں پیدا ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کی اُس زمانہ میں اچھا دھرم و نہایت معتبر تھانہ مزاج میں اس قدر تنگ تھا کہ فقر و غریبا میں سے کسی کے مکان پر کسی شریف نہ جاتے اور گوشت و قناعت میں زندگی بسر کرتے تھے گوشت و خیرات میں ایک مٹھو و مغز شخص گئے جاتے تھے اور سلسلہ جنتیہ سے زیادہ مناسب سمجھتے تھے لیکن لوگوں کو عام طور پر سلسلہ قادریہ جنتیہ سے رو دیر و شکایت تھی کہ یہ کہتے تھے تو اپنے سلسلہ میں جو تھی یہی سلسلہ اول کو ۲۰ سال کی عمر میں بمقام اکبر آباد انتقال کیا اور جس محلہ میں سکونت رکھتے تھے وہیں مدفون ہوئے ۱۱

لیکن شیخ عبدالعزیز کی نسبت کو غرضی رکھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ سید کا سلسلہ دنا نیک پہنچا جو جب آپ شیخ کے شیخ
عبدالعزیز میرے جد امجد ہوئے ہیں تو ضرور تواضع سے پیش آئینگے جو ایسے نازک اور خطرناک موقع پر نہ صرف
تکلیف کا موجب ہو بلکہ شہداء و مرثیہ کا سخت خوف ہو اگرچہ میں نے اس نسبت کو ہر پہچایا لیکن بزرگ سید نے
خدا وافرست سے خود دریافت کر لیا زدن بعد ایک اشکال کی تقریر کی اور مجھے جواب کے طالب ہوئے میں نے
عرض کیا کہ حضرت! میں استفادہ کئے تھے حاضر ہوا ہوں نہ افتادہ کئے، سچ فرمایا ہم یوں ہی مامور ہیں۔ الغرض
بہت سی روکد کے بعد جو کچھ اس وقت مجھے بن آیا بزرگ سید کے اشکال کا جواب دیا جسے آپ سکر نہایت ثناء
ہوئے اپنے تئیں چارپائی سے نیچو ڈال دیا اور جید تواضع سے چڑھ آئے اور ساتھ ہی فرمایا کہ میں اپنی تقصیر کی معافی
چاہتا ہوں کہ آپ کو پہلے سے میں نے معلوم نہیں کیا زان بعد فرمایا کہ شیخ عبدالعزیز قدس سرہ نے ہمارے
جد امجد کو وصیت کی تھی کہ اگر تھامی اولاد میں سے کوئی شخص تمہارے پاس آئے اور اس اشکال کی بابت وضع
تقریر کرے تو اسے ہماری یہ امانت یعنی طریقہ کی اجازت اور کچھ تبرکات عاتق کر دینا۔ میرے بزرگوار داد اپنے
زمانہ حیات میں اس امر کے متلاشی رہے مگر کوئی شخص اس قدر منزلت کا نہ پایا چنانچہ جب ان کا جام زندگی بربز
ہو کر چلنے لگا تو انہوں نے میرے والد بزرگوار کو یہی وصیت فرمائی والد ماجد نے ہر خطہ شخص کیا لیکن وہ
بھی ناکام رہے انجام کار میری ذمت پہنچی میں اُس وقت سے اس زمانہ تک برابر اسی سعی میں لگا ہوا تھا
لیکن پھر آپ کے اور کسی شخص کو نہ پایا چونکہ میں اس وقت پابرجا تھا اور کوئی ایسا فرزند جو اس عظیم الشان منصب
کی قابلیت رکھتا ہوں نہ دیکھتا تھا اسلئے شب و روز افسوس کرتا تھا اچھ لے کہ کج میری امید کا پھر مردہ درخت
سرسبز و شاداب ہو کر پہلا پہلا اور میں اُس بار امانت سے سبکدوش ہوا یہ لکھ سید نے عامہ میرے سر پر باندھا
اور اجازت عامہ عنایت فرمائی۔ کثیر المقدار شیرینی اور کچھ نقدی میرے ساتھ کی اور بڑی خوشی کے ساتھ رخصت
کیا۔ جب میں وہاں سے واپس ہو کر خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اپنے جوش مسرت کے ساتھ میرا استقبال
کیا اور میرا آبی زبان سے نکلا کہ آج تم بہر پور ہو کر آئے ہو میں نے وہ تمام عطیات آپ کے سامنے رکھ دیئے
فرمایا عبدالرحیم! نقدی ظاہری جمعیت کی طرف اشارہ ہو اور عامہ اجازت عامہ اور باطنی جمعیت کی طرف مشیر
ہے دن و دو دن باؤن میں کوئی دوسرا شخص شریک نہیں ہو سکتا البتہ شیرینی ایک ایسی چیز جو جس میں ہین
شریک ہونا جائز ہو چنانچہ تنوہی سی شیرینی آپ نے قبول کی اور باقی درویشوں کو
تقسیم کر دی۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کی ملاقات اہل اہل اور مجذوبوں کے

جناب شیخ عبدالرحیم کے اہل اہل اور مجذوب سے ملاقات کرنے کے اس قدر واقعات ہیں کہ اگر ہم فیصدی دس کا بھی تقاب کرین تو بھی حیات ولی کی وسعت ان کے لئے ناکافی ہوتا ہم چند ایسے واقعات قلمبند کئے جاتے ہیں جو خاص دلچسپی کا سامان رکھتے ہیں۔ اور جن سے شیخ عبدالرحیم صاحب کے خاص فضائل اور عظمت و شوکت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے اور جن میں خود شیخ صاحب نے اپنی پرزور قلم سے تحریر کیا ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ رات کے وقت اکبر آباد کا گشت لگا رہا تھا ایک موقع پر مجذوب درویش میری نظر پڑا جو دنیا کے مجذوبوں کا نام شمار میں لارہا اور کہہ رہا تھا کہ ملک شام میں فلان مجذوب ہے اور روم میں فلان اُس وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش ہندوستانی مجذوبوں کی نسبت کچھ کتنا لطیف سے خالی نہ ہوتا پھر اس خطرہ کے درویش نے ہندوستان کے مجذوبوں کے نام لینے شروع کئے اور بیان کرتے کرتے یہاں تک پہنچا کہ یہ کچھ مجذوب خوب ہے اور پیر الیم مجذوب ہی اسی اثنائے میں مجھے پر خلش پیدا ہوا کہ اگر ہندوستان کے سالکوں کا ذکر کرے تو مزید اطلاع کا باعث ہو درویش میرے اس خطرہ پر بھی آگاہ ہو گیا اور ایک مند و تیر لہجہ میں کہا کہ خلیفہ ابوالقاسم خاص فضائل و کمالات میں ایسا مسافر و ممتاز شخص ہے جسکی نظیر سے سارا اکبر آباد خالی ہے یہ کلمہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا تم بیان کیوں کھڑے ہو جاؤ اور اپنے کام میں مصروف ہو۔ چنانچہ میں چلا آیا۔

شیخ کا بیان یہ کہ میں سوئی پت میں کسی تقریب سے گیا اتفاقاً تو دل میں آیا کہ منور مجذوب کو دیکھنا چاہیے چنانچہ میں اُس کے مقام پر گیا جب میں وہاں پہنچا ہوں تو وہ سوتا تھا چون ہی میری حرکت محسوس کی اپنی گدڑی چاروں طرف سے سمیٹکر اُس میں لپٹ گیا اور ہوش و حواس بجا کر کے بیٹھ گیا میں تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا اور جب دیکھا کہ کوئی بات نہیں کرتا ہے تو خود میں نے کلام کی سلسلہ جنبانی کی اور کہا مجھے تم سے ایک بات دریافت کرنی ہے۔ اگر تم عقل و ہوشیاری کے ساتھ جواب دو تو بہتر ورنہ خیر جواب دیا کہ میں جواب دینے میں تاہم امکان احتیاط کر دینا چاہتا ہوں کہ تمہیں ایسی کوئی چیز حاصل ہوئی ہو جسے تمہاری ساری عقل و تیز کوکھو دیا ہو اور ہوش و حواس سلب کر لئے ہیں اُس میری بات سنکر اول تو کچھ سکوت کیا گویا کسی گہرے خیال میں ڈوب گیا لیکن پھر سر اٹھا کر بولا غمیز میں یہ ایک ایسا نازک اور باریک سوال ہے

جن کا جواب عبارت کے قالب میں ڈالنا اور الفاظ کے ساتھ تعبیر کرنا ناممکن ہو مگر ایک مثال کے پیرایہ میں اسکی کیفیت نہایت ظاہر کرنا ہوں۔ سنو! جس چیز نے ہماری عقل و تدبیر کو ملب کر کے مجنون اور دیوانہ کے زمرہ میں داخل کیا جو وہ ایک ایسی کیفیت سے تعبیر کجا سکتی ہو کہ ایک شخص نے مقدار سے زیادہ گرمی پائی اور عرق میں غرق ہو گیا دفعہ ایک نہایت سرد اور خوش آئند ہوا کے ہونے چلنے شروع ہوئے جن سے اُسے راحت ملی حاصل ہوئی بس یہی کیفیت ہم لوگوں پر طاری ہو کر اسیدِ جہ کو پہنچا دیتی ہے میں نے کجا اُس سے بہتر کیفیت تو سالکوں کو حاصل ہوتی ہو مگر پہر بھی اُن کی عقل بجا اور ہوش و جواس قایم رہتے ہیں جواب دیا کہ عزیز من! یہ دہشت انہی جو جس شخص کو جیسا چاہتے ہیں رکھتے ہیں۔

واجب الاحترام اور عزیز شیخ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد بزرگوار دور دراز سفر سے مراجعت فرمائیے وطن پہنچے لیکن اُنکا قصد تھا کہ شہر میں داخل نہ ہوں اور بالا بالادوسرے سفر کی جانب عنانِ توجہ مبذول فرمائیں اسلئے مجھے اپنے بلا بھیجا۔ میں والد ماجد کی زیارت کیلئے شہر کے باہر گیا اتنا راہ میں میرا گذر ایک باغ پر ہوا جو نہایت شاداب و پر رونق تھا اور جسکی انتہا سے بڑھی ہوئی زینت اور سرسبزی نے مجھے بے اختیار اپنی طرف مائل کر لیا۔ میں اسکی خوبصورت روشنیوں اور لہلہائے بود و ن کی سیر کرنا ہوا ایک ایسے گنجان درخت کے قریب پہنچا جسکی نرم و نازک شاخیں جہوم جہوم کر زمین کا بوسہ لے رہی تھیں انکی آڑ میں ایک مجذوب مغل صورت بیٹھا ہوا تھا مجھے دیکھتے ہی غل چا کر کہا اے عزیز ادھر آؤ اور تھوڑی دیر ہمارے پاس بیٹھ جاؤ چنانچہ میں اُسکے پاس جا بیٹھا اور وہ اپنے سلوک و ریاضتوں کی حکایتیں بیان کرنے لگا زبان بعد بولتا تھا پاس فلاں قسم کا کھانا ہے قدر سے میرے لئے منگاؤ میں نے فوراً اپنے آدمی کو آواز دی اور کھانا اُسکے سامنے پیش کیا پہر بولا کہ تمہاری جیب میں اس قدر پیسے ہیں میں صرف ایک پیسہ کا محتاج ہوں کہ حجام کو دیکر سر اور ڈاڑھی درست کروں میں نے چند پیسے اُسکے سامنے رکھے لیکن اُس نے بجز ایک پیسے کے اور کسی چیز کو نگاہ قبول سے نہ دیکھا۔

شیخ صاحب لکھتے ہیں کہ موضعِ میر و اڑہ میں ایک مجذوب تھا جسکی شہرت نام اطراف میں پہنچی ہوئی تھی اُسکا عام دستور تھا کہ کبھی مسجد میں قدم نہ رکھتا اور جب اُس سے دریافت کرتے تو کہتا ہم بخش و ناپاک ہیں اہم مسجد میں داخل ہونیکا اپنے مناسب حال نہیں دیکھتے اسطرح اُسکا یہ بھی داب تھا کہ وہاں زمینداروں کا کھانا نہ کھاتا تھا کہ اس کھانے میں بستیگی ہو جب میرا اُس موضع میں جانے کا اتفاق ہوا

تو میری ملاقات کے لئے مسجد میں آیا اور میرے ہی ساتھ کھانا تناول کیا لوگوں نے اسکی وجہ دریافت کی تو بولا اس عزیزیکی وجہ سے میری نجاست جاتی رہی اور تمہارے کھانے سے بنگی دور ہو گئی۔

آپ یہی فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ صوفیہ کے لباس میں مقید رہنا بہر حال تکلف و خالی نہیں جو اور اس خیال نے مجھ پر سدھ جو کم کیا کہ میں نے فوراً وہ لباس اتار پینٹ کا سپاہیانہ طور پر عمامہ باندھا کہ میں تلوار لگائی اور گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلا تو بڑی دیر چلا تا کہ ایک مجذوب سانسے سے آکر کھنڈ لگا کیا یہ ممکن ہو کہ کوئی شخص چاند کو پیاسے سے چھپائے ہرگز نہیں۔ غریز میں ایتیرے محبوب کی قسم کہ یہ لباس تیری شان کے سرفراز و لائق نہیں اسے اتار ڈال اور لباس صوفیہ زیب بدن کر چنانچہ اسوقت سے میں نے لباس صوفیہ کو بالائزام اختیار کیا اور اسکے علاوہ کسی اور قسم کا لباس پہننا پسند نہیں کیا۔

شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے شہر میں ایک نہایت صالح و نیک شخص سکونت رکھتا تھا جو علم و فضل کے علاوہ توکل و قناعت میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا اسکے مزاج میں اسد بھ خدا داد و استغنائی تھی جسے نام چیزوں سے اسے بے تعلقی و بے پروا کر دیا تھا۔ سعد الدخان کے بعض خواجہ سرا ان سے تحصیل علوم کرتے تھے اور وہی ان کی خدمت میں مصروف رہا کرتے تھے ہر چند کہ سعد الدخان نے کئی دفعہ انہیں بلایا اور ایک وقت دفعہ خود ہی ملاقات کے لئے در دولت پر حاضر ہوا لیکن اپنے اس سے ملنا پسند نہیں کیا اتفاق وقت سے ایک دن میں ہی ان کی خدمت میں حاضر ہوا اس زمانہ میں میں نہایت کم سن تھا اور علم و تحقیق کا فیہ پڑھا کرتا تھا۔ ایک خواجہ سرار نے بحث منادی کا ایک بڑی مسئلہ مجھے دریافت کیا جسکا معقول جواب اس وقت مجھے میں نہ پڑا اس سے مجھے نہایت قلق و رنج ہوا اور میں اپنے دل ہی دل میں سخت شرمندہ ہوا لیکن وہ عزیز میری تغیر حالت کو فوراً مار گیا اور میرے حزن و رنج کا سبب معلوم کر کے ایک نہایت برہی کے لہجہ میں خواجہ سرا کو عتاب کیا اور کہا تو اس لحظہ کے کو نہیں جانتا کہ کون ہوا کس قد قیستی جو ہر انجمن میں مضمر رکھتا جو عنقریب وہ زمانہ چلا آتا ہو کہ یہی لڑکا جو سنہوز ہلال کی صورت میں نظر آتا ہو ملک ہر بد بکال ہو کر چمکے گا اور ایک عالم کو اپنے علمی نور سے روشن و منور کرے گا کوئی دن جاتا ہو کہ اس بچے کی پاپوش تیرے آقا کے سر پر رکھے جائے سے سخت تنگ عار کرے گی بڑے بڑے با شان و شوکت حکمران اسکے قدموں کو بوسہ دیں گے اور اس کی قدمبوسی کو ذریعہ فخر سمجھیں گے۔

شیخ کمال عام اخلاق و عادات اور فضل و کمال

شیخ عبدالرحیم صاحب کے ان خاص فضائل اور محاملات کو نظر انداز کر کے اب ہم آپ کے علمی فضائل و کمال اور عام اخلاق و عادات قلمبند کرتے ہیں کیونکہ انسان کے حالات زندگی میں ہی وہ صاف آئینہ ہو جس میں مختلف ہیئتوں کی تصویریں دکھائی دیتی ہیں شیخ کے علمی فضل و کمال کا عجیبانہ مختصر لکھا جا چکا اس سے زیادہ تشریح و تفصیل کی اس موقع پر ضرورت نہیں سمجھتے لیکن تاہم ان علوم کی نسبت اجمالی طور پر ریمارک کرنا مناسب سمجھتے ہیں جن میں بزرگ شیخ کو کامل مہارت اور پوری دستگاہ تھی اور جن میں آپ نے خداداد قابلیت اور فطری بخشش کی بدولت اس قدر جلد حاصل کر لیا تھا کہ اس سے جلد تکمیل کے درجہ کو پہنچنا کسی بشر کا کام نہیں ہو۔

صرف و نحو جو علوم عربیہ کے مختصر ہیں ان میں شیخ کو اس قدر کمال تھا کہ موصوفین فن میں آپ کا شمار ہوتا تھا آپ طلبہ کے درس کے وقت اس خاص فن میں ایسے ایسے نکات اور باریکیاں بیان کرتے تھے جنہیں سنگڑے بڑے علامہ اور ماہرین فن دنگ رہ جاتے تھے یہی وجہ تھی کہ شیخ کا شمار اس علم میں بیاناتک ہوا کہ آپ علما و علماء اسلام الثبوت استاد تسلیم کئے گئے مجتہدین فن دور دور سے تعلیم کے لئے حاضر ہوتے اور آپ کی شاگردی کو باعث فخر جانتے۔

حدیث و فقہ میں آپ کو وہ کمال تھا جس کی نظیر اس عہد میں موجود نہ تھی علم حدیث کے ماہرین آپ کو شیخ الحدیث کا خطاب دیا تھا اور قیقی لوگ فقہ کا دوسرا بازو سمجھتے تھے آپ کو حدیث و فقہ کی ہزاروں جزئیات از بر تھیں اور بہت سی حدیثیں مع اسناد و نوک زبان نہیں آپ کو دیگر مشاغل علمیہ میں التفات تھا لیکن جس قدر علم حدیث میں انہماک و استغراق تھا کسی اور علم میں نہ تھا آپ کی صحبت میں ہمیشہ اپنی علم کا چھانٹنا اور اس سبب سے بروقت آپ کی درس گاہ میں طالبان حدیث کا ایک جرم غفیر جمع کثیر لگا رہتا جو آپ کے بیانات ثنائیہ سے اپنی معلومات بڑھانے اور فیض علم سے بہرہ ور اور کامیاب ہو کر جاتے غرض کہ شیخ کی فقہ و حدیث میں اس قدر شہرت تھی کہ بہت تھوڑے عرصہ میں آپ اس فن خاص کے جولا گاہ کے شہسوار مشہور ہو گئے تھے اور ان معتمد لوگوں کے معتمد علیہ مانے گئے تھے جو خود امام وقت اور مجتہدین کہلاتے تھے یہ رہی آپ کو فقہ و حدیث میں کمال تھا ویسے ہی علم تفسیر میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے وہ الہامی نکات

اور کافری اسرار جو قرآن مجید کے لفظ لفظ میں کوٹ کوٹ کر بہرے ہوئے ہیں آپ ایسے تاجر کے ساتھ بیان کرنے جسے سنکر بڑے بڑے علامہ اور ماہرین فن حیرت زدہ ہو جائے جب آپ قرآن کی تفسیر بیان کرتے ہیں تو سامعین کو معلوم ہوتا تھا کہ وحی اتر رہی ہو حقیقت میں پیشینغ صاحب ہی کا بیج ڈالا ہوا ہے جو اس وقت تک حدیث و تفسیر کا درخت پھلنا پہولا اور اہل مائنا نظر آتا ہے اور یہ احسان ہندوستان پر عموماً دہلی پر خصوصاً آپ ہی کا جو جسکے بار سے اسکا سر اور پر نہیں اٹھ سکتا کیونکہ اس سے پیشتر تمام ہندوستان میں بھل و بدعت کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور کوئی شخص حدیث و تفسیر سے واقف نہ تھا۔ ایک فاضل جبل ہمعصر جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حالات پر پوچھتے ہوئے کہتا ہے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب جنہوں نے پہلی ضرورت ہندی مسلمانوں میں علم نبوی کی اشاعت دیکھی واقعی ایک برتر لہامی خیال تھا جو بجلی کی طرح آپ کے دماغ میں گوندا۔ شاہ عبدالرحیم صاحب نے ایک مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد ڈالی اور اس میں علم حدیث کی تعلیم دینی شروع کی۔ اس تعلیم نے چند سال میں اپنا قیمتی اثر مسلمانوں پر ڈالا اور اب جوق جوق طلبہ آپسے حدیث سیکھنے کیلئے آنے لگے گویا اسی تارچ سے مذہب بدعت و شرک کے ساکن سمندر میں ایک سحر یک سی پیدا ہونے لگی مگر خفیہ تحریک ایسی نہ تھی کہ ایسے بڑے عظیم الشان شخص کچھ معلوم ہوتی اور ایک سحر خیز طوفان اس میں پیدا ہوتا۔ شاہ عبدالرحیم صاحب قوانین فطرت کی بارکیوں اور مفہوم کو خوب سمجھتے تھے وہ جانتے تھے کہ معمولی فتنہ پر جب تک کہ اسے خیر اذہ کیا جائے اور اس پر ملتانی نہ پھیری جائے کبھی صفائی اور آسانی سے لکھا نہیں جاسکتا ایسے انہوں نے اپنی کوششوں کو بظاہر ناکامی کا جامہ پہنے ہوئے دیکھا کچھ ہراس نہیں کیا اور ہمیشہ دل میں یہ یقین رکھا کہ یہ ناکامیاں خوش آئند ہیں کیونکہ یہ بدیہی اسے کہ مرض ہر طرح برا ہوتا ہے لیکن اس مرض کو مبارک کہنا چاہیے جسکا انجام صحت ہو۔

غرض کہ یہ امر عموماً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ تفسیر و احادیث کی اشاعت میں جو سرگرمی اور کوشش شیخ عبدالرحیم صاحب نے فرمائی اس میں متقدمین و متاخرین میں سے کوئی شخص آپ کا دعویٰ یا زمین ہو سکتا اور اگر دعویٰ کرے بھی تو اسکا یہ دعویٰ چلی نہیں سکتا بلکہ ایسے شخص کی کون برابری کر سکتا ہے جسے خود فطرت اپنی بانگی اور ہنر کا نمونہ بنا نا چاہتی ہو اور ایسی لیاقت و قابلیت کا کون مقابلہ کر سکتا ہے جو پہلے ہی ربانی قابلیتوں اور روحانی جوہروں سے آراستہ کی گئی ہو۔

اچھنچ کو علم حدیث و تفسیر کے مشاغل میں زیادہ تر اہماک تھا لیکن باوجود ان مشاغل کے

علم ادب اور مناظرہ کا بھی چرچا رہتا تھا اور ان علوم سے آپ کو غفلت نہ تھی۔ علم ادب میں آپ کو وہ کمال حاصل تھا جو اس وقت تک ماہرین فن کو تسلیم ہو آپ کے علمی مناظروں پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قدار اور جاہلیت کے شاعروں کے اشعار بکثرت یاد توجہ نہیں جیسے کہ ہر ہر مقام پر بیاختہ پیش کرتے تھے۔ شاعری جسے علم ادب کا بہت بڑا جوہر کہنا چاہیو اس میں ہی شیخ کو مہارت تامہ حاصل تھی لیکن آپ کے اشعار ہمیشہ ببالغہ آمیز باتوں اور فضول و بیہودہ عبارتوں سے خالی ہوتے اور پند و نصائح کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہوتے تو ذیل کی رباعی آپ ہی کی موزون طبیعت کا بدیہی نتیجہ ہے۔ اے کہ نعمتہائے توارعہ فردن بہ شکر نعمتہائے توارعہ ہرون بہ عجز از شکر تو باشد شکر ما بہ گرو فضل تبار ہنہون

جناب شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد بزرگوار نماز فجر کے متصل فقہ عسیری طرف متوجہ ہوئے اور جب تہیہ دو شعر فرمائے رباعی گرتو راہ حق بخوابی اے پسر بہ خاطر کس را مرخاں اسخرد بہ در طیفست رکن عظم صحت است بہ ابن ہنہون فرمود آن خیر البشر۔ یہ رباعی پڑھ کر فرمایا ولی اللہ! دوات علم لا کر اس رباعی کو فہم کتابت میں لے آؤ۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے دفعہ گیسرے دل میں اس مضمون کو بایضراض القا فرمایا ہے کہ تہین وصیت کردن۔

ان رباعیات سے عدلگی مضامین کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شیخ کو نظم پر کس قدر اقتدار تھا اور وہ کس مرتبہ کے شاعر تھے۔ شیخ کی علمی سوسائٹی اور آپ کے مناظرہ کے حالات اس میں شک نہیں کہ مشعرین و متصوفین کی روح و جان میں لیکن افسوس ہے کہ آپ کے خاص خاص مناظرے اور علمی بحثیں جس سے آپ کی جودت طبع و ذہانت و وسعت نظر اور درون تقریر کا حال معلوم ہو سکتی ہیں سے دستیاب نہیں ہوئیں البتہ کچھ علمی کمالات کے حالات کا آپ کے ملفوظات سے پتا چلتا ہے جنہیں ہم آگے چل کر جدا جدا عنوان سے بیان کریں گے شیخ کی ذہانت و طبعی میں بہت سے دلچسپا قصات مشہور ہیں لیکن ہم اس موقع پر صرف وہی ایک قصہ مختصر بیان کریں جس کا جناب شاہ ولی اللہ صاحب آپ کے فرزند رشید نے اکثر مقامات میں ذکر کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہے میرے والد بزرگوار اکبر آباد میں تھے کہ حضرت سید عبداللہ کا انتقال ہو گیا اس جہ سے آپ کو سخت اندوہ و سوچ ہوا اور کسی عزیز کی صحبت کے طالب ہوئے وہی اثنا میں حضرت خلیفہ ابوالقاسم اکبر آبادی کے فضائل مناقب جستہ جستہ آپ کے کان میں پہنچے اور آپ غائبانہ آنکھ لگے گریہ ہو کر ایک شخص کی ہمراہی میں خلیفہ کی خدمت میں پہنچے دیکھا تو وہ اپنے مکان کی تعمیر میں مشغول تھے اور کچھ

سعمار کو مکان کے مقامات بتاتے رہے تھے اسی اثنائیں آپکی زبان مبارک پر یہ بیت جاری ہوئے سے
 ہر کراؤ فرود وجود وجود پیش ہر فرود وجود وجود فقیر کے والد بزرگوار نے فوراً ہیبت مذکور کا اس طرح اعادہ
 کیا ہے ہر کراؤ فرود وجود وجود پیش ہر فرود وجود وجود خلیفہ نے اس بیت کو سنتے ہی شیخ صاحب کی طرف التفات
 کر کے فرمایا میں نے ایک معتبر و مستند نسخہ میں لفظ وجود ہی لکھا دیکھا ہی شیخ نے کہا آپ بجا فرماتے ہیں لیکن ہر
 نظر سے ہی ایک صحیح نسخہ گذرا ہو جس میں لفظ شہود لکھا ہوا ہو اگرچہ تھوڑی دیر تک دونوں حضرات میں مناظرہ ہوا
 لیکن باوجود رد و قبح کے مسئلہ منازعہ عقیدہ طے نہیں ہوا اسی اثنائیں خلیفہ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم علوم
 و فنون کا کافی حصہ رکھتے ہو شیخ نے فرمایا اگر یہ علم راہ حق میں مضرت تو میں توبہ کرتا ہوں فرمایا علم بجائے خود
 کوئی مضرت نہیں لیکن بد دل و دماغ کی غوی ہو کہ علم مضرا و ملک بنجنا ہو اسلئے یہ کہنا بجا نہ ہوگا کہ علم نہ تو شخص
 کیلئے مضرت ہی ہو نہ ہر شخص کیلئے مفید و نافع ہی۔ زمان بعد آپ نے استدلالاً یہ بیت پڑھو یہ علم راہ حق فی سبک ہو
 علم راہ برول زنی یارے وجود الغرض چونکہ اس مناظرہ کا کوئی تصفیہ نہیں ہوا اسلئے شیخ صاحب خلیفہ کی مجلس
 اٹھ کر چلے گئے لیکن دوسرے روز باغیال کہ خلیفہ عات میں مشغول تو زیادہ تحقیق نہ کر سکے اور بات کی تکمیل
 نہیں ہوئی پھر تشریف لے گئے جب آپ وہاں پہنچے تو خلیفہ نے بڑے چرش مسرت سے استقبال کیا اور فرمایا
 میں عات میں مشغول تھا اسلئے بات ناتمام رہ گئی تھی اب کچھ نسخہ شہود کی کیا توجیہ ہو شیخ نے فرمایا اسکی
 توجیہ ظاہر ہو کہ جس شخص کی نظر میں حق تعالیٰ کا شہود و ذرات عالم میں سما جاتا ہو وہ بالضرور ہر فرود کے آگے سر ہو
 ہوتا ہو لیکن جو شخص جمع کے مرتبہ میں مغترق رہتا ہو جسے وجود سے تعبیر کرتے ہیں وہ سجدہ سے فانی ہو جاتا
 ہے۔ زمان بعد خلیفہ نے فرمایا کہ ہمارے صحیح نسخہ میں لفظ وجود لکھا ہوا دیکھا گیا ہو اس کی توجیہ کیا ہو شیخ
 فرمایا کہ جب نہیں کہ وجود معنی وجدان ہو اور یہ وجود شہود کے معنی کے قریب قریب ہے شیخ کی اس علمی تقریر
 بزرگ خلیفہ سے خوش ہوئے اور ہمیشہ اعزاز و توقیر سے پیش آتے رہے۔

شیخ کے فوس کشف کے حالات کتابیں جتہ جتہ مذکور ہیں چنانچہ اس مقام پر بعض اصوات جنہیں مستند
 و معتبر لوگوں نے شیخ کے حالات میں بیان کیا ہے لکھتے ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہو کہ شیخ ایوب مراد آبادی
 واجب الاحرام شیخ کی ملاقات کچلے آئے اور امتحان کے قصہ سے اپنے کو گون اور اسباب کو کسی دور
 مقام پر چڑھ کر تنہا آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اتفاق سے اس وقت بزرگ شیخ پیر اندری کی مشق میں مصروف
 تھے شیخ ایوب کو دیکھتے ہی آپ نے گمان زمین پر ڈال دی اور جوش مسرت کے ساتھ فی مقدمہ ادا کیا معمولی

مزاج ہری کے بعد اہل خیال کی خیریت دریافت کی شیخ ایوب نے نہایت ادب سے سر جھکا کر عرض کیا کہ کترین کو اس سے بیشتر قدیم ہوی کا اغراض خال نہیں ہوا ہوی تعجب ہوی کہ محترم شیخ مجھے روشناس میں فرمایا تمہارا نام ایوب ہو شیخ ایوب کہتے ہیں کہ واجب الاحترام شیخ کے اس فقرہ سے مجھ اور ہوی تعجب حیرت میں ڈال دیا امدین دل ہی دل میں سمجھنے لگا کہ یہ معاملہ کیا ہوا اسنے میں شیخ نے فرمایا کہ تین میری خیر و عافیت دریافت کرنے سے تعجب بجا ہو گا پھر تمہارا نام لینا اور ہوی حیرت و ہمتجاہ کا باعث ہوا ہو گا میں نے عرض کیا کہ بیشک میرے ایسے ہی خیالات تھو لہ یہ تو فرمائیے کہ آپنے کس طرح معلوم کیا کہ میرا نام ایوب ہو فرمایا تمہاری صورت دیکھتے ہی میرے دل نے گواہی دی کہ تمہارا نام ایوب ہو زان بعد شیخ ایوب نے مجھ کو اطلاع دیجیے کہ چکی م کے نوحہ میں لشکر میں جانا ہوں اس میں کامیاب ہوں گا کہ نہیں فرمایا نہیں شیخ ایوب کہتے ہیں کہ چند مجبوریاں اس قسم کی پیش آئیں جن سے مجھ کو لشکر میں جانا پڑا اور یہ خند کہ اپنی کامیابیوں میں صد ہا خوشیوں میں لیکن سب کی سبے سود اور انگان گئیں۔

ایک فنی وجاہت اور باحمت و شوکت امیر محمد فاضل کے پڑوس میں سکونت رکھتا تھا جو شاہی طرز کی عمارت بنانا چاہتا تھا جب اس نے سلسلہ تعمیر جاری کرنا چاہا تو حویلی کے ایک موضع میں کچی نعلی امیر چاہتا تھا کہ دو چند ہا سے چند ماہس قیمت پر محمد فاضل رضی ہو جائے قدرے زمین خرید کر کے اپنی حویلی میں ختی کر ڈالیں محمد فاضل نے دو چند ہا سے چند قیمت کو ہی نگاہ قبول سے نہیں دیکھا اور باہمی رد و قی کی یہاں تک فوبت پہنچی کہ دونوں میں سخت بغض و عداوت ہو گئی انتہائی غیظ میں امیر کے منہ سے نکل گیا کہ میں صبح کو بادشاہ سے شکایت کر دینگا کہ یہ شاہی زمین جو چہر محمد فاضل نے غاصبانہ تصرف کر رکھا ہو غصہ کہ جہاں تک بن چکا اس زمین کو لئے بغیر نہ ہو گا گو لاکھ روپیہ تک خرچ کیوں نہو جائیں۔ جب رات ہوئی تو محمد فاضل شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ نے اسے متفکرہ اور اس دیکھ کر اس کا سبب یافت کیا۔ عرض کیا کہ آج صبح سے میں متفکر ہوں کیونکہ مکان کی ایک زمین کی بابت فلاں امیر سے مناقشہ ہو گیا ہو اور وہ بادشاہ سے شکایت کرنے پر آمادہ ہو شیخ نے فرمایا تم مطمئن ہو اسے بادشاہ سے ملاقات ہی نصیب نہو گی۔ چنانچہ صبح کو جب درباری لباس پہن کر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے کے قصد سے نکلا تو راستہ میں چند شاہی افسروں نے اسے بادشاہ کا پیام دیا کہ فلاں مهم کی انجام دہی میں بیوقوف کچ کرنا چاہئے اگرچہ اس امیر نے بہت اصرار کیا کہ میں بالمشافہ رخصت ہونا چاہتا ہوں بعض ضروری مطالب شہنشاہ سے عرض کرنا چاہتا ہوں لیکن شاہی افسروں نے اسکی ایک

نہ سنی اور جبراً شہر سے باہر نکال دیا اور اتفاق ہو اسکا دین انتقال ہو گیا۔

شیخ عبد الرحیم صاحب - ایک دفعہ شیخ عبداللہ کے مکان پر گئے انہوں نے اپنے لڑکے سے کہا جاؤ اور شیخ کے لئے کلاب کا ٹیشہ لے آؤ۔ شیخ عبداللہ کے مکان میں کلاب کے دو ٹیشے دہرے تھے لڑکا چوڑا ٹیشہ اٹھا لیا شیخ نے مسکرا کر فرمایا بر خور دامن کلاب کا بڑا ٹیشہ کیون چوڑا آئے۔ شاہ ولی اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب شیخ عبداللہ صاحب بیمار پڑے تو جناب والد بزرگوار اُن کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے اسوقت اتفاق وقت سے فقیر بھی حاضر خدمت تھا شیخ عبداللہ کے اقربا نے آپے ہند عاکی کہ مریض کیلئے دعا کیجئے کہ خدا تعالیٰ شفا عاجل عطا کرے لیکن آپ نے بجز سکوت کے اور کوئی جواب نہیں دیا اس پر شیخ کے اقربا نے بعض کے ساتھ اصرار کیا اور بجز خاموشی کے کوئی جواب نہیں پایا دفعہ شیخ عبداللہ نے آپکا مافی الضمیر دریافت کر اقربا کو مبالغہ سے منع کیا اور فرمایا لوگو! اولیاء اللہ کی جناب میں کسی امر کی نسبت مبالغہ کرنا نہ صرف بے ادبی بلکہ گستاخی ہی ہے بلکہ سخت منہج ہے والد بزرگوار جب اُس مجلس سے اٹھو تو فقیر کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے لگے چونکہ شیخ کی عمر کا پیمانہ لمبر نہ ہو چکا ہے اور اُن کی زندگی کا یہ اخیر مرحلہ ہے جو طے ہونے کو باقی ہے اسلئے اسے اس وقت میں دعا کرنا ہے سو دہتا اور میری خاموشی کی یہی وجہ تھی چنانچہ اس کے چند روز بعد شیخ عبداللہ کا انتقال ہو گیا۔

ایک دفعہ محمد علی اور تنگ زیب کے لشکر میں کسی سمت کو روانہ ہوا تھا چونکہ زمانہ دراز تک اسکی کوئی خبر عزیز و اقارب کو نہیں ملی اسلئے اسکی اس مفقودا خبری نے بالخصوص اس کے براور محمد سلطان کو سخت بچھین کر دیا اور جب وہ بہت ہی بیتاب ہوا تو شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر التجا کی کہ اُس گم شدہ کی خبر دین شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے توجہ کی اور ہر چند کہ اُسے لشکر کے ایک ایک خیمہ میں ڈھونڈا لیکن کہیں سرخ نہ چلا اسوات کے زمرہ میں تلاش کیا وہاں ہی پتا نہ لگا زان بعد میں لشکر کے ارد گرد وغیر میں ڈوبی ہوئی نظروں سے دیکھا معلوم ہوا کہ غسل صحت پاکر شہری رنگ کا لباس زیب بدن کئے ہوئے ایک کرسی پر جلوہ آٹھا ہے اور وطن مالوفین میں آنے کا تمہیہ کر رہا ہے چنانچہ میں نے اُس کے بھائی سے بیان کیا کہ محمد علی زندہ ہے اور دو تین مہینہ میں آیا چاہتا ہے چنانچہ جُب آیا تو مجھ سے یہ قصہ بیان کیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ خواجہ محمد سلطان نے ایک خوبصورت گھوڑا خرید کیا اور میرے والد بزرگوار کو دکھانا اپنے انہیں خلوت میں طلب کیا اتفاق سے یہ فقیر بھی موجود تھا جب محمد سلطان حاضر ہوئے تو آپ نے

فرمایا عزیز من! تمہارا گھوڑا ہی تو بہت اچھا لیکن اسکی عمر کم ہے۔ خواجہ محمد سلطان کی بی بی نہایت زبان دراز اور بدبوختی اسکی بدزبانی سے یہ عزیز بہت ہی عاجز تھا شیخ کی یہ تقریر سنکر بولا کاش میری عورت اس گھوڑے کا فدیہ ہو جائے اپنے مسکرا کر فرمایا کہہ دو نہیں ایسا ہی ہو گا۔ خدا کی قدرت ہی تین بیٹیوں پر گزرتی تھی کہ اسکی عورت مر گئی اور گھوڑا ایسی قیمت پر فروخت ہوا جس میں اسے خاطر خواہ نفع ہوا۔

شیخ کی حذاقت ہی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے یوں تو اس معزز اور جلیل القدر خاندان کی حذاقت اور جودت ذہن عموماً تمام دنیا کو تسلیم ہو لیکن شیخ عبدالرحیم صاحب کی حذاقت وجودت ذہن کا عام طبقہ کے لوگوں کو خصوصاً دینی اعتراف ہے۔ اعلیٰ درجہ کے ادبیات اور فقہ و حدیث کے نکات باریکیوں اور منطقی ابجاث کلام کے مشکل مقامات میں آپکی معلومات انتہائی درجہ پرستی باوجود ان تمام کمالات کے آپکے باطنی علم کا نمبر سب سے بڑا ہوا تھا سچ تو یہ ہے کہ اگر ہندوستان شیخ کے کمالات پر فخر کرے تو کچھ نازیبا نہیں ہے۔ میں اس مقام پر آپکی حذاقت کا صرف ایک دو واقعہ لکھتا ہوں جس سے شیخ کے کمالات کا پچھلا چرچہ معروف ہونا پڑتا ہے۔

عالمگیری جو کہ علم و فضل کا حامی و مددگار تھا اسلئے اسکے دربار کا ماہرین علوم اور مجتہدین فنون سے زیادہ تر رونق تھی اور جیسا خود اعلیٰ درجہ کا فاضل اور سبے فیطر عالم تھا ویسے ہی اسکے دربار کے رکن عظیم باکمال تھے جن میں میر صاحب فتاویٰ عالمگیری اسکے حکم سے مدون ہو رہی تھی اور اسکی نظر ثانی کی جا رہی تھی تو یکا ایہتمام شیخ حامد کے سپرد ہوا جو مزاحمہ بدروسی کی صرگاہ میں۔ ہمارے معزز و ممتاز شیخ کا ہم سبق تھا۔ شیخ حامد ایک دن جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے پاس آکر کہنے لگے کہ اگر آپ اس کام میں میری مدد کرینگے تو اسکے صلہ میں ایک معقول رقم روزانہ آپکے لئے مقرر ہو جائے گی لیکن شیخ کے مزاج میں قدرتی طور پر وہ ہمتنا تھی کہ آپ شیخ حامد کی اس اہماس کو رغبت کے کاؤن سے نہیں سنا اور نہایت بی توہمی سے ٹال دیا۔ اتفاق سے شیخ کی محترم والدہ کے کان میں اس قصہ کی بہنک پہنچی اور انہوں نے اس فضل کے قبول کر لینے پر یہاں تک اصرار و مبالغہ کیا کہ شیخ بالکل مجبور ہو گئے اور فتاویٰ عالمگیری کی نظر ثانی کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ فتاویٰ عالمگیری کے ایک مقام کی جانچ پڑتال کر رہے تھے کہ ایک ایسی ناموجہ عبارت آپکی نظر پڑی جس میں انتہائی کلی تھا اور اس اختلال کی وجہ سے مسئلہ کی صورت بگڑ گئی تھی آپنے فوراً شیخ حامد کو فتاویٰ عالمگیری کے مولف کی اس لغزش پر تنبیہ کی اور فرمایا میرے نزدیک عبارت

مختل ہو اور اصل مسئلہ یوں معلوم ہوتا ہو لیکن شیخ حامد نے اسپر باطل تو بہ نہیں کی اور مؤلف کتاب کی وسیع و عمیق نظر پر بہرہ و سر کر کے شیخ کے اس اعتراض کو نگاہ وقت سے نہیں دیکھا مگر شیخ نے اپنے خیال کی نائید و نویش کیلئے جب اُس مسئلہ کے مآخذ کا تتبع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ دو کتابوں میں مختلف عبارتوں کے ساتھ لکھا گیا ہے چونکہ فتاویٰ عالمگیری کے مؤلف نے دونوں عبارتوں کو بلا امتیاز ایک جگہ جمع کر دیا ہے اسوجہ سے صورت ختمال ظاہر ہوئی ہے لہذا شیخ نے کتاب کے حاشیہ فخرِ انبیل کی عبارت لکھ دی عن لم یتفقہ فی الدین قد خفف فیہ ہذا غلط و صوابہ کذا ان دونوں عالمگیر کو اس کتاب کی تدوین و تصنیف کے بارہ میں بہت کچھ ہتھام تھا اور ملا نظام جسے فقہین مجتہدانہ کمال حاصل تہا روزمرہ ایک در صفی بادشاہ کے سامنے پڑا کرتا تھا چونکہ عالمگیر کو اس علم سے خاص دلچسپی تھی اسلئے وہ فتاویٰ عالمگیری کے ایک ایک مسئلہ کو غور میں ڈوبی ہوئی نظر سے دیکھتا تھا اور کتابوں کی بعض بعض غلطیاں خود نیاں تہا جب ملا نظام اُس مقام پر پہنچا جہر شیخ نے مختصر ریہارک کیا تھا تو اتفاق سے اُس نے حاشیہ کو متن کے ساتھ ملا کر پڑھ دیا عالمگیر اس عبارت کے سننے ہی فوراً کھٹک گیا اور جب اُس نے دیکھا کہ ملا نظام اس موقع پر نہیں لڑتا تو خود ٹوک کر کہا یہ عبارت کیسی ہے فوراً پھر کے پڑھو ملا دوسری دفعہ بھی یوں ٹپکی گیا تب عالمگیر نے اُسے متنبہ کیا لیکن ملا نظام کو کافی ہفت کوئی جولیتوین پڑا بلکہ بطریق تدافع عرض کیا کہ ہکا میں نے مطالعہ نہیں کیا ہے کل مفصل عرض کرونگا چنانچہ جب ملا نظام شاہی دربار سے واپس آیا تو شیخ حامد کو سخت عتاب کے بعد فرمایا افسوس اس جلد کو میں نے تمہارے بہرہ و سر پر چوڑا دیا تھا مگر تم نے ذرا بھی غور نہیں کیا اور مجھے بادشاہ کے سامنے انہما سے زیادہ خفیف و شرمندہ کر دیا شیخ حامد نے اسوقت کوئی جواب نہیں دیا اور جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام قصہ دوسرا بیان کیا وہ دونوں کتابیں جو اس مسئلہ کی مآخذ تھیں شیخ حامد کے سامنے دہر دین اور عبارت کی پریشانی و ختمال ایسے طریق پر واضح کیا جسے سنکر عام لوگ دنگ رہ گئے اور شیخ کی ذہانت و صداقت عہر شش کرنے لگے اور اسی وجہ سے آپ محمود و علما رہ گئے۔

ایک دفعہ محمد فاضل نے اپنے فرزند رشید کو اجیر بھیجا تھا لیکن چونکہ سفر دور و دراز اور خطرناک تھا اسلئے خود بھی اسکے ہمراہ جائیکا قصد کیا جب شیخ سے رخصت ہونے گیا تو اپنے فرمایا تمہارے جائیکی چند ان ضرورت نہیں لڑکا بجز و عافیت و ہر لڑکا بگنا اور رستہ میں کسی طرح کی زحمت و تکلیف پہنچا جائیگی البتہ

اجیر سے لوٹنے وقت دو منزل کے فاصلہ پر بان کے ڈاکو فائر لگائے لیکن تم مطمئن رہو اسکی مال جان کی حفاظت ہمارے ذمہ ہو۔ بان لڑکے سے اتنا کھدو کہ اسوقت اپنی سواری کو کیسو کرے جبکہ ڈاکو چلا اور ہوں شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب وہ وقت پہنچا تو شیخ صاحب متوجہ ہوئے اور اس تو جہ میں حزن و ملال کے آثار پکچھ سے ظاہر ہوئے لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا اسانت جندوڑ طے کرنے کے سبب کچھ ماندگی عارض ہو گئی ہو چنانچہ جب محلہ نائل کا لڑکا وطن کو واپس آیا تو اس نے بیان کیا کہ اجیر سے لوٹنے وقت دو منزل کے فاصلہ پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا ہم نے اپنی سولی رستہ سے یکطرفہ کر لی اسی اثناء میں جناب شیخ صاحب کی صورت مبارک حاضر ہوئی ڈاکوؤں نے اگرچہ بڑی بے دروی اور ظلم سے عام قافلہ کو لوٹ کھسوٹ کرنگا کر دیا لیکن ہماری سواری انکی دستبرد اور غارت سے بالکل محفوظ رہی۔

رستم اور ہمد اللہ جو عالمگیر کے نہایت جنگجو اور کینہہ و رصوبے شو باشندگان پہلت کو ہمیشہ ستایا کرتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہو کہ انہوں نے ساکنان پہلت کے ہلاک کرنے کا قصد کیا اور ایک نہایت خیر بخوار و عزیز فرج سے حملہ کرنا پہلت کے باشندے یحییٰ و مضطرب ہو کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بصدالحاج و عاجزی التجا کی شیخ نے فرمایا کہ ہر اومنین آخر کا تہین خیار ہو گے مخالفت کی فوج کو شکست فاش ہوگی اور رستم و ہمد اللہ غنقریب پابز خیر ہو کر بری حالت میں مرینگے چنانچہ مقابلہ کے دن بمضمون آیہ کریمہ کہ من فتنۃ قلیۃ غلبت فتنۃ کثیرۃ باذن اللہ ساکنان پہلت کی فتح ہوئی اور مخالفین نہایت ذلت کے ساتھ شکست کھا کر ہبا گے زان بعد تھوڑے دن نہ گذرے قحط کا اور زنگت کے دربار میں ایک شکایت آمیز عرضی باین مضمون پہنچی کہ رستم و ہمد اللہ نے ڈاکوؤں کا پیشہ اختیار کیا اور خلق اللہ کو اپنی جابرانہ کارروائیوں سے سخت پریشان کر رکھا ہے اگرچہ عالمگیر ان لوگوں کی طرف سے پہلے ہی بدظن ہو چکا تھا اور بہت سے بڑے خیالات اسکے دل میں جھلکے تھے لیکن اس شکایت آمیز عرضی اور چند خطوط نے اسکے ظن کو اور بھی مستحکم کر دیا اب اسکا جوش بڑھ گیا اور رستم و ہمد اللہ کے قتل پر متوجہ ہو گیا سیاست ملکی کے قانون نے قطعی طور پر ان کا ہستیصال کرنا چاہا اور دربار شاہی سے فرمان جاری ہوا کہ رستم و ہمد اللہ کو پابز خیر کر کے حاضر دربار کیا جائے چنانچہ اس طرف کے حاکم نے ان دونوں ظالموں کو قید کر کے روانہ دربار کیا اور یہ دونوں سنگار بڑی بیرحمی کے ساتھ قتل کڈائے گئے

شیخ صاحب ایک دفعہ اتفاقاً ایک گاؤں میں تشریف لے گئے وہاں کے لوگوں نے ایک غیر ملکی
مریض کا فارورہ دکھایا جو سوتے تنے گھونٹ پی رہا تھا اپنے فوراً نسخہ لکھ کر دیا اسی مجلس میں ایک سنڈ
طیب بھی حاضر تھا شیخ کی یکفیت دیکھ کر بولا کہ حضور نے مریض کی بیاری کی تشخیص کی ہو کہ مین شیخ فی
مسکر اگر فرمایا کہ یہ ایک عورت کا فارورہ تھا جس کا نام یہ ہو اور جس کے اخلاق و عادات اس قسم کے ہیں اور
فلان مرض میں مبتلا ہو مجھے اُسکے تمام افعال و احوال ایک ایک کر کے معلوم میں طیب بولا کہ حضرت
یہ سب طب میں کہاں لکھا ہو فرمایا اسے طب نہیں کہتو بلکہ اس کا نام فرست صادق ہو۔

شیخ کے علمی فضائل و کمالات کی نسبت جو کچھ ہمیں لکھنا تھا مختصراً لکھ چکے اب آپ کے اخلاق و
عادات کا ایک سرسری اور اجمالی خاکا کھینچتے ہیں شیخ کے حالات زندگی پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ آپ پرلے درجہ کے مستغنی المزج تھے جو بھی وجہ تھی کہ امر اور راسے ملنا پسند نہ کرتے تھے اور ان کی مجلسوں
میں شریک ہونے کو معیوب سمجھتے تھے لیکن باوجود اسکے اگر کوئی امیر و مہتمم آپ کی مجلس میں آنکلتا تو عام
خوش اخلاقی سے پیش آتے اور شریف القوم کی خصوصیت کے ساتھ زیادہ عزت کرتے آپ کے اخلاق تنہا
وسیع اور فیاضانہ تھے غرور و نخوت مرفوع و کم بینی نام تک کو نہ تھی گو آپ کسی بات میں کیسے مخلص نہ تھے لیکن
پھر بھی مزاج میں انتہاء درجہ کی سادگی اور عجز و انکسار تھا ہر ایک شخص کو خواہ وہ کسی قدر ومنزلت کا آدمی
ہو تا خوش اخلاقی اور فیاض طبعی سے پیش آتے۔ علما کی انتہا سے زیادہ تعظیم کرتے درویشوں اور صائحوں
سے اُنکے مکان پر جا کر ملاقاتیں کرنے اگر کبھی بیماری کا حال سننے تو فوراً اسکی عیادت کو تشریف لے جاتے۔

آپ کا عام طرز معاشرت ہر طرح کی بناوٹ و تکلف سے خالی اور قابل تقلید تھا جو سامنے آتا سنا دل کر لیا
اور جو میسر ہو اپن لیا اپنے زمانہ کے معصرون سے دوستانہ سننے تھے اور کسی کسی کی طرف سے فرائد و
نیک گوئی تھے بزرگان دین سے عام قسم کا تعلق تھا اور صوفیائے کرام سے دلی عقیدت مند ہی تھے۔ خوش مزاج
اقارب سے حسن سلوک۔ عربا کی امداد و ہمانوں کی خاطر و مدارات عام و خاص میں مشہور تھی اور اس کا چرچا
اس قدر پھیل گیا تھا کہ آپ تمام ہندوستان میں روشناس ہو گئے تھے غریبوں اور بیکسوں کے حال پر
شفقت کرتے اور درپردہ ان کی خبر گیری کرتے سہنے کے بہت دواغات مشہور ہیں جن میں سے بعض
دواغات اوپر مذکور ہو چکے ہیں کیا زمانہ بچپن اور کیا عالم شباب میں کسی ممنوع فعل کے مرتکب نہیں ہو
بلکہ ہمیشہ طریقہ محمدیہ کے قدم بقدم چلتے رہے گویا اتباع شریعت آپ کا جلی قلوب تہارات کا اکثر حصہ تھا۔

میں صرف کرتے اور اوقات نماز میں بکثرت نوافل پڑھا کرتے۔ باوجود پابندی شریعت اور ان فضائل کے شیخ زہد خشک ہی نہ تھے بلکہ ہر بات میں توسط اور پیاوندی کو دوست رکھتے تھے نہ راہبوں کی طرح رہبانیت کے تنگے تار یک کوچہ میں قدم فرساتے نہ مطلق العنانوں جیسے مدامت و نہادوں کی طرت مائل تھے۔ ہمیشہ وہ شریفانہ لباس زیب بدن فرمایا کرتے جس میں کسی طرح کا تکلف کرنا نہ پڑتا نہ نرم و سخت کا اعتبار نہ کرتے بلکہ بس صفت کا میر ہو جانا بڑی خوشی کے ساتھ قبول فرماتے لیکن خدا تعالیٰ آپ کو اچھا اور نرم لباس بغیر آپ کے اختیار کے عطا فرمایا کرتا۔ ایک دفعہ آپ ایک فاخر اور قیمتی لباس زیب جسم کئے ہوئے تھے کہ ایک خشک صوفی نے اس میں بحث چھیڑ دی شیخ نے فرمایا کہ میرے لباس کا ایک ایک نار اگرچہ شمال و شمال اور نہایت قیمتی ہو لیکن حقیقت میں محبت الہی کا گند ہو کیونکہ میری کوشش و سعی کے بغیر خدا کی دربار سے غنایت ہوا ہے اور تیرے لباس کا ہر ہر تار اگرچہ ایک بڑھوٹا ٹاٹ ہو مگر دراصل وہ ایک تنہا نہر بلا اندازہ ہو گئے کہ کتنے سے اپنی کوشش اور ارادہ سے ہم پہنچا ہوں فی الواقع شیخ کا یہ حکیمانہ قول نہایت ہی قیمتی اور آپ ذر سے لگنے کے قابل ہو فلا سفر شیرازی نے کیا خوب کہا ہے درویش صفت باش کلاہ تیزی دار۔

شیخ خود فرمایا کرتے تھے کہ جب سے میں نے دنیا کو ترک کیا ہو اس وقت تک اپنے لئے بازار سے نہ تو کسی قسم کا لباس ہی خرید کیا ہو نہ عامہ و جو تابی بلکہ جب جس چیز کی ضرورت پڑی خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت سے فوراً مہیا کر دی۔ الغرض شیخ کے تمام اخلاق و عادات ایسے شائستہ و پسندیدہ تھے جنکی نظیر دنیا میں ڈھونڈنا نہیں ملتی تھی اور آپ میں وہ تمام خصلتیں مجتمع تھیں جو ایک پاکباز دیندار ولی کامل میں ہونا چاہئیں۔ علم و فضل، رحم و دروست، عزم و ثبات، سخاوت و شجاعت، عقل و تدبیر، فکر و اصابت رائے، عالی و داعی، حوصلہ مندی، اتقا و پرہیزگاری، نفس کشی و وفا شعار، راستبازی و خدا ترسی، بے طمع و عاجزی و ہمتی، حلم و بردباری وغیرہ وغیرہ شریفانہ اخلاق میں سب سے مستثنیٰ و ممتاز تھے۔ باوجود ایسے عظیم الشان عالم و فاضل ہونیکے تکلف و تعصب مزاج میں نام کو نہ تھا اکثر امور میں تو آپ صنفی مذہب ہی کے مطابق عمل کرتے اور حنفی فقہ کے مسائل پیش نظر رکھتے تو لیکن بغض وہ مسئلے جنہیں حدیث نبوی یا وجدان کی رو سے دیگر مذاہب میں ترجیح حاصل ہو بغیر تردد و ارتکار عمل میں لائے تو منجملہ ان مسائل کے ایک مسئلہ یہ ہے کہ آپ نماز میں امام کے پچھو سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے وسطیٰ جنازہ کی نماز میں ہی سورہ فاتحہ پڑھ کر

سے مصاحفہ کیا آپ نہایت خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے اور معمولی مزاج پر ہی کے بچہ
 فرمایا کہ کمان سے بہت روز کے بعد ملاقات ہوئی۔ شیخ محمد معصوم کی مہربانی نے اسے اپنا گرویدہ
 بنا لیا اور اس کا دل خوشخود آپ کی خدمت کی طرف مائل ہو گیا اسکا شوق چون شیخ محمد معصوم
 کی خدمت میں بڑھتا جاتا ہوا دونوں اس عزیز کی خدمت میں قصور و کمی واقع ہوتی جاتی تھی جس
 پر بیشتر بیعت کر چکا تھا لیکن جب وہ عزیز اس قصہ سے آگاہ ہوا تو غصہ کے مارے جہلا اٹھا اور شیخ
 محمد معصوم کے ہلاک کرنے پر بہت مقرر کی شیخ نے بھی اسکی ملامت پر کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا
 کہ اسکی شرخو اسی پر الٹ پڑی اور ہلاک ہو گیا اب یہ شخص اگرچہ پہلے پہل یکسو دیکھت ہو کر شیخ کی خدمت
 میں مصروف رہا مگر ایک مدت کے بعد شک و اضطراب میں پڑ گیا اور شیخ بیعت کر کے کسی اور درویش
 کی خدمت میں پہنچا غرض کہ بہت سے درویشوں کی خدمت میں یوں ہی پھر تار مارا اور اپنے جلی انکار
 کی وجہ سے کہیں سے تنہا نہیں ہوا شدہ شدہ شیخ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہی حاضر ہوا اور کھنے لگا یا تو دنیا
 میں کوئی صاحب تصرف ہو ہی نہیں یا تو سیری نظیر میں نہیں پڑا۔ شیخ نے فوراً اس کی طرف متوجہ ہو کر
 ایک خاص نظر ڈالی جس سے وہ بخود ہو گیا اور حالت غیبت میں ایک عجیب غریب واقعہ نظر پڑا کہ گویا
 سبز لباس عطا کیا گیا جو جب ہوش و حواس میں آئے تو شیخ صاحب نے اس واقعہ کی اطلاع دی اس نے
 دل سے اعتراف کیا اور زمان بعد اہل ائمہ کے تصرف و کرامت میں کبھی شک نہیں کیا۔

ایک دفعہ محمد مظفر نامی شخص نے شیخ کو ایک خط لکھا اور ایک شخص کی معرفت روانہ خدمت کیا
 اس میں لکھا تھا کہ حال رفیعہ اولیاء ائمہ کی توجہ و تاثیر کا منکر ہو اگر آپ نظر خاص سے اس پر متوجہ ہو
 تو فوری امید ہو کہ یہ راہ راست پر آجائے گا شیخ نے خط کا مطالعہ کرنے ہی ایک سرسری نظر سے اسے
 دیکھا فوراً ہی ہوش ہو گیا اور غیبت کلی حاصل ہوئی۔ ہوش میں آنے کے بعد اپنے عقیدہ فاسد سے توبہ
 کی اور سخت نادم و پشیمان ہوا۔

شیخ عبدالاحد سہرندی کی مجلس میں اکثر اوقات علمی چہرہ چاڑھا کرتی تھی اور اہل ائمہ کے تصرفات و
 کرامات کا ذکر ہو کر انہماک ایک دن ایک شخص بول اٹھا کہ اس زمانہ میں میری نظیر میں تو کوئی صاحب کرامت
 گزار ہو نہیں شیخ عبدالاحد نے اس کے عقیدہ کی درستی کے لئے سات روپے اس کے سامنے رکھ دیے اور فرمایا
 دیکھو یہ سات روپے میں نے شیخ عبدالرحیم کے نذرانہ کیلئے رکھ دیے ہیں لیکن جب وہ تشریف لائیں گے تو میں

صرف پانچ روپے پیش کرونگا اسپر دیکھو وہ کیا کہتے ہیں اسکے بعد شیخ عبداللہ نے ایک شخص کو شیخ کی خدمت میں بھیجا کہ انہیں ہمراہ لے آئے چنانچہ جب شیخ تشریف لائے تو پانچ روپے نذر رکھنے گئے اور ساتھ ہی کہا گیا کہ یہ آپ کا نذرانہ جو براہ عنایت قبول فرمائیں شیخ نے مسکرا کر فرمایا کہ میرا نذرانہ تو سات روپے ہیں پانچ کیوں دیئے جاتے ہیں چنانچہ شیخ عبداللہ نے دور روپے اور ان میں شامل کر دیئے ان بعد شیخ نے ہنسی سے فرمایا کہ اس امتحان کا لغوارہ یہی دلوائیے شیخ عبداللہ نے ان میں دور روپے اور اضافہ کیئے اور بہت عرض کیا کہ اس سے میری غرض آپ کا امتحان لینا نہ تھا بلکہ اس شخص کے عقیدہ کی اصلاح منظور تھی وہ شخص شرمندہ ہو کر سب ہو رہا اور اہل اللہ کی کرامت کا قائل ہو گیا۔

جب اورنگ زیب دنیا سے کوچ کر گیا اور اسکی اولاد میں باہمی خانہ جنگیاں ہوٹ نکلیں اور محمد اعظم نے بہائی محمد اعظم پر ایک خونخوار لشکر کے ساتھ اکبر آباد پر حملہ آور ہوا تو بعض لوگوں نے شیخ سے دریافت کیا کہ ان دونوں میں کسے فتح نصیب ہوگی فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ کبھی سات ہندو قین محمد اعظم پر چھتی ہوئی ہیں بہلا اس صورت میں محمد اعظم کس طرح جانبر ہو سکتا ہے چنانچہ اس جنگ کا خاتمہ محمد اعظم کے قتل پر ہوا۔ اسی طرح جب معزالدین تخت پر جلوس فرما ہوا اور فرخ سیر نے یورب کی طرف سے خراج کیا تو سفر الدین تخت مستوحش اور بچپن ہو کر میسیون درویشوں کی خدمت میں حاضر ہوا اور فرخ کی بشارت و دعا کی درخواست کی اسی اثنا میں کسی نے شیخ سے ہی نقل کیا کہ معزالدین بادشاہ خدمت اقدس میں حاضر ہونا چاہتا ہے فرمایا آپکا یہاں آنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اگر وہیں نفس الامری واقعہ بیان کروں گا تو سخت ناخوش و بد دل ہوگا اور اگر اسکے خوش کرنے کیلئے جوٹ بونوگیا تو مفقودن کی شان کیلئے جوٹ بونا اور نفس الامری بات کو چہا ناہرگز نہ رہا نہیں۔ چنانچہ جب معزالدین اور فرخ سیر کا مقابلہ ہوا تو انجام کار فرخ سیر کو فتح نصیب ہوئی۔

ایک دفعہ شیخ کے بڑے صاحبزادے صلاح الدین کسی مہلک اور خطرناک مرض میں مبتلا ہوئے اور بیماری نے یہاں تک طول پکڑا کہ زندگی کی امید بالکل منقطع ہوگئی اور شیخ صاحب کو یقین ہو گیا کہ انکا جام حیات لبریز ہو کر چلا گیا چنانچہ اس واقعہ کو خود شیخ صاحب یون بیان کرنے میں کہ جب میں نے دیکھا کہ صلاح الدین کی زندگی کی رگ کٹ چکی تو گوں کو کفن خرید کر لائے اور قبر تیار کرنے کا حکم دیا لیکن اسکے ساتھ ہی فوراً میرے دل میں ایک جوش اُٹھا اور ایک تنہا گوشہ میں بیٹھ کر دست بدعا ہوا جب میری اصلاح عاجزی حد سے تیار ہوگئی تو ایک فرشتہ حاضر ہوا و صلاح الدین کے حیات و صحت کی بشارت دی یہی ثنائین شیخ

شیخ صلاح الدین کو چھینک آئی اور کروش بد لکھڑے ہو گئے ایک صاحب دعوت شخص روم سے
ایران میں اور ایران سے ہندوستان میں آیا جسے عبداللہ چلی کہہ کر پکارتے تھے اور جسے عجیب
خریب مشاہدات لوگوں سے محسوس کئے تھے اسکی نسبت ایک یہ بات بھی مشہور تھی کہ بوسہ چومنے پر
بے آب و دانہ حجرہ میں مصکف رہتا ہے لوگ حجرے کا دروازہ بند کر دیتے ہیں اور چوبیس دن بعد بھیج
سالم نکل آتا جو بھی سنا جاتا تھا کہ اندر سے میں بیٹھ کر قرآن مجید کہتا اکثر ایسا ہوتا کہ زمین میں گرس
جاتا اور جہاں چاہتا نکل آتا رفتہ رفتہ لوگوں میں اسکی یہ باتیں مشہور ہو گئیں اور وہ اولیاء الصبور
کرامتیوں کے زمرہ میں شمار کیا جانے لگا شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اسکی یہ کمالات و فضائل شکاریہ
دل میں بھی اشتیاق ملاقات کی آگ بھڑک اٹھی اور اس سے ملنے کے لئے روانہ ہوا ان دنوں عبداللہ
چلی بادشاہ سے مخفی ہو کر ایرانیوں کے مکان پر قیام پذیر رہتا ابتداً مجھے ایرانی روافض کا سامنا کرنا پڑا
اور متنازعہ فیہ مسائل میں جھڑپ چار شروع ہو گئی اگرچہ میں ان جلاء کو منہ لگانا نہیں چاہتا اور ان سے
مناظرہ کرنا خلاف شان سمجھتا تھا لیکن اتفاق سے مجھ میں اور ان میں مناظرہ شروع ہو گیا اور چونکہ میں نے
اپنے تین ابتداً سنی ظاہر نہیں کیا تھا بلکہ دریافت کرنے پر اپنا مذہب خدا ماصفا و دعاء لکھ کر بتلایا تھا
اسلئے وہ چند ان تعصب سے پیش نہ آئے۔ مناظرہ شروع ہونے سے پیشتر بارہ سئے متعین ہو گئے۔

جنہیں میں نے ترتیب وار ایک ایک مسئلہ کر کے بیان کیا اور برہانی و خطابی دلائل سے بلا برالزامی جوابات
دیتا رہا سب ملزم ہوئے اور کچھ محفل انکار نہیں رہا۔ آخر کار سب متفق ہو کر بول اٹھے انصاف یہ کہ جب پہلو
پیر آپ نے ان مسائل کی توضیح کی ہے ہمیں اُنہیں دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے آپ کی تقریر میں اس جگہ کا
جادو ہے جسکا اثر ہمارے دلوں میں برقی قوت بکھر دوڑ گیا ہے اور ہم ذرا ہی تاخیر جواب نہیں دے سکتے۔
اعرض جب اس مناظرہ کا خاتمہ ہو گیا تو میں نے عبداللہ سے ملاقات کی لیکن سچ پوچھئے تو میری نگاہ
عبداللہ کے اقبال کو جس طرح بڑی بیانی کے شوق سے بڑھتی تھی اسکی صورت دیکھ کر اس سے زیادہ فخر
و بد مزگی کے ساتھ پہنچی کیونکہ میں نے ایک ہی نظر میں معلوم کر لیا کہ وہ اولیاء اللہ طریق سے بالکل بے بہرہ
ہے چنانچہ میں نے اسکی تعظیم سے پہلو تہی کی اور نہایت مکدر ہو کر واپس آنے لگا میرے چہرہ کا یہ فوری
تغیر دیکھ کر ایک ایرانی بولا کہ کیا وجہ ہے کہ جس شوق ذوق سے آپ عبداللہ کی ملاقات کو تشریف لائے
تھے اس سے زیادہ آپ مجھ سے دیکھ کر اعراض و پہلو تہی کی میں نے جواب دیا کہ میں عبداللہ کو ولی خیال

کرتا تھا لیکن دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ولی نہیں ہو بلکہ صاحب دعوت ہی عبداللہؑ نے جب میری یہ تقریر سنی تو کہنے لگا انصاف یہی ہو جو شیخ صاحب فرماتے ہیں زان بعد عبداللہؑ نے دعاء سیفی پڑھنی شروع کی اور پڑھتے پڑھتے ایک ایسے موقع پر پہنچا جہاں اگرچہ لمبا طواعت نحوہ اعاب میں دو وجہ کا احتمال تھا لیکن باعتبار وجدان صرف ایک وجہ متعین تھی اور عبداللہؑ نے دوسری وجہ کو اختیار کیا تھا اس پر میں بول اٹھا کہ عبداللہؑ! تم نے اعراب میں غلطی کی ہے اس کے جواب میں اُس نے زور سے کہا کہ نہیں میں نے غلطی نہیں کی بلکہ غلطی پر تم ہو اس باب میں مناظرہ شروع ہو گیا اور دعاء سیفی کے نسخے خراہم کئے گئے جو اُسنادوں سے پہنچے تھے اتفاق کی بات ہو کہ مختلف اُسنادوں کے بارہ نسخوں میں عبداللہؑ کی مطابق نکلا لیکن تیرہواں نسخہ جو شیخ احمد جام کے تبرکات میں سے تھا اور جو سب نسخوں سے زیادہ معتبر و مستند تسلیم کیا جاتا تھا بعض امر کے کتب خانہ سے تلاش کر کے موجود کیا گیا اُس میں وہی لکھا تھا جیسا کہ میں کہتا تھا۔ عبداللہؑ نے اعتراف کیا اور اس تلاش و متوجہ پر عرضش کرنے لگا زان بعد یا انیون کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا تم جانتے ہو کہ میں نے اس بارہ میں اسقدر موٹنگائی اور چھان بین کیوں کی؟ اس وجہ سے کہ جب میں اس مقام پر پہنچتا تھا تو ایک ظلمت خیز تاریکی دیکھتا تھا۔ انجام کار عبداللہؑ چلی نے شیخؒ کی اراو کا حلقہ کان میں ڈالا اور آپ سے بیعت کر کے طریقہ قادریہ میں داخل ہو گیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہے کہ شیخ صاحب اس فقیر کو عجیب و غریب معارف کی تعلیم کیا کرتے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ نے حدیث اتقوا اهل سائمة المومن فانه ينظر بنور الله تعالى کی تفصیل و توضیح فرمائی اور اسکی شرح میں دو قصے نقل کئے ایک شیخ رفیع الدین صاحب کی فراست کا قصہ دوسری اپنی فراست کا واقعہ آپ فرماتے لگے کہ ایک دفعہ ایک فقیر وضع شخص سر سے پائون تک برقع میں لپٹا ہوا آیا جو نہایت سوز و گداز سے ہر وقت وہر لٹھ عاشقانہ اشعار پڑھتا اور گریہ و زاری کیا کرتا تھا مجھے بیعت کرنی چاہی اور قیام کے لئے ایک گوشہ کی درخواست کی مگر میں نے اُس سے طبعی نفرت اور بے توجہی ظاہر کی جب وہ باہر چلا گیا تو میں نے حاضرین کو متنبہ کیا کہ یہ ایک نہایت زہر لایا سانپ ہے تاہا مکان اس سے محترز و مجتنب رہنا چاہیئے لیکن حاضرین نے میری اس تقریر کو غیبت کے کانوں سے نہیں سنا اور دل میں انکار کیا۔ مگر ٹھوڑی مدت نہ گزری تھی کہ وہی شخص عورت کا روپ بھر کر عاقل خان کے گھر میں خیرات کی تقریب میں گھس گیا (عاقل خان اُس زمانہ میں دہلی کا صوبہ اور عالمگیری دربار کا ایک معزز و ممتاز گورنر تھا جب باج پٹ کر آنے لگا تو وہاں

نے اُس کی ہیئت رنما کو نگاہ تعجب سے دیکھا اور وہ لیں یہ خیال کر کے کہ عورتوں کی رفتار سے اسکی رفتار بالکل جدا ہے درپے تجسس ہوا اور جب حقیقت امر واضح ہوا تو گرفتار کر لیا گیا استفسار کے بعد معلوم ہوا کہ کسی شریف عورت کو درغلانہ لکیر بگالایا تھا اور اُسکی برقع پوشی اور گوشہ نشینی کی علت غائی یہی تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بارش بند ہو گئی اور قحط سالی کے آثار تمام طرات میں چھا گئے عام لوگوں میں ایک طبع کی یہی عین پھیل گئی اور جب بیکراری حد اعتدال سے بڑھ گئی تو شیخ کی خدمت میں رجوع کر کے دعا کے خواستگار ہوئے شیخ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ دعا کا ہنوز خاتمہ بھی نہ ہوا تھا کہ ایک گہرا ابر بند ہوا اور خفیف سی سرخ ہونے لگی زبان بعد شیخ نے فرمایا کہ کثرت بارش ہماری خام اور کچی دیواروں کی پوش پر ہونے پر جو غیبی تدبیر ہمارے مکان کی دیواروں کے ڈھانے اور سوار کرنے سے احتراز کرتی ہو آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے تھے کہ لوگوں نے ایک عاجلانہ حرکت کے ساتھ بانس اور گھاس فراہم کر دی اور شیخ کے مکان کی دیواروں کو گھاس سے پات دیا پھر جو موسلا دھار پانی پڑنا شروع ہوا تو تمام خشک چشے اور سوکھی نہریں اُبل پڑیں اور ایک مدت تک لوگوں کو بارش کی حاجت نہیں رہی۔

اوسٹے سے اعلیٰ درجہ تک کے لوگوں کو یہ بات تسلیم ہے کہ دنیا میں کوئی کیسا ہی صاحب اقبال اور مال دینا سے بے تعلق کیوں نہ ہو لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ تمام ملک و قوم راضی کر سکے شیخ کے فضل و کمال کا شمار جب عروج پر پہنچا اور آپ کے کشف و کرامات کا چرچا چار گھر گھر پھیل گیا تو آپ کے اقبال اور ادب حشم کو دیکھ کر بعض لوگ حاسد و دشمن پیدا ہو گئے حتیٰ کہ ان کے ساتھ ہی خدا کا فضل و کرم ہر وقت آپ کے شامل حال رہا اور کسی دشمن کا کمر و قوس نہ چلائی نہ سکا چنانچہ خوشی و شادی صاحب اس قسم کے چند واقعات اپنی قلم مبارک سے تحریر فرماتے ہیں آپ لکھتے ہیں کہ جب میں ابتدائی زمانہ کے مرحلے طے کر رہا تھا تو اُس وقت یہ کیفیت تھی کہ جو بہن بگالہتا ہوا دیکھتا تھا وہ ہمیشہ فریفتہ و شیدا ہو جاتا تھا اسی وجہ سے کسی کی طرف التفات نہ کرتا تھا اور محمد فاضل کے بالا خانہ پر تنہا جا بیٹھتا تھا جب لوگوں کی آمد و رفت کا وقت ہوتا تو میں ایک چادر سے اپنی تمام جسم کو چھپا لیتا۔ اتفاقاً ایک روز ہدایت اللہ بیگ اس قربت کی وجہ سے جو ان دونوں میں متحقق تھی آیا اور میرا اسکا سامنا ہو گیا مجھے دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا اور بیعت کی استدعا کی چونکہ میں نے پہلے سے سُن رکھا تھا کہ وہ ایک نقشبندی عارف کے ساتھ ربط بیعت رکھتا ہے اس لئے میں نے کہا کہ تمام نفراق واحد کے منزلے میں میں اور حبیب یہ تو اسی عزیز کا حق مقدم ہے جس سے تم پہلے بیعت کر چکے ہو لیکن جب اُس نے انہما سے زیادہ مبالغہ کیا اور اسکی فریبگی و شینگی سے متجاوز ہو گئی تو مجھ پر

میں نے اُس سے بیعت لیلی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اُس عزیز کی خدمت میں قصور نہ کرو اور تباہی نہ کرنا
 اس جدید بیعت کا اظہار نہ کرنا مگر شد و شدہ اُس عزیز کے کان تک نہ پہنچ گئی غصہ میں جہلا اٹھا اور
 ہدایت الہیہ کی معرفت بھی کھلا سہجاء الہی تھا ماری جوانی کا زمانہ تھا اور تم غلبہ کا دھجہ رکھتے ہو نہ ارشاد کا میں اُس کے
 جواب میں کھلا سہجاء کہ نصرت کی بخشش اور حق تعالیٰ کا عیضے کہہ سکتی پر موقوف نہیں ہیں نیز قبول ایک فلسفے کے بزرگی بقول
 تہ سال ضلیت و بزرگی کا گج اسی سر پر نصرت ہے جو عمر میں جہاد ہو جب میرا یہ پیام نہ تو غصہ میں سرخ ہو گیا اور دوبارہ
 سہجاء کہ تیرا انتقام سر غفلت میں نہ ہوا ہوا ہے کمال یحییٰ المکولسی لا باعد لہ تم جو کہ سکتے ہو کہ گزرو انشاء اللہ اسکا وہا
 تم پر پر پڑے گا چنانچہ اُسے میری ایذا پر کمر بستہ بنا دیا اور میں بھی رافت میں مشغول ہوا نہ توجہ نہ دیا
 پہنچی کہ اُس عزیز کو ظاہر ہوا کہ سیدہ میں شجر لگا اور بنام حیات لبریز ہو گیا۔ وہی رات کا وقت تھا کہ اُس نے
 ہدایت الہیہ کی کوہا کہ حضرت کی اور نیا ز مندی ظاہر کر کے کہا یہ تو مجھے یقینی طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ اب
 کسی طرح جانبر نہیں ہو سکو گنا لیکن میں چاہتا ہوں کہ شیخ میرے ایمان کو تباہ و برباد نہ کریں میں نے کہا
 اگر تم میری ایذا کے درپے نہ ہوتے اور اس بارہ میں پہل نہ کرتے تو یہاں تک نوبت کیوں نہ پہنچتی احمد کہ
 تمہارے ایمان میں کسی قسم کا ضرر و جوع نہ لگے گا چنانچہ اُسی شب کو وہ عزیز عالم آخرت کی طرف کوچ کر گیا۔
 شیخ صاحب فرماتے ہیں ایک دفعہ میرے اہل محلہ نے مجھ پر جار کیا ایک رات کو میں جائے ضرور گیا دیکھا
 ہوں کہ ایک شخص جوگی کار روپ بھرے ہوئے کھڑا ہے میں چہ قدم اُسکی طرف بڑھا اور پاؤں سے جوتا
 اُتار کر خوب پینا فوراً ایک دیوانہ ظاہر ہوا اور دیکھتے دیکھتے غائب ہو گیا ایک اور مرتبہ مخالفوں نے سحر کر کے
 اپنا دلی بخار نکالنا چاہا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آگ کا پتلا آتشیں گھوڑے پر سوار اور آتشیں نیزہ ہاتھ
 میں لئے ہوئے مجھ پر آیا ہے اسی حالت میں میں نے ایک ترسہ کا ٹکڑا ہاتھ میں لیا اور قرآن کی کوئی سورت
 پڑھ کر بیباکانہ اُس پر حملہ کیا ترسہ کی ضرب کھائے ہی سوار نیز اُسکا گھوڑا نیزہ بھکا ہوا کوئلہ ہو کر گر پڑا صبح کو مجھ کو
 شیخ ابوالرضا محمد کے سامنے میں اس واقعہ کو بیان کر رہا تھا کہ ایک بلی کا بچہ میرے سامنے سے گزرا جوانی
 میں نے اُس پر ہاتھ رکھا فوراً ایک جبت کی جبت کے ساتھ ہی اُسکے منہ سے خون بہنے لگا اور موت کے گھونٹ
 پیکر راہ فنا پر گامزن ہوا۔ ایک اور مرتبہ لوگوں نے مجھ پر کیا جسکی وجہ سے سخت بیمار ہو گیا ہر چہ کہ علاج کیا گیا
 اور لڑائے مرض کی تدبیریں پئے درپے کی گئیں لیکن کوئی تدبیر مؤثر نہ پڑی اسی اثنا میں میں نے خواب میں دیکھا
 کہ ایک بزرگ کہڑے فرما رہے ہیں کہ تیرا سحر کیا گیا ہے قرآن کی فلاں فلاں آیتیں پڑھو۔ ایک دفعہ حامد دینی

مجھ پر ایک طوفان اُٹھایا اور قاضی کی عدالت میں جا استغاثہ و اعتر کیا طلبی کی بعد مجھے بھی عدالت میں جانا پڑا خدا کی قدرت کہ گواہوں کے منہ کالے پڑ گئے اور زبانیں گنگ ہو گئیں۔ بھری عدالت میں انہی دروغگوئی بظاہر ہوئی اور مدعی سخت شرمندہ ہوئے ہر چند کہ قاضی نے انکی تشہیر کرنی چاہی لیکن میں نے اصرار کیا کہ ان کے لئے بھی فضیحت و ذلت کافی ہے۔

شیخ کی صحبت کا اثر

شیخ کے علمی کمال کا پارسا قدر ارفع و اعلیٰ تھا کہ جو شخص آپ کی خدمت میں دلی عقیدہ مند می کے ساتھ صحبت رکھتا تھا، عین ایک ایسا عجیب و غریب اثر سراپت کر جاتا تھا جس کے نظیر سے بڑے بڑے کالمین کے حلقے خالی ہوتے تھے اور بعض بعض آپ کے صحبت یافتہ ایسے مقدرو معزز تھے جو خود کالمین وقت اور مجتہدین فن میں شمار کئے جاتے تھے۔ محمد فاضل کی لڑکی جسکا نام شہر لفظ تھا اور جس نے باوجود صغر سنی کے شیخ کی انوکھی شمع کو قبول کر لیا تھا اس پر بہت سے امور منکشف ہو گئے تھے اور اپنے عم میں ولیمہ و صدیقہ کے ممتاز انتساب سے بھاری جاتی تھی اس کے کشف کی یہ حالت تھی کہ ایک رات واجب الاحترام شیخ تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے محمد فاضل کے مکان کی طرف تشریف لے جاتے تھے اتفاق سے شیخ آپ کے ہاتھ سے گر پڑی جب آپ مکان میں تشریف لائے تو شریفہ بولی مجھے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی تسبیح فلان مقام پر پڑی ہوئی ہے لوگوں نے جب اس مقام کو شمع سے دیکھا تو حقیقت میں تسبیح ایسجگہ پڑی ہوئی تھی۔ ایک دن شریفہ گھر میں موجود تھی کہ دفعہ کہتے لگی شیخ ہمارے مکان پر آتے ہیں اور اس وقت آپ کو فلان کمانے کی طرف رغبت ہے گھر والوں نے شریفہ کا بتایا ہوا کہا نا طیار کیا چنانچہ شیخ تشریف لائے اور اسی کہانے کی رغبت ظاہر فرمائی۔ ایک اور دفعہ کا ذکر ہے کہ شریفہ اپنے گھر میں بیٹھی تھی اور اتفاق سے شیخ بھی وہیں تشریف لائے تھے شیخ سے متوجہ ہو کر بولی کہ شیخ فتح محمد نے ہمارے مکان کی طرف توجہ مبذول فرمائی ہے ہوٹو می میرے بعد اس وقت شیخ فتح محمد ایک شخص سے باتیں کرنے کھڑے ہو گئے میں اور ایسے مقام پر کھڑے ہوئے میں کہ خود وہ دوپہر میں ہیں اور وہ شخص سایہ میں زنان بعد بولی کہ شیخ نے ہمارے تین نارنگیان خریدی ہیں دو اپنے لڑکوں کے واسطے اور ایک آپ کے لئے پھر کہا اب شیخ کی نیت بدل گئی ہے کیونکہ وہ نارنگیان تو آپ کے لئے مقرر کی ہیں اور ایک دونوں فرزندوں کے واسطے۔ اس کے بعد کہا اب شیخ ہمارے

دروازہ پر اکھڑے ہوئے ہیں چنانچہ جب شیخ فتح محمد سے یہ تمام باتیں دریافت کی گئیں تو انہوں نے بے کم و کاست ویسی ہی بیان کیں جس طرح شریفہ نے کہا تھا۔

محمد غوث پہلے ہی کا بیان ہے کہ ایک دن شیخ حجرہ میں تنہا سوتے تھے میں آپ کی زیارت کے لئے گیا لیکن آپ کے بعض مخلص بے ریا متعین نے مجھے اندر جانے سے منع کیا اور کہا شیخ آرام میں ہیں اسوقت حجرہ میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں مجبور ہو کر دروازہ پر ٹھہر گیا اسی اثنا میں حجرہ کے اندر سے ایک روئے کی آواز میرے کان میں پہنچی جس نے مجھے سخت حیران کر دیا اور میں ایک لمبے اصرار اور جوش کے ساتھ بغیر اجازت حجرہ میں گھس گیا حجرہ کے اندر قدم رکھتے ہی بہت سی غیبی چیزیں مجھ پر منکشف ہو گئیں اور بن دیکھی چیزوں کی نظروں کے سامنے پانے لگا منجملہ اُن کے ایک یہ کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ فرما دیاں باشندہ حسین پوشش کی زیارت کے قصد سے آ رہا ہے الغرض جب میں شیخ کے قریب پہنچا تو اپنے پاؤں مبارک میری طرف پھیلانے اور میں آہستہ آہستہ پاؤں دبائے میں مشغول ہوا اُس وقت میرے دل میں یہ کھٹک پیدا ہوا کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا ایک دوسرا حال ہوتا ہے جو عوام اشخاص کی نظروں سے مستور و مخفی رہا کرتا ہو اور جمال کیسا ہوتا ہے جو میں آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہوں تو تیغ کے چہرہ مبارک سے ایک حجاب آہستہ آہستہ اٹھتا جاتا ہے گویا ایک ابر کا گھبراہٹ کا کل کے حلقہ سے علیحدہ اور جدا ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ پردہ قن مبارک تک مرتفع ہو گیا تو ایک ایسی آنکھوں میں خیرگی اور چکا چوند پیدا کر دینے والی روشنی ظاہر ہوئی کہ میں بیہوش ہو کر گرنے لگا شیخ صاحب میری یہ حالت دیکھ کر فوراً اٹھ بیٹھے اور وضو کرنے میں مصروف ہو گئے میں یہ تمام واقعہ عرض کرنے کی غرض سے آپ کے پاس گیا فرمایا بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں فرما دیاں بھی آیا جاتا ہے چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد فرما دیاں خدمت شیخ میں مشرف و ممتاز ہوا۔

شیخ کے ملفوظات

چونکہ اب شیخ کے علمی کارناموں کا خاتمہ ہی اس لئے یہاں آپ کے بعض حکیمانہ اقوال اور دلآویز فقرے نقل کئے جاتے ہیں جن سے شیخ کی بیدار مغزی اور فضل و کمال اور مختلف خیالات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار اس فقیر کو مجلس صحبت میں اکثر اوقات حکمت علی الاطلاق معالیک کے متعلق بہت کچھ تعلیم فرمایا کرتے تھے میں سچ جس قدر فقیر کو محفوظ ہیں معرض بیان میں لاتا ہوں

۱) آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجلس میں کبھی کسی قوم کو برائی سے یاد نہ کرو مثلاً یون نہ کہو کہ اہل یورپ ایسے ہیں اور باشندہ پنجاب اس قسم کے ہیں افغان ایسے اور غل ویسے ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اُس قوم کا مجلس میں موجود ہو اور اپنی قوم کی برائی سُن کر اُس کی حیثیت کی رگ حرکت میں آئے اور صحبت درہم و برہم ہو جائے۔

۲) عام مجلس میں جمہور کے مخالف ہرگز کوئی بات زبان پر نہ لاؤ گوئی نفسہ صحیح اور درست ہی کیوں نہ ہو کس لئے کہ عام لوگ جب اُسے انکار کے کانوں سے سُنیں گے تو ضرور ہی بد دل ہو گئے اور صحبت منقطع ہو پریشان ہو جائے گی۔

۳) اگر تمہیں کسی شخص کی طرف کوئی ضرورت پڑے تو اول اُس کے سامنے ایک شائستہ اور معنی خیز تمہید پیش کرو اور حاجت طلبی میں نہایت سہولت و تدریج سے کام لو یہ نہیں کہ پتھر کی طرح بات کو پھینک مارو اور موقع محل نہ دیکھ کر بات کو ضائع و برباد کر دو۔

۴) مرد کو وہ لباس و عادات اختیار کرنا چاہئے جو اُس کی صفت کمال کا نمونہ ہو مثلاً جو شخص دانشمند ہو اُسے چاہئے کہ دانشمند دل جیسا لباس زیب جسم کرے اور دانشمندانہ طریقہ سے زندگی بسر کرے اور جو شخص فقیر ہو اُسے فقیرانہ لباس سے تن پوشی کرنا چاہئے اور فقیرانہ زندگی بسر کرنا مناسب ہے۔

۵) جب بزرگ اور معزز لوگوں سے ہمکلام ہو تو پیچدار اور مختصر تقریر نہ کرو بلکہ چنانچہ کہ ہو سکے صاف صاف لفظوں میں توضیح مطلب کرو اور اُس کے ساتھ ہی کسی قدر آواز بھی بلند کرو اور سچی کہو کیونکہ مخلوق اور چہرہ ہائیں بزرگوں کے سامنے پیش کرنا نہایت گستاخی دے دیتی ہے۔

۶) مریض کی عیادت سے بڑا مقصود اسکی رضامندی ہے نہ صرف کیفیت مزاج کی اطلاع۔ یہی کیفیت تعزیت اور سفارش کی سمجھنا چاہئے پس جوان تمام باتوں کو بجالایا اور صاحب معاملہ کو اپنی محنت پر مطلع نہیں کیا گویا اُس نے اپنی محنت کو ضایع و برباد کر ڈالا۔

۷) جب شیخ صاحب یاروں کو رخصت کرتے تو محل وصیت اور مقام تو دو بیچ پر یہ بدیت اکثر پڑا کرتے
آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرفست بادوستان تلاف باو شمنان مدارا

۸) جو لوگ قدر و منزلت میں تم سے کم درجہ رکھتے ہیں اگر وہ تمہیں ابتداءً سلام کریں تو اسے خداوندی نعمتوں میں سے ایک نعمت شمار کرنا اور انکاشت نہ کرنا چاہئے بلکہ انہیں نہایت خندہ پیشانی اور ہنس کھچہرہ سے

لملاقات کرو اور جو شمسرت کے ساتھ مزاج پر سی کر و کس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کے لوگ اپنے
الفاظ سے جسکی وقعت و قدر نہا رہی نگاہ میں کچھ بھی نہیں ہوتی حد سے زیادہ خوش ہو جاتے اور لفظ و
سے دیکھتے ہیں اور اگر نہا رہی طرف سے بے اتفاقی دیکھتے ہیں تو محزون و غمگین ہو جاتے ہیں ۷
صد ملک دل بہ نیم نگہ یتوان خرید خوبان دین معاملہ قصیر میکنند

(۹) بعض آشنا ذاتی محبت رکھتے ہیں کہ اگر تمہاری محبت تدریجاً اُنکے دل میں مستقر ہوتی ہے تو پھر کسی حالت
میں کیا خوشی و فراخی کے زمانہ میں اور کیا تنگی و سختی کے وقت میں کہی اُن کے دل سے نہیں جاتی ایسے
لوگوں کی محبت بہت قیمت شمار کرنا اور انہیں پیارے فرزندوں سے بھی عزیز تر رکھنا چاہیے اور بعض آشنا
اس قسم کے ہوتے ہیں جسکی آشنائی کا سبب ظہور فضیلت کا نشان ہوتا ہے اور وہ کسی نہ کسی حاجت کی وجہ سے
تمہارے آشنا بن جاتے ہیں تمہیں ہر شخص کو جانتا اور ہر ایک کو اُسکی منزلت و قدر میں رکھنا چاہیے اور کسی اُپر کئے
مرتبہ پر کبھی غما و کرنا ہرگز مناسب نہیں۔

ذرا عقل و حکما کا کام نہیں ہے کسی کام میں صرف استیقا کے لذت مقصود ہو بلکہ چاہیے کہ اُسکے ضمن میں
وضع حاجت یا اقامت فضیلت یا ادا سنت واقع ہو۔

ذرا بات کرنے رستہ چلنے نشئت و برخاست کرنے میں طاقتوروں کی رسم اور انکی عادات استعمال میں لانا اگر
فی نفسہ ضعیف و ناتوان کیوں نہ ہو اور اگر اتفاقیہ کوئی عیب یا خیانت تم سے ظہور میں آئے تو اُسکے پوشیدہ
کرنے میں انتہا سے زیادہ کوشش کرو اور تا بہ امکان شرمندہ و خجل رہو بلکہ اپنے متین صفت مٹھال پر بہ تکلف
سستہ و آمادہ کرو تا کہ نفس اُس سے خوشگزر نہ ہو۔

(۱۲) ایک مرقبہ کی شخص نے خدو می شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں تحریر
تھا کہ خدا تعالیٰ کا رستہ کیونکر ملے کرنا چاہیے اور کیا حقیقت میں وجود ہے کہ نہیں شیخ ابوالرضا محمد نے یہ خط
بناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حوالہ کر دیا آپ نے اُسکے جواب میں لکھا اذ ان وجبت الہ جساد تجددت
الارواح حصل المقصود۔

(۱۳) ایک ذمہ شیخ کے ایک مخلص و بیہ ریا معتقد نے سوال کیا کہ ابناء روزگار میں کس طرح زندگی بسر کرنا
چاہیے فرمایا کن فی الناس کل احد من الناس پھر اُس نے دریافت کیا کہ حضرت حق تک پہنچنے کا کیا طریقہ ہے
فرمایا دجال کا تلہ ہو تجارت ولا بیع عن ذکر اللہ

(۱۴) ایک مرتبہ آپ سفر میں تھے اور ہمراہی لوگ نوبت بہ نوبت پہلی بر سوار ہوتے چلتے جاتے تھے۔

اسی اثنا میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی باری سے زیادہ سوار ہونے شیخ صاحب نے اُن لوگوں

سے متوجہ ہو کر فرمایا جو پہلی میں سوار تھے کہ آہ اعداؤ اھو اقربا للفقوی کون سے سپاہیہ میں شیخ

بدرالحق نور اس رمز کو مار گئے اور پہلی سے نیچے اتر کر کہنے لگے کہ حضرت یتیموں کا بارہ اس آیت کے لیے

(۱۵) شیخ امان اللہ جب کابل کی طرف متوجہ ہونے لگے تو جناب شیخ صاحب سے رخصت ہونے آئے اور

وہا کے مستعدی ہوئے فرمایا جس مقام میں قیام پذیر ہوا اہل اللہ کے کھوج میں لگے رہو اور جس مالک و

مجبور سے اس معنی کی بوسہ لگوا سکی صحبت کو ختم سمجھو چنانچہ شیخ امان اللہ کابل کی طرف متوجہ ہوئے

اور آپ کے فرمان کے بموجب اولیاء اللہ کی تلاش میں رہے لیکن جب واپس آئے تو شیخ کے سامنے کھڑے

ہو کر یہ بیت با داز بلند پڑھی ۵ آفاق را گردیدہ ام مہربان و رزیدہ ام بسیار خوان دیدہ ام اما تو چیز دیگر کی

(۱۶) شیخ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص نے اپنی استعداد کے مطابق مسئلہ معیت سے خط اٹھایا

اور اپنے ذوق کے مطابق اُس سے حصہ خاص لیا ہے جو گروہ اس بات کا مستعد ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے علم

قدرت سمع و بصر کے ساتھ سب کو محیط ہے انکی دلیل یہ ہے مایکون من نجوی ثلثۃ اکاھورا بھجولا

خمسة اکاھوساد سہم الخ ایک فریق کا اس پر اعتقاد ہے کہ ہر فعل و افعال الہیہ حرکت و صفت جو عالم میں

طور پر ہے سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہو سکی دلیل ایک تو یہ آیت ہے قل کل من عند اللہ دوسری یہ

آیت وما یکون من نعمۃ من اللہ اور ایک جاغت ہمہ اوست کی قائل ہے اُن کی دلیلین یہ ہیں کل شیء ہائک

اکاھجہ حوا لاول والاخر والظاهر والباطن اور ایک فریق حق کو حق میں دیکھتا ہو لیکن اس مقام کی اظہار

حقیقت سے عبارت محض قاصر و عاجز ہے۔

وہا لوگ جانتے ہیں کہ مان باپ کے ساتھ پہلائی کرنا ایک نہایت دشوار و سخت بات ہے کیونکہ جس قدر

اُن کے ساتھ زیادہ سلوک کیا جائے گا ہنوز تھوڑا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ ہر والدین بہت ہی پہل و

آسان امر ہے کس لئے کہ والدین اپنی اُس پہلے درجہ کی شفقت مہربانی کی وجہ سے جو انہیں قدرتی طور پر اولاد

ہوتی ہے انہی درجہ کی دلجوئی سے رضا مند ہو جائے اور تھوڑی سی چیز کو بہت شمار کرتے ہیں۔

(۱۸) جب خدا تعالیٰ کسی کو کوئی کیفیت و حالت غایت فرمائے تو ماہر امکان اُسکی کافی طور پر نگہداشت کرے

اور اُسکی نگہداشت کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے تئیں کسی چیز میں مشغول نہ کرے اور جس متبرک جگہ سے کہ یہ کیفیت

حاصل ہوئی ہے اُسے پھوڑے علیٰ ہذا القیاس جس ہیئت پر پشت رکھتا ہے اُسے جانتک بن سکے پہلے اور پھر اس کے تمام باتوں کو کیلخت ترک کر بیٹھے جیسا کہ حافظ شیرازی کہتے ہیں ۵

ایچا فون شیخ نیر و بہ نیم جو دل را بہت آرہین مشرب است بس

(۱۹) ایک مرتبہ تمباکو کی نسبت ذکر چھڑ گیا شیخ نے گواہی کی حرمت کی توضیح و تفسیر نہیں فرمائی لیکن قناعت و شہادت کے بہت سے شواہد ذکر کئے منجملہ اُن کے ایک یہ قصہ نقل کیا کہ لاہور میں دو عزیز سکونت رکھتے تھے ایک انتہا درجہ کا فاضل اور جامع کمالات تھا نیز علوم و ہنسی میں پورا پورا اقتدار رکھتا تھا لیکن تمباکو سے احتراز کرتا تھا۔ دوسرا اگرچہ محض اُن پڑھو اور علمی درویش تھا مگر تمباکو سے ہمیشہ محض رہتا تھا ایک رات دونوں نے اپنی اپنی جگہ واقعہ میں دیکھا کہ گویا یہ درویش عالمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مقدس میں نہایت اطمینان سے بیٹھا ہوا ہے اور اُس فاضل کو مجلس نبوی میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ملتی ہے آخر کار اسی عامی نے اہل مجلس سے دریافت کیا کہ اس فاضل درویش کو مجلس میں آنے کی اجازت کیونکہ نہیں دیا جاتی جواب دیا کہ چونکہ یہ شخص تمباکو پیتا ہے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے کراہت رکھتے ہیں اسوجہ سے اُسکی شرکت اس مجلس میں پسند نہیں فرماتے جب صبح ہوئی تو اس عامی نے بمقتضائے ہمدردی رات کے واقعہ کی تبلیغ کر لی چاہی لیکن چون ہی اُس فاضل کے گھر میں داخل ہوا دیکھا کہ وہ پُریم آکر کھون سے آنسوؤں کی ندیاں بہا رہا ہے اور ایک سخت رنج و الم میں بھرا بیٹھا ہے جب اس نے اس روتے اور اندوہ و غم کا سبب دریافت کیا تو وہی مجلس نبوی میں شریک ہونے کی عدم اجازت بیان کی اس نے کہا عزیز من! تمہیں خوش ہونا چاہئے کیونکہ میں نے اہل مجلس سے اسکا سبب دریافت کر لیا ہے اور وہ تمباکو کا پیٹا ہے فاضل درویش نے یہ تقریر سننے ہی حقے اور نے کوچہ کوچہ کر ڈالا اور حقہ کشی سے توجہ نصیح کر لی۔ آنے والی شب کو چھرو دونوں نے ایک ہی ساعت میں خواب دیکھا کہ گویا فاضل آنحضرت کی مجلس میں موجود ہے اور تمام لوگوں سے اگے آنحضرت کے بہت ہی قریب بیٹھا ہوا ہے آپ نہایت مہربانی کے ساتھ اُسکی طرف مہفت ہین اور بیچہ عنایتین فرما رہے ہیں۔

(۲۰) شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے دوستوں میں ایک عزیز کو تمباکو سے احتراز کرتا تھا لیکن مہافون کے لیے حقہ و گھر میں رکھتا تھا ایک مرتبہ اُس نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے مکان میں تشریف لائے ہیں لیکن مکان میں داخل ہونے کے بعد ہی ایک نفرت و کراہت کے ساتھ مراجعت

فرمائی یہ شخص آنحضرت کی یہ نفرت دیکھ کر آپ کے عقب میں دوڑا اور نفرت و کراہت کا سبب درپا
ایا فرمایا تیرے گھر میں حقہ لئے چلم موجود ہے اور میں ان چیزوں سے سخت نفرت ہوں۔

(۲۱) فرماتے ہیں کہ مجھے محلہ میں ایک خیاط سکونت رکھنا تھا ایک دن میں نے ایک آدمی بھیج کر اسے
بنا یا معلوم ہوا کہ وہ وہاں سے مر گیا ہے اور اس کے متعلقین گریہ و زاری میں مصروف ہیں لوگ غسل و کفن کا
انتظام کر رہے ہیں۔ ہنوز ہی دیر کے بعد مجھے جامع مسجد کی طرف جانے کا اتفاق ہوا دیکھتا ہوں کہ وہی
درنی باز بائیں کھڑا بائیں کر رہا ہے مجھے اس وقت نہ صرف تعجب بلکہ تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوئی اوا
جب اسکا واقعہ سنا تو ادبھی تحیر ہوا اسے بیان کیا کہ میں اسی محلہ کے ایک تنگ گلی میں چلا جاتا تھا
کہ کچھ ڈرونی شکل کے وہ آدمی نہایت غیظ و غضب میں بھرے ہوئے میری طرف بڑھے چلے آ رہے تھے
جبکہ ہیبت و رعب میرے دل میں استقر بیٹھ گیا کہ سر سے پاؤں تک تھر تھرا کرنے لگا ان میں سے ایک
شخص نے آگے بڑھ کر میرے اس زور سے طمانچہ مارا کہ میں بیہوش ہو کر گر پڑا گویا بظاہر میں مر گیا تھا لوگ
مجھے بمثل گھڑائے اور تجنیز و کفن کی تیاریاں کرنے لگے لیکن میں اسی اثنا میں دیکھتا ہوں کہ وہ دونوں
پر شوکت و ہیبت شخص مجھے لئے جاتے ہیں یہاں تک کہ میں ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں بہت سے
لوگوں کے جھگڑے لگے ہوئے تھے اور جنکی شکل و شمائل اور ہیبت و صورت بنی آدم کی صورت سے بالکل
علحدہ اور ممتاز تھی لوگوں کے غول اور جھگڑے کے سچ میں ایک نہایت سکھ تخت تھا جس پر ایک فلر
بڑی شان و شوکت سے بیٹھا ہوا تھا۔ ان دونوں شخصوں نے مجھے اس سردار کے سامنے پیش کیا لیکن
اس نے میری صورت دیکھتے ہی کہا کہ یہ وہ شخص نہیں ہے جسے میں نے بلایا تھا اسے وہیں پہنچا دو جہاں
لائے جو وہ لوگ مجھے چہرہ لیکر واپس آتے ہی تھے کہ عقب سے کسی نے آواز بلند پکارا اس شخص کو
یہاں لاؤ یہ حقہ بیٹا ہے چنانچہ وہ دونوں شخص مجھے پھر اس ٹیس کے سامنے لیگئے اور لوہا آگ میں لال
کر کے میرے گھٹنے کو داغ دیا جس کی تکلیف سے میں چونک پڑا اٹھ کھڑا ہو کر دیکھتا ہوں تو عزیز و اقارب
مجھے غسل دیکر کفن میں لپیٹنا چاہتے ہیں۔

(۲۲) شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ صاحب مجھے بیان فرماتے لگے کہ سید عالم اللہ
نے جو شیخ آدم قدس سرہ کے اکابر اصحاب میں ایک نہایت ہی مقداد و جلیل القدر شخص ہیں اور جن کے
فضل و کمال اور علمی کارناموں کو شہرت عام نے ضرب المثل کے ایسے بلند درجے پر پہنچا دیا ہے کہ قوم کے

اکثر معززین اُن کے ایک ایک بات کو فخریہ استعمال کرتے ہیں تمباکو کی حرمت میں ایک نہایت گہر دور اور جوشیلا رسالہ لکھا اور دو اختانیوں کی معرفت علماء دہلی کے پاس روانہ کیا جس کے پیشتر وہ رسالہ میرے سامنے پیش کیا گیا جس میں آیہ مقلات السعابد خان مبین اور ان ہی جیسے اور چند دلائل سے تمباکو کی تحریم میں استدلال کیا گیا تھا میں نے اُن دونوں شخصوں کو جواب صاحب دیدیا کہچہیں قدر اسے لالات میں نہایت کمزور و ضعیف ہیں ایسی سخیف اور بودنے استدلال سے کچھ کام نہیں چلتا زان بعد میں نے اُن بے سرو پا اور غلط روایتوں کی نہایت تفصیل کے ساتھ تردید کی اور آیت کی تفسیر میں وہ اقوال پیش کئے جو معتبر و مستند مفسرین نے بیان کئے ہیں اگرچہ میری یہ تمام تقریر دلسوزی اور خیر خواہی سے لبریز تھی لیکن اُن دونوں اختانیوں نے رغبت کے کانوں سے نہیں سنی اور ناخوش ہو کر مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ملا یعقوب کے درگاہ میں پہنچے جو دہلی کے فضلاء میں اگرچہ ایک مشہور و مسلم الثبوت فاضل تھا مگر تمباکو پینے کا سخت عادی تھا یہ لوگ جب اُن کی مجلس میں پہنچے اور اُسے برسرِ مجلس حقہ پیتے دیکھا تو انکار و اعتراض سے پیش آئے ملا یعقوب نے کہا کہ میں حقہ برسرِ مجلس اسی لئے پیتا ہوں کہ لوگوں کو اسکی اباحت معلوم ہو جائے اور اگر کسی کو حقہ کے مباح ہونے میں شبہ ہو تو بسلم اللہ پیش کرے سید علیم اللہ کے فرستادوں نے نہایت جرأت و بیباکی سے کہا کہ چونکہ اس مسئلہ کا ناخذ موجود ہے اس لئے اسکا فیصلہ بہت آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے اور اصول روایت و درایت دونوں سے حل ہو سکتا ہے چنانچہ اسکے بعد انہوں نے رسالہ کی چند فقہی روایتیں اور حدیثیں پیش کیں جنہیں ملا یعقوب نے اُنے توجہ کے ساتھ رد کر دیا دونوں مغوم و محزون ہو کر پہرہ پر پاس آئے اور مناظرہ کی ساری کیفیت دو ہرائی میں نے کہا عزیزان من تمہارا دعویٰ تحریم پھر اس پر ان بے سرو پا و ضعیف روایات سے استدلال کرنا حقیقت میں اسی قابل تھا جیسا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا۔

لیکن اب تم ملا یعقوب کے پاس جاؤ اور آیہ یا ایھا النبی لہ تعظیم و احل اللہ لک کا شان نزول دریافت کرو جب تم یہ سوال پیش کرو گے تو ملا یعقوب فوراً جواب دیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی محترمہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا کے گہرین شربت شہد تناول فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات نے حضرت زینب کے رشک کر کے اس بات پر باہم مشورہ کیا کہ آج جناب رسالت اب صلی اللہ علیہ وسلم جس کے پاس تشریف لائیں وہ ایک افسوسناک لہجے میں عرض کرے کہ حضور کے جمنہ مبارک سے گنبد کی بو آتی ہے چنانچہ تمام محترم بی بیوں نے متفق ہو کر یہی بات کہی جس کے جواب میں حضرت نے فرمایا میں نے گنبد نا تو نہیں

کھایا ہے البتہ شہد کا شہرت پیاہے اسپر زنی یوں نے عرض کیا معلوم ہوتا ہے کہ شہد کی کبھی گنہنے کے
 وراثت پر بیٹھی ہوگی اسپر آنحضرت نے اپنے حق میں شہد حرام ٹھہرایا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ جب ملا یعقوب
 آیت کے شان نزول کی بابت یہ تقریر کر چکے تو تم دریافت کرنا کہ آخر اس کی علت کراہت کیا تھی ملا یعقوب
 بجز اس کے اور کچھ کہہ ہی نہ سکے گا کہ علت کراہت بدبو تھی اسوقت تم پوچھنا کہ حدیث شریف میں جو
 تو اتر آیا ہے کہ من اکل ہاتین الشجرین فلا یقر بن مسجد نا تو یہاں علت نہی کون چیز ہے اسکے جواب میں
 ہی ملا یعقوب یہی کہے گا کہ بوٹے بد اسپر تم بے دھڑک ہو کر پوچھنا کہ حدیث میں جو یہ آیا ہی کہ حضرت
 ثوبہ سے رغبت اور بدبو سے نفرت رکھتے تھے۔ صحیح ہے کہ نہیں اگر صحیح ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ تمباکو میں
 بدبو ہے یا نہیں ملا یعقوب اگر اس سے انکار کر جائے اور کہہ بیٹھے کہ تمباکو میں بدبو نہیں ہے تو تم کہنا
 کہ جن لوگوں نے مدت الحشر تمباکو نہیں پیایہ اُن سے دریافت کرنا چاہیے کہ اُسکی بودماغ کو اچھی
 معلوم ہوتی ہے یا جبری اور جب ہمیں بُدبو ہونا ثابت ہوتا ہے تو محاط اور اہل وع و تقویٰ کے مناسب
 حال یہی ہے کہ تمباکو پینا ترک کر دین چنانچہ یہ دونوں شخص ملا یعقوب کے پاس گئے اور تقریر کا سلسلہ
 اُسی اسلوب پر چہرہ اُجس طرح کہ واجب الاحرام شیخ نے تعلیم کیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ملا یعقوب کو ان باتوں
 کا اعتراف کرنا پڑا فوراً چلم وٹے کو چور چور کر ڈالا اور ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا۔

شیخ کے ملفوظات اور حکیمانہ مقولے جس قدر نقل کئے گئے ہیں اُن سے آپ کے علم و فضل و بزرگی اور
 علمی کمالات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے شیخ کے حکیمانہ اقوال اور دل آویز مقولوں کی فرست اگرچہ ایک
 نہایت طول طویل فرست ہو لیکن ہم نے آپ کے صرف انہیں نتیجہ بخش اور حکمت آمیز فقروں کو قابلِ انتخاب
 سمجھا ہے جن سے عام لوگ زیادہ متمتع ہو سکتے ہیں۔ آپ کے مکتوبات بھی نہایت مفید اور کارآمد ہیں مگر چونکہ
 وہ بالکل ادبی ہیں اسلئے اردو زبان میں انکا ترجمہ کرنا تکلف سے خالی نہیں اور نمونے کے طور پر کسی
 مکتوب کو اردو کے قالب میں ڈال کر ناظرین کے سامنے پیش کیا بھی جائے تو افسوس ہے کہ عام لوگ
 اُس سے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھا سکیں گے اسوجہ سے ہم نے انہیں دانستہ انتخاب کے قابل نہیں سمجھا امید
 کہ معزز ناظرین ہمیں اس بات کا الزام نہ دیں گے کہ ہم نے شیخ کے مکتوبات کیوں نہیں قلب بند کئے۔ علاوہ
 ان میں آپ کے فصاحت و خیر و غلط اور عبرت انگیز کلمات کتابوں میں اس کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ ہم فیصدی
 پانچ کے انتخاب کی بھی گنجائش نہیں دیکھتے یہ ضرور ہے کہ اس قسم کے موثر و غلط سے قوم کو بہت کچھ فائدہ

پہنچنے کی امید ہو سکتی ہے مگر افسوس کہ ہم اس موقع پر اس بات کچھ بھی نہیں لکھ سکتے وجہ یہ کہ کتاب ضخیم ہوئی جاتی ہے اور ہنوز ہمیں اس کے متعلق بہت کچھ لکھنا باقی رہے چنانچہ ہم شیخ کی ازواج و اولاد کا ذکر کر کے اس عنوان کو ختم کرتے ہیں۔

محترم و بزرگ شیخ کے دو نکاح ہوئے تھے اور غالباً پہلا نکاح آپ کے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین صاحب شہید کے زمانہ زندگی میں ہوا تھا۔ اگرچہ اس بارہ میں ہماری واقعیت بالکل محدوده ہے کہ جس محترم اور متاثر بنی سے آپ کا پہلا نکاح ہوا وہ کس خاندان کی چشم و چراغ تھیں اور ان کے والد بزرگوار کا کیا نام تھا لیکن نکاح ثانی کی نسبت یقین کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ وہ جناب محمود علی شیخ محمد قدس سرہ کی محترم و معزز صاحبزادی تھیں جیسا کہ خود شیخ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

شیخ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مرقہ منور کی زیارت کے لئے گیا۔ میں ایک اونچے چبوترہ پر کھڑا ہوا تھا جو آپ کے مزار کے بہت ہی متصل تھا کہ دفعۃً خواجہ کی روح پاک ظاہر ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے ہاں ایک ہونا ہار لوگا پیدا ہوگا تم اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا لیکن چونکہ میری بی بی سن ایساں کو پہنچ چکی تھیں اور عادتاً ایسے وقت میں اولاد کا ہونا تعجب تھا اسوجہ سے میں خواجہ کا یہ ارشاد دس کر حیران ہو گیا کبھی تو میں اپنی بی بی کی حالت کو دیکھتا تھا اور کبھی خواجہ کے ارشاد پر غور کرتا تھا آخر میں نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ اس طرح کے خواجہ کی مراد پوتا ہوگا جو نہ ہی میرے دین پر یہ خیال گدھا خواجہ نے فوراً مانتا لیا اور فرمایا جو تم نے خیال کیا ہے میری مراد یہ نہیں ہے بلکہ خاص تمہارے صلب سے لڑکا پیدا ہوگا چنانچہ اسکے تھوڑے دنوں بعد میرے دل میں دوسرے نکاح کی خواہش پیدا ہوئی اور ولی اللہ لڑکا متولد ہوا اگرچہ اول اول یہ واقعہ مجھے بالکل نیا معلوم ہوا اور اسی وجہ سے اس کا نام تمام خاندان میں ولی اللہ مشہور ہو گیا لیکن کچھ زمانہ گزر جانے کے بعد جب مجھے یاد آیا تو میں نے اس کا نام بدل کر قطب الدین احمد رکھا۔

اسی واقعہ کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب بہ تبدیلی چند الفاظ اسطرح قلمبند فرماتے ہیں کہ جب میرے والد ماجد زندگی کے ساٹھ مرتلے طے کر چکے تو آپ پر مشکشف ہوا کہ ایک اور لڑکا میرے ہاں پیدا ہوگا چنانچہ آپ کے دل میں نکاح ثانی کی خواہش پیدا ہوئی۔ محمود علی شیخ محمد قدس سرہ نے یہ ماجرا معلوم کیا تو باوجود اپنی محترم و عزیز لڑکی کو آپ کے نکاح میں دینا سراپا فخر سمجھا کہ وہ فخر خاندان و قوم لڑکا میرے ہی پارہ جگر کے

بطن سے پیدا ہو لیکن جب یہ کہ خدائی مستحق ہو چکی تو بعض سوختہ جگر نفاق پیشہ لوگوں نے بطریق طعن کہا کہ شیخ کو اس سن و سال میں کہ خدائی مناسب نہ تھی۔ شدہ شدہ یہ باتیں آپ کے کان تک نہ پہنچیں فرمایا ان لوگوں سے کہدینا چاہئے کہ ابھی میری زندگی کا زمانہ بہت کچھ باقی ہے اور کئی فرزند وجود میں آئیوں گے میں چنانچہ اس شادی کے بعد آپ سترہ سال تک زندہ رہے اور دو فرزند پیدا ہوئے۔

شیخ کے حالات زندگی میں جو کمابہن لکھی گئی ہیں ان سے ہمیں اس بات کا پتہ نہیں پاتا کہ آپ کی پہلی بی بی کے بطن سے کچھ اولاد میں پیدا ہوئیں لیکن اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاحبزادے صالح الدین نام پیدا ہوئے تھے جو بڑے ہو کر فوت ہو گئے اور جو اہل دس لابیہ کے پورے فوٹو تھے۔ دوسری ممتاز و محبوب بی بی سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے جناب شاہ ولی اللہ اور شاہ اہل اللہ جنکی فرزند کے انتساب نے نہ صرف جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کو بلکہ تمام خاندان کو دنیا میں روشناس کر دیا ہوا دین کے فضل و کمال کی شہرت نے اُس روشناسی کو اور بھی چمکا دیا ہے بلکہ بیچ پوچھے تو اس عظیم الشان اور جلیل القدر خاندان کا اعزاز و اقتدار ان ہی کے نام سے قائم ہے جو آج تک دونوں کو زندہ کئے ہوئے ہے اور بلحاظ اُس پیشین گوئی کے جو ایک موقع پر شیخ عبدالرحیم صاحب نے ایک طولانی دعا کے وقت کی تھی عجب نہیں کہ قیامت تک زندہ رہے اُسکا ایک گمراہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں نبیجہ الہام ہوا ہے کہ تیرا سلسلہ دنیا میں قیامت تک باقی ہے گا اور اُس میں کہی القطار واقع نہ ہوگا،

شیخ کے لائف کے متعلق جس قدر ضروری حالات ہمیں اس مقام پر نقل کرنے تھے مختصر اذکر کر آئے لیکن آپ کے بعض حالات ایسے بھی ہیں جو جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے واقعات سے وابستہ ہیں لہذا اب ہم شیخ کی سوانح عمری آپ کے انتقال اور بعض اسباب انتقال پر ختم کرتے ہیں اور بعض وہ حالات جو اس باب میں تحریر ہونے سے رہ گئے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی لائف میں مغرض ناظرین کی خدمت میں پیش کریں گے۔

شیخ کا انتقال

محرم و بزرگ شیخ نے جس وقت اس ناپائدار اور بے ثبات دنیا سے عالم باقی کی طرف کوچ کیا ہے

اس وقت زندگی کے بیشتر محلے طے کر چکے تھے۔ آپ کے ابتداء مرض کی کیفیت یوں بیان کی گئی ہے کہ پہلے پہل خفیف سی تبخیر ہوئی اسی اثنا میں رمضان المبارک کا مہینہ آگیا اور آپ نے بدستور سابق صیام و قیام کو بڑی جرأت و آزادی کے ساتھ ادا کرنا شروع کیا مگر چون جن زمانہ گزرتا گیا مرض اشتداد پکڑتا گیا یہاں تک کہ اچھی خاصی تپ ہو گئی۔ یہ امر نہ صرف تعجب بلکہ نہایت حیرت کے ساتھ دیکھا جاتا ہو کہ شیخ کی مرض میں اگرچہ شدت بڑھتی جاتی اور کرب و یحینی المضاعف ہوتی جاتی تھی لیکن آپ کا صیام و قیام پروہی اہتمام تھا جو حالت تندرستی میں ہر چند کہ قانون شریعت نے افطار کی اجازت پہلے ہی سے دیدی تھی کیونکہ آپ شیخ فانی تھے اور روزہ کی بالکل طاقت نہ رکھتے تھے قطع نظر اس کے بعض بھی تھے مگر آپ کی شب بیداری اور روزہ میں کسی قدر بھی فرق نہ پڑتا تھا جب آپ کے فرزند رشید جناب شاہ ولی اللہ اور دیگر معرزان اہل بیت آپ سے دریافت کرتے کہ حضرت! باوجود شرعی رخصت کے اس قدر سختیوں اور بے رحم و تکلیفوں کے پھیلنے کا سبب کیا ہے تو فرماتے کہ روزہ رکھنے کی حالت میں اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں کہ میں ضعف کی وجہ سے بیہوش ہو جاؤں اور چونکہ بیہوشی کی مجھ میں پہلے ہی عادت ہو اس لئے میں ایک خفیف سی تکلیف کے مقابلہ میں عظیم الشان ثواب سے محروم رہنا پسند نہیں کرتا لیکن جب سوال کا مہینہ آیا تو دفعۃً اشتہا ساقط ہو گئی اور انتہا درجہ کا ضعف غالب ہوا یہ ضعف آثار نمودار ہوئے اور امید نسبت بالکل منقطع ہو گئی۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہے کہ ان ایام میں میں آپ کے پاس ہر وقت حاضر رہتا تھا ایسے نازک اور خطرناک اور نہایت کرب و یحینی کے وقت میں یہی علی الاطلاق آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے استغفر اللہ الذی لا اله الا هو الحق القیوم مگر پھر چند روزہ میں آپ کی طبیعت میں ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا جس سے کسی قدر صحت کی امید ہو گئی اور فی الجملہ مرض میں تخفیف حاصل ہوئی یہاں تک کہ صفر المنظر کے ابتدائی تاریخوں میں پھر مرض نے معاذ کی اور مرض کی یحینی واضطراب کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ آپ کو کسی پہلو اور کسی کھوٹ چین ہی نہ پڑتا تھا اور آٹا فائنا آپ کے چہرے پر آثار تغیر نمایاں ہوتے تھے صبح کی بوچھٹے سے پہلے آپ پر موت کے آثار نمودار ہوئے لیکن اس شدت اور کرب کے وقت بھی آپ کی ہمت عالی اس طرفائل تھی کہ نماز فجر قوت نہو چنانچہ اُسی عالم بیہوشی میں چند مرتبے آپ نے حاضرین سے دریافت کیا کہ صبح صادق ہو گئی ہے کہ نہیں حاضرین مجلس نے جواب دیا کہ ہوا ہی چاہتی ہے لیکن جب آپ کی زندگی کا پیمانہ لمبریز ہو کر چھلکنے

لگا تو اپنے حاضرین کو فرمائی سے جو اب دیکھ کر ہونہ تمہاری نماز کا وقت نہیں آیا نہ سہی ہماری نماز کا وقت
 پہنچا ہوا سوقت آپ حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمائی گئے مجھے قبلہ رخ کر دو چنانچہ لوگوں نے فوراً
 آپ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ اگرچہ وقت میں شبہ تھا لیکن آپ نے اشاروں سے نماز فجر ادا کی زبان بعد ہم ذات
 کے ذکر میں مشغول ہوئے اور اسی حالت میں ودیعت حیات کا رکھنا نقصان کے ہاتھوں سپرد کی۔
 بارہویں صفر درجہ شنبہ ۱۱۷۲ ہجری عہد فرخ سیر میں ۷۷ سال کی عمر میں بقیع دہلی فوت ہوئی اور
 مسند یونین دفن کئے گئے۔ آپ کے انتقال کے پچاس روز بعد فرخ سیر گزرا ہوا اور دہلی میں ایک عام
 بیچینی اور عظیم الشان تسکین ہو گیا۔ آپ کو فتح چٹوڑ کا قصہ اور سجدہ جامع دہلی کی تعمیر کا زمانہ اچھی طرح یاد تھا

باب دوم شیخ ابو الرضا محمدؒ

شیخ ابو الرضا محمدؒ جناب شیخ وجہ الدین صاحب شہید کے فرزند رشید اور حضرت شیخ عبد الرحیم صاحب کے
 بڑے بھائی ہیں۔ ابتدائے شیخ عبد الرحیم صاحب کی تالیفی آپ ہی کے سپرد تھی جسے اپنے نہایت قابلیت
 اور دلسوزی کے ساتھ ادا کیا شیخ عبد الرحیم صاحب نے جسطرح آپ کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی اور تعلیم
 تربیت حاصل کی اسی طرح عام اخلاق و عادات اور مجلسی کمالات بھی حاصل کئے اگرچہ شیخ عبد الرحیم کی تعلیم
 پر دیگر ماہرین فن بھی چار سال کی عمر سے مقرر تھے اور آپ کے اطوار و عادات کی عمدہ طور پر نگاہی ہی کرتے تھے
 لیکن پوری پوری خدمت تربیت شیخ ابو الرضا محمدؒ ہی کے ہاتھ میں تھی اور آپ کو بچپن ہی کے زمانہ سے شیخ
 عبد الرحیم پر خاص توجہ تھی بمقابلہ شیخ عبد الحکیم اور اس خاندان کے دیگر صاحبزادوں کے جو علمی کمالات شیخ عبد الرحیم
 صاحب کو حاصل ہوئے ہیچ پوچھنے تو اسی تعلیم و تربیت کا اثر تھا جو شیخ ابو الرضا محمدؒ کے سایہ عاطفت میں حاصل ہوئی

شیخ ابو الرضا محمدؒ کی ولادت طفولیت سن رشد تعلیم تربیت حلیہ وغیرہ

شیخ وجہ الدین شہید کے نامور اور بلند اقبال صاحب زادے شیخ ابو الرضا محمدؒ
 کا سن ولادت مجھے کسی تذکرہ خاص یا آپ کے زندگی کے حالات و واقعات سے معلوم

نہیں ہوا لیکن مستند کتابوں سے اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپے خرم کی تاریخ سنہ ہجری ۱۱۰۱
جہان سے رخصت ہو کر سفر اخراج قبول کیا اور یہ بھی تحقیق ہے کہ جس عیدین ابو الطغر شہاب الدین محمد شاہ جہان
ہندوستان کے دارالشہادت و تاج کے اقبال کا ستارہ چمک رہا تھا اور سلطنت کا عروج معراج کمال پر پہنچا تھا
تھا اس زمانہ میں شیخ ابو الرضا محمد پیدا ہوئے جس زمانہ میں شیخ ابو الرضا پیدا ہوئے اسوقت انکے والد بزرگوار
جناب شیخ وجیہ الدین صاحب کی معمولی حالت تھی کیونکہ شاہی دربار سے اس وقت تک آپکو کوئی معزز و متواضع
حاصل نہیں ہوا تھا بلکہ کما جا سکتا ہے کہ شیخ ابو الرضا محمد کا زمانہ طفولیت معمولی حالت میں تھا لیکن اسکے چند برص
جو زمانہ آیا وہ شیخ ابو الرضا محمد کے حق میں نہایت برکت اور خوشی کا زمانہ تھا کیلئے جب شاہ جہان بادشاہ کا
اقبال پہاڑ کی چوٹی کا ڈھلنا ہوا سو سوچ تھا اور اورنگ زیب کی بلند اقبال کی آفتاب نصف پہنار تک پہنچا
تھا تو خدایت شیخ وجیہ الدین صاحب کو شاہی دربار میں بہت بڑا عزا و قدر حاصل ہو گیا تھا۔

شیخ ابو الرضا محمد کی تعلیم و تربیت کب شروع ہوئی اور خدمات اتالیقی کن علماء کے حوالہ کی گئی یہ ظاہر بہت
مشکل ہے کیونکہ کسی مذکورہ اور تاریخ سے اسکا پتہ نہیں چلتا لیکن تاہم شوارق المعرفہ کے ایک مختصر نوٹ سے
اسقدر ضرور پتا لگتا ہے کہ شیخ ابو الرضا محمد نے تمام ظاہری علوم حافظ بصیر سے حاصل کئے جو عہد شاہ جہان میں
ایک بڑا نامور و مشہور فاضل تھے اور جو حقیقت میں جامع علوم و فنون تھے حافظ بصیر کے علاوہ اس زمانہ میں
دیگر ماہرین فن اور اہل کمال بھی موجود تھے جنکی علمی روشنی نے شاہ جہان آباد کو اس سر سے لیکر اس سر تک پہنچا
دیا تھا مگر شیخ ابو الرضا محمد نے دیگر عہدین فن سے بھی علمی سرمایہ حاصل کیا ہو بہو صورت اپنی تعلیم و تربیت
بڑے اہتمام سے ہوئی کیونکہ آپکی حالت زندگی پر جاننا کہ نظر ڈالی جاتی جو ان سے تمام علوم و فنون میں ابکا
اعلا درجہ کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ شوارق المعرفہ میں لکھا کہ شیخ ابو الرضا محمد متعدد علوم میں اعلیٰ درجہ کا کمال لکھتے ہیں
اچھے فطرت کی بخشش و عنایت سمجھنا چاہیے کہ آپکا ذہن و حافظہ اس بلا کا تھا کہ ایک ہی زمانہ میں مختلف علوم
تحصیل کرتے تھے جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا بیان ہے کہ شیخ ابو الرضا محمد کے تمام علوم و فنون حقیقت میں
وہی علوم تھے اور قدرتا آپ میں جلد علمی کمالات پھیلنے سے موجود تھے لیکن چونکہ سانی قوانین تحصیل عہدی پر
جاری میں پہلے آپے بظاہر علماء کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم کی تحصیل کی اور چند روز کے عرصہ میں اہل حال

لے کر آپ کے واقعات انتقال پر نظر ڈالنے اور ان حالات کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے جو آپکے مرض موت کے متعلق
بیان کئے گئے ہیں کہ آپ مرنے پر عہد ہوا کہ آپ کو کمال کمال حرم کی عمارت تاریخ سنہ ہجری ۱۱۰۱ میں لجا دیا گیا کہ موت آپکی عمر
شہید چھ سال کی تھی جہاں واقعہ جو عہد میں سال سنہ ۱۱۰۱ میں مقرر ہوا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کا انتقال سنہ ۱۱۰۱ میں ہی ہوا ہے

کے نمرہ میں شمار کئے جانے لگے۔

الغرض جب آپ ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر چکے اور علوم ظاہر کی تحصیل تکمیل سے فارغ ہو گئے تو حضرت خواجہ محمد باقی کے فرزند رشید جناب خواجہ حزد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کمالاتِ علمی سے فیضیاب ہوئے۔ اول اول اگرچہ آپ بصواب دید والد بزرگوار اس زمانہ کے امر سے ملتے جلتے تھے اور شاہی دربار سے ایک مغز و ممتاز عہدہ ہی آپکے نامزد ہو گیا تھا لیکن دفعۃً آپکی فطری استعداد ظہور پذیر ہوئی اور آپنے عزتِ شیشی۔ بجز یہ نام۔ توکل کلی سہر حال میں سنتِ نبوی پر عمل کرنا اختیار کیا اور کیلکنت ابنائے دنیا حتیٰ کہ عزیز و اقارب سے بھی ملنا جلنا ترک کر دیا۔ ایک مشہور روایت سے ثابت ہوا ہے کہ جب آپنے عام دنیاوی تعلقات دست برداری کی تو اپنی محترم بی بی سے فرمایا کہ مونس من: جس رستہ کو ہم نے اختیار کیا ہے وہ ایک نہایت ہی خطرناک اور دشوار گذار رستہ ہے اور اس میں ذرا شک نہیں کہ جو خقیان اور شدتین ہمیں اس راہ میں جیلنی پڑے گی وہ سخت جگر خراش اور جانگزا ہو گی ہر باد جو دکنزت شدید و متاعب کے یہ ممکن نہیں کہ ہم اس راہ کو چھو کر کوئی اور راہ چلیں پس اگر تم اس زردناک مصائب اور المناک مشقتوں کو اختیار کرنی اور لذت و مزیدار غذاؤں قیمتی اور فائز لباس پہناؤں کرنا چاہتی تیرے قبائل و عشائر قطع تعلق کرنا چاہتی ہو تو ہماری رفاقت میں رہ سکتی ہو ورنہ تمہیں اختیار ہے۔ ممتاز و محترم بی بی نے آپکی یہ تقریر سنکر تمام زیورات اور کپڑے جسم سے علیحدہ کر دیئے اور ایک نیلی پیریز زیب بدن کر کے آپکی رفاقت کی اور دنیا کی آسائش و راحت اور تجملات پر لات مار کے راہ مولائین قدم فرسائی شروع کر دی۔

شیخ ابو الرضا محمد نے جب اپنی مہلتیں غلگسا ربی بی کو اس حالت میں ہی اپنا مونس و غمخوار پایا تو خالی ہاتھ والدین کے گھر سے نکلے اور فیروز آباد کی مسجد کے متصل ہی ایک تیرہ دنگ حجرہ مرتب کر کے سکونت اختیار کی اس زمانہ میں اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ آپ پر تین تین فائز متواتر گزر جاتے تھے اور اگر کسی سدر مرق میسر بھی ہوتا تھا تو جو کی روٹی اور چاچھ کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا جو کسی کہی محمد جان یا پور کوئی نیاز مند خدمت اقدس میں حاضر کیا کرتا تھا۔ لیکن آپ ہمیشہ نہایت قلیل مقدار میں سے تناول کرتے اور باقی فضول علی السوئی تقسیم فرما دیتے۔ آپکے مکان میں چولہا جلی ہنڈیہ وغیرہ کوئی چیز نہ تھی اور نہ آپنے ان چیزوں کے فراہم کرنے میں کسی کوشش کی لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد خدا تعالیٰ نے بغیر کسی سبب و ذریعہ کے اپنی برکت ظاہر فرمائی اور اپنے بندوں کے دلوں کو آپکی طرف متوجہ کر دیا دیکھو دیکھو

ایک نہایت خوشنما اور عالیشان جو بی بڑی شان و شوکت سے آپ کے لئے طیارگی گئی اور معاش میں تمام کمال تو سب سے ہوئی۔

شیخ ابو الرضا محمد غوث اپنا ایک ابتدائی واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں خواجہ خرد کی خدمت میں حاضر ہوا کہ شیخ تاج سبلی کے حجاب میں سے ایک خیر آیا جو تجرید و بے اسبابی میں انتہا درجہ کا کمال رکھتا تھا شیخ تاج حضرت خواجہ محمد باقی کے معزز و مقدر غلیفہ تھے چونکہ اس پر غیبت قوی غالب تھی اس وجہ سے جو بات خواجہ خرد اُس سے دریافت کرتے تھے اُس کا جواب بہت ہی رک رک کے دیتا تھا اسی زمانہ میں خواجہ کی زبان مبارک سے نکلا کہ جو شخص معرفت خدا کا طالب ہو اُسے اس جو امر کی صحبت اختیار کرنا چاہیے خواجہ کی یہ تقریر سننے ہی اُس فقیر سے اخذ طریقت کرنے اور صحبت کرنے کی میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی اور ایک بے اختیار سی جوش کے ساتھ میں اُسکی طرف بڑھا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے احتیاطاً اپنے خوری جوش کو دبایا اور ہنکار کر کے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی روح مبارک کی طرف متوجہ ہوا خواب میں مجھے دکھائی دیا کہ گویا حضرت غوث الاعظم ایک کشتی پر سوار ہوئے دریا کی سیر کر رہے ہیں اور میں دریا کے کنارہ پر آگئی پس بہت کھڑا ہوا ہوں ایسا ایک اب میری طرف متوجہ ہوئے چونکہ آپ کے ایک ایک بال سے شعاعیں بڑی تیزی کے ساتھ چمک رہی تھیں اسلئے نظرون میں خیرگی اور چکا چوند پیدا ہوتی تھی حضور نے خود مجھے بکار کر کے شیخ ابو الرضا محمد غوث پر آؤ یہاں تک پہنچ کر مجھے ہول ہو گیا اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کے بعد کیا ہوا لیکن اس قدر اثر میں نے اپنے دل میں ضرور پایا کہ اُس فقیر کی محبت میرے دل میں نام کو باقی نہیں رہی اور خود حضرت غوث الاعظم کی جناب سے استفادہ کا دروازہ مفتوح ہوا۔

فرماتے ہیں ایک اور مرتبہ میں نے جناب غوث الاعظم کو خواب میں دیکھ کر عرض کیا سید میں ہیں ایک ایسے شخص سے بیعت کرنا چاہتا ہوں جس نے آپ سے اخذ طریقت کیا ہو۔ فرمائیے کہ کون شخص ہے؟ کے قابل ہو فرمایا گنہگار و نہین عنقریب تمہیں جناب امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سعادت بیعت حاصل ہونے والی ہو چنانچہ مجھے اس موقع کا بہت متوڑا انتظار کرنا پڑا کہ ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں کہ گویا میں ایک ایسے رستہ پر جا رہا ہوں جہاں کوئی دوسرا آدمی نہ دیکھتا تھا لیکن ٹان گزرنے والوں کے قدم کے نشانات برابر محسوس ہونے میں چنانچہ میں انہیں قدموں کے آثار پر رستہ کرنے لگا ہوا تھی اور جا کر دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت صبیح و صلیح شخص جسکی عاقبت نہری پشانی میں تارہ انبال

چمک رہا ہوا رستہ کے عین وسط میں بیٹھا ہوا اور بائیں و شوکت بیٹھا جو میں نے جب اس سے دریافت کیا تو
 بات سے اشارہ کر کے فرمایا کہ میری طرف چلے آؤ ان کا یہ دل آویز فقرہ سننے ہی میں نہایت ہنساں ہوا اور
 آہستہ آہستہ آگے قدم بڑھایا زان بعد فرمایا اے آہستہ رو میں علی ہوں اور جناب سولہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے مجھے اس غرض سے بھیجا ہے کہ تمہیں ان کی خدمت میں بجا حاضر کروں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی
 بھراہی ہیں دور تا چلا بیٹھا کہ جناب رسالت کی خدمت میں حاضر ہوا جناب علی کرم اللہ وجہہ سیراۃ
 اپنے ہاتھ کے نیچے رکھ کر اپنا ہاتھ آنحضرت کے دست مبارک میں دیدیا اور فرمایا یا رسول اللہ خدا یا نبی اللہ یا محمد
 جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین سے بیعت لی اس وقت میرے دل میں خطرہ گذرا کہ کیا
 آنحضرت کے بیعت لینے کا یہی طریقہ ہے یا کوئی اور حضرت علی نے اس خطرہ پر فوراً مشرف ہو کر فرمایا کہ تمام لیا
 اللہ کے حق میں اس طرح تسلیم ہی ہوتا ہوں زان بعد آپ نے ہنگام اذکار اور اسرار کی تلقین سے سرفراز فرمایا
 اور خطاب و توجہ سے عزت افزائی کی اس زمانہ سے میں ذکر قلبی وہی بن مشغول ہوا اور تمام ہنگام وظائف
 مجھ پر نہایت سہل آسان ہو گئے۔

آجکا قد انبأ بن چہرہ رہتا۔ رنگ میں سرخی و سپیدی کے ساتھ ایک قسم کی ملاحت بھی ڈال ہی چکی اور
 کسی قدر دراز تھی۔ رشتہ داروں پر اس قدر گوشت کم تھا کہ چہرہ کی نام باریک رگیں ابھری ہوئی معلوم ہوتی تھیں
 اور سرخ و سپید رنگ میں سبزی لئے ہوئے رگیں بالکل وہی لطف و کھانی تھیں جو گل سرخ میں بنز رہا یا
 دکھائی دیتا۔

شیخ ابو الرضا محمد کا فضل و کمال علمی ذوق علم کی شاعت مجالس علمی و غیر

فضل و کمال کے اعتبار سے شیخ ابو الرضا محمد جس درجے کے آدمی تھے اسکی نظیر سے ہندوستان کی تمام
 علمی مجلسیں خالی تھیں وہ کو نہ علم تھا جس میں آپ کو تجویز نہ تھا علم نقلی و عقلی پر آپ کو تمام و کمال عبور تھا اسکی
 فنون آپ کے آگے بال پانی تھے اگرچہ آپ بیشتر اوقات کلام موفیہ کے معانیات مل کوٹنے اور تعلیم سلوک
 کی نکات و باریکیوں کے استنباط کرنے میں مہمک رہتے اور روزانہ اوقات ہنگامی و اذکار میں صرف ہوتے تھے
 تاہم یہ تمام منہبیں فرائض آپ کے علمی ذوق کے ماتحت رہتے تھے ان اہم اور فرائض ہر کے بعد جس قدر فرصت
 ملتی تھی وہ علمی مباحث میں صرف ہوتی تھی اول اول آپ طلبہ کو ہر قسم کے علوم و فنون کا درس دیتے تھے

اور مختلف علوم کے شائقین جو جوق آپکی خدمت میں تحصیل کی غرض سے حاضر ہوئے تھے لیکن آخریں بحر
تفسیر ریاضی و سی اور مشکوٰۃ شریف کے اور کسی علم کا درس دینا پسند نہ کرتے تھے کیونکہ اس زمانہ میں آپکی طبیعت
تمام علوم رسمہ سے ہٹ کر صرف قرآن و حدیث ہی کی طرف مائل تھی اور انہیں دو دن علموں سے خاص دلچسپی تھی
یہی وجہ تھی کہ آپ کا ہر وعظ اسی رنگ میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا آپکا دستور تھا کہ نماز جمعہ کے بعد ہمیشہ وعظ
فرمایا کرتے تو ابتداء قرآن مجید کی کوئی عبرت خیز آیت پڑھ کر تین حدیثیں نہایت ترسیل اور آہنگی کے ساتھ درج
لجبین انہر پڑھتے اور اس خوش لہجی اور دلیرانہ آواز میں پڑھتے کہ لوگ غول کے غول آ آ کر جمع ہوئے اور ہر درج
اور ہر مرتبہ کے آدمی جن میں طالب العلم علما فضلاء صدیقیہ میں شہرت وغیرہ ہوتے تو سب آپ کے جمع ہوجاتے
تھے اور تمام حاضرین ہمہ تن گوش ہو کر آپکا وعظ سنتے تھے آپکے لہجہ میں اس بلا کا درد اور اثر تھا کہ قرآنی الفاظ
زبان مبارک سے نکلنے ہی سامعین کے دل پر ایک چوٹ سی لگ جاتی اور سب کے دل کانپ اٹھتے تھے اور اسکے ساتھ
ہی بے اختیار ہی کی حالت میں اس شدت سے گریہ و زاری کرتے تھے کہ سکوت و خاموشی کی پُرامن حکومت میں
زلزلہ پڑ جاتا تھا۔ بعض جب تمام سامعین آپکی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے تھے تو آپ اس قرآنی آیت
اور حدیثوں کا فارسی زبان میں ترجمہ فرماتے جس سے سامعین کے دلچسپی بجا آتی اور اب ہر شخص اور ہر طبقہ
وعظ کو غیبت کے کاؤن سے سننے کا مشتاق بن جاتا شیخ ابوالرضا محمد صاحب کے بعد متوڑا سکوت کر کے اور پھر وہ
زبان میں احادیث کا ترجمہ اور ان کے منطقات کو اس شیوہ بیان میں اور دلکش بیان میں بیان کرتے تھے کہ خدا
رسول کی محبت کا جوش سامعین کی رگ رگ میں خون کی طرح دوڑ جاتا اور خدا کے سچے جلال کا پرتو
صاف باطنوں کے مجلہ دل پر پڑ جاتا تھا۔

آپکی تقریر کا سلسلہ آنا جانا بڑھتا چلا جاتا تھا اور تقریر کے وقت کسی موقع پر نہ کہتے تھے سلسلہ کلام میں الفاظ
و معنی کی تکرار نہ ہوتی تھی غیر معتبر اور بے سرو پا رویتوں کا تذکرہ ہی کیا تھا جس فن پر آپ بحث شروع کرتے
تھے تا وقتیکہ اس سلسلہ کا خاتمہ نہ ہو جاتا تھا دوسری بحث کا پہلو اختیار نہ کرتے تھے اور جب ایک تقریر کا سلسلہ
ختم کرنے کے بعد دوسری گفتگو شروع کرتے تو بعد کی تقریر پہلی تقریر سے زیادہ موثر اور دلکش ہوتی یہ
سب کچھ تھا لیکن آپکی تقریر ہر حالت میں حد اعتدال سے تجاوز نہ ہوتی تھی اور ہمیشہ رنگ آمیزی اور مبالغہ
سے خالی اور سادہ ہوتی تھی۔ سنگدلوں کو نرم دل کر دینا اور عباد و زاد کے دلوں کا مالک بن جانا شیخ کے
نزدیک کوئی بات ہی نہ تھی۔

آپ کی تقریر میں اس بلا کا جادو مٹا کر اسکا اثر ایک عظیم الشان مجلس پر برابر پڑتا تھا اور کسی کو دم مارنے کی جگہ نہ ہوتی تھی چنانچہ ایک مثنی حکایت سے یہکا ثبوت اچھی طرح ہوتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ محمد عاشق نے جو ماہرین فن اور اہل کمالات کے زمرہ میں شمار کئے جاتے تھے اور جنکا علمی تجربہ اور فضل و کمال اس عہد کے تمام لوگوں کو تسلیم تھا۔ ملا یعقوب سے بھی تحصیل علوم کی تھی اور جناب شیخ ابوالرضا محمد کی خدمت میں بھی فیضیاب تھے۔ ان کو مسئلہ توحید میں ایک گونہ نزد ہوتا جسکی نسبت یہ اکثر ملا یعقوب اور نیز شیخ صاحب سے دریافت کرتے رہتے تھے لیکن اسکے ساتھ ہی ملا یعقوب کے جوابات شیخ کی خدمت میں اور شیخ کی گفتگو ملا یعقوب کے پاس دوہرا کرتے تھے رفتہ رفتہ اسکی نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں حضرات میں تحریری مباحثہ شروع ہو گیا اور بہت دنوں تک اسکا سلسلہ ختم نہیں ہوا آخر کار ملا یعقوب نے کہا کہ میں خود شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بارہ میں بالمشاہدہ مناظرہ کر دوں گا اور وہ وہ اس مسئلہ کا ابطال کر دے گا چنانچہ ایک دن خدمت شیخ میں حاضر ہوئے اور آپ کی زور تقریر کو دیکھ کر باطل خاموشی و ساکت بیٹھے رہے جب مجلس برخاست ہوئی اور ملا یعقوب آشکر باہر آئے تو لوگوں نے اس سکوت کا سبب دریافت کیا کہا جو ان ہی میں شیخ کے سامنے گھیا میرے تمام علوم مساوب ہوئے اور آپ کی تقریر کا مجھ پر ایسا اثر پڑا کہ بات تک منہ سے نکلی۔

اس مثنی واقعہ سے جھٹھ شیخ کی زور تقریر کا حال معلوم ہوتا ہے اسطرح آپ کی ذکاوت ذہنی اور وسعت علم کا بھی اچھی طرح ثبوت ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ شیخ ابوالرضا محمد کے علمی فضائل و مراتب کے واقعات و حکایات کتابچہ میں اس کثرت سے پائے جاتے ہیں جنکا ضبط و مختصر نامکمل نہیں تو قریب قریب حال ضرور ہے۔ طائر خیال بلند پرواز آنکے مراتب علم اور شان کمال کی بلندی کو پائین سکتا اور علم کا مسافر میں مشاگرد اور سبکدوش گھٹا میں قدم قدم پر پڑ کرین کھاتا ہے اگر کسی کو آپ کے علمی کارناموں کے دیکھنے کی خواہش ہو تو کتاب شوارق المعرفۃ کا مطالعہ کرے۔

شیخ ابوالرضا محمد کی اخلاق و عادات

شوارق المعرفۃ کے مؤلف نے شیخ ابوالرضا محمد کی قابلیت پر جو مختصر بیان کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ جناب شیخ ابوالرضا محمد نہایت رفیق نظر عالی ہمت۔ بلند حوصلہ۔ قویٰ علم۔ فصیح اللسان۔ عظیم الودع۔ وسیع المعرفۃ۔ شجاع و فیاض شخص تھے۔ آپ کی ذاتی خوبیوں اور عام اخلاق نے تمام لوگوں کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا آپ کے اخلاق

معراج کمال تک پہنچ گئے تھے اور اپنے ہمصحرون میں باعتبار بعض بعض خوبیوں کے سب پر فائق تھے۔ گو کہ اپنے مزاج میں بے درجے کا عجز و تکبر تھا اور ہر ایک شخص سے خوش خلقی اور تواضع کے ساتھ پیش آتے تھے مگر سامنے ہی غیبا اور دوئمندوں سے دلی نفرت رکھتے تھے۔ عالمگیر جیسے پابند مذہب بادشاہ نے چند مرتبے درخواست کی کہ اگر اجازت ہو تو در دولت پر حاضر ہو کر سعادت فدیہ بھی حاصل کر دیں لیکن اپنے اس کی التماس کو نگاہ قبول سے نہ دیکھا اور اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی۔ امرا اور متمول لوگوں کو آپ ہمیشہ نظر حقارت سے دیکھتے اور کبھی انکی طرف التفات نہ کرتے اگر وہ مخالف و بدایا بھیجے تو آپ کبھی قبول نہ فرماتے البتہ اگر کوئی غریب مسلمان اور مخلص نامزد چار پانچ مہینے ہدیہ خدمت اقدس میں پیش کرتا تو اسے بڑی مسرت و تازگی کے ساتھ اپنے دست مبارک میں لیتے اور اس کے حق میں دعائے برکت فرماتے آپ کا قاعدہ تھا کہ تو مری اور حقیقہ کو جس خوشی اور رغبت کے ساتھ قبول کرنے کی تیرا وقت تھی چیر کو اس خوشی اور تازگی کی کیا تیر لیتے۔

حبطجہ آپ کو والد ارادوں سے نفرت تھی اور اسے بیل چلنا پسند نہ تھا، سب طرح آپ ضرورت کے علاوہ کسی کے مکان پر بطریق مضافت بھی تشریف لیجا نا اچھا نہ جانتے تھے چنانچہ سب مغلک پہنچے کامیان ہو کر جس مازین شیخ ابوالرضا محمد ابتدائی عمر کے مرحلے طے کر رہے تھے اس وقت آپ نہایت تنگی و عبرت کی حالت میں زندگی بسر کرتے تھے اکثر ایسا ہوا کہ آپ کو دو دو تین تین روز بغیر کھانے گزر گئے ہیں اور کہیں سے سدرتی نمک میر نہیں ہوا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ پر سوا تین تین دن گزر گئے اور کھانے کی کوئی چیز دستاب نہیں ہوئی اس وقت آپ کا ایک مخلص نیازمند آیا اور عرض کیا کہ میرے گھر میں کھانا موجود ہے آپ دبا شکم نہ رہتے فرمائیے اور اس نیازمند کی ہمانی قبول فرما کر عزت افزائی کیجئے آپ اٹھ کر اسکے گھر کی طرف متوجہ ہوئے جب مکان پر پہنچے تو وہ شخص آپ کو مکان کے دروازہ پر کھڑا کر کے اندر گیا کہ مسنورات کو کیسیو کرے خدا کی شان کہ دروازہ میں ایک جاربالی کھڑی تھی وضع اسے حرکت ہوئی اور شیخ پر گر پڑی جس سے آپ کو اسدرجہ صدمہ پہنچا کہ ہوش چھو گئے اور چند منٹ تک آپ عالم ہیوشی ہی میں پڑے رہے لیکن جب ہوش میں آئے تو اٹھ کر اپنے مکان پر تشریف لائے اور فرمایا یہ خدا سے تعالیٰ کی طرف سے ایک تنبیہ تھی کہ بار و دیگر مراعات میں کوتاہی و تلاش نہ کرنی چاہئے چنانچہ آپ کے بعد ہر کبھی کسی کے مکان پر بطریق مضافت تشریف نہیں لے گئے

واللہ اعلم بالصواب

شیخ ابوالرضا محمد کے حالات زندگی میں جو بات سب زیادہ قابل وقعت اور لائق تقلید ہو وہ آپ کی

بے نظیر نابت قہمی اور عظیم المثال استقلال ہے ہر چند کہ ابتدائے زمانہ میں آپ کو نہایت جگر خراش مصائب اور بے لگہ آنکھ لایف جیلنہی تھیں لیکن کبھی حزن و ملال اور اندوہ و غم کے آثار آپ کے چہرہ پر محسوس نہیں ہوئے بلکہ جلیح خوشی اور شادمانی کے زمانہ میں آپ شادمان و فرحان اور خوش و یکھے گئے، اسلیح محالیف و مصائب کے زمانہ میں خوش و خرم دیکھتا تو شیخ مظفر زبکی کہتے ہیں کہ ایک مرتبے بھر ایک ہی سو سو و غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا جس سے میں بے اختیار و نا پرتا اور ہلے ہلے کے فخرے بلند کرنا نہا جتا شیخ صاحب نے میرے اس مضطربانہ حال پر واقف ہو کر فرمایا عزیز من! خدا نے تعالیٰ نے اپنے طالبوں کی دو زمین کی ہیں ایک کی قسمت میں وقت و شادمانی مقدر کی ہو اور دوسرے کی قسمت میں اندوہ و ملال اور جب یہ دشت ازنی ہو تو ہر ملال رنج کرنے کے کیا معنی؟

ابتداء میں شیخ کا وقوع و عیاط حد اعتدال سے تجاوز کر گیا تھا اور اسوجہ سے آپ کی کیا تحفہ و ہدیہ قبول نہ فرماتے تھے چنانچہ شیخ مظفر زبکی کا بیان ہے کہ جب میں رہنک سے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو مصر کے کوڑے آپ کے لئے لایا کرتا تھا لیکن آپ، انہیں نکادہ قبول سے نہ دیکھتے اور فرماتے کہ گاؤن او قصبو کے رؤسا کی بیج و ثمر شرعی قانون کے مطابق نہیں ہوتی ہو اسوجہ سے میں اس تحفہ کو قبول نہیں کرتا چنانچہ میں نے اس رسم کو موقوف کر دیا لیکن اب میں بجائے اسکے کہ شیخ کھیلے کوئی ہدیہ و تحفہ لاؤن قدر مصری آپ کے صاحبزادوں کو برسم ہدیہ و دیدار کرتا تھا۔ جب اسکو ایک دراز زمانہ گزر گیا تو میں ایک غمہ تہنک سے آیا اور مصری کے دس گونے شیخ کے بچوں کے پیشکش کئے وہ انہیں لیکر شیخ کی خدمت میں آئے آپ نے انہیں سے تھوڑی سی مصری لیکر تناول کی زان بعد ایک دن میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا شیخ مظفر! ہم نے تمہاری لائی ہوئی مصری تناول کی واقعی بات یہ ہے کہ عجیب غریب چیز تھی یہ کھکر فرمانے لگے کہ اب ہم نے قورعات زادہ کو خدا حافظ کھا اور جس چیز کا ظاہر شرع حکم کرتی ہو اسے عمل میں لائے۔

اسلیح آپ سنت نبوی کی رعایت و ہتمام میں ہمتا سے زیادہ عیاط طاکرتے اور کبھی کسی سنت کو ترک نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ جب مسجد میں تشریف لاتے تو دروازہ پر تھوڑی دیر خاموشی کیساتھ توقف کرتے اور بایان قدم جوئے سے نکال کر سپر رکھ لینے زان بعد دایان قدم مسجد میں داخل کرتے اور ہر صورت سے مقصود یہ تھا کہ نفل کی دونوں حدیثوں پر عمل واقع ہو حدیث اول لیکن العینہ اولہما تغفل و اخرہما تلازم حدیث دوم کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب التیامن فی شانہ کملہ۔ اس کے صاف

معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مین دینداری اور مذہبی جوش اس درجہ تھا کہ آپ اپنے کسی اونے سنت کو کمال
احتیاط و ہتھام سے ادا کیا کرتے تھے اور سنت بنوی کو کسی حال میں ترک نہیں کرتے تھے۔

شیخ ابوالرضا محمد کا تصرف و کشف وغیرہ

شیخ کے کشف و تصرف کے واقعات اس کثرت سے شواہق المعرفت میں لکھے گئے ہیں جن میں ہم
فیصدی دس کا بھی انتخاب نہیں کر سکتے کیونکہ یہ چند مختصر صفحات ان کچلے کسی طرح کافی نہیں ہو سکتے
لیکن حکم ملاحظہ کلاہ ۱۰ یقولہ کلاہ کے چند وہ واقعات اس مقام پر درج کئے جاتے ہیں جنہیں ہم
و معتبر لوگوں نے نقل کیا ہے شیخ معظم علیہ السلام نے نقل کرتے ہیں کہ اورنگ زیب کے عہد سلطنت میں سنہ ۱۰۳۱
کفار نے ایک قدام پر قبضہ کر لیا تھا جس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی افواج دار الخلافہ ہندوستان سے روانہ
کی گئی اور ایک نہایت عظیم الشان و خونخوار جنگ واقع ہوئی لیکن ساتھ ہی مشہور ہو گیا کہ لشکر کفار سے
ایک شخص بھی نہیں قتل کیا گیا اور مسلمانوں کی فوج کو انتہا سے زیادہ نقصان پہنچا اس سے خود بادشاہ
اور ارکان دولت کو سخت اضطراب ہوا اور عام چینی و کرب بھل گیا شیخ کو بعض نقاس بارہ مہینہ دلائے
مستدعی ہوئے چنانچہ اپنے دعا کی اور فرمایا کہ خداوندی دربار میں میری دعا سے قبولیت کا جاسہ پہنچاؤں
تو راتوں رات گذر اہتا کہ شیخ نے نہایت جوش و سرور اور تازگی سے فرمایا اے محمد رسول اللہ مسلمانوں کی فتح ہو گئی
اور لشکر کفار شکست کھا کر ہلاک کیا۔ آپ کے رفقا جب مجلس اقدس سے اٹھے تو شہر کے تمام کوچہ و بازار
میں اس خبر کی اشاعت کی اور رفتہ رفتہ اورنگ زیب کے کاؤن تک پہنچی جسے وہ شکر و حیرت زدہ ہو گیا
اور کھایہ معاملہ کیا جو باوجود کہ ناکید و تشدد کے ہنوز خبروں نے اس بارہ میں کوئی خبر نہیں دی تھی
ہے کہ لوگوں کو یہ خبر کیونکر معلوم ہوئی چنانچہ اس نے اس میں شخص و مجلس شروع کیا اور انجام کار
معلوم ہوا کہ شیخ ابوالرضا محمد نے بطریق کشف یہ خبر دی جو فوراً دربار کے ایک معلم علیہ کو شیخ کی عزت
میں بردار کیا اور شیخ نے اسے جنگ کے مفصل واقعات سے مطلع کیا چند روز کے بعد جب یہ خبر
دربار میں موصول ہوئی تو اس میں اور شیخ کے بیان میں کچھ بھی تفاوت نہ تھا۔

ایک اور مرتبے کا ذکر ہے کہ آپ کے دل میں آیا کہ ایک ایسا دبیز اور مضبوط لباس تیار کرانا چاہیے
جو ایک دو سال تک کفایت کر سکے اور احتیاط و ورع اور نفی خاطر ہو کیلئے ہی ہی لباس تیار کرنا چاہیے

چنانچہ آپ نے ایک باشندہ کشمیر کو یہ خدمت سپرد کی اور اُس نے ایک شیشی لباس نہایت دنیو و سخت حاضر خدمت کیا جسے شیخ نے بڑی خوشی سے زیب بدن فرمایا اور شبانہ روز پہنے رہا دو ستر روز آپ نماز چاشت میں مصروف تھے تمام مجلس پر خاموشی کی حکومت پھیلی ہوئی تھی اور سکوت خیز چادر اس سر سے لیکر اُس سر تک تنی ہوئی تھی نماز سے فارغ ہوئیے بعد آپ نے ایک نہایت خوش آئندہ قسم کا شیشی پہنتی نے قوانین آداب ظاہر کر کے عرض کیا کہ حضرت! اس موقع پر آپ کے قسم کرنے کا کیا سبب ہے فرمایا حق تعالیٰ نے میرے دل میں القا کیا کہ کیا ہمارے خزانے میں کچھ کمی تھی جو تم نے یہ لباس بغیا کیا ہم ہر حال میں تمہارا کھیل ڈکار ساز نہیں ہم تمہیں دنیا میں ہی ناز و نصیب رکھنا چاہتے ہیں۔ تم ہی اس لباس کو اتار دو الہم عنقریب تمہاری شان کے لائق لباس بھیجے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ فوراً موجودہ لباس اتار دیا اور موجودہ لباس کے انتظار میں بیٹھ گئے شیخ منظم کئے ہیں بہن اس بارہ میں بہت تھوٹی دیر انتظار کرنا پڑا کہ ایک ضعیف عورت نے دروازہ کھٹکٹایا اور اندر آنے کی اجازت مانگی شیخ نے میری جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ دروازہ پر جاؤ اور دیکھو اگر لباس شال در شال اس رنگ ڈبنگ کا میا اور اُس پر سطح کے گل ڈبے پڑے ہوئے ہوں تو لیاؤ اور کو تیرا تدرانہ مقبول ہو۔ ورنہ وہاں کرو میں دروازہ پر گیا دیکھتا ہوں کہ ایک ضعیف عورت پراتی چادر اوڑھے ہوئے نہایت فصاحت و بلاغت سے بول رہی ہے اور اُس کے اٹھون میں ایک آہستہ اور کلفت لباس بالکل اسی رنگ ڈبنگ کا ہے جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا میں یہ دیکھ کر ڈنگ رہ گیا اور شیخ کے اس کشف پر مجھے نہایت تعجب ہوا الغرض شیخ نے وہ خلعت فاخرہ پہنا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا پھر تو آبکار یہ قاعدہ تاکہ ہمیشہ شیشی لباس بغیر قصد و اختیار زیب بدن فرمائے اور شالانہ پوشاک پنکر مکان سے نکلتے تھے۔

شیخ مسافر رہی کئے ہیں کہ درگداس کے واقعہ میں جب رہتک میں فتنہ و فساد شروع ہوا اور اسکے تمام اطراف و ضلع تاراج کر ڈالے گئے تو میں اپنے قبائل و عشائر کو ساتھ لیکر دہلی میں آئے لگا اُس وقت تمام دہقان و مزدور کی طرح آدمیوں کے خون کے پیاسے تھے اور وضعیوں جیسے لوگوں پر حملہ آور ہوتے تھے میرے ساتھ باوجود کثرت قبائل اور مستورات کے۔ باب و فتنہ کے بہت سی وجوہ تھے جنہیں میں اس وقت وبال جان سمجھتا تھا لیکن بفضل خدا سے ہم تمام راہ میں محفوظ رہے اور امن و امان کے ساتھ وہ دشوار گزار اور سنگین گھاٹیاں طے کر کے لگ بھگ تمام پرہیزگاروں کا

ایک وحشی غول ہمارا مزاحم ہوا اور غارتگری کے ارادہ سے ہماری طرف بڑھا میں نے نہایت جرات کے ساتھ ترکش سے تیر کھینچ کر کمان پر رکھا اور بڑی چیرہ دستی کی ساتھ اُن پر حملہ کیا۔ دو مقامیوں کا غول فوراً منتشر ہو گیا اور سب مرعوب و خوفزدہ ہو کر فرار ہو گئے اور ہم پر دُشمن کے پیچھے جا چھپے مجھ کو تعجب نہا کہ باوجود اس کثرتِ گنہگار اس درجہ مرعوب ہونے اور خوف کھا کر چھپنے کی کیا وجہ ہو لیکن جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہ عقدہ تمام و کمال حل ہوا شیخ نے نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات کی اور فرمایا شیخ مظفر! ہم اس سفر میں بہت کم ساتھ تھے اور منزل بمرزل تمہاری حفاظت و نگہبانی کرنے چلے آئے تھے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ مقامیوں نے تم پر جارحانہ کرنا چاہا اور تم باگل تنہا تھے اور اس وجہ سے اُن کی تاب مقاومت نہ رکھتے تھے ہم نے انہیں متفرق و پریشان کر دیا اور وہ مرعوب ہو کر جوڑیوں کے پیچھے جا چھپے۔

ایک دفعہ باشندگان رہنک کی ایک جماعت کسی تقریب کی وجہ سے دہلی میں آئی اور سب ملکر شیخ کی زیارت کیلئے چلے رستہ میں ایک شخص نے فی البدیہہ کہا کہ حقیقت میں شیخ کے کرامات و نصرفات کے حالات میں نے بہت سنی ہیں اور اس قسم کی حکایات اکثر لوگ نقل کرتے ہیں لیکن میں اُن حالات و وفات کی اسبوت تصدیق کر سکتا ہوں کہ خود انکسوں سے دیکھ دوں خیر اور کچھ نہیں تو آج صرف اس قدر چاہتا ہوں کہ شیخ مجھے خصوصیت کیساتھ حلواری ٹیٹا ملایں۔ چنانچہ جب یہ لوگ شیخ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور ملاقات کی تو آپ نے اپنی عادت کی موافق ہر ایک شخص کا حال دریافت کیا اور ملطف و مہربانی سے پیش آئے اُن بعد گھر سے حلواری ٹیٹا منگا کر اُس شخص کے آگے رکھا جس نے بطریقِ امتحان رستہ میں اسکی خواہش ظاہر کی تھی اور فرمایا کہ یہ خاص کمری کا حصہ ہے اس کے بعد رستہ کی باہمی تقریرِ عینہ نقل کی جس سے وجہ شخص نہایت شرمندہ و خجل ہوا۔

سید عمر متوطن حصار کا بیان ہے کہ ایک دفعہ شیخ صاحبِ خوبصورت رنگی ہوئی چادر سے اپنا جسم چھپائے ہوئے تھے اور ہرن کی خوشامد و لگی پوست پر بیٹھے ہوئے و طعینہ میں مصروف تھے اُس وقت مجھ کو اپنی چادر اور ہرن کی کمال بہت ہی مرعوب اور پسند آئی میرا میلان طبع اس طرف تھا کہ اگر ممکن ہو تو ایسی ہی جانور اور اسی قسم کی ہرن کی کمال تلاش کرنا چاہیے اور بنے فوش سے یادگار کے طور پر پیکی لینا چاہیے لیکن آپ کے لحاظ سے میں شیخ سے اسبابِ کچھ عرض نہ کر سکا اور میری جہد کہ اس خطرہ کو دل سے دور کرنے کی کوشش کرنا تھا مگر وہ رہ کر لڑا نہ بڑھتا تھا۔ اتنے میں شیخ صاحب مجلس اُٹھے اور مجھے فرماتے لگے تم فوراً

شہر سے رہنا مجھے ایک کام ہے آپ پانی کے ستایہ کی طرف تشریف لے گئے اور چادر میں جو شیرینی کا وہ بیہ لگا ہوا تھا اپنے ہاتھ سے وہویا زان بعد چادر اور برہن کی کمال دونوں کو نہ کر کے بھر عنایت فرمایا اور فرمایا کیا کرادیا۔ امد کے سامنے اس قسم کے خطرات کو دل میں راہ دینا چاہیے۔

بیان کیا جانا ہو کہ مسجد میں ایک دفعہ ایک عورت کا جنازہ لایا گیا اور شیخ سے استدعا کی گئی کہ آپ نماز جنازہ کے امام ہوں فرمایا ہنوز یہ عورت زندہ ہے۔ اور روح نے جسم سے مفارقت نہیں کی ہے اس صورت میں اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ عورت کے در نہ لے مبالغہ کیا کہ حضرت ابراہیم عورت یہی طور پر مہر کلی ہے اور تجربہ کے بعد ایسا کیا گیا ہے فرمایا ہتھکڑی تجربہ نے غلطی کی جو حقیقت میں عورت زندہ ہی انجام کا جب جنازہ کو کھول کر دیکھا گیا تو عورت زندہ ہی لوگوں کو تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوئی جنازہ کو اٹھا کر لے گئے اور اسکے ایک روز بعد عورت مر گئی۔ اگرچہ شیخ ابو الرضا محمد کے باطنی تصرف و کشف کی یہ ظاہر مثالیں ہیں لیکن جب عورت سے دیکھا جاتا ہو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سن رشد کے زمانہ سے عہد انتقال تک جو بات بھی آپ کی زبان مبارک سے نکلی وہ بجائے خود ایک سچا کشف اور معجزہ بنا کر دست تھی۔ گو ان بڑی مثالوں اور مثالی حکایتوں سے شیخ کا تصرف و کرامت بہت کچھ ثابت ہوتا ہے لیکن اس سے اعلیٰ درجہ کی مثال ایک وہ عینی واقعہ ہے جسے حافظ عنایت امد نے بڑے وفوق کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حافظ عنایت امد کہتے ہیں کہ علمی سوسائٹی کا ایک منتخب اور سند یافتہ شخص جو فضل و کمال میں بہت بڑی شہرت رکھتا تھا اور فضلا زمانہ میں امتیاز یہ نظروں سے دیکھا جاتا تھا مجھے ملا حقیقت میں اس کی وہ نظر اور ذکاوت ذہنی اور ذوق و تفریر اعلیٰ درجہ کی تھی اور کئی کئی کمالات کا ہر شخص کو اعتراف تھا۔ اس نے خاصہ کہ مناظرہ و مباحثہ کی تعلیم میں زیادہ محنت کی تھی اور اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے ایک خاص علمی سوسائٹی قائم کر رکھی تھی جس کا خود ہی سرکاری تھا اور چوبیسین شب روز علمی مجلسیں بڑے زور شور سے ہوا کرتی تھیں یہ اسی سوسائٹی کی مشق کا نتیجہ تھا کہ اس کی زبان کسی موقع و محل پر نہ رکتی تھی اور بات کا جو سبب جواب دیتا تھا انفرض شخص مجھے بلکہ کہنے لگا کہ اس شہر میں کوئی ایسا عالم و خاں باقی نہیں رہا جو علمی بحث میں مجھے مطلوب نہیں ہو میں نے اس کی یہ لڑائی سن کر جواب دیا کہ کسی تم شیخ ابو الرضا محمد کی مجلس میں بھی گئے اور ان کی زیارت سے مشرف ہوئے ہو بلا میں نے سنا ہے کہ عوام کو تفسیر حبیبی کا وعظ سنا ہے میں وہ اصل انہیں کیسیطہ اعظم و فضل حاصل نہیں ہوا اور علمی فضائل سے محض بے بہرہ ہیں اس کی اس گستاخی

پر مجھے سخت طیش آیا اور غصہ کے لہجہ میں کہا کہ اس سے زیادہ بیہودہ گوئی مت کرو! انکی مجلس میں جاؤ اور کمال علم کا اندازہ کرنا پانچ جہ کے وعظ میں وہ شخص حاضر ہوا اور بحث کا پہلو سوچتا رہا شیخ نے اپنے باطنی اثرات سے اس کی یہ علجان معلوم کر کے ایک ایسا زبردست نصرف کیا کہ اس کا سارا علم سلب کر لیا حتیٰ کہ صرف و نحو کا ایک قاعدہ تک اس کے حافظہ میں نہیں رہا دوسرے علوم کا تو کیا ذکر ہے اس نے اپنی حالت میں یہ فوری تغیر و تبدل دیکھ کر معلوم کر لیا کہ یہ شیخ کے نصرف کا اثر ہے فوراً نام و مہوا اور علی رؤس الاشطاء اپنی ان ترانہوں سے توبہ کی ادھیج کی خدمت میں پہلے درجہ کی تضرع و عاجزی پیش کی آپ کو اسکی حالت پر رحم آیا اور اسے اس کا علم عطا فرما کر عملی حالت پر اسے آئے زمان بعد اس نے اور بھی عاجزی و نیاز مند بنی ظہر کی اور سخت عاجزی و ہنسا سے پیش آیا شیخ نے فرمایا بیشک میں عالم و فاضل نہیں ہوں اور عوام انسان کو تفسیر حسینی کا وعظ سنا تا ہوں آپکی یہ دل آویز اور تواضع سے بہری ہوئی تقریر سنکر اسے اپنی گستاخی و بے ادبی پر تہنید ہوئی اور اب اس نے دوبارہ اخبار نیا مسند سی کر کے توبہ کی اور کہا کہ میں آپسوجیت کرنا چاہتا ہوں شیخ نے اسکی بیعت قبول نہیں کی اور فرمایا منقش و نگارین الواح کسی کام کی نہیں ہوتیں اجماع شیخ ابوالرضا حمید کے اس قسم کے واقعات اسد جہ شہور میں کہ نہ کرہ مثلاً خا صکر ان کما یون میں جو اس واجب الاحرام اور معزز خاندان کے حالات میں لکھی گئی ہیں بکثرت پائی جاتی ہیں اسی لکھنؤ میں صرف ایک اور واقعہ جو سابق کے واقعات سے بھی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے لکھکر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔

رحمت اللہ کفرض و ذکا بیان ہے کہ جس زمانہ میں شیخ ابوالرضا محمد فیروز آبادی کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے اس زمانہ میں میں ہی وہیں موجود تھا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں درخت کے سایہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا تھا اسی اثنا میں حاضرین میں سے ایک شخص بول اٹھا کہ سنا جاتا ہے شیخ بائزید بطامی بعض اوقات ایک شخص پر نظر خاص ڈالتے تھے اور وہ شیخ کی قوت جذب اور رحمت نظر سے مرعوب ہوتا تھا اس زمانہ میں اگرچہ شیخ کا غلغلہ آسمان تک پہنچا ہوا ہے اور ہر طرف سے ہی صدا کا قانون میں برابر پہنچ رہی ہے کہ غلام شیخ اس قدر ومنزلت کا ہوا اور غلام اس رتبے کا لیکن کسی میں ان جیسی باطنی قوت نہیں پائی جاتی۔ یہ سنکر شیخ کی غیرت کی رگ حرکت میں آئی اور آپ نے بے اختیار ہی جوش کے ساتھ فرمایا کہ بے شبہ بائزید بطامی ارواح کو جذب کر لیتے تھے لیکن انہیں ارواح کو دوبارہ جسموں میں ڈالنے کی

قوت نہ بنی میرے دل نے جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے وہ تربیت حاصل کی ہے اور حضور نے مجھے وہ قوت مرحمت فرمائی ہے کہ اگر چاہوں تو کسی کی روح جذب کر لوں اور اسکے ساتھ ہی چاہوں تو واپس کر دوں۔ یہ کمک شیخ نے مجھے نظر خاص ڈالی اور بڑی عجایب کے ساتھ میری روح کو جذب کر لیا میں مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا اس وقت مجھے کچھ اسکے اور کسی بات کا شعور نہ تھا کہ اپنے تئیں ایک عربی اور گہرے دریائین ڈوبتا دیکھتا تھا۔ جب میری کیفیت ہوئی تو شیخ نے سائل کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اسے دیکھو مردہ ہے یا زندہ اس نے غور میں ڈوبی ہوئی نظر سے مجھے دیکھا اور ایک ایک عضو کو ٹٹول کر عرض کیا کہ بالکل مردہ ہے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اسے اسی حالت پر چھوڑ دوں اور چاہو تو دوبارہ اسکے قالب ہائین روح واپس کر دوں سائل نے لڑے ہوئے عرض کیا کہ اگر زندہ ہو جائے تو کمال رحمت و عنایت جو چاہے اپنے دوبارہ توجہ کی اور میں زندہ ہو کر اٹھ کر اٹھوا نام خدا رحمت علیہ کی قوت دیکھا دنگ لگی اور سوا غصہ کو یاد کر کے غشش کرنے لگے۔

شیخ ابو الرضا محمد کے مکتوبات و ملفوظات و دست و غیرہ

جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی ایک عمدہ اور نہایت قیمتی تصنیف میں شیخ ابو الرضا محمد کے بہت سے مکتوبات جمع کئے ہیں جو بالخصوص حضرت صوفیہ اور علم سلوک کی سنگین گمانیوں کے طے کرنے اور ان کے لئے از بس مفید ہیں اور جن سے شیخ کے علمی کمالات کا ثبوت اچھی طرح ہوتا ہے لیکن چونکہ کتب کبب بالکل ادبی اور عوام کی دلچسپی سے خالی ہیں نیز اول تو ان کا اردو زبان میں ترجمہ کرنا تکلف سے خالی نہیں اور اگر نمونہ کسی مکتوب کا ترجمہ کیا بھی جائے تو افسوس اس سے لوگ فائدہ نہیں اٹھا سکتے لہذا ہم ان میں بعض مکتوب جو نہایت ہی مفید اور سہل ہیں اور جن سے شیخ کی خدا و ذہانت اور زور و عظمت ثابت ہوتا ہے بطور نمونہ معزز ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں امید ہے کہ شائقین بڑے ذوق و شوق سے پڑھیں گے۔

ایک دفعہ شیخ احمد سہروردی کے بلند اقبال اور نامور پوتے شیخ عبداللہ نے جو اس زمانہ کے مشائخ مشائخ کے زمرہ میں ایک نہایت معزز و ممتاز قابل شمار کئے جاتے تھے اور جن کا علمی تجربہ کمال بڑھ چکا تھا شیخ وقت کو تسلیم تھا شیخ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس کے اخیر حصہ میں یہ عبارت تحریر تھی ثم المرء

مکارمک الشریفة ان لاتسونا من دعواتکم الصالحة فی اوقاتکم المرحوة فان الامر صعب فی الطریق تعبه
و مرعب قال علیہ السلام وان اصابکم عقبة کؤدسہ کیف الوصول الی سعاد وودونها + قلل الجبال و دودین
حتوف + الرجل حافیة و مالی مرکب + و الکف صف و الطریق مخوف + عزیز من بشفق من ! آنچه سخن حق
است در گفت نیاید و آنچه از غیر حق است چندان گفت را نشاید پس سخن کوتاه باید و السلام -
جناب شیخ ابو الرضا محمّد صاحب شیخ هو الا حد که اس خط کا یون جواب تحریر فرمایا -

عنایت نامه و شفقت نامه رسیده را بطه مصافقت و کینائی استحکام پذیرفت جن اکمل الله سبحانه
عن اکمل مکمل و اوصلکم الله عز شأنه مرا مکمل - مرقوم بود و کیف الوصول الی سعاد وودونها + قلل الجبال
و دودین خوف + و الرجل حافیة و مالی مرکب + و الکف صف و الطریق مخوف + انتهى الحق که و صواب و سعاد وود
ذاتیہ مطلقه بالاطلاق الحقیقی بمرتبطی که معنی بر عبور شد و حق - جبال اعتبارات محضه اضافات و همیه صریح
عالم خلق و امر است همچنین صوب الحصول است زیرا که سالک حقیقت خود را بدان مخوف گردانیده است مشاء
و مدارک خویش بدان نقش ساخته و الا فالحق سبحانه فی الحقیقة من الوجه الخاص اقرب الی العبد من جبل
الوید لا شطریق موصوف لا مامون و لا مخوف لا یسم غمہ رجل حافیة و لا مرکب و لا کف حافیة ای
خالیه اذ ممکن لیس له ظهور فی الناس فیما من احتجب باشراق نورک و اختفی باستغراق ظهورک
توهمت قد ماء ان یلیع تدوحت + و ان لنا فی البین بالمنع اللثام + فلاححت فلا و الله ما تهم
مانع + سئ ان عینے کان من حسننا اعمد + پروہ برخاست یا بدیدستم + دست با دوست کرده و در
آغوش + آن شناسد حدیث این دل است + که ازین باده کرده باشد نوش + و غنی بی متی قلبی
خفیت کما غنی + و کنا جنتا کانا و کانا حیثا کنا + رباعی روزان توب بودم و ندانستم + شب باتو
غندوم و ندانستم + ظن بودم من کمن جمله نم + من جمله توب بودم و ندانستم + نوشته بودند که آنچه سخن حق
است در گفت نیاید - ظاهر امر او آنست که در گفت نیاید بجز قصور و افهام مستعین و گرنه سخن اگر فطنی است
عین گفت است و اگر فنی است فاما من عیان الادله بیان و و سره کبریا که کبریا کبریا کبریا کبریا کبریا کبریا
اکث بانو میسبل سواد کون لا و سبیل + و السلام علی اهل الله الکرام -

ایک اور مرتبہ شیخ عبد الاحد نے آپ کو یہ خط لکھا - الحمد لله الذی اوجدناہ فوجدناہ و اخرجنا من
الظلمات الی النور ففرقناہ - ارسل الینا بشیر و نذیرا نتبعناہ - انزل علینا کتابا مستہیما فقلنا

رسمه و متفادات فاسده عقلیه اخلاط سوداویہ غیر طبیعیہ کہ سالک را از وصول بمنزل مقصود بازدارد و غالباً
 حکیم عاذق نبود تشخیص مرض نمود بجای بلبله سودا بلبله اصغر بدو و غلط صفر نکرد و معاونت سودا نمود و اگر کسی
 افتاد حال المزاج انجامید و عاذق ان طریقت و ماہر ان حقیقت بکلمت نظری و علی با شرب چاره یاب بتوفیق
 اللہ تعالی تبدیل مزاج کنند چنانچه تعالی ظاهر است کہ بیخ ظاہری مجاہد و نیست و او باطن است کہ بجزو سے
 چیزے و باطن نیست قال فیما سئل اللہ علیہ وسلم فی مناجاة اللہم انت الظاہر لا ظاہر فی قک وانت
 الباطن لا باطن و دندک سے تو هست قد عالم ان یطی بتوفیق و ان لنا فی البین ما بینم اللہما و خلقت
 فلا والله ما ثم مانہ و سو ان عیسے کان من حسنہا اے و اگر نہ بیند بروز شپہ چشم و چشمه آفتاب را چو گنہ
 کمال ان حقیقت کحل غنایت در چشم کشند و نایبانیان را چشم بخشند انی ابرئی الاکھ و از ہر ص کحل غنایت
 جز بلبلان طیور نہ کشند ہم من ذہم و من لو یفہم لہ یفہم یفہم و اللہ الہادی کحل غنایت مرکب است
 از و جزو ترقیق و تخیج ترقیق آنست کہ قلم اعلی بحروف عالیات بشکافت و زبان شد ظاہر الوجود و باطن
 الوجود باطن بدورہ رفت امر و خلق پدید آمد اجناس تنوع بہر کس بخشید سے ماوریا لکس رخ یار و یار
 ایم و مطرب بگو کہ کار جهان شد بکام ما و تحقیق آن باشد کہ ادانی در اقصی و اسافل در اعلی تحقیق کنند
 و در چشم کشند بروق شود بدین شد و اراضی قلوب بنور جمال مطلق منور گردد و اشراق الارض بنور رہا و عطا
 سطوت احدیہ ذات ہستی طالب را در عالم نیستی بر سر کل شیء ہالاک الا وجہ بظہور پیوند و این بہنگام ہر کس
 از مرزائی خود آگاہی یابد محمد مرزا - مرزا محمد گردد۔

ایک اور شرط میں شیخ نے اپنے پر زور قلم سے مرزا موصوف کو یہ مضمون تحریر کیا۔ ہوا الحق القیوم یا عزوجل
 و یا جلالی قطب و حدایتی وانت تشرک انا نیتک با نایتی ان هذا الاشک جلی لا شریک خفی۔ افلا
 تخاف من عزتی ولا تستخفی من قدر انیتی۔ یا مرہم انت الموهوم۔ و انا المعلوم۔ انا اللہ۔ وانت الظہور۔
 انا الحق و الحقیقۃ وانت المجاز و الطریقۃ ان کنت ترد ان تکن مجد لوجود فادفع الموهوم
 واقدم المعلوم و قل بقلک السلیم و بسرک القدیم بلا عیب ولا مریب فی کل زمان و فی کل مکان۔
 لا هو الا انا و لا انا الا هو فاذا رفعت البین و صلت بالبعین فان شککت فیہ فانت معلول و ان
 ارتبت فانت معزل و ان قبلت بایمانک و ايقانک فانت مقبول فلا تكون من المذنبین المرودین۔
 اجبت سوالک برہمتی و لکن لا تغفل عن عظمتی و علیک ان لا تظهر ما القیت علیک عند المرجعین

لا من جرم الا لعل اطل - ولا من جرم الا الواصل ان فهمت کلامی فغلبت حجتی و سلامی -

دوسری مرتبہ آپ نے باین مضمون خط لکھا - بسم الله الواحد الاحد قال لی الحق والملاک المطلق یا خیر
وہر صائی بعرفی و جہائی کنت احدا ولم یکن شیء و دانی و اکون شیئا سوائی اظہرت بذاتی من ذاق شیئا
و صفائی و ظہر الخلق و الخلیقة و انا الحق و الحقیقة و انا الذات نکل شیء و انا الخیوة لکل حی فالخلق
کنہہ قدری و الخلیقة کلہا امری من اراد بقاء فی لیل قلب جلائی و لیل ذکر بن کمالہو حق و لا اجہد
ولا ملکوتی و ہوا لا ہوا لاہو من فہم کلامی فغلبہ دھمتی و سلامی -

شیخ عبد الحفیظ کو جب آپ کے خواص صحابہ میں ایک سغزو ممتاز دوست تھے اور جن کی رعایت شیخ کو
ہمیشہ ملحوظ نظر رہتی تھی ایک مرتبہ یوں تحریر فرمایا - بھنم کہ از رویائے نور نورانی جہا بے اکثر بشتابی و ازین جہا
رو بتابی خود را دیدہ ایمان نورانی و این قسم را بقصد و توجہ دل بر خود نگاہداری کہ قصد و توجہ را در استبقا
حالات قلبیہ اثر تمام است چون قصد شکستہ گردد و خطرہ غیر راہ یا بدر فی الحال بخیاں بازشتا بدر اضا
و دران نور اسم ذات با اسم شکم در جائے تنہا و تار یک بدل حاضر فی الغذ و الاصال علی التوالی الا انصاف
بگوید بحدیکہ از خود و از ہمہ بے خبر شود و وزن دل کشا وہ گردد - ارواح جملہ فرشتگان و پیغمبران را در
بیداری بیند و فواید عظیمہ از ایشان گیر و ذلک فضل الله یؤتیہ من یشاء و الله ذو الفضل العظیم
چشم دل چون باز شد معشوق را در خویش دید بہ عین دریافت چون بیدار شد چشم جہا بے

اس کے بعد شیخ عبد الحفیظ نے اس حدیث قدسی کے معنی دریافت کیے جو قصہ معراج میں وارد ہوئی ہے
اور لکھا کہ اس جملہ قدس یا محمد فان الله یصلی کی توضیح ارشاد کیجئے آپ نے بروشتہ قلم یہ مضمون تحریر
فرمایا - بخاطر فاتر و روانہ کہ چون آن سیم رخ قاف معرفت بر ہوائے عالم خلق و امر پیاں نمود بسر حد
اخیرہ عالم کون و امکان رسیدہ ہوائے دلکشائی عالم قدس حضرت آئی و نظر آمد از بس علو ہمت کہ ذات
خواست کہ دران عالم تیر طیران نماید خطاب مستطاب در رسید کہ قد یا محمد یعنی علی النقطة الاخیرہ من عالم
الامر فانہا احد العبقریۃ مع مشاہدۃ الربوبیۃ فان الله یصلی ای یبیدان یرحمہ بلک علی العلمین باب
والسألة و یجب ان یعرف الرسول فی هذا البینح حتی یستفیض المعارف و الاحکام من الحضرة الالهیۃ
و یفیض علی عالم خلقہ و امر و قیامک بملادی اجلب رحمتی علیک من قیامک بملاد نفسك اربید مصلہ
و یرید ہجری فانک ما اربید لما ید فانی فی الوصول عبیدۃ نفسی و فی ہجری مولی للمولی و نسب

بعلومہست حضرت علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام آنت کہ بعد از طیران در ہوائے عالم اتنی دین برنج باز
 آورده خطاب فرمودہ باشند و معانی دیگر مستبعد کہ فراخ مذاق مقلدان بعض صوفیان متاخر افتد
 دوبارہ شیخ صاحب حدیث مذکورہ بالا کی یہ تفسیر لکھ کر شیخ عبدالحفیظ کوروانہ کی کہ چون ان شبہا
 از ہوائے کثرت اسمائے صفات الہیہ در گزشتہ بقصوی برزخیہ کہلے کہ اول مراتب تعینات است
 و بحقیقت محمدیہ سماء است دم گرفت کہ بعالم حقیقت ذات مجرور پرواز نماید خطاب رسید کہ قف یا محمد
 علی هذا البزخیۃ الکبریٰ الیٰ التی ہی منتهی مقامات العارفین فان الله یصلیٰ اى یرحم علیٰ کمل عبادہ فی
 هذه المرتبة العلیا والمنازلۃ النافی او یرحم علی عبادہ بالاص بالوقوف فان التثقیق الی طلبہ وادھ
 تفصیع الوقت وطلب لما لا یمکن تحصیلہ ادا المعنی فان الله یصلیٰ اى یبعد بنفسہ یعنی یثقی علی کمالۃ الذاتیہ
 و یتوجہ الیہا غنی عن العلمین لا مجال الی جد فی شوق عزتہ وحریم نفسہ ۛ تعالیٰ العشق عن ہم الرجال
 وعن وصف التفرق واللوصال ۛ متى ما جلی شئ عن خیال ۛ یجل عن الاحاطة والمثال ۛ

یہا تک مولانا شیخ ابو الرضا محمد صاحب خطوط جس قدر مجھے لکھنے تھی نقل کر چکا۔ اگرچہ میرے پاس
 شیخ کے خطوط کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ اور اس قسم کا سرمایہ بہت کچھ موجود تھا جو مجھے اس بارہ میں کافی مدد
 دے سکتا تھا مگر میں نے اُنہیں اسوجہ سے نظر انداز کر دیا کہ عام لوگوں کی دلچسپی سے خالی تھے۔ صرف ہی
 بعض خطوط قلمبند کیے گئے جو مغز ناظرین کی دلچسپی کے باعث تھے شیخ کے وہ تمام خطوط جو اپنے مختلف
 مشائخ صوفیہ اور علماء و فضلا کی طرف لکھے ہیں۔ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک جگہ جمع کر دیئے
 جو ۱۳۵۰ ہجری میں کتابی صورت میں طبع بھی ہو چکے ہیں شائقین کو اسکا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اسکے بعد میں شیخ کے مسودات میں سے بعض مہ باتیں بعینہ قید کتابت میں لانا چاہتا ہوں جو
 نہایت ہی مفید اور قابل انتخاب ہیں اور جسے آپ کی عملی زندگی کا اقتدار اور علم و فضل کا اصل چاہ و جلال اظہار
 ثابت ہوتا ہے۔

۱) آپ رسالہ اصول الولایۃ میں آیہ یا ایہا الذین امنوا اتقوا الله وابتغوا الیہ الوسیلۃ کی تحت
 فرماتے ہیں کہ فرائض ولایت کبرئے شش است چار شرط ہر تیب نص۔ اول ایمان بتصدیق دل و اقرار
 زبان و دوم تقویٰ بالکتاب مامورات و اجتناب مخطورات۔ سوم طلب شیخ طریقت کہ وسیلہ عبارت اذان
 راہ و وصول بدوست ازو عیان است چہارم جہاد بارشاہ و در افکار انانیت و اثبات ہویت و دور کن از خود

رستگاری و بقا شود و دست گرفتاری که فلاح عبارت از آن است و ولایت کبریه همین است.
 اسی رسالین آپ یہ بھی لکھتے ہیں۔ چون مرید صادق و خلوت درآید اول بگی از ملک خود برآید غسل
 کامل نماید و جامه پاک بپوشد تا خدمت پاکی را شاید روسے بخند آرد و دو رکعت بنیت توبه گزارد و نجات
 خود در او آئے حقوق خلق و خالق بندہ بتضرع و زاری در موضع خلوت نشیند بیکسیر تحریمہ جمعہ جماعت بپايد
 بعد از خلوت شتابد از همراه حذر نماید چپ و سرست نظر کند از نظر خلق پرہیزد و از لذت نفس گریزد۔ در آمد
 شد غفلت نورزد۔ خلوت کہ چنین نباشد بیچ نیززد۔ کار بگذرد مراقبہ و دوام جہارت و انکسار کچم گیر و در وقت
 کسل خود را از نماز نفل و تلاوت و درود و استغفار خالی نپذیرد و اگر لال یا بد تجارت و وضوشت تا بد اگر غلبہ
 بود بخوابد تا نفل حدیث گوید و براہ معصیت نپوید ثلث لیل و نہار خواب باید تا جسد را مضطرب نیاید شش
 ساعت در شب و دو ساعت در روز و رہبر و جانب بقدر درازی و کوتاہی روز و شب کم و زیادہ کند و نقصان
 از ثلث بتدریج حاصل کند پیش از خواب آفتاب بکمال طہارت بر صلی رو بقبلہ بگذرد و مراقبہ انتظار نماز مغرب
 کشد و میان مغرب و عشاء بگذرد و مراقبہ و نماز مواصلہ نماید کہ در تنویر قلب تاثیر تمام دارد چون صبح طلوع نماید
 این چارو بخواند اللھم یا رب انت اللھ عالمہ و انا عبد جاہل اسألك ان تزقنی علما نا فاخفی عیون
 بیدک والاھلک۔ یا رب انت اللھ غنی و انا عبد فقیر اسألك ان تحفظنی حتی لا اسأل من سواک کفاف
 الدنیا والاھلک۔ یا رب انت اللھ قوی و انا عبد ضعیف اسألك ان تعیننی حتی اغلب الشیطان بقوتک
 والاھلک۔ یا رب انت اللھ قادر و انا عبد عاجز اسألك ان تحمیلنی جاہدا علی نفسی حتی اقهرها بقوتک
 والاھلک۔ پس دو رکعت سنت در خانہ گزارد و پیغمبر گفت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر کہ میان سنت و
 فرض فجر چیل و یکبار بخواند یا حی یا قیوم یا خاں یا هنان بدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاكرام
 لا اله الا انت اسألك ان تعین قلبی بنی معرفتک یا اللہ یا اللہ یا اللہ اگر ہمہ دہا ہمہ بند و نش نیز و دایمان
 سلامت برو چون بقصد جماعت از خانہ برآید گوید بسم اللہ و یا اللہ ولی اللہ و التکلان علی اللہ و لا حول و لا
 قوۃ الا باللہ چون بدر مسجد رسد گوید اللھم عبدک بیا بک من نبک بیا بک قوۃ الیک عن سواک یتغفر
 و یطلب رضاءک ان لم تقبہ باب فضلک فای باب سئی بابک پاسے رست و مسجد نہد گوید بسم اللہ و اللھ
 اللہ و الصلوۃ و السلام علی سول اللہ و چون درآید گوید اعفی یا اللہ العظیم و بوجہ الکرم و سلطانہ القدیم
 من الشیطان الرجیم از شر شیطان در امان باشد و چون اندرون مسجد رود سلام گوید و اگر کسی نباشد یا مشغول

نماز باشد بگوید السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین بعد از ادا سے جماعت بجائے خود رو بقبلہ نشست
 مذکور و مراقبہ بجز تمام اشتغال نماید کہ خواب درین وقت سخت مکروه است اگر خواب غلبہ نماید مذکور گویان با
 و نشستن دفع نماید تا چون آفتاب یک دو نیزہ بلند گردد و رکعت بنیت شکر ادا نماید پس ازان ہر جا کہ
 جمعیت خاطر باید و مسجد یا در خلوت مذکور و مراقبہ اشتغال نماید تا بلر روز آنگاہ چار رکعت نماز چاشت
 گزارد و اگر تعلیم و تعلم یا کار سے ضروری و مشتہ باشد بقدر حاجت بکار خود مشغول گردد و الا تجدد وضو
 مذکور و مراقبہ بنشیند اگر خوردنی موجود باشد بخورد و در وقت خوردن بزبان ذکر و بدل نیک حاضر باشد
 بعد ازان بہ تجدید وضو مذکور و قیلولہ رود چنانکہ بیداری پیش از زوال آفتاب غنیمت شمر و تا در وقت زوال
 آفتاب بطہارت کاملہ رو بقبلہ ہر چاہد و اگر و مراقبہ نشستہ باشد چون آفتاب برگردد چار رکعت صلوٰۃ
 زوال ادا نماید بعد از ادا سے نماز ظہر اگر امر سے ضروری از زیارت و عیادت و تعلیم عیال و پیش احوال
 شان و مشتہ باشد بقدر ضرورت اشتغال نماید و شتاب از نزد ایشان برخیزد و استغفار کند حسنت الابرار
 سیات المقرین پس ازان تکمیل طہارت تہیہ نماز عصر کند و میان عصر و مغرب مذکور و مراقبہ موصلت
 نماید **۵** عمر برف است و آفتاب تموزہ اندکی ماند خواجہ غزوہ ہنوز بہ دل گفت مرا علم لدنی ہوس است
 تعلیم کن و گرت بدین دسترس است کہ گفتم کہ الف گفت و گریچ مگوہ و زخانہ اگر کس است بحرف بس است
 شیخ ممدوح کی ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہو کہ آپ شب و روز طاعت خداوندی
 میں غرق رہتے تھے اور ان منصبی فرائض اور اہم معاملات میں جو وقت دم لینے کو ملتا تھا وہ ناگزیرہ علیہ
 میں صرف ہوتا تھا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو عملی زندگی احکام شریعت کے دائرہ میں بسر کرنے کا
 خیال بدرجہ غایت رہتا تھا اور آپ کون کون سے افعال کو جائز اور کن کن باتوں کو ناجائز قرار دیتے تھے مجمع
 و بزرگ شیخ کے حالات زندگی پڑھنے والے خود بخود اس بات کی بخوبی جانچ کر سکتے ہیں کہ عمد طفولیت سے
 لیکر زمانہ انتقال تک جس شخص کی زندگی بالکل آسانی شریعت کی پابندی اور نبی معصوم کے احکام کی
 متابعت میں گزری تھی شیخ ابوالرفاعہ جناب شیخ وجیہ الدین کے فرزند رشید اور مولانا شیخ عبد الرحیم
 صاحب کے برادر کلان تھے قطع نظر ان تمام باتوں کے عبارات مذکورہ سے شیخ کی انشا پر داری اور زور
 قلم کا کمال بھی بخوبی واضح ہوتا ہے آپ نے ان طولانی مضامین اور غیر محدود مباحث کو جکے لیے صد ما
 اجزا سیاہ کیے گئے ہیں اور بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں نہایت مختصر اور چھوٹے چھوٹے جملوں

میں کس خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔ پھر اس پر عبارت کا طرز جیسا دلکش اور موثر ہے اظہر من الشمس ہے
سلسلے کہ نگوشت از بہارش پدید است ۛ

علاوہ ان میں شیخ کے مسودات میں بہین بعض وہ عبارتیں بھی دستیاب ہوئی ہیں جو تصوفی حقیقت
میں اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہیں اور صوفیائے کرام کی موجودہ اور آئندہ نسلوں کی واسطی میں چھوڑ دینا اور انہی
میں جیسے جسم کیلئے روح یا انکسوس کی واسطی نور چنانچہ بطور نمونہ چن عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔ آپ لکھتے
ہیں کہ الفناء فقد ان لو اذہم البشریۃ اما ذہول عن علمها او علماً بالعدم اما او حالاً حقیقیاً ولفناء
تبع مراتب۔ الاول الذہول وهو عبارة عن عدم شعور العبد بنفسه عند الاستغراق فی ذکر الحق والذل
الحجاب او عند برزاق الرجا کمال لاهل الکشف۔ الثانیۃ الذہات وهو فناء العبد عن احواله بشعور اغلال
الحق کالقلم بید الکاتب وقد یطلق علی الترقی۔ الثالثۃ السلب وهو عبارة عن فناء صفات الخلق
بظہور صفات الحق۔ الرابع الاصطلاح وهو فناء العبد عن ذاته بوجود ذات الحق۔ الخامس التذلل
وهو فناء العبد عن فناء فلا یبقی عنده شعور بانہ فانی الماسدۃ السحق وهو زال الحسن من نفس
العبد فتقبل الصفات الالہیۃ من غیر تأمل کما تقبل صفات نفسه فهو اول مقامات التحقق بالہ
السابعة الحق وهو زال الحصر والحد من جسمانیۃ العبد وروحانیۃ الثامنة الطس هو ذهاب حکم
البشریۃ من طبعہ وعادۃ فظاہرہ وباطنہ فلا یغیر الجوع المفرط والسهر الدائم وغیرہا التاسعة
المحو وهو کمال الزوال بسا اثار الخلیقۃ بظہور اثار الحقیقۃ فالمراتب الخمس الاول مخصوصۃ باهل
الفناء والاربعۃ الاخیرۃ باهل البقاء والبقاء صفة الہیۃ یتصف بہا العبد بعد فناء عن نفسه
محترم شیخ کے ایک مسودہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر بھی بہین نظر پڑ گئی ہے چونکہ نمائ
وچپچہ اور ایک نرے ڈھنگ کی تفسیر ہے قطع نظر اس کے دلکش اور موثر بھی ہر اسلئے ہدیہ ناظرین
کرتے ہیں ۛ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الباء متعلقہ بمقد رعا هو الروحی الاسم هو تجلی الذات بصفة من الصفات
واللہ علو لذات واجب الوجود المروج بنفسہ المسبح بحمیم صفات کمال المتقدس عن جمیع
النقصان والرحمن الرحیم ہواسمان من الرحمة بمعنى التفضل والاحسان والاول باعتبار
الفیض الاقدس الذی یحصل بہ الصوب العظیمة المسماة بالحقائق والماہیات مع استعداداتہا

والثانی باعتبار فیض المقدس الذی یحصل بہ تلك الماہیات فی الخارج مع لوازمها وقوابعها
والمعنی فیاض الحقائق والماہیات فی الحضرة العلمية اولا ونقیض الوجود علیہا فی الخارج ثانیاً
فہما صفتان لاسم اذ بدلان منه اویبائن ان لہ اوجہ ان لمقدراً لئلا یشاء الیہ اومفعلاً لان لاغنی بیا نالہ
ولیساً بمعلقین بالجلالۃ لانه لیس الذات الرحمن الرحیم سواہا والمعنی ان وجود کل شیء یظهر ذات
الواجب تعالیٰ فی حشر الغیب والشہادۃ۔

اس دلچسپ اور لطیف تفسیر سے واجب الاعتقاد مفسر کا جس وجہ علمی تجربہ ثابت ہوتا ہے حقیقت
یہ ہے کہ اُسکی نظیر بہت مشکل سے مل سکتی ہے جو لوگ آپ کے حالات زندگی پڑھیں گے اور آپ کے مکتوبات
مسودات بامعانہ نظر دیکھیں گے انہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ آپ کس قدر وزن و منزلت کے شخص تھے
اور آپ کا علمی کمال کس درجہ پر پہنچ گیا تھا۔ آنکہ عیان ست چہ حاجت بہ بیان ست۔ ہم مولنا شیخ
ابوالرضا محمد صاحب کے علمی حالات اور بعض خطوط و مسودات کے موثر و دلکش مضامین نقل کر چکے
اب آپ کے کچھ حکیمانہ اقوال اور عبرت و نصیحت میں ڈوبے ہوئے مقولے لکھتے ہیں جسے آپ کے فضل و علم
کی شان معلوم ہوتی اور علمی تجربہ ابھی ثابت ہوتا ہے۔

حضرت مولنا شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں جناب شیخ ابوالرضا صاحب
کے بیشمار دل آویز مقولے جمع کیے ہیں۔ یہ اگرچہ ایک نہایت مختصر سا رسالہ ہے لیکن تصوف و نصائح
سے لبریز ہے جس مقام کو پڑھو یہی معلوم ہوتا ہے کہ معنی خیز مضامین کا دیا نہایت زور شور سے
لہرین لے رہا ہے۔ الفاظ کی بندش عبارت کی چستی اس غضب کی ہے جسے دیکھ کر بڑے بڑے فاضل
دنگ رہ جاتے ہیں اس کی عبارت سے جہد و بزرگ شیخ کا فاضلانہ اور عالمانہ پن برستا ہے اُس قدر
مطالب کی خوبی اور عمدگی آپ کے علو شان اور نظیر تجربہ کو ثابت کرتی ہے۔ میں اس مقام پر اُسی رسالہ میں سے
چند مفید اور نصائح سے بہرے ہوئے مقولے انتخاب کر کے اپنی ناچیز تالیف میں جگہ کرتا ہوں۔

(۱) شیخ فرماتے ہیں کہ ایمان کی ایک معلوم و معین حد ہے کہ جب وہ اُس حد تک پہنچ جاتا ہے تو پھر
کبھی اُس کا زوال نہیں ہوتا۔ اس طرح اعمال کے لئے بھی ایک مقررہ حد ہے کہ جب وہ ان عروج کر جاتے
ہیں تو پھر مردود و نہین ہوتے۔ ایمان کی اونے درجہ کی حد یہ ہے کہ ایسا انداز کے سینے میں ایک محسوس
ظاہر ہو جائے جس کی روشنی اور چمک اُس پر اُس کے باطنی آثار بھی طرح نمودار ہو جائیں اُس وقت آپ نے

ارشاد کیا کہ میں نے ایک رات اپنے سینور میں ایک نور دیکھا جو چراغ کی طرح دکھتے رہتا تھا اور جس کی روشنی میں مجھے گہرے تمام اطراف اور اٹاٹا بیت اچھی طرح نظر پڑے تھو اسی اثنا میں خدا تعالیٰ نے ہم پر الہام فرمایا کہ اس نے درجہ کا ایمان جو میری جناب میں مقبول ہے اسی نور کے مانند ہے جسے میں ایماندار سب نہیں کرتا۔ اس کے ذیل میں جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ کی مراد نور ایمان کے طہارت و طاعت کا نور ہے جیسا کہ میں نے حسب موقع بیان کیا ہے۔

(۲) فرماتے ہیں کہ انسان فلاح و ارین اسبوقت حاصل کر سکتا ہے جو جبکہ عقاید میں انبیاء علیہم السلام کی تقلید کرے اور بغیر کم و بیشی کے تقلید کرے جیسا کہ قدراہل سنت کا مذہب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ صاحب کسب کے ملاقات کرے جو ان عقاید کی تفصیل و تحقیق پر کامیابی تفسیر حاصل کرے۔

(۳) آدمی قبیح و ناشائستہ صفات ترک کر دینے اور اخلاق کو مذہب آہستہ کرنے کی وجہ سے گونہ شدہ ہی کہ نہ بچائے لیکن پہر بھی ولایت خاصہ کے کمال کے مقابلہ میں یہ کچھ ہی کمال نہیں ہے جو یہ کہ خدا تعالیٰ فرشتوں کی حکایت نقل فرماتا ہے کہ دعاء اللہ مقام معلوم اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ملائکہ کے مقامات معلوم المقادیر میں اور صاحب ولایت خاصہ کا مرتبہ جو عقلی ذات کے شرف سے معزز و ممتاز ہو چکا ہے کوئی حد اور پیمانہ نہیں رکھتا البتہ ایسا شخص خداوندی غنائوں کا مورد اور خوارق و کرامات کا مصدر ضرور ہوتا ہے کیونکہ کرامت کا مصدر اوصاف ذمیمہ کے ترک کر دینے اور انوار طاعات سے معمور ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے یہ سب کچھ ہے لیکن شخص موصوف حقیقت میں طریقہ ولایت میں داخل نہیں ہو کیونکہ ہنوز خود داری اور تن آ رہی میں مصروف ہے اور جب یہ ہو تو اولیاء کے زمرہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

(۴) تمام ریاضات میں عمدہ اور بہتر ریاضت یہ ہے کہ آدمی دائمی توجہ کیساتھ کھائے پیو میں درمیانی راہ اور متوسطہ درجہ اختیار کرے۔ افراط و تفریط سے بچنے میں محتذب و محترز ہو۔

(۵) جب حضور و ولین مضبوطی اور یکجہ کیساتھ جگہ کر لینا ہو تو ہر کسی چیز کی طرف منکشف ہونے اور باتیں کرنے سے زوال پذیر نہیں ہونا البتہ غاصص و دقیق علوم کی تعلیم و فہم میں مشغول ہونے کو سب سے خفیف و سہل و آسان واقع ہو جاتا ہے لیکن جسے ملکہ حضور و سیاہی ذہن نشین ہو جاتا ہے جیسے آنکھ میں بینائی تو اب کوئی چیز ہی اس کے لیے حاجت نہیں ہو سکتی۔

(۶) اہل سنت اور معتزلہ و شیعہ جو دیدار الہی میں نزاع کرتے ہیں تو یہ صرف لفظی نزاع ہے کیونکہ معتزلہ و شیعہ سب

سے انکار کرتے ہیں کہ روئے خداوندی جہت کائنات خدا کرتی ہو اور خدا تعالیٰ جہت سے پاک و منزہ ہو اسکے ساتھ ہی وہ انکشاف اتم مرغ جب کو ثابت کرتے ہیں۔ مگر اہل منت اس بات کے قائل ہیں کہ دیدار الہی بحقیقت جہت ہو گا اور یہی عین انکشاف اتم ہو۔

(۷) جو چیز عام لوگوں کو قیامت کے دن نصیب کی گئی وہ اولیاء اللہ کو دنیا میں میسر ہو جاتی ہو چنانچہ وہ دنیا ہی میں خداوندی دیدار سے مشرف ہو جاتے ہیں اور اسکی ذات مقدس اشکال سے منزہ دیکھتے ہیں پھر اس بارہ میں وہ مختلف المقات ہوتے ہیں بعضوں کو صرف ایسا معلوم ہوتا ہو جیسے بجلی کہ ادھر سے کوئیکر ادھر چلی گئی اور بعضوں کو اس کے قیقدرز آمد لیکن جو حضرات کاملین ہیں اور ان کا رتبہ ولایت معراج کمال کو پہنچ گیا ہے وہ ہمیشہ دیدار الہی میں محو رہتے ہیں جیسا کہ حضرت امیر المؤمنین جناب علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ

لم اعبدا اها حق لم ادة۔

(۸) اولیاء اللہ کے سلسلے اور ان کے طریقہ میں داخل ہونیکے یہ معنی ہیں کہ اس پاک برتر نفوس قوم کی ریاضیات پورے ہو اور اسکے باجہ جلال اور تھیرے ہو مشرب کو قبول کرے جو شخص ان باتوں کو پیش نظر نہ رکھے اور ان رنگوں میں رنگین نہ ہو اسے اس برگزیدہ اور مغز و مقتدر قوم کے سلسلہ میں داخل نہ ہونا چاہیے اگرچہ بظاہر کسی دلی سے ارتباط کیون نہ پیدا کیا ہو۔

(۹) چارے عوفا زمانہ کو ذاتی قلبی میسر نہیں ہے ورنہ اپنے اور اپنی اولاد و اقارب کی حصول عراض کے لیے سلاطین کے قتل نہ ہوتے۔

(۱۰) عارف کو اس بارہ میں جرأت کرنا نہایت ہی نامناسب ہے کہ دوسرے عارف کے مرید کو اپنا گرویدہ بنائے۔ اور اپنے طریقہ کی طرف مال کر کے اسکی اس توجہ میں شور و ڈالے جو شیخ اول سے حاصل ہوا اگر کوئی شخص باصرہ پریش آئے اور اسکے طریقہ میں داخل ہونا چاہے تو اس وقت بھی اسے یہی مناسب ہے کہ اسکے شیخ کے حوالہ کرے اور اپنے سلسلہ میں داخل نہ کرے البتہ اگر اسکے شیخ نے سفر آخرت قبول کر لیا ہو یا کسی دوسرے میں چلا گیا ہو تو مضائقہ نہیں ہو۔

(۱۱) جسکو ذوق مشاہدہ حاصل ہو جانا ہو پھر وہ کسی مصیبت و آفت میں نہ ہونا۔

(۱۲) ولی۔ دنیا میں آگے چلا جاتا اور تلوار سے مار ڈالا جاتا ہو کیونکہ اسکے عناصر روح پر غالب ہو جاتے ہیں اور فناء و خروید میں اسکے برعکس حالت پیش آتی ہو لیکن یہ انہیں اہل کمال کو نصیب ہوتی جو جنو

حجب امکانیہ اٹھ جائے ہیں۔

(۱۳) شیخ فرماتے ہیں کہ ایک فاضل نے کسی صوفی سے دریافت کیا کہ صوفیاء کو ہم ہر قدر ریاضات و مجاہدات کی بخشیاں اور تکلیفیں کیوں جھیلنے ہیں۔ جواب دیا کہ اگر تجھے اس بات کی اُمید دلائی جائے کہ فلاں شخص مشقت کی برداشت کر گیا تو حکومت کی باگ تیرے ہاتھ میں دیدی جائے گی یا بادشاہ کی گردن تیرے آگے جھکا دی جائے گی۔ تو یہ تمام شقتیں اور مصیبتیں گوارا کر گیا کہ نہیں وہ بولا کہ نہ ضرر میں ہی بلکہ جس شخص کو ان باتوں کا مستوقع کیا جائیگا نہایت خوشی اور ذوق شوق سے بڑی بڑی سختیاں جھیلنے کو تیار ہو جائیگا اس پر صوفی نے کہا کہ ہماری ان جانفروں کی ریاضات اور جگر خراش مجاہدات کی یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی غلط و جبروت اور عجز و جلال کیساتھ ہمارے خانہ دل میں جلوہ فرما ہوتا ہے۔

(۱۴) ایک دفعہ جملہ اذاعتہ فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور لیکہ یبش نظرہا جبکی تفسیر و توضیح کہنے میں فرمائی کہ صحابہ قبور سے مرد چاہنے کا یہ مطلب ہے کہ ان کے حالات یاد کر کے عبرت پذیر ہو کیوں کہ مردوں کے حالات یاد کرنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے سے دنیاوی امور کے تعلقات کی رگ کٹ جاتی اور فکر معاش مضحل ہو جاتا ہے۔

(۱۵) حدیث ۱۵ الدنیا الشبیہ من حیفة منتمنة کی تفسیر میں فرمایا کہ دنیا انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے مانع آتی ہے کیونکہ انسان کا دلی تعلق اسکے ساتھ وابستہ ہوتا ہے بخلاف مردار کے کہ اس میں یہ پائی نہیں جاتی اسلئے دنیا۔ مردار کے زیادہ قبیح شیع ٹھہری۔

(۱۶) فرماتے تھے مخالف شریعت کوئی بات منہ سے نکالنا کذب فی الاحوال ہے اور شریعت کے برخلاف کوئی کام کرنا کذب فی الافعال اسی طرح ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متلون ہونا کذب فی الاحوال ہے۔

(۱۷) آپ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ اہل شہو و حسین اور خوبصورت عورتیں اور بے ڈانہی سو پنہ کے تازک اندام لڑکوں کی طرف باطل افغات نہیں کیا کرتے ہیں کیوں کہ ان کی نظر ان لوگوں سے تجاوز کر کے ہمیشہ حقیقی پر پڑتی ہے البتہ جو لوگ نعمت عظمیٰ سے محروم و محجوب ہوئے ہیں وہ خوبصورت عورت کی طرف مائل ہوتے اور خوبصورت عورت کے اعراض کے میں لیکن عارف کے نزدیک دو نون ساوی حکم رکھتی ہیں سب طرح اہل شہو و راگ سنو سے متکذ ذہنین ہوتے کیونکہ راگ کی صرف اسقدر کائنات ہوتی ہے کہ گویے

کے منہ سے ٹھکڑے سننے والے کان تک پہنچتی ہو اور اگر گویا شدید بصوت ہے تو غلیظ مافی الباب کیہ
بچا پس یا سو قدم تک پہنچتی ہو اور اس اولو العزم اور خوش نصیب قوم کے ذوق شوق کی کوئی نہایت
ہی نہیں ہے۔

(۱۸) عارف کامل کبھی انجام اور خاتمہ پر نظر نہیں ڈالتا کیونکہ یہ اسکے حق میں نقصان صریح ہو اگر ہزار مرتبہ
یہ دل کے بھائی نے والی نداشتنا ہو کہ ہم نے بتجوید بخت اور شقی کیا ہو یا یہ خوشخبری کان میں پہنچتی ہو کہ تیرا غم
بجیر ہے بہر تقدیر ان باتوں کی طرف التفات و توجہ نہیں کرتا سہجہ اور اس عاجل نفع کو جو اسے نقد وقت
حاصل ہو یعنی جال محبوب کا مٹا لودہ جارہا ہے اہل کے حصول میں نہیں چھوڑتا ہو۔

(۱۹) اہل شہو و سائب بچھو اور شیر چھتے اور چروں ڈاکوؤں سے کبھی خائف نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ بعض
اکابر نے امتحان کی غرض سے اپنے نفوس کو ان خطرناک اور دہشت انگیز مقامات میں ڈال دیا ہو جو درندوں اور کتوں
جانوروں کے بن کھجالتے تھے اور جان آب و از کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا تھا لیکن ہر بھی حبیب
انکے دلوں میں کسی قسم کا خوف و خطر پیدا نہیں ہوا تو معلوم کر لیا کہ اب ہم میں کمال پیدا ہو گیا ہو اور ہاتھ
عملی زندگی ایک بڑے عروج پر پہنچ گئی ہو۔

(۲۰) خالد بن سنان کا جو یہ قصہ مشہور ہے کہ ہنوں نے انتقال کی وقت لوگوں کو تاکید دی حکم کیا تھا کہ مجھے
چالیں دڑ کے بعد قبر سے نکال لینا تاکہ میں عالم برزخ کے تمام احوال تم پر ظاہر کروں اور جو چیزیں وہاں
موجود ہیں ان کی ٹھیک ٹھیک خبر دوں اسکے بارہ میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص عالم دنیا سے سفر کرے
عالم برزخ میں پہنچ گیا ہر اس کا بدن ناسوتی کے ساتھ جو تجزی و تبخیر اور خرق و التیام کے قابل ہو دنیا
میں معاودت کرنا ناممکن ہو لیکن جسم مثالی کیساتھ جو تجزی اور خرق و التیام کے قابل نہیں ہو رجوع کرنا جائز
ہے جیسے حضرت جبریل وحیہ کلبی کی صوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے اسی
طرح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی مقدس و پاک روہیں اجسام مثالیہ میں منتقل ہوتی ہیں ہمیں
فرشتک نہیں کہ نفوس کو ملکہ تا وقتیکہ دنیا میں موجود ہیں مختلف شکلوں میں منتقل ہو سکتے اور خدا کی طرف
سے انہیں وہ قوت عنایت ہوتی ہو کہ جو شکل و صورت چاہیں اختیار کر لیں لیکن عالم برزخ میں داخل
ہونے کے بعد ناسوتی جسم اختیار نہیں کر سکتے پس خالد بن سنان کی مراد یہی تھی کہ میں بدن مثالی
ساتھ دنیا میں رجوع کروں گا نہ جسم عنصری کھیا نہ۔

یہاں تک میں شیخ ابو الرضا محرابی کے ملفوظات نقل کیے جسے آپ کا کمال اعظم اور تبحر ناظرین
سوں کو اچھی طرح معلوم ہو گیا ہو گا ان کے علاوہ اور بھی بہت سے عالمانہ مقولے کتابوں میں لکھے
ہوئے ہیں جنکے درج کتاب کرنے سے مجھے تطویل کا خوف ہو ناظرین کتاب مشرق المشرق کی سیرت
اور آپ کے دل و ذرا تو ال اور حکیمانہ مقولوں سے لطف اٹھائیں۔ سب میں آپ کو آپ کے حالات
انتقال پر ختم کرنا اور معزز ناظرین کو چوتھے باب کی حیرت انگیز حسین کی سیر کرنا ہوں۔

شیخ کا انتقال

شیخ محمد ظفر تنکی کا بیان ہو کہ جناب شیخ صاحب ابتدائی زمانہ میں اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ
ہماری عمر پچاس ساٹھ سال کے درمیان ہوگی اور ان دونوں حدودوں کے مابین ہماری زندگی کا بیان
لبریز ہو کر چلے جائے گا چنانچہ جب آپ نے اپنی عمر کے پچاس مرحلے طے کر کے اُسکے قدم رکھا تو مجھے شیخ کا وہ
ارشاد یاد آیا اور ہمیشہ ہی خطرہ پیش نظر رہا لیکن اتفاق دوستی سے جب آپ پچپن سال کی عمر کو پہنچے تو مجھے
ایک ایسی تقریب پیش آئی جس کی وجہ سے مجبوراً رہشک جانا پڑا۔ رخصتانہ ملاقات کے وقت میں شیخ سے
اس بارہ میں دریافت کیا اور ساتھ ہی یہی عرض کیا کہ اگر ارشاد ہو تو میں اس سو کو ملتوی کر کے کسی اور
زمانہ کیلئے اُٹھا رہوں آپ نے ایک خوش آئندہ قسم اور نہایت ہی دلگیر مسکراہٹ کے ساتھ میری طرف دیکھا اور
اُس امر کے اظہار کر دینے اعراض فرمایا نہ ان بعد ارشاد کیا کہ نہیں نہیں وطن ضرور جانا چاہیے اور اس بات کا
بال خیال کرنا نہیں چاہیے۔ گویا یہ آخری کلمات تھے جو محترم و بزرگ شیخ کی زبان مبارک سے نکلے میرے
کاؤن میں پہنچے جب مجھے وطن میں شیخ کے انتقال کی خبر پہنچی تو ذہنی قیمتی اور محرومی بخت مہوشی اور ذلیل
کا شعر ایک بے اختیار نہ جوش کیساتھ میری زبان پر جاری ہو گیا۔

حیف و چشم زدن صحبت بدارا خروشد روئے گل سیر نہ یم و ہارا خروشد
الغرض گلشن شاعر جو شیخ کے انتقال کی وقت آپ کی مجلس میں موجود تھا میں اُسکے پاس گیا اور انتقال
کی کیفیت دریافت کی اُس نے نہایت سوز و گداز کے ساتھ بیان کیا کہ جب شیخ کے انتقال کا وقت
قریب ہوا اور آپ زندگی کے تمام مرحلے طے کر چکے تو شیخ عبدالاحد ایک دن آپ کی زیارت کیلئے تشریف
لیگے اُس وقت میں ہی شیخ کے ہمراہ تھا جب شیخ عبدالاحد اور اُنکے ساتھ میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو اُس وقت

آپ اپنی عادت کے برخلاف چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور نام صحاب فرش زمین پر سر جکائے ہوئے بیٹھے تھے اسوقت مجلس کا عجب عالم تھا چاروں طرف سکوت و خاموشی کی حکومت پہلی ہوئی تھی اور حاضرین مجلس حالت بیخودی میں محو تھے شیخ نے مولانا عبدالاحد کو دیکھتے ہی ایک خوش آئندہ تبسم کیا اور زندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کر کے اسی چارپائی پر اپنے برابر بٹھایا جس پر خود تشریف رکھتے تھے اگرچہ ایک عرصہ تک صحیح صحبت رہی مگر باہم کسی قسم کی گفتگو اور کلمہ و کلام نہیں ہوا۔ معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کا دل تمام تعلقات و اہستہ ہو گیا تھا اور ایک بے خودی کی حالت طاری ہو گئی تھی اور اسی بیخودی اور فرط ریسہ کی وجہ سے آپ مکالمہ میں مشغول نہیں ہو سکتے تھے تو بڑی دیر یہی حالت رہی زان بعد آپ چارپائی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور چونکہ آپ کے اہل خانہ شیخ عبدالاحد صاحب کے قریبی رشتہ داری رکھتے تھے اسلئے شیخ کو اپنے ساتھ گھر میں لگئے اور اسی اسلوب کے ساتھ بے گفت و شنید تہود عرصہ تک صحبت رہی۔ اسی اثنا میں آفتاب مغربی گھاٹیوں میں دبک دبک کر غروب ہو گیا اور بوزوں نے اذان مغرب دی۔ اسوقت شیخ فرخ عالم نے جو بزرگ شیخ کے فرزند رشید تھے اور عمر میں سب سے بڑے علم و فضل میں سب سے افضل تھے عرض کیا کہ جناب! اذان ہو گئی ہے باہر تشریف لیجیے۔ شیخ نے اوپر کی طرف سر اٹھا کر دیکھا کہ بابا! کیا ابھی تک اندر و باہر میں فرق و مہیا زبانی ہے کچھ کہ آپ اٹھے اور مسجد میں پہنچ کر نہایت خضوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس صحبت کے منقضي ہونے کے بعد شیخ عبدالاحد صاحب نے فرمایا کہ محترم شیخ! گویا اسی ہیئت پر بیٹھنے کے ساتھ مامور ہیں اور گویا آپ کے انتقال کا زمانہ قریب ہی پہنچا ہے اور رفیق اعلیٰ کی طلب آپ پر بھروسہ و جوہ غالب آگئی ہے چنانچہ اسکے بہت تھوڑے عرصہ بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔

شیخ کے صحاب کی ایک جماعت جو ہمیشہ خدمت اقدس میں حاضر رہتی تھی آپ کے وفات انتقال کی بابت یوں تحریر کیا ہے کہ ابتدا میں آپ کو کچھ یوں ہی کس و تھکان عارض ہوا اسی اثنا میں آپ نے متواتر تین روز تک کھانے کی طرف رغبت نہیں کی نہ کسی سے زیادہ بات کی بلکہ آپ کے دل سبک میں انتہا درجہ کی بے تعلقی پیدا ہوئی یہاں تک کہ کسی شخص اور کسی چیز کی طرف مطلق التفات و توجہ نہیں کی جب تین روز یہی حالت میں گزر گئے تو آپ کے متعلقین و خدام میں ایک طرح کی عام بھینی پھیل گئی اور نہایت کرب و اضطراب واقع ہوا اس وقت یہی آپ کسی پر ملتفت نہیں ہوئے

لیکن جب نماز عصر کا وقت ہوا اور آپ نے مسجد میں آنا چاہا تو گھر کے لوگوں کو رخصت کیا اور چند اوداعی کچھ زبان مبارک پر جاری ہوئے جسے ایک نہایت غناک ہڑا آپ کے متعلقین پر پڑا۔ حاضرین جلد کا اس وقت برا حال تھا اور سب زار قطار رو رہے تھے۔ الغرض شیخ کھڑا دلون سے رخصت ہو کر اور صبر و استقلال کی فمائش کر کے مسجد میں تشریف لائے اور بہت ہی عاجزی و ہجارت کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز سے خارج ہونے کے بعد آپ نے مقامات حضرت خواجہ نقشبند طلب فرمائے اور تھوڑے تھوڑے کچھین کہیں پڑھو اسی اثنائیں ایک مخلص بے ریا معتقد نے ہاں حاضر کیے اور آپ نے ایک دو ٹکڑے تناول فرمائے اور نہایت فرحان و شادان اُس تکبیر پہارا دیکر بیٹھ گئے جو آپ کے پہلو میں لگا ہوا تھا کیسے پرہا دیتے ہی آپ کی روح بدن سے مفارقت کر گئی اور شیخ نے سفر آخرت قبول کیا۔

جس وقت شیخ کی روح جسم عنصری سے مفارقت کرنے لگی اور آپ نے معلوم کیا کہ اب سفر کا آخری وقت ہے تو جناب محمد و مناسیدنا حضرت شیخ عبدالرحیم کی طرف دست مبارک سے اشارہ کیا کہ گویا آپ انہیں اپنے پاس بلانا چاہتے تھے اتفاق سے اس وقت شیخ عبدالرحیم کھین موجود تھے اور ہر بعض حاضرین مجلس تو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی تلاش میں گئے اور اُدھر بعض یاروں نے باخیال کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی ہے آپ کو گودی میں اٹھا کر گھر کے دروازہ پر پہنچا یا تھے میں جناب شیخ عبدالرحیم صاحب تشریف لے آئے اور دیکھا تو روح جسم سے پرواز کر چکی تھی آپ کے پر ہم آنکھوں فوراً آنسو ڈھبائے اور کلمہ **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ** پڑھا شیخ عبدالرحیم صاحب کی یہ کیفیت دیکھ کر تمام حاضرین نے اس روز سے کلمہ الترجاع کہا کہ ساری مسجد گونج اٹھی اور گھمبیں ایک تہلکہ پڑ گیا شیخ کے انتقال کا نہ صرف آپ کے متعلقین اور معتقدین ہی کو فسوس ہوا بلکہ تمام ملک و قوم کو انتہا سے زیادہ رنج و فسون تھا ساری دہلی آپ کے واقعات و حالات سن کر غم کے آنسو بہاتی تھی اور یاد کر کے بے قرار ہوتی تھی خاص کر جو لوگ آپ کے دلدادہ اور آپ کی فیض صحبت سے عروج کمال پر پہنچ گئے تھے وہ بہت ہی بچپن اور مضطرب تھے اور ایک مدت بعد بھی ہنوز یہ واقعات اُنکے دلون میں تازہ تھے۔

شیخ کا انتقال ۱۰۷۱ تاریخ محرم ۱۰۷۱ ہجری میں ہوا آپ کے بعض مخلصوں نے

فی البدیہ آپ کی وفات آفتاب حقیقت بحساب ایجنکالی ہر رضی اللہ عنہ وارضاکہ و
جعلہ اعلیٰ الفردوس مثواک امین۔

شیخ کی عمر کا ٹھیک اندازہ بتانا بہت مشکل ہو کیونکہ آپ کی ولادت کے سنہ و تاریخ کا پتہ باوجود دیگر
تحقیقات کے کہیں سے دستیاب نہیں ہوا البتہ مختلف تذکروں سے اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی
ولادت عبدالمظفر محمد شاہ جہان بادشاہ میں ہوئی۔

ایسیط شیخ کی اولاد کا بھی پتہ نہیں چلتا میں نے اس بارہ میں جعفر کوشش کی ہندی مورخین کی
بے توجہی سے اتنا ہی نا کامیاب رہا متعدد کتابوں کے پڑھنے اور مختلف تذکروں کے دیکھنے سے صرف
اتنا معلوم ہوا کہ شیخ ابوالرضا محمد کے ایک صاحبزادے نہایت برگزیدہ اور ستودہ صفات شخص تھے
جو شیخ فخر العالم کے ساتھ شہرت رکھتے تھے اس دنیا کے مشہور و نامور عالم کا اس وقت انتقال ہوا
جب جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے عمر کے چودہ مرحلے طے کر کے پندرہویں میں قدم رکھا تھا لیکن میرا
صرف اس قدر کہنا کہی کافی نہیں ہو سکتا لیکن ہر کہ شیخ کی اور بھی اولاد ہو جو مورخین کی بے توجہی
یا معمولی واقعات کے لحاظ سے نظر انداز کی گئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیخ کی اولاد کا کسی مقام پر
تذکرہ ہوا ورنہ تعجب کیونکہ میری نظر قصور کر گئی ہو بہر حال خواہ اسے میری تصور نظر پر محمول کیا جائے یا
ہندی تذکروں کے مؤلفوں کی بے توجہی خیال کی جائے میں اس کہنے سے کبھی خوف نہ کروں گا کہ مجھ
شیخ کی اولاد کی بابت کچھ معلوم نہیں کہ کس قدر سچی اور کس کس نام سے شہرت رکھتی تھی

چوتھا حصہ

عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ

مغزو ناظرین! حیات ولی کے تین حصے ختم ہو چکے جنہیں اپنے شاہ صاحب موصوف کو عظیم الشان اور جلیل القدر خاندان کے ممتاز و منتخب حضرات کے حالات زندگی کی اچھی طرح سیر کی اور ان کی سوانح عمریان شوق دیکے پڑھیں۔ اب چوتھے حصہ کا آغاز ہے جنہیں ہم اس اولیٰ العزم اور قابل انتخاب خاندان کے چشم و چراغ یعنی عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی لائق بیان کریں گے یہ وہ نامور و بلند اقبال اور مشہور شخص ہیں جنہوں نے اپنے علمی تجربہ و فضل و کمال کی وجہ سے اس مغزو و بزرگ خاندان کو ساری دنیا میں روشناس کر دیا ہے۔ اور جس کے نام کا امتیازی پہرہ براہنہ و ستارے کے لئے کر عرب تک بڑے زور شور سے اڑ رہا ہے۔

شاہ صاحب کے علمی تجربہ و فضل و کمال کی جہاں تک سچی تعریف کی جائے وہ بہت کم ہو کیونکہ اس محترم خاندان میں ایسے حضرات بہت کم گزرے ہیں جنہیں وہ تمام کمالات ہوتے جو تنہا آپ کی ذات والا صفات میں پائے جاتے تھے جو جس شخص نے اپنے خاندان کے گزشتہ لوگوں کے اعزاز و اقتدار قائم رکھے بلکہ ان پر ایک نئی جلا پیدا کر کے اور بھی چمکادیا اور جس نے اپنی آئندہ نسلوں کی کامیابی کیلئے ایک ایسا بیج بویا جو بعد ازاں ان کی آن تھک کو ششون سے پہلا پھولا اور لہلہایا وہ یہی شاہ صاحب ہیں۔ آپ کی خداوندی قابلیت اور حسنِ بیاقت کا اندازہ صرف اسی سے نہیں ہو سکتا کہ خود بہت بڑے فاضل اور عالم اور خواجہ و عوام کے مقتدا و معتقد علیہ تھے اور پبلک سے اجتہاد و امامت کا مغزو خطاب حاصل کر چکے تھے بلکہ اپنی اولاد اور ملک و قوم کو عروج پر پہنچا دیا تھا جو آج تک دونوں کو زندہ کیئے ہوئے ہے۔

اس میں ذرا شک نہیں کہ یہ ممتاز خاندان جس کی نسبت میں چند جملے تحریر کر چکا ہوں اور جس کے مفصل حالات آپ پہلے دوسرے تیسرے حصے میں پڑھ چکے ہیں۔ اپنی خاص نوعیت اور خاص فضائل اور عام نفع رسانی میں ہندوستان میں لاثانی اور بینظیر تھا۔ اور علم و فضل اور شہرت عام لحاظ سے اپنا ثانی نہیں کرتا تھا۔ نیز اس کا ہر ایک ممبر آسمان علم کا مہر جہاں تاب تھا لیکن حقیقت میں شاہ ولی اللہ صاحب

نے علمی کمالات میں جو افتد اور اعزاز حاصل کیا وہ اس خاندان کیلئے بہت بڑا زریعہ افتخار تھا۔ اور اگر سچ پوچھیے تو اس خاندان کو سب سے زیادہ جس شخص نے تاریخ میں بقائے دوام کا اعزاز بخشا ہے وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اہی میں بلکہ میرا یہ کہنا سچا نہوگا کہ اس خاندان کو علمی حیثیت سے جو فضیلت و تزیج دوسرے علمی خاندانوں پر حاصل ہے وہ آپ ہی کے طفیل سے حاصل ہوئی ہے۔ اور یہ لکھنا واقعہ نفس الامری ہے کہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب لمحاظ شہرت عام اور دیگر فضائل کے والد سہ لایہ کے پورے فوٹو تھے۔ اور نہ صرف فوٹو ہی تھے بلکہ اسے چلا اور چمکا دینے والے تھے۔

چونکہ شاہ صاحب کے مراتب علم اور شان کمال کا انحصار کرنا مشکل اور محنت مشکل ہے اس لئے نہایت مختصر الفاظ میں آپ کی تعریف یہ ہے کہ علم حدیث و تفسیر کی ترویج و اشاعت میں آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہندوستان میں ان مقدس علوم کو رواج دیا اور طالبان علم کو نوائے عام دی اپنے فیضان سے نیا کو سیراب کیا۔ اور اسلامی علوم کو باریک و دقیق مسائل کو دنیا والوں کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ آپ ہی کا فیض عام ہے جس سے آج تک حدیث و تفسیر کا چراغ روشن ہے۔

مغزناظرین! قبل اسکے کہ میں جناب خاتم المحدثین امام المفسرین فاضل اجل عالم باعمل عارف پابہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سو کی تاریخی زندگی کے مفصل حالات و واقعات جدا جدا عنوان سے بیان کروں اور آپ کے اخلاق و عادات پر تفصیل کیسا تھ ریو یو کروں مناسبت موم ہوتا ہے کہ نہایت مختصر اور اجمالی طور پر آپ کے علمی مذاق اور فضل ا کمال کا خاکہ کہیں چون۔ اور آپ کے ساتھ سرسری طور پر آپ کی اس خدا واد شہرت کا ذکر کروں جو قریب قریب کل ہندوستان اور عرب و فون میں آج تک پہیلی ہوئی ہے۔ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ایشیائی دنیا باخصوص دنیائے اسلام کے مشرقی حصوں خاص کر اسلامی قوموں میں ایسے نامور اور با جاہ و جلال اور ذی عظمت شان بزرگ ہو گئے ہیں جن کا نام نامی ایسا نہیں ہے جس سے کوئی شخص آگاہ نہ ہو۔ ہندوستان کے عام طبقات میں کوئی شافو نہا دہر ایسا اسلامی طبقہ ہوگا جو آپ کے مبارک نام اور آپ کے مقتدر و مغز خاندان سے ناواقف ہوگا۔ خاص دہلی اور اس کے اطراف و اضلاع میں کوئی ایسا گھر نہیں جسکے بچے بچہ کی زبان پر آپ کا نام نہایت عظمت و وقار اور اعزاز و احترام کیساتھ جاری نہوگا۔

یہ بات نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت سے کہی جاتی ہے کہ عام طور پر اسلام کی مختلف شاخوں کے

تمام موافق و مخالف فرستے حتی کہ مخالفین اسلام بھی اس عزیز الوجود اور خلیق و رحمدل خدا پرست و برگزیدہ ولی کے فضائل و کمالات کے بدل معترف ہیں اور سب متفق ہو کر اس امر کی با آواز بلند شہادت دیتے ہیں کہ حقیقت میں یہ پاکباز اور خدا کا پیارا بندہ علمی حیثیت اور مذہبی تقدس کے لحاظ سے اپنے زمانہ کا فرد اور فضل و کمال کے جوا نکاہ کا پورا شہسوار ہے۔ قیافہ شناس نظر میں آپ کی دلفریب طفلانہ حرکات سے پہلی ہی خوب سہجہ گئی تھیں کہ اس شریف و نجیب خاندان کے بانیوں کی ڈالی ہوئی بنیاد میں اس مبارک بچے ہی کی اُن تک کو مششون سے ایک زمانہ میں آسمان سے باتیں کرنے لگیں گی۔ اور آئندہ نسلوں کے عروج و استحکام کا سبب بھی یہی بچہ ہوگا۔

اس مقدس بزرگوار کے علم و فضل کی نسبت علمائے مورخین نے جیسے جیسے ذہنی اور قلمی ریویو کیے ہیں۔ اور اس کی خدا واد قابلیت پر متفقہ الفاظ میں قابلِ وقعت اور پر زور ریمارک کیے ہیں حقیقت میں وہ اس کے مراتب کمال اور علمی تجربہ کی سطح اعلیٰ درجہ کے ساریفکٹ میں جنسے اس کی اُس شان و عظمت اور اغراض و اقتدار کا کافی ثبوت ملتا ہے جو آج تک علما کے دلیمن باقی ہو اور گو اس سے سفر آخرت کیسے سچے زمانہ دراز گزر چکا ہے لیکن اس کی عظمت و جبروت اور جاہ و جلال کے آثار ہنوز تازہ ہیں۔

سیر الاخبار کے مؤلف نے شاہ صاحب کی یافت پر ایک مختصر ریمارک کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت مولانا شاہ ولی احمد صاحب اپنے زمانہ کے تمام علما پر کھلی اور واضح فضیلت رکھتے تھے دنیا کے اس کو نے سے لیکر اُس کو نے تک ایک شخص ہی ایسا نہ تھا جو علمی کمالات اور اخلاقی فضائل میں آپ کا دعویٰ ادا ہوتا اور بغرض محال اگر کسی صفت میں کوئی شریک ہو ہی تو یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا جاسکتا ہو کہ اپنی تصرف میں ہی آپسے افضل ہوا ہو حقیقت میں آپ جامع معقول و منقول اور حاوی فرج و اصول تھے۔ حقائق و معارف سے پوری آگاہی و واقفیت رکھتے تھے اور تصوفانہ تحقیقات میں بھی آپ کو کمال و گاہ حاصل تھی۔ مزید میں کی ہر فور اور عقیدہ مند نہ بصارت لبریز نگہیں آپ کے جمال کی تابانی و درخشانی سے ہر وقت روشن و منور رہتی تھیں۔ اور عقیدت کیش علما اور سلیم الطبع فضلا کا جگمگا ہمیشہ آپ کے درگاہ میں لگا رہتا تھا۔ آپ حدیث و تفسیر و فقہ کے علوم کے درس و تدریس میں ہمیشہ مستغرق رہتے تھے اور اس میں نہایت عزت و وقعت کیساتھ شہرت و ناموری پیدا کر لی تھی۔ آپ نہ صرف علم و عمل کے طاقتور و فرعیہ اور گیارہ روزگار تھے بلکہ مجتہدین فن اور ماہرین کمال کے خمرہ میں شمار کیے جاتے تھے اور ایک انتہا درجہ

کے جیہ محدث تھے معمولی تعلیم کے بعد آپ کی عالی ہمتی اور بلند جوصلگی نے صرف اپنے وقت کے علماء پر
تفانت کرنا پسند نہیں کیا بلکہ ہمت و استقلال کے شاہین بلند پرواز نے سفر کیلئے بال و پر کھولے
اور صرف احادیث کی سند حاصل کرنے کے لیے عربستان تشریف لیگئے حرمین محترمین کی زیارت سے مشرف
ہوئے اور ایک معتد بہ زمانہ تک وہاں قیام کیا۔ حضرت شیخ ابو طاہر مدنی وغیرہ مشائخ حرمین محترمین سے
سند حدیث حاصل کی اور فرقہ صوفیہ زبیب تن فرمایا۔ نئے نئے خیالات کے لوگوں سے مباحثے کیے اور
مختلف عقائد کے اصول و فروع کے اصلی پہلوؤں پر دقیق اور غورین ڈوبی ہوئی نظریں دوڑائیں کیونکہ
عرب اس وقت مختلف عقائد و مذاہب کا بازار گاہ بنا ہوا تھا۔

جب آپ کو اس صورت سے کچھ دن عرب میں گزر چکے اور ولی مقاصد کی پورے طور پر تکمیل ہو گئی تو
اب وہاں سے وطن مالوف کی طرف مراجعت کرنے کا قصد کیا اور دو ڈھائی سال کے عرصہ میں ہندوستان
کی طرف رجوع ہوئے۔ یہاں اگر پرانی دہلی میں اپنے قدیم مکان میں سکونت اختیار کی اور علمی اشتغال میں
مصروف ہوئے۔ شہر کے عواما باشندے خاصکہ اطراف و جوانب کے نامی گرامی فضلا خاست اقدس میں حاضر
ہو کر سند حدیث حاصل کرتے اور آپ کے پرائر و عطا اور عبرت انگیز نضل کی دولت سے گودیاں لبریز کر کے جاتے
اس میں فدا شک نہیں کہ جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی بڑے پایہ کے شخص تھے اُس عہد میں سب
نیا وہ جس چیز نے آپ کو تمام دنیا میں مشہور کر دیا تھا وہ آپ کے علمی کارنامے اور حدیث و تفسیر کا درس تاج کا
نتیجہ یہ ہوا کہ صفحات تواریخ کو آج تک آپ کے نام نامی سے زینت حاصل ہے۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ علم حدیث
میں جس ولایت کا تئمہ اُس مانہ کے مورخوں نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے لیے تجویز کیا ہے اُس کے
سختی جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دین کیونکہ علم حدیث کی علمات کے ہائی اگرچہ جناب شیخ عبدالحق
محدث دہلوی تھے لیکن جنہوں نے اس علمات کا نقشہ تیار کیا اور پھر اشاعت و رواج کے مقصود سے اسکی
در دیوار کو سجایا وہ شاہ ولی اللہ صاحب دین۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ڈالی ہوئی بنیادیں آپ کی
کی ان تہک کو ششوش بلند ہوئیں اور اس عروج کو پہنچیں کہ تھڑے دنوں میں آسمان سے بائیں
کرنے لگیں۔ اس بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب جیسا محدث مفسر فقیہ مستبان
کو اپنی آغوش میں پانا بہت کم نصیب ہوا ہوگا۔ بلکہ آپ جیسا طبائع خوش فہم نکتہ سنج دقیقہ رس کوئی
دوسرا پیدا ہی نہ ہوا ہوگا۔ چنانچہ علامہ ابو الطیب شاہ صاحب کے حالات پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مقدس اور پاک نفس دینے جناب شاہ ولی صاحب کا عزیز وجود اگر گزشتہ زمانہ میں ہوتا تو تمام مجتہدین کا پیشوا اور مقتدا مانا جاتا بلکہ ان کا ستراج بنایا جاتا اور امام الامۃ کا وزنی اور قیمتی خطاب پاتا۔

ایک اور فاضل موعظ مختصر الفاظ میں یہ پرزور ریمارک کرتا ہے کہ ”اگر میں نہایت رستی اور انصاف سے جناب مولانا شاہ ولی امجد صاحب کی نسبت اپنی رائے ظاہر کروں تو بلا تامل اس بات کا ضرور عرض کروں گا کہ میں نے زمانہ موجودہ میں تو کیا متقدمین کے زمرہ میں ہی اس رنگ ڈھنگ کا فاضل نہیں دیکھا۔ اور نہ میں کہیں کو ایسا متبحر اور دقیق نظر وسیع خیالات پاتا ہوں جو تمام علوم و فنون کا جامع ہو ہر علم و فن میں عمدہ طور پر دلچسپی کمتا اور بحث کر سکتا ہو عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ ہر ایک ایک فنی ہوتا ہے اور ایک ہی علم سے وہ اپنی نظر کو وسعت دیتا اور انہیں تبحر حاصل کرتا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ دو فن تک اسکا شاہین کمال بلند پرازی کر سکتا ہے لیکن یہ نہ صرف تعجب بلکہ حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ جناب مولانا شاہ ولی امجد صاحب ہر فن میں طاق اور بے مثل فاضل تسلیم تھے۔“

وہ نکلے علاوہ اور بہت سے علماء مومنین کے ایسے پرزور اور وزنی ریمارک سیری زیر نظر ہیں جنہں شاہ صاحب کا بے نظیر علمی تبحر اور لاثانی جود و طبع اور ذہنی دکاوت اور شان فضل و کمال کا عروج ثابت ہوتا ہے لیکن میں انہیں تطویل کے خوف سے قلم انداز کرتا ہوں اگر ممکن ہو تو انشاء اللہ آگے چل کر کسی موقع پر جدا عنوان سے بیان کروں گا۔

شاہ صاحب کی علماء وقت کے دلوں میں کس قدر وقعت تھی یہ اکیلا وسیع مضمون جو جبکی تفصیل و توضیح کا یہ موقع نہیں ہے ناظرین آگے چلکر آپ کے حالات زندگی کا مطالعہ کر کے خود اسکا اندازہ کر لیں گے۔ لیکن مختصر یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپوزمانہ میں وہ عظمت و بزرگی اور عزت و اقتدار پایا تھا جسکی وجہ سے علماء وقت نے آپکو خاتم المحدثین امام المفسرین کے نہایت مغزو و مقدر اور با وقعت القاب دیئے تھے علاوہ ازیں آپ کا جو مرتبہ عظمت ان کے دلوں میں موجود تھی وہ ایک ایسے اعلى و ارفع درجہ کی تھی جس کا کیس طبع پورا اور کافی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ بڑے بڑے علماء فضلاء جنہوں نے خود امام وقت اور مجتہدین کا متذہب پاک سے حاصل کیا تھا اور جو معتقد علیہ عوام خواص تسلیم کئے جاتے تھے نہایت عقیدت و اخلاص کیساتھ آپکی خدمت میں حاضر ہونے اور آپ کے خدا داد و تجربہ و علمی برکتوں سے

بہرہ اندوز ہو کر آپ کی ذاتی قابلیتوں اور فطری لیاقتوں اور بلند ہستی و ذوق علمی کا بادل ہٹا کر دے۔
اور جب خواص کی عقیدت و خلوص کی یکفیت تھی تو عوام اہل اسلام کی عقیدت کا اندازہ اس سے
کمین زیادہ ہوگا۔

شاہ صاحب کی تاریخی زندگی میں جو سب زیادہ قابل وقت اور لائق تقلید ملت ہے وہ یہ ہے
کہ آپ اپنے منصبی فرائض کو ایسی آزادی اور جانفروسی کے ساتھ ادا کرتے تھے جسکی نظیر ایشیائی دنیا
میں کہیں نہیں مل سکتی آپ قریباً رات دن کے اکثر حصوں میں کتاب و سنت اور علوم دینیہ کے مطالعہ
اور درس تدریس میں ڈوبے رہتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کا تمام بیش قیمت وقت حدیث و قرآن
کے روح وینے احکام طریقت کے شایع کرنے علمی اشغال کے پھیلانے میں صرف ہوتا تھا شوقین
اور جفاکش طلبہ آپکی علمی فیاضیوں کی بے نسل دلا جواب شہرت سن سنکر دور دراز ملکوں سے سنکلاخ
اور دستوار گزار کھانیاں ملے کر کے جوق جوق آتے تھے اور علمی برکتوں سے گودیوں بہرہر کر جاتے
رات دن میں کوئی ایسا وقت نہیں ملتا جس میں در دولت پر علما فضلاء کے حلقوں کی گرم بازارچی نہیں
ہوتی اور طلبہ کا ہجوم ان کی رونق کو دوبالا نہ کرتا تمام دن اہل علم کا ایک تاننا سا بندہ رہتا اور ورگاہ
میں فضلاء کے جگٹے لگے رہتے ایک طرف سالنوں اور تصفیوں کا جم غفیر صف آرا رہتا اور ایک طرف
طالب علموں کی جماعت گردن جبکائے بیٹی رہتی۔ ادھر آپ طلبہ کو درس دیتے اور ہر سالوں کی چٹین
پوری کرتے۔ ہر شخص کے بعد دیگرے اپنا استفتاء پیش کرنا شروع کرتا اور اسی وقت جواب کا طالب بناتا
آپ کا حافظہ اس بلا کا تھا کہ فوراً پیش شدہ مسئلہ کو جانچ لیا کرتے اور بلا تاہل جواب شافی دیتے جس بھر
اور لیاقت کے ساتھ آپ ہر مسئلہ میں تقریر کرتے وہ ایسی معمولی تقریر نہیں ہوتی تھی جس سے لوگوں کو
استعجاب اور ہتھجاکے ساتھ حیرت نہوتی۔

بعض وقت سالنوں کا ہجوم اور طلبہ کی کثرت بہرہ ناکا بے معنی شور و غل اس درجہ تک پہنچ جاتا
کہ ایک نازک و بالغ شخص چاہے جیسے جیسے حلیم و بردبار کیوں نہ ہو کبھی ممکن نہیں کہ اس کا تحمل کر سکے۔
لیکن چونکہ شاہ صاحب کا مزاج قدرتا حلیم اور چمکانہ واقع ہوتا تھا اور انسانی ہمدردی آپ میں کوٹ
بہر دیکھتی تھی اسلیے آپ انکے اس ہجوم اور شور و غل کا تحمل بڑی خوشی کے ساتھ کرتے اور ہر شخص
کو خواہ وہ کسی رتبہ کا آدمی ہو نا نہایت منان و سنجیدگی اور منکسر المزاجی کے ساتھ جواب دیتا اور

شافی جواب دیتے۔

آپ کے اخلاق و عادات نہایت عام و وسیع تھے اس وجہ سے ہر شخص خواہ وہ کسی درجہ کا ہوتا ہو وقت آپ کے بلاناہل ملے گا اور اس کے لیے وسیلہ و قعارف عزت و جاہ کی سفارش کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی آپ کی طرز معاشرت میں جو چیز سے زیادہ پسندیدہ اور قابل تعریف بات جو وہ یہ ہو کر باوجود نفاست پسندی اور نازک مزاجی کے فضول شان و شوکت اور نمائش کا نام نہ تھا جب آپ بازار میں نکلے تو ایک معمولی حیثیت سے نکلتے آپ جس درجہ اور رتبہ کے آدمی تھے اُس محاذ سے آپ کی ہمراہی میں کم از کم دو تین خدمتگار ہر وقت ضرور رہنے چاہیے تھے لیکن چونکہ غرور و نخوت تکبر و ترش اور کم بینی پر میں نام کو نہ تھی اس لیے بازار شریف لیجائے وقت آپ کے ساتھ ایک آدھ آدمی ہی نہ ہوتا تھا باوجود اس وجہ اور عالمانہ نزک و ہفتام کے آپ کے مزاج میں انتہا درجہ کا عجز و انکسار تھا عام طرز معاشرت تکلف اور بناوٹ سے اہل خالی تھی۔

آپ کا اکثر وقت تو علوم دینیہ کی درس تدریس اور فرائض منصبی کی تکمیل و ادائیگی میں صرف ہوتا تھا جیسا کہ میں مختصراً اوپر بیان کر آیا ہوں اور تھوڑا حصہ مراقبہ و مکاشفہ اور حکام طریقت کی تعلیم و تلقین اور علم سلوک کی باریک و خفایہ مسائل کے حل کرنے میں۔ اس سے زیادہ خوش قسمتی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ روز ازل سے جب طرح آپ کو شریعت کا حصہ ملا تھا اسی طرح علم طریقت کا مبارک تاج بھی آپ کے سر پر رکھا گیا۔ جیسا علم حدیث و تفسیر آپ کے آگے پانی تھا ویسا ہی آپ کی ضمیری و روحانی جوہر اپنے میں متنازع کی گہری تر رکھتے تھے اور ربانی قابلیتوں کا پرتو آپ کے جملہ دل میں کامل طور پر پھیکا تھا چنانچہ آپ کے ہاٹی علوم اور روحانی فیوض کا ذکر آپ کے تفصیلی حالات میں کیسے درسط و شرح کیساتھ کروں گا۔

یہ آپ ہی کی مقدس و مبارک ذات کا فیض تھا کہ نہ صرف دہلی بلکہ اس کے اطراف و مضافات میں دینی علوم اور رسمی فنون کا ایک عظیم الشان سمندر بڑے نہ و رشور سے لہرین لے رہا تھا اور حدیث و تفسیر کا نہایت چمکدار و ستھرا ہوا چشمہ انتہائی پیاری اور دلگیر ادائیگیاں اہل کبر رہا تھا جہاں سے صد خوش گوار اور مانگی بخش بہرین کٹ کٹ کر دور تک بھی چلی گئی تھیں اور جنہوں نے اپنی اتہاس سے زیادہ شادابی اور خشکی کے اثر سے ایک عالم کو سرسبز اور لہلہا رکھا تھا قریب قریب ہندوستان کا اکثر حصہ علوم و فنون کے ان لہلہا مے و رختوں کے خشک اور راحت دہ سائے سے آسائش گزین تھا جگہ بیٹنی بیٹنی اور

عطر آمیز جو نگوں نے ایک عالم کے دل و دماغ کو معطر کر دیا تھا جس طرف نظر اُٹتی تھی اور جہاں تک کام کرتی تھی علمی ہی پودے لہلہاتے نظر پڑتے تھے جو دیکھنے والوں کو بڑے و فوقیہ اعتبار سے اُمیدین دلاتے تھے کہ عطرِ یب ایک وہ تابان و درخشان زمانہ آئے والا ہو جس میں ایک عالم اس سرے سے لیکر اس سکر تک ان ہی ذوالنہال اور ہونہار پودوں کے نشاط انگیز سائے میں بیٹھ کر اسائن و نشاط کا کافی حصہ لیکھا اور لکھ چل پھولوں کو دیان بہرہ کر لیا گیا۔

شاہ صاحب جیسو خاں و علامہ تھے ویسے ہی مخفی اور جفاکش بھی تھے نفس کشی کے لیے محنت و ریاضت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا اور نفس امارہ کو احکام خداوندی کا پورا پورا مطیع اور فرمانبردار بنا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ نیکو کاری۔ تقویٰ و پرہیزگاری۔ طاعت الہی۔ خدا و خلق جمیل تو اضع نیک بنتی۔ و فاشکاری۔ خدائری۔ یہ سب باتیں بوجہ حسن آپ میں پیدا ہو گئی تھیں۔ گویا قدرت کے پیارے اور نادرک ہاتھوں نے اوصاف جمیلہ اور احسن جلیلہ کی جو قیمتی قبا آپ کے موزون قیامت کیلئے قطع کی تھی وہ دوسرے قدر پر بکل موزون اور ٹھیک آسکتی تھی۔ قطع نظر اسکے آپ کے معجزات کرامات اور روحانی کشف و جذبات کے چرچے تمام دنیا میں پہلے ہوئے تھے اور ہر خاص عام کی زبانزد تھے آپ کا ہنس کھنچہ چہرہ اس حسن اخلاق اور شانستہ عادات کا پتا دیتا تھا جو پہلے ہی سے فطرت کی بخششوں سے آپ کو عطا ہوئے تھے۔

غرض کہ شاہ صاحب اپنے زمانہ میں ایک ایسے مسلم الثبوت اور فخر روزگار محدث تھے جو تمام حق فنون میں اپنا نافی نہیں رکھتے تھے علم حدیث و تفسیر کے جو لامکاہ کے پورے شہسوار تھے اور خفیہ کے دوسرے بازو سمجھے جاتے تھے۔ عوام و خواص کے مرجع اور علما فضلہ کے معتقد علیہ تسلیم کیے جاتے تھے۔ آپ کی جدت طبع۔ رسائی ذہن۔ بلند خیالی۔ دقیق النظری۔ موصدہ مندی ایسی ہی بے نظیر تھی۔ تو سچا جہتا و تبلیغ علم کتاب و سنت کی فہم معانی میں مہارت ایسی ہی وسیع تھی۔ زہد و تقویٰ کے علاوہ جو ائمہ دینی۔ خوش اخلاق۔ ینکس الزامی۔ قویٰ اعتیاد پلے درجہ کے تھے غرض کہ جو بات تھی بالکل انوکھی تھی جو وصف تھا نزالا تھا۔ باوجود ان تمام باتوں کے آپ کا حافظہ ایسا بے مثل اور یادداشت اس بلا کی تھی کہ سالہا سال کی سنی سنائی بات اس متانت اور بے تکلفی کیساتھ بیان فرماتے تھے کہ سننے والے متعجب کرنے لگتے تھے۔

یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ شاہ صاحبؒ دولت علم کے علاوہ ثروت و متول کا بھی حصہ لیا تھا۔ متول کے ساتھ وہ زیور بھی تھا جو مال و دولت کیلئے نہ صرف زیب زینت ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کی ترقی و عروج کا ذریعہ ہے۔ یعنی آپ کی طبیعت نہایت سخی اور فیاض واقع ہوئی تھی فقیروں اور مسکینوں کے ساتھ رحمانہ و فیاضانہ برتاؤ اور سلوک کے علاوہ طلبہ کی معیشت کے سامان ہمیشہ مہیا رکھتے اور خاص رعایت و مہربانی سے پیش آیا کرتے تھے اور جہانک ممکن ہو تا ان سے مسلوک ہوتے لیکن تعجب و دیکھا جاتا ہے کہ باوجود متول و دولت مندی کے خود ایسے سادے اور عوامی طریقے سے زندگی بسر کرتے کہ ایک خوشحال شخص سے نہایت مشکل اور بعید از قیاس ہو آپ کے خاصے میں اکثر اوقات خشک روٹی اور کبھی کبھی بقولات ہوتے۔

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی ولادت طفولیت تعلیم تربیت سن رشد و عمر

شاہ صاحب کے واقعات و ولادت پر ریویو کرنے سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان مبشرات کو مختصراً قلم بند کروں جو آپ کی ولادت سے قبل صلحا و علما کی ایک جماعت نے آپ کی نسبت دیکھے اور جگی بابت خود جناب شاہ صاحب اپنی ایک تالیف میں یوں ریمارک کرتے ہیں کہ ”ہنوز میں پیدا نہیں ہوا تھا کہ حضرت والدین اور عرفا کے ایک گروہ نے میرے حق میں بہت مبشرات معلوم کیں چنانچہ بعض اعزہ و اقوان اور اجلہ خدان نے ان واقعات نیز میری تاریخ زندگی کے دورے حالات کو نہایت تفصیل کیسا تھ ایک رسالہ میں ضبط کیا ہے جس کا نام قول جلی رکھا ہے جزاء اللہ خیر الخیراء و احسن الیہ والی اسلافہ و اعقابہ و ادخلہ الی ما یتمنناہ من دینہ و دنیاہ“

مجھے افسوس ہے کہ ناپڑتا ہے کہ حیات ولی کی تالیف کے زمانہ میں میں نے ان شک کو ششیں کی کہ کسی طرح یہ نسخہ دستیاب ہو جائے اور بعض دوستوں کی خدمت میں خطوط بھی لکھے لیکن قیمتی سے ہندوستان کی کسی علمی سوسائٹی میں سراغ نہیں لگا لہذا مجبوری و پاس کی حالت میں خود شاہ صاحب کی تالیفات اور دیگر فارسی و عربی کی بسیط کتابیں بطور انتخاب و بچنا شروع کیں ان تمام کتابوں میں جہاں کہیں شاہ صاحب کی سوانح عمری کے متعلق کوئی ذکر دیکھا گیا یا کوئی خاص واقعہ نظر پڑ گیا منتخب کر کے

ترتیب کا لباس پہنایا گیا۔

الغرض مجھے اُن مبشرات و واقعات کا تو بتا لگا نہیں جنہیں **قولِ حلی** کے مؤلف نے جمع کیا ہے لیکن رسالہ **بوارق المعرفۃ** سے جو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حالات و واقعات میں تصنیف کیا گیا ہے چند مبشرات انتخاب کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے حالات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ فرماتے ہیں مجھے ایک دفعہ خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مزار مقدس کی زیارت کرنے کا اتفاق ہوا دفعۃً اُن کی روح مبارک نے مجھ پر ظاہر ہو کر فرمایا کہ شیخ عبدالرحیم! غنقریب تمہارے ماں ایک فرزند رشتہ پید ہوگا۔ تم اسکا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ لیکن چونکہ میری بی بی سن شبا کے تمام مرحلے طے کر کے زمانہ ایسا سن تک پہنچ چکی تھیں اور اس عمر میں عادتاً ولادت کا تحقق نہیں ہوتا اس لئے مجھے گمان ہوا کہ شاید خواجہ کی مراد یہ ہے کہ جب تمہارے ماں پوتا پیدا ہوگا تو اسکا قطب الدین احمد نام رکھنا لیکن خواجہ نے میرے اس اندرونی خطرہ پر فوراً مشرف ہو کر فرمایا کہ نہیں میری یہ مراد نہیں ہے بلکہ جس لڑکے کی نسبت میں نے تمہیں بشارت دی ہے وہ تمہارے ہی صلب سے پیدا ہوگا چنانچہ اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد مجھے نکل ثانی کا داعیہ پیدا ہوا اور نکاح کے تھوڑے عرصہ کے بعد ولی اللہ پیدا ہوئے اگرچہ اول اول مجھے یہ واقعہ بالکل منیا منسیا ہو گیا اور اسی وجہ سے میں نے انہیں ولی اللہ کے نام سے شہرت دی لیکن جب وہ واقعہ یاد آیا تو میں نے اُن کا دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔

بوارق المعرفۃ میں لکھا ہے کہ جب جناب شیخ عبدالرحیم صاحب زندگی کے ساٹھ مرحلے طے کر چکے تو انہیں العلم ہوا کہ تقدیر الہی اس پر جاری ہوئی ہے کہ ایک بلند اقبال اور مہو نہار لڑکا اور پیدا ہوگا جس کی شہرت کا ستارہ اوج عروج پر پہنچے شہاب ثاقب کی طرح چلے گا اور جس کے اقبال اور کمال علم کا آفتاب پوری ترقی کے نصف النہار کے مرکز پر پہنچ جائے گا۔ اسی اثنا میں آپ کے خاص خاص اصحاب اور بزرگان وقت سب سے بھی بایں مضمون بشارت دی کہ پیدا ہوئے والا لڑکا بڑا صاحب اقبال اور نامور ہوگا۔ اُسکی شان علم اور مراتب کمال کا انحصار ارباب زمانہ کو مشکل ہوگا اور وہ علوم و فنون میں فرائزہ روزگار اور اپنے عہد میں ایک نہایت دانشمند و طباع اور ضرب اشل شخص ہوگا اُس کے سامنے وارث تخت و تاج کی گردن جھک جائے گی۔ اور عوام و خواص کا مذہبی مقتدا و پیشوا تسلیم کیا جائے گا۔ چنانچہ ان مبشرات کو سن کر شیخ عبدالرحیم صاحب نے

دوسرے نکاح کا ارادہ کیا۔ حضرت شیخ محمد نے جب یہ اجازت اپنی جگہ پارہ کو بمبت شیخ کے نکاح میں دیا
کیونکہ آپ کو اس بارہ میں زیادہ اعتنا تھا بلکہ بچہ جڑیں و راغب تھو کہ یہ مہونا را در بلند اقبال لڑکا میری بچی
پارہ کے بطن سے پیدا ہو۔

ہنوز شاہ ولی اللہ صاحب پیدا نہیں ہوئے تھے کہ ایک رات جناب شیخ عبدالرحیم آپ کے والد بزرگوار نماز
تہجد میں مصروف تھو اور آپ کی والدہ محترمہ بھی اُسی جگہ تہجد کی نماز ادا کر رہی تھیں جب شیخ صاحب نماز
فارغ ہوئے تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعائیں مشغول ہوئے آپ نہایت محزون و کمساری سے دعا کر
رہے تھے اور والدہ مکرمہ پیچھے کھڑیں آمین کہہ رہی تھیں اسی اثنا میں ان دونوں حضرات کے درمیان دو
ہاتھ ظاہر ہوئے جن کی نسبت محترم شیخ نے فرمایا کہ یہ دونوں ہاتھ ہمارے اُس فرزند کے ہیں جو عجب
عرضہ وجود میں قدم رکھے گا اور اپنے نور علم سے تمام دنیا کو چمکا دے گا اسوقت وہ بھی ہمارے ساتھ دعا
میں شریک ہو اور باعجز و انکسار آمین کہہ رہا ہو خود جناب شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد فقیر
پیدا ہوا اور ساتویں سال میں قدم رکھا تھا کہ والدین کے ساتھ نماز تہجد میں شریک ہوا اور اسی وضع سے
دونوں ہاتھ حضرات والدین کے درمیان اٹھائے اس پر جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے فرمایا ہاتھ
تاویل دویای من قبل قد جعلیادی حقاً۔

ابھی مولانا شاہ ولی اللہ والدہ محترمہ کے بطن مبارک ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک دفعہ جناب شیخ
عبدالرحیم صاحب کی موجودگی میں ایک سائلہ آئی اپنے روٹی کے دو حصہ کر کے ایک اُسے دیا اور ایک
رکھ دیا لیکن جون ہی سائلہ دروازہ تک پہنچی شیخ صاحب نے اُسے دوبارہ بلایا اور بقیہ حصہ بھی عنایت
کر دیا اور جب وہ چلنے لگی تو پھر آواز دی او جس قدر روٹی گھر میں موجود تھی سب دیدی زان بعد گھر والوں نے
کو مخاطب کر کے فرمایا کہ پیٹ والا بچہ بار بار کہہ رہا ہے کہ جتنی روٹی گھر میں ہے سب اس محتاج و مسکین کو
راہ خدا میں دیدو۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب م شوال ۱۱۰۰ ھ ہجری چار شنبہ کے دن طلوع آفتاب کے وقت جناب مخدومی
شیخ محمد کی عصمت مآب اور محترمہ صاحبزادی کے باجاہ و جلال بطن سے پیدا ہوئے بعض اختر شائسون نے
خود اپنی صنعت کا ڈنچ کھڑا کیا اور اچھی طرح غور کر کے یہ حکم لگایا کہ یہ وہی بلند اقبال اور مہونا لڑکا ہے جسکی
قسمت میں روز ازل سے فاضل عصور و مجتہد وقت ہونا لکھا تھا اور جس کی فرزندگی کا انتساب نہ صرف شیخ

عبدالرحیم صاحب کو بلکہ خاندان کے ہر ایک معزز ممبر کو ساری دنیا میں مشہور و روشناس کر دے گا اور جس نام کا امتیازی جھنڈا عرب و عجم دونوں میں گڑ جائے گا۔

بعض اسلامی مورخوں کا یہ ریاکار نہایت صحیح ہے کہ اگر اس خاندان میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب پیدا نہوتے تو یہ خاندان کبھی اس درجہ تاریخی شہرت حاصل نہ کرتا اور کیا عجب کہ گنگائی کے دائرہ میں محدود و مقید رہتا۔ اس جلیل القدر خاندان میں بیزرگی و شرف روز رازل سے آپ ہی کے حصہ میں تھا کہ اپنی بے و ہرک جرات سے نہایت صاف اور واضح طور پر علوم نبویہ کی شاعت احکام دین کی توسیع اور کلمہ کہلا عام کو کوٹھو قرآن مجید کی تفہیم کرنی شاہ صاحب کی بچپن کا زمانہ درجہ آپ کے آئندہ سوانح عمری کا ایک صاف اور بھلی آئینہ تھا آپ کی فراخ پیشانی ابتدا ہی سے اُس عالمانہ نزک و احتشام کا صاف پتا دیتی تھی جو آپ کو زمانہ آئندہ میں حاصل ہونے والا تھا اور اس کے ساتھ ہی اُس میں ایک خاص قسم کی بزرگانہ متانت کا چمکا را ایک ایسی درخشانی دکھاتا تھا جسے مبصرین اور قیادہ شناس لوگ دیکھ کر کہتے تھے کہ عنقریب ایک وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں یہ طالع نام ملک میں چودہویں رات کا چاند بن کر چمکے گا۔ ہندی یہ مثل کہ پوت کے پانوپالنے میں پہچانے جاتے ہیں حقیقت میں بہت صحیح ہے آپ کی بچپن کی حرکتیں ہی کچھ ایسی دلکش اور پرائز تھیں اور طفلانہ نظروں میں اس بلا کا بوجھ و کشش تھا جس نے سارے خاندان کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا دیکھنے والے آپ کے جلال خیر نظر سے اُس بزرگ نصیب کی فال لیتے جواتے والے زمانہ میں آپ کو حاصل ہوا

واقعی بات یہ ہے کہ شاہ صاحب کے بچپن کا زمانہ کچھ ایسا حیرت افروز زمانہ تھا جس کی نظیر دوسری ہونہا بچپن میں باپ جانی کی ہرگز امید نہیں ہو سکتی فطرت نے آپ کی بھولی صورت میں وہ دلگیر اور محبوبانہ ادائیں کوٹ کوٹ کر بھر دی تھیں جنہوں نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب جیسے مستغنی مزاج کو آپ کا فریفتہ و شیدا بنا دیا تھا رحیم الطبع بزرگ شیخ اپنے ہونہار اور بلند اقبال فرزند سے یہ محبت رکھتے اور اُس کی سلامت روی اور خوش آئیدہ حرکات سے محظوظ ہوتے تھے اور ہمیشہ اُس کی راحت و آسائش کو اپنے آرام و چین برتر ترجیح دیتے تھے جو جناب شاہ صاحب عمر میں ترقی کرتے جاتے اور زندگی کے مرحلے طے کرتے جاتے تھے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی آپ پر توجہ زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک موقع پر خود شاہ ولی اللہ صاحب اپنے پروردگار سے تھری فرماتے ہیں کہ مجھ پر سے بڑی نعمت خداوندی کا مقابلہ میں تمام نعمتیں پیچ میں یہ ہے کہ جناب والد بزرگوار اس فقیر سے ہمیشہ

بیان نہیں کر سکتا میرے لئے اس سے زیادہ اور کیا فخر کا باعث ہو سکتا ہے کہ جب آپ کا انتقال ہونے لگا تو مجھے سینہ سے لگا کر بیعت و ارشاد کی اجازت عامہ دی اور کلمہ ید کا کبدی بکرہ سرہ کر رکھا۔ خاص تحصیل علوم اور فرائض کے زمانہ میں جس قدر حضرت کی توجہ خاص مجھ پر مبذول تھی اس قدر توجہ میں کسی باپ میں اپنے فرزند کی نسبت نہیں دیکھتا یا انہم میں نے اپنی عمر میں کوئی ایسا باپ اور کوئی استاد کوئی مرشد نہیں پایا جو اپنے فرزند و تلمیذ کی نسبت شفقت و مہربانی کے وہ دقائق مرعی رکھے ہوں جو حضرت والد نے اس فقیر کی نسبت رکھے اللہم اغفر لی ولوالدی واجھما کما یریدانی صغیرا و جازہا بکل شفقتہ و رحمتہ و نعمتہ یہما علی ما لہ ائت اضعا فہما انک قریب عجیب

شاہ صاحب کا زمانہ طفولیت اور بچپن کی سکوت خیر صورت ایک قیافہ شناس اور تجربہ کار نظر کے لئے ایک عظیم الشان واقعہ کی پیشین گوئی کرتی تھی جو شخص غور میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے آپ کے طفلانہ حرکات کو دیکھتا تھا اسی فطرت کے وہ عجیب و غریب اور حیرت فرانگہ آپ کی پیشانی میں جلوہ گر نظر آتے تھے جو روز ازل آپ کی ذات والا صفات میں ودیعت رکھے گئے تھے اور یہ اسی فطری نور کا سچا پر تو تھا جس نے بہت جلد آپ کے خاتمہ و باطن کو تابان اور چمکدار کر دیا۔ اگرچہ ابھی آپ کی عمر مشکل سے تین چار سال کی ہوگی کہ اخلاقی اور تمدنی ترقی میں سرگرم ہو گئے اسی کم سنی اور نو عمری کے زمانہ میں آپ کو ایک ایسا وحشت آمیز تفکر لاحق رہنا تھا کہ دیکھنے والے حیرت زدہ ہو جاتے تھے مسکینی غریبی کم گوئی استغنی سے بات کرنا گروں جھکا کر جواب دینا اور ہر بات پر سچا و درست کہنا یہ تمام صفات جو عموماً بچوں میں بہت کم دیکھی جاتی ہیں محترم و بزرگ شاہ صاحب میں موجود تھیں۔ خلاصہ یہ کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ابتدائی زندگی بالکل غیر معمولی اور ایک ایسی نرالی طرز و ادائیگی جو دنیا کے بچوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتی تھی۔

جس زمانہ میں اس فخر خاندان اور فرید عصر کی ولادت ہوئی اس وقت جناب شیخ عبد الرحیم صاحب گوالیہ دیکھ دو لمتہ اور صاحب اقتدار نہ تھے لیکن پھر بھی متوسط درجہ کی حالت رکھتے تھے گورنمنٹ قلعہ کی طرف سے کسی قسم کی امداد بھی نہ بادشاہ وقت کی جانب سے کسی طرح کا کوئی وظیفہ مقرر تھا صرف توکل پر گزاران اور ہر وقت خدا پر نظر تھی اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ ہمیشہ خوشحال رہتے اور ضرورت کے وقت غیبی سامان مہیا پاتے چنانچہ اس وقت بھی وہ تمام سامان مہیا تھا جو ایک خوش نصیب بچہ کی پرورش کے واسطے ہونے ضروری ہیں اس لئے شاہ و امیر صاحب کا رٹے اہتمام سے مروثا موبہ اور عمر کا ابتدائے حصہ اعلیٰ درجہ کی تربیت کے ساتھ

جو تعلیم کا دوسرا جزو ہے ختم ہو گیا۔

جب اس فرزند روزگار نے عمر کے ابتدائی مرحلے طو کر کے پانچویں سال میں قدم رکھا تو قرآن مجید پڑھنے کے لئے مکتب میں بٹھایا گیا چونکہ آپ فطری طور پر علم سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے اور روزانہ اس سے آپ کے ضمیر میں جو ہر بانی قابلیتوں سے آراستہ اور درخشاں ہو چکے تھے لہذا آپ نے ساتویں سال قرآن مجید عم کر لیا اور اسی چھوٹی سی عمر میں مذہبی ارکان و فرائض تدریجاً حاصل کر لئے چنانچہ اسی سال میں جناب شیخ عبدالحق صاحب نے آپ کو نماز پڑھنا سکھایا اور رمضان کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا۔ چونکہ شاہ صاحب میں تہذیب اخلاق کا مادہ نچرل تھا اس لئے نشست و برخاست کے آداب اور گفتگو کرنے کے طریقے خود بخود اسی کم سن میں حاصل ہو گئے تھے آپ کا عام قاعدہ تھا کہ جب بڑی عمر والے سے گفتگو کرتے خواہ وہ کسی رتبہ اور درجہ کا آدمی ہوتا ہمیشہ گردن جوکا کے آنکھیں نیچے کر کے کرتے اور جب کوئی بات دریافت کی جاتی تو ہتھ سناٹ دینے کی بجائے جواب دیتے البتہ ہمعصرون سے دل کھول کر باتیں کرتے لیکن ان کے ساتھ بھی تہذیب و شائستگی کے درجہ سے تجاوز نہ کرتے اور خلافت و اب کبھی کوئی بات نہ کرتے زندگی کے ساتھ ساتھ ہنوز طے نہیں کئے تھے کہ فارسی کی درسی کتابیں پڑھنی شروع کر دیں اور چند ہی روز میں تمام کتابیں نکال لیں کیونکہ یہ علم آپ کے سامنے بالکل باقی تھا چونکہ طبیعت کو علوم سے قدرتی طور پر مناسبت تھی چنانچہ روز میں اسیاروں پروڈر نے لگے اور آخر ایک سال کے عرصہ میں اسے عروج کمال پر پہنچا دیا۔ فارسی کی درسی کتابوں سے فارغ ہونے کے بعد صرف دن جو کے مختصر رسالے دیکھتے شروع کئے اور ان پر بھی بہت جلد عبور کر گئے۔ عمر کا دسواں سال شروع تھا کہ آپ شرح ملا پڑھتے تھے گویا دو ڈھائی سال کے عرصہ میں صرف و نحو کی تمام کتابیں نکال لیں تین اور دس سال کی عمر میں صرف و نحو پر آپ کو اس درجہ اقتدار ہو گیا تھا کہ بڑے بڑے صرفی و نحوی جو کتاب کے کیڑے کھلائے جاتے تھے اور جنہوں نے ان علوم میں نہایت عزت و وقعت کے ساتھ شہرت و ناموری کے نفع حاصل کئے تھے آپ سے سیال صرفیہ و نحو میں گفتگو کرتے جھکتے تھے اور جس وقت آپ ان کی باریکیاں بیان کرتے اور مطالب کے حل کرنے کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ آپ کی حذاقت و ذہانت پر عیش کرنے لگتے اور آپ کے زور سمند کی لگین ہزاروں کوششوں کے بعد بھی نہ روک سکتے

اس کے بعد شاہ صاحب کو معقول کی کتابیں شروع کرائی گئیں۔ میان پہلے ہی خدا و طبیعت پائی تھی

جودت ذہن اور ذکاوت طبع سے تھوڑے ہی عرصہ میں یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا اور اس قدر جلد کمال حاصل کر لیا کہ اُس سے جلد تکمیل پانا ممکن ہی نہ تھا۔ کمال بھی اس درجہ کا کہ علم منطق میں کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ کے سننے زبان کھول سکتا۔ بڑے بڑے تجربہ کار منطقی آپ کے تجربہ کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے اور انہیں کسی مسئلہ کے دریت کرنے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا یہ بات تعجب سے دیکھی جاتی ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب ایک ہی زمانہ میں متعدد علوم کی تحصیل کرتے تھے اور ایک علم کا کمال دوسرے کے کمال کو مانع نہ ہوتا تھا اور یہ اُس فہم و حافظہ کی قوت کا اثر تھا جو فطرت کی خاص بخشش و عطیہ تھے غرض کہ تیرہ سال کی عمر میں شاہ صاحب نے ان تمام علوم میں کمال حاصل کر لیا تھا یہی سبب تھا کہ آپ اس چھوٹی سی عمر میں فنون مذکورہ میں ارباب کمال کے زمرہ میں شمار کئے جانے لگے تھے۔

چودہویں سال میں قدم رکھا تھا کہ آپ کے والد ماجد نے شادی کی سلسلہ جنبانی شروع کر دی اور اس سلسلہ کے پورا کرنے میں نہایت سرگرمی اور استعداد کے ساتھ عجلت و ثنابی کی اگرچہ آپ کے سہمیانے کے لوگوں نے سامان کے نہ فراہم ہونے کا عذر پیش کیا اور تھوڑے دنوں کی مہلت چاہی لیکن جناب شیخ عبدالرحیم صاحب انہیں صاف طور پر لکھ دیا کہ میں جو اس بارہ میں جلدی کرتا ہوں اُس کا ایک خاص سبب ہو جو عنقریب آپ لوگوں پر ہویدا ہو جائیگا بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کا خیر میں فرماؤ نہ کریں اور جس طرح ممکن ہو صاحبزادی کی شادی میں عجلت سے کام لیں اسباب مہیا نہونے کا قوی عذر نہیں ہے اور وہ بمقابلہ اُس مصالحت و حکمت کے جو اس جلدی میں ضم و مخفی ہے کوئی وقعت نہیں رکھتا چنانچہ وہ اس خط کے پہنچنے کے بعد راضی ہو گئے اور اپنی لڑکی کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے نکاح میں دیدیا۔

شاہ صاحب کا نکاح ہوتے ہی آپ کی خوشدامن نے سفر آخرت قبول کیا اور اتفاق سے اس کے چند ہی روز بعد خوشدامن کی والدہ انتقال کر گئیں جس سے خود شاہ صاحب اور آپ کی محترمہ کو انتہا و جبر کا ملال ہوا بھی اس رنج و اندوہ سے فرصت نہ ملی تھی کہ شیخ فخر العالم جناب شیخ ابوالضاحی صاحب کے فرزند رشید انتقال کر گئے اور اس کے کچھ عرصہ بعد جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی والدہ مکرمہ یعنی آپ کے برادر کلان شیخ صلاح الدین کی حقیقی والدہ فوت ہو گئیں۔ زنان بعد خود جناب شیخ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہوئے اور سخت ضعیف و ناتوان ہو گئے۔ انتقال کو قوت آپ کو کوئی سیسا

قوی عارضہ نہ تھا لیکن متواتر صدات اوضعت ونا توانی نے انہیں بالکل تحلیل کر دیا تھا چنانچہ اس واقعہ کے چند دنوں بعد آپ بھی انتقال کر گئے۔

یہ تھا وہ مخفی مجید جس کی وجہ سے جناب شیخ عبد الرحیم صاحب نے اپنی بلند اقبال صاحبزادے کی شادی بین عجلت کی تھی آپ کا وہ راز سر بستہ اس وقت عام و خاص پر گھلا اور انہوں نے معلوم کر لیا کہ درحقیقت اگر اُس وقت اس شادی کی تقریب انجام کو نہ پہنچتی تو ممکن نہ تھا کہ سالہا سال کے گزر جانے کے بعد بھی قوت سے فعل بین آتی۔ اتر دو ڈھائی سال کے اندر اندر جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو ایسے جانفزاں احداث پیش آئے جن سے آپ بہت ہی مضمل ہو گئے اور آپ کا تمام اطمینان و جمیعت پریشانی و بے اطمینانی سے بدل گیا۔ اس وقت اگرچہ آپ کی طبیعت کے مخالف دنیاوی تعلقات نے چار دن طرف سے اپنا بیہانک اور خوفناک چہرہ اُبھارا اُبھار کر دھلایا اور آپ کو جمیعت خاطر میں انتشار ڈالا اگرچہ پوچھتے تو شاہ صاحب نے بڑے ہی استقلال اور جرات وری سے کام لیا آپ نے کسی بات کا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور تمام تعلقات سے منہ موڑ کر اپنی اُسی ایک دُصن میں مجبور ہو۔

گو علمی ذوق سے آپ کا دماغ پہلے ہی سے گونج رہا تھا اور اُسکی صدائیں بچپن ہی کے زمانہ سے متواتر کانوں پر پہنچ چکی تھیں مگر پھر بھی اس وقت تزوج نیز اُن جگر خراش اور جانفزاں احداث کے وسیع تعلقات کو بطول طویل میں ڈوری آگے بڑھی چلی جاتی تھی اور بار بار علمی ترقی کی سدا رہ بنا چاہتی تھی لیکن اسپر بھی آپ کو یہی کبر چلی جاتی تھی کہ مجھے تحصیل علوم اور اُس کی تکمیل میں سرگرم ہونا چاہئے چنانچہ اب آپ کے خیالات سب طرف سے پھر پھر اگر اس طرف رجوع ہوئے کہ جہانک بن پڑے تفسیر و حدیث کے علوم میں ترقی کرنا اور انہیں باقاعدہ صفا کرنا چاہئے کیونکہ آپ بنجوبی سمجھتے تھے کہ تاوقتیکہ حدیث میں کمال حاصل نہ ہوگا علوم کی تکمیل ناممکن ہے۔ اسلام علوم جن میں کمال کی ضرورت تھی وہ بچپن ہی میں حاصل ہو چکے تھے اب خاص خاص علوم کی مشق کا زمانہ تھا چنانچہ اس وقت آپ کی طبیعت تفسیر پر اعلیٰ تھی اور اسی علم سے خاص دلچسپی تھی۔

جب آپ نے عمر کے چودہ مرتلے طے کر کے پندرہویں میں قدم رکھا تو علامہ دیگر علوم کی تکمیل کے تفسیر و حدیث کا ایک بڑا حصہ والد بزرگوار سے پڑھ لیا اور اب آپ نے اُن تمام متعارفہ فنون کو عروج پر پہنچا دیا جو ان شہر وں میں رائج اور علماء و فضلا کے درس میں داخل تھے اسی سال میں والد بزرگوار سے بیعت کی۔ اور اشغال صوفیہ بالخصوص مشائخ نقشبندیہ کے معمولی اور دو وظائف میں مشغول ہوئے اور بحیثیت توجہ و تکرار تمام اوقات صرف و صرف و کھنا شورو عکسا سہانک کہ اُس کے

غواص اور دقیق و باریک مسائل کے حل کرنے کی طرف آپ کی طبیعت متوجہ ہو گئی اور نہایت قلیل مدت میں اس علم میں بھی اچھی خاصی مہارت پیدا کر لی اور ایسے ایسے نکات اور باریکیاں اس خاص فن میں پیدا کیں جس کے سیکھنے کی بڑے بڑے علامہ مشائخ آرزو کرتے تھے۔ بالآخر جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اس فن میں نہایت تجربہ کے ساتھ وہ وہ قیمتی اور یادار موفی تالیف و تصنیف کے سلسلہ میں پروئے جن سے علوم تصوف کی معلومات کی شعا عین ٹھکڑو در و در تک پھیل گئی تھیں جیسا کہ معزز ناظرین کو آپ کے تصنیفات کے حالات پڑھ کر اس بات کا خود علم ہو جائے گا جو اسی حصہ میں جدا عنوان سے قلمبند کی جائیں گی جس طرح جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے والد بزرگوار جناب شیخ وجیہ الدین شہید کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی تھی اور تعلیم و تربیت حاصل کر کے باطنی فیض سے مغز و ممتاز ہوئے تھے اسی طرح جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے والد ماجد کی آغوش محبت میں پرورش پائی شیخ عبدالرحیم جیسے مجتہد فن اور اہل کمال پانچ برس کی عمر سے آپ کی تعلیم پر مقرر تھے اور عام اخلاق و عادات کی ہی نگرانی کرتے تھے اگرچہ باقاعدہ تعلیم سوئٹ سے شروع ہوئی جبکہ آپ نو سال کے تھے لیکن شیخ صاحب کی خاص کر توجہ شاہ صاحب پر زمانہ طفولیت ہی سے تھی یہی وجہ تھی جو علمی کمالات اور باطنی فیوض جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو حاصل تھے۔

ان کے نظیر شیخ صلاح الدین (شاہ صاحب کے بڑے علاقائی بھائی) اور شاہ اہل اللہ صاحب (آپ کے عینی) تھے بقابلہ ابن و دونوں حضرات کے شاہ ولی اللہ صاحب کو کچھ حاصل ہوا وہ حقیقت میں شیخ عبدالرحیم صاحب کی آغوش تربیت میں پلٹے کا صدقہ اور آپ کی سرپرستی کا بدیہی نتیجہ تھا جکا ثبوت خود شاہ ولی اللہ صاحب کے حالات میں جیسا کہ ہم کچھ تو اوپر بیان کر آئے ہیں اور کچھ آئندہ حسب موقع ذکر کریں گے۔

آخر جناب شاہ ولی اللہ صاحب چودہ سال کی عمر میں علوم متعارفہ سے فارغ التحصیل ہو گئے اور علم سکون کا فی حصہ حاصل کر لیا چنانچہ اسی سال میں آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب نے آپ کے سر پر نصیحت کا عامہ رکھا اور درس کی عام اجازت دی اور اس مبارک تقریب میں ایک امیرانہ جلسہ قائم کیا عام و خاص کو دعوت دی اور واقف رکھا ناظر کیا۔ تمام شہر کے مشائخ۔ قضاۃ۔ فقہا حاضر ہوئے اور سب کی موجودگی میں جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے بلند اقبال اور فخر و خاندان قوم فرزند کو علوم متعارفہ اور سلوک و تصوف کے درس کی اجازت دی اور دستار بندی کی رسم ادا کر کے آپ کی عمر و علم کی ترقی کی دعا مانگی مجلس میں جس قدر علما و فقہا و مشائخین موجود تھے سب نے متفقہ الفاظ میں اس زور سے شیخ صاحب کو مبارکبادی دی

کہ ساری مجلس گونج اٹھی اس وقت شیخ عبد الرحیم صاحب کی خوشی کا کوئی اندازہ نہ تھا آپ بار بار اپنے لائق
اور ہونہار فرزند کے چہرہ کو دیکھتے اور بے انتہا خوش ہوتے تھے

حقیقت میں بوڑھے والد کے لئے اس سے زیادہ اور کیا خوشی و فخر کا باعث ہو سکتا ہے کہ اُسکی نوجوان اولاد
اُس کی زندگی میں ایک ایسی قابلیت پیدا کرے جس پر اُس زمانہ کے بڑے بڑے علماء و فضلاء کو فخر و ناز ہو چو کہ
جناب شیخ عبد الرحیم صاحب خود مجتہد فقیہ اور باطنی فیض سے مالا مال تھے اس وجہ سے وہ اپنے فرزند رشید
قدر و منزلت کو خوب جانتے تھے اور انہیں یقینی طور پر معلوم تھا کہ عنقریب ایک وہ زمانہ آئے گا کہ والد ہی جیسا
اُس کی اقبال کا سورج تمام دنیا میں اپنی روشنی پھیلائے گا اور اُسکی علمی فیاضیاں ازل و دنیا کو مال کر لیں گی
اِس مقام پر ہم اُن کتابوں کی مختصر فہرست دینا چاہتے ہیں جو اس چھوٹی سی عمر میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب
نے اپنے والد بزرگوار سے سبقاً سبقاً پڑھیں جس سے آپ کی خداداد ذہانت اور حقائق و طبعی بہت کچھ ثابت
ہوئی ہے اور چونکہ اس فہرست کا ذکر خود شاہ صاحب نے اپنی ایک قیمتی تصنیف میں کیا ہے اِس لئے میں اُسے
آپ ہی کی زبان مبارک سے ادا کرنا مناسب سمجھتا ہوں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی زندگی
کے چودہ حصے طے کر کے پندرہویں میں قدم رکھا تو والد بزرگوار کی انتہا درجہ کی شفقت و مہربانی کی وجہ
سے تمام متعارف فنون حاصل کر چکا تھا۔ ہر فن کے ابتدائی مختصرات کے علاوہ جو کتابیں میں نے والد بزرگوار
سبقاً سبقاً پڑھی ہیں انکی مختصر فہرست یہ ہے۔

۱۔ علم حدیث میں مشکوٰۃ شریف تمام و کمال۔ لیکن چند روئے کی بیماری اور کسل کی وجہ سے تھوڑا سا حصہ
فوت ہو گیا تھا یعنی کتاب البیع سے کتاب الادب تک والد بزرگوار سے نہیں پڑھ سکا
صحیح بخاری اول سے کتاب الطہارۃ تک یا اس سے کچھ کم و بیش خود والد بزرگوار ہی
ساعت کی اور کچھ اپنی زبان سے پڑھی۔

۲۔ شمائل النبی یہ کتاب اول سے آخر تک طالب العلموں کے ایک بڑے حلقہ میں پڑھی
گو اس کتاب میں چند اور فاضل بھی شریک تھے مگر قراءت میری ہی تھی۔
۳۔ تفسیر بیضاوی کا ایک بڑا حصہ تو میں نے والد بزرگوار سے سبقاً سبقاً پڑھا اور باقی کا بچہ
ارشاد کے بموجب خود مطالعہ کیا۔

تفسیر مدارک کا بھی کچھ حصہ آپ کو سنایا اور باقی کا خود مطالعہ کیا۔

(۳) علم فقہ میں شرح وقایہ بنامہ۔ ہدایہ کی دونوں جلدیں آپسے پڑھیں لیکن تہوڑا سا حصہ قصداً چھوڑ دیا گیا۔

(۴) اصول فقہ میں حسامی۔ توضیح و تلویح۔

(۵) علم منطق میں مختصر اسکے علاوہ شرح شمسینہ کامل اور شرح مطالعہ کا ایک بڑا حصہ

(۶) علم کلام میں شرح عقائد کامل شرح خیالی کا ایک حصہ شرح موافق کا ایک حصہ

(۷) علم سلوک میں حوارث کا بڑا حصہ اور کچھ رسائل نقشبندیہ وغیرہ

(۸) علم حقائق میں شرح رباعیات مولانا جامی۔ نواح۔ مقدمہ شرح لمعات۔ مقدمہ فقہ الشافعی

(۹) خواص اسماء و آیات میں۔ والد بزرگوار کا ترتیب دیا ہوا مجموعہ وغیرہ۔

(۱۰) علم طب میں موجز القانون

(۱۱) علم حکمت میں شرح ہدایہ حکمت وغیرہ

(۱۲) علم نحو میں کافہ۔ شرح ملکا جامی۔

(۱۳) علم معانی میں مطول کا بہت بڑا حصہ۔ اور مختصر معانی اُس مقام تک جہاں تک ملا زادہ حاشیہ ہے۔

(۱۴) علم ہندسہ حساب میں بعض مختصر رسائل

اس فہرست کے نقل کرنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں یہ کتابیں پڑھ چکا تو اب میری ذہن

اس وجہ فراخ اور نظر ایسی وسیع ہو گئی کہ ہر فن کے دقیق و غامض مسئلے اسے توجہ کے ساتھ حل ہونے

لگے اور علوم کے مقامات مشککہ بالکل پائی ہو گئے۔ اسی اثنا میں میں چند مرتبے مدرسہ قرآن میں گیا جو

خاص والد بزرگوار کا درس گاہ تھا اور جس کی بنیاد میں آپ نے اپنے ہاتھوں سے ڈالی تھیں چونکہ آپ کو مجھ سے

اتحاد وجہ کی محبت تھی اس لئے چند روز تک آپ کے قرآن مجید کا ترجمہ مجھے پڑھایا اور وہ ربانی اسرار اور

الہامی نکات جو قرآن کے لفظ لفظ میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں اُن پر تنبیہ کی حقیقت میں۔ اُسی

غرض کا کرشمہ تھا جو تمام علوم میں مجھے دفعۃً کمال حاصل ہو گیا۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی میاقت اور پولیٹیکل قابلیت پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو ایک تعجب

اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوتی ہے۔ تمام اسلامی علوم اور دینی کتابوں کو اس چھوٹی سی عمر میں پائی کر کے

پڑھا جاتا اگرچہ سرسری نظر میں آپ کی ذکاوت ذہنی و طباعی و مذاقت کی بہت جلدی دلیل ہے لیکن عین نظر

خوب سمجھتی ہیں کہ یہ فطرت کی خاص بخششیں ہیں جو پاک و برتر نفوس کو مرحمت ہوتی ہیں۔ آپ کا غمیر ہی کچھ ایسا قابلِ بنا تھا جس پر ربانی قابلیتوں اور خداوندی تخلیقات کا پورا عکس چڑتا تھا اور جو قوت الہامی نکات اور ربانی اسرار کے فہم میں یہ طولی رکھتی ہے اُسکا جوش اُٹا نا اُس روشن دماغ میں پیدا ہوتا رہتا تھا۔

اس پر بھی علمی ترقی کے سین ہمیشہ شاہ صاحب کے پیش نظر رہتے تھے۔ اپنے اجازت و سند حاصل کرنے کے بعد بغیر اُستاد کے کتابوں کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور نہایت سخت محنتیں کرنے لگے آپ کتبِ مبنی میں اس درجہ مستغرق تھے کہ رنج و راحت رشب و روز مشاغلِ علمیہ میں بالکل محسوس نہ ہوتے تھے۔ ایک سال کی سخت محنت سے تمام پڑھے ہوئے علوم از سر نو دیکھ ڈالے اور اس محویت اور اسنفراق کے ساتھ کہ بقدر ضرورت کچھ کھا لیتے یا تھوڑا سا آرام فرما لیتے ورنہ رات دن بھر کتبِ مبنی کے دوسرا کام نہ تھا۔ جب مباحثِ علمیہ میں اس دلچسپی کے ساتھ شاہ صاحب نے تھوڑا سا زمانہ گزارا اور عمر کے ستر ہویں سال میں قدم رکھا تو آپ کے والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ نے سفرِ آخرت قبول کیا اور یہی زمانہ آپ کے تکمیلِ علوم کا تھا۔

والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ نے کتبِ دینیہ و عقلیہ کا درس دینا شروع کیا اور اب آپ کا ہر علم میں شہرہ ہو گیا۔ علما و علماء مسلم الثبوت اُستادان لئے گئے گئے اور عوام و خواص کے معتقد علیہ تسلیم ہوئے اُس عہد کے بڑے بڑے اُستاد اور ماہرینِ فن آپ کی شاگردی کو فخر جانتے اور دور دور سے تعلیم کے لئے حاضر ہو کر شاہ صاحب کے فیضان سے مستفیض ہو کر جٹا وافر اُٹھاتے۔ تقریباً بارہ سال تک علوم کی درس میں مصروف رہی اور علمِ نبوی کی اس درجہ اشاعت کی کہ اُسکا ذوق شوق سرگرم طبعیتوں میں حد سے زیادہ بڑھ گیا۔ اکثر علمی سوسائٹیوں میں اصولِ حدیث کا ذکر چھیڑ گیا اور طالبِ العلموں کے ہر ہر حلقے میں اس پر زور شور سے بحثیں ہونے لگی۔ اس زمانہ میں تفسیر و حدیث میں روز افزون ترقی تھی اور علومِ فلسفہ و منطق کا بازار سرد تھا غرض کہ شاہ صاحب کا یہ زمانہ ہر طرح سے قابلِ مبارکباد تھا۔ علومِ فقہ اور معانی و بلاغت کو جس قابلیت اور دلچسپی سے آپ نے رواج دیا وہ ہر صورت آپ کا فرض منصبی سمجھنا ہی لیکن قرآن و حدیث کی اشاعت و تشریح میں جو آپ نے کوشش کی ہو اُس کے احسان سے ہندوستان کبھی سر نہیں اُٹھا سکتا۔

ہندوستان میں سب سے پہلے جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حدیث کی بنیاد ڈالی اور اسی وجہ سے اسلامی مورخوں نے آپ کے لئے اولیت کا تمغہ تجویز کیا لیکن ہندوستان کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات بخوبی

ثابت ہوتی ہو کہ اُس زمانہ میں چاروں طرف جمل کی تاریکی چھائی ہوئی تھی مسلمانوں نے علم نبوی کو باطل بھلا دیا تھا اور اُن میں اسلام برائے نام باقی رہ گیا تھا جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حدیث و قرآن کی ترویج و اشاعت میں اگرچہ انتہا سے زیادہ کوشش کی لیکن آپ اُس خرابی و تاریکی کو دور نہ کر سکے جو صدیوں سے مسلمانوں کے دلوں میں جگمگی تھی اور انجام کار آپ کی تمام کوششیں رائیگان گئیں۔

لیکن چونکہ ہندوستان کی قسمت میں اسلامی علوم سے کچھ نہ کچھ دلچسپی سینی پہلے ہی روز سے لگھی ہوئی تھی اُس لئے جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد خدا تعالیٰ نے اُس عمارت کا ایک اور سرپرست اٹھا کر اُس کا جاس کی بنیادیں جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ماتحت ڈالی تھیں یعنی قدس تھے جناب شیخ عبدالحق صاحب کو پیدا کیا شیخ صاحب نے دہلی میں اُس مقام پر ایک مدرسہ قائم کیا جو اب مسند یونان کے نام سے مشہور ہے اور اُس کا نام مدرسہ رحیمہ رکھا جس میں علم نبوی کی تعلیم دینی شروع کی اگرچہ اس تعلیم کا اثر مسلمانوں پر یہ بڑا کہ دور دراز شہروں سے جوق جوق طلبہ حدیث پڑھنے کے لئے آنے لگے اور لوگوں میں ایک طرح کی تحریک بھی پیدا ہو گئی لیکن وہ تحریک ایسی نہ تھی جو ایک عظیم الشان دریا میں موج پیدا کرتی ہے چہچہ کہ شیخ صاحب نے اس بارہ میں پہلے درجہ کی کوشش کی لیکن چونکہ ابھی ہندوستان کو چند روز اور بستی کی حالت میں رہنا تھا اس لئے شیخ صاحب اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکے اور دل کی آرزو دل پہ نہیں لیکر عالم بھاگوتھ ریف لیگئے۔

جب ہندوستان کے اقبال ویاوری کا ستارہ چمکا تو قطرت نے جو لنگاہ حدیث کے شہسوار کو پیدا کیا یعنی جناب شاہ ولی اللہ صاحب اس سرزمین میں ظاہر ہوئے جن کے علم و فضل کی صدائیں ہندوستانی حدود سے نکل کر عرب و عجم میں پہنچیں اور جن کی ربانی مقبولیت تمام بلاد اسلامیہ میں پھیل گئی۔ چونکہ آپ علم و عمل دونوں میں خاص طور پر مشہور تھے اور آپ کا علمی کمال اعلیٰ درجہ کی وقعت کے ساتھ لوگوں کے کانوں میں گونج رہا تھا لہذا اطراف عالم کے لوگ بے اختیارانہ جوش کے ساتھ آپ کی طرف کھینچے چلے آتے تھے اور آپ کی درس و تدریس کا بازار ہر وقت گرم رہتا تھا آپ نے بڑی مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ علم نبوی کی اشاعت میں کوشش کی اور اپنی اُن تک کوششوں سے علم نبوی کو اس قدر رواج دیا کہ اب جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ڈالی ہوئی بنیادیں آسمان سے باتیں کرنے لگ گئیں۔

اس لحاظ سے اگر ہم اُس اولیت کے تمغہ کا جو جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے لئے تجویز کیا گیا ہے حضرت

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کو مستحق قرار دین تو شاید یہ جانوگا کیونکہ جس قدر حدیث کی اشاعت آپ کے زمانہ میں ہوئی اُسکا ننانویں حصہ بھی سابق کے زمانہ میں اشاعت نہیں پائی تھی

ایک فاضل مورخ کا یہ مختصر عیاں قابل نوٹ ہے کہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب ایک فاضل اجل عالم تھے اور ایسے عالم جن پر ہندوستان ہمیشہ فخر کرے گا اور جن پر تاریخی روشنی ہمیشہ چلے گی انصاف یہ ہے کہ اگر آپ کا وجود باوجود نہ ہوتا تو ہندوستان میں جو علمی فیاضیاں اسوقت چارون طرف پھیلی ہوئی ہیں ہرگز نظر آتیں بلکہ خاص خاص محدود حلقوں میں دیکھی جاتیں۔ یوں تو آپ ہر فن میں طاق تھے اور ہر قسم کے علوم کا درس دیتے تھے لیکن آپ کا علم حدیث و تفسیر خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے شاہ صاحب کے زمانہ عروج سے پیشتر علم حدیث کی حالت نہایت پستی اور تاریکی میں تھی۔ خال خال ہی لوگ اس شریف علم سے دلچسپی رکھتے تھے لیکن ہندوستان کی اقبال کی یادوری سے جب آپ کے علم کا چشمہ نمودار ہوا تو خاص اس فن کی بہت بڑی ترقی ہوئی اور تمام ہندوستان حدیث و تفسیر سے بھر گیا علماء کے ہر طبقہ میں حدیث کا چرچا ہونے لگا اور طلبہ کے زبان پر ہر استدلال کے موقع پر حدیث کے مقدس الفاظ آنے لگے حقیقت میں ہندوستان پر شاہ صاحب کا یہ ایسا گرانبار احسان ہے جس سے وہ سر اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا لیکن اس کے ساتھ ہی بانسوس کھنڈ پڑتا ہے کہ جس طرح یہ علمی عروج و اقبال شاہ صاحب کے نام سے شروع ہوا اُسی طرح اُسکا زوال و ادبائی مغرور و لا و بعد ہندوستان کے نام پر ختم ہو گیا۔ شاہ صاحب کی واجب الاحترام اولاد دنیا سے کیا اُڑی کہ علمی جاہ و خطا کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اب اس جلیل القدر خاندان میں کوئی ایسا بااثر شخص باقی نہیں رہا جس سے اس کا نام زندہ رہتا۔

الغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد مدرسہ حمیہ میں جسکی بنیاد جناب شیخ عبدالرحیم صاحب ڈال گئے تھے طلبہ کو درس دینا شروع کیا اور پورے بارہ سال تک اس میں اس استغراق و محویت کے ساتھ تھے کہ جو جس کی تفسیر میں دل نہیں سکتی۔ آپ کی خداداد قابلیت اور محنت کشی کی شہرت نے شوقین طلبہ کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا جو دور دراز ملکوں کی سنگلاخ اور دشوار گذار گھاٹیاں طے کر کے آتے اور آپ کے در سگاہ میں داخل ہونے کو سرمایہ ناز و فخر سمجھتے تھے۔

شاہ صاحب ہر ایک طالب علم کے ساتھ خواہ وہ کسی تہہ کا ہو عام اخلاق اور قیاضی سے پیش آتے اور سب کے ساتھ چہانہ و شرفیانہ برتاؤ کرتے قطع نظر اس کے کہ انہیں نہایت محنت و جفاکشی اور دلسوزی سے تعلیم دیتے

ان کے ضروری اور لایہی حوائج کے رفع کرنے میں اتنا سے زیادہ سعی ہوئے بلکہ بعض بعض محنتی اور قابل طلبہ کو اپنی ذات خاص سے امداد دیتے اور بہت ہی تسلی و دلجوئی سے انہیں خوش رکھتے۔ آپ کے مدرسہ کی شہرت پکڑنے اور در دولت پر ہر وقت طلبہ کے جلسے لگے رہنے کی یہ ایک اوجھی وجہ تھی۔

اگرچہ اس بارہ سال کے عرصہ میں آپ کی علمی مشق معراج کمال پر پہنچ گئی تھی۔ اور دینی و عقلی معلومات میں حیرت انگیز ترقی پیدا ہو گئی تھی لیکن ابھی تک طبیعت مبارک میں وہی کردی چلی جاتی تھی جو آغاز عمر میں تھی یعنی جہان تک ممکن ہو علم نبوی کی تحصیل و تکمیل میں ترقی کرنا چاہیے اور اس علم کو ایک ایسے عروج پر پہنچا دینا چاہیے جس سے زیادہ ممکن نہ ہو چنانچہ اس خیال کا سلسلہ آپ کے دل میں روز بروز بڑھتا چلا جاتا تھا کہ آپ اپنی آنرز و پرکامیاب ہونے کی ہر پہلو کو دیکھ رہے تھے ایک دن آپ نے اس بڑھتے ہوئے عقلمن پر غور بین نظر ڈالی اور فتوحات اسلام کی وسیع و فراخ دنیا کے پر فضا و خوش منظر سین زیر نظر رکھے غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شاہ مقصود و مجر عجب کے اور کسی سز میں سے حاصل نہیں ہو سکتا پس اب مجھے عرب میں چلنا اور وہاں کے مشائخ سے روایت حدیث کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو حرمین محترمین کی زیارت کا شوق دانگ گیر ہوا اور آپ نے وعدہ سامان سفر مہیا کر کے اس طرف توجہ مبذول فرمائی۔ آپ کے اس سفر مبارک کی اصلی غرض یحییٰ تھی جو ہم نے بیان کی۔

۱۔ ایک فاضل جامعہ شاہ صاحب کے سفر عرب کا یہ بیان کرتے ہیں کہ جب شاہ صاحب نے فارسی میں قرآن شریف کا ترجمہ کیا اور اس کی اشاعت ہوئی تو ایک تہلکہ عظیم کٹ ملا تو ان کے گرد و میں برباد ہو گیا وہ یہ سمجھ گئے کہ ہماری روزی کی عمارت ڈھا دی گئی اب جلا کبھی قصہ میں نہ آئیں گے اور وہ مرآت پر خوف کرنے کو تیار ہو جائیں گے اس خیال نے ان کے دل میں ایک انگ بھر کر کبھی اور علاوہ کفر کے قوی دینے کے شاہ ولی اللہ صاحب کے جانی دشمن ہو گئے اور اب ان میں مشورہ ہونے لگے کہ شاہ صاحب کو کیوں قتل کیا جاوے ان کٹ ملا تو ان جن کا اثر بہت کچھ شہر کے ہر دفعہ لوگوں، اکابر اور پختہ بازوں پر پیدا ہوا تھا چند بدعاش جمع کئے اور اب وہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تاک میں رہنے لگے ہمارا فاضل ان کے غیر خوش آئینہ مشورے سے بالکل ناواقف تھا اس محب رسول کا خیال مسلمانوں کی اصلاح کی طرف مائل تھا اس لئے اسے چندان ملاوٹ کی سائنش کی پروا نہ تھی نہ خیال تھا کہ کسی نہ کسی وقت باعث محض ہو گئے چنانچہ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ ہصر کی خانہ فقیر ہی میں پڑے ہوئے تھے اور آپ کو یا جمعیوں کی جماعت کے امام تھے ابھی آپ نے سلام پیرایہ کیا تھا کہ دروازوں پر غل و شگر کی آوازیں کانوں میں آئے لیکن اور لوگ غیر معمولی خیر شہر کرتے ہوئے معلوم ہوئے شاہ ولی اللہ صاحب کو کھٹکا ضرور تھا کہ شہر کے ملائے کبھی نہ کسی کچھ اہمیت برابرا کرین گے اب آپ نے اسکا طور مروتے ہوئے دیکھا۔ آٹا ٹاٹا میں یہ خبر آپ کے ساتھیوں کو جو آپ کے پاس بیٹھے تھے پہنچ گئی اور اب وہ سٹ پیاسے کیونکہ انکی تعداد بہ نسبت مسعودین بہت کم تھی وہ پانچ چھ سے زیادہ نہ تھے اور مسعودین کی تعداد سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی تھی یہ مسعود گروہ سے عزم سے آئے تھے لیکن ان میں اتنی اہمیت نہ تھی کہ مسجد میں گھس کے شاہ صاحب کو شہید کر سکتے جب شاہ صاحب کو تحقیق معلوم ہو گیا کہ یہ بیکر قتل کے لئے نذر کر کے آئے ہیں انہوں نے اپنے دوستوں سے کہا

اگرچہ بعض مورخوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب دہلی کے مولویوں کو جناب شاہ ولی اللہ صاحب سے رنجش پڑ گئی تو وہ آپ کے خون کے پیاسے ہو گئے تو آپ نے اُن کی اس رنج و غصہ کی آگ فرو کرنے اور اس رنجش کو دبانے کی غرض سے سفر عرب اختیار کیا لیکن جس مہند کی یہ خبر ہے خود شاہ صاحب کے بیان سے بے اصل اور غلط معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد بزرگوار کا انتقال ہوا تو میں تقریباً بارہ سال کتب دینیہ و عقلیہ کے درس میں محو رہا اور ہر علم و عمل کو غور میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے دیکھا اسی اثنا میں اکثر اوقات جناب والد ماجد کی قبر مبارک پر جا کر متوجہ ہوتا اور رات کی دلفریب چاندنی میں بیرون بیٹھا رہتا۔ ان دنوں میں توحید و جذب کی راہ میرے لٹو و سبج ہو گئی اور وجدانیہ علوم فوج فوج نازل ہوئے لگے۔ ائمہ اربعہ کی مذہبی کتابیں اور اُن کے اصول ہمیشہ میرے پیش نظر تھے اور جن حدیثوں سے انہوں نے اپنے مذہبی قواعد کو مستحکم و مضبوط کرنے کے لئے استدلال کیا ہے وہ بھی مجھے غائب نہ تھیں۔ انجام کار نوٹیں

بقیہ جلد ۳۲ کہ تم جان چاکے چلے جاؤ اور مجھ کو منافقوں کے ہاتھوں شہید ہونے دو لیکن انکی حجت اسلامی لئے یہ گوارا نہیں کیا اور وہ تلواروں کے تھنوں پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگے کہ جب تک جان میں جان باقی ہے آپ پر آج نہ آنے دینگے نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ صاحب جن کے ہاتھ میں صرف ایک پتلی سی گڑھی تھی اللہ اکبر کہنے لگے اُٹھو اور کھاری باؤلی والے دروازے کی طرف چلے دو لون دروازوں سے سمٹ کے منافقوں نے اس دروازہ کو روک لیا اور باوا ازمبند کہا دیکھو ولی اللہ چلے جائے شاہ صاحب نے یہ آواز سن کے نہایت دلیری اور شائستگی سے سوال کیا کہ میں تمہارا کیا گناہ کیا جس سے تم میری جان کے دشمن ہو گئے ہو اور میرے قتل پر آمادہ معلوم ہوتے ہو اور میں جواب دیا کہ تو نے قرآن کا ترجمہ کر کے بالکل عوام الناس کی نگاہوں میں ہماری وقعت کو کھو دیا۔ دن بدن ہماری روزی میں خلل پڑتا جا رہا ہے اور ہمارے معتقد ہوتے جاتے ہیں یہ بہت برا صدمہ تو نے نہ صرف ہمیں پہنچایا بلکہ ہماری آئینہ نسوون کو ٹٹوچایا ہماری اولاد کی آئینہ زمانہ میں اتنی بھی وقعت نہ رہی جتنی اب ہماری ہے اس پر شاہ صاحب نے جواب دیا کہ خدا کی نعمت نہ خاص کرنا چاہتی تھی میں نے عام کر دی کچھ دیر تک یہ رد و بدل ہوتی رہی آخر شاہ صاحب نے مع ساتھیوں کو جواب کا حلقہ کھٹے ہوئے اُٹھے دروازہ کی طرف قدم بڑھایا کٹ ماتے سینہ تان تان کے اکھر سے ہوئے کہ ہم نہ جانے دینگے اس پر شاہ صاحب نے ایک ساتھی نے تلوار کاوا کرنا چاہا۔ ہمارا جو سب مہیا روئے اس سے اس سے ہم یوں کو آمادہ دیکھ کر ہچکے اور اب اُن کے ہوش پران ہوئے بدعاش اٹھارے کے پہلوان خان جنگلوں میں زیادہ غور کرتے تھے بھلا وہ ایسی قلیل جماعت کی برہنہ تلواروں کے آگے کون کونسا ٹھہر سکتے تھے جو سچے دل سے اسلام پر جان دینے کو تیار تھے اس وقت شاہ صاحب کو جلال لگیا تھا اور برابر اپنی صفایا خون آبی رنگوں میں زور نہ حرکت کرنے لگا تھا اپنے پیچھے معمولی جوشی حالت میں اللہ اکبر کا ایک نعرہ مارا اور اُس جماعت کو پیرے پھاٹے چلے گئے کچھ بدعاش بوینا فنی کٹ ملا دیکھتے کے دیکھتے اُڑی کی یہ جہت نہ چری کہ کوئی ٹھٹھا شاہ صاحب پر کرتا حقیقت میں یہ بہت صحیح ہے دشمن اگر قوی ست بنگران تو بہت است۔ جب شاہ عبدالغنی صاحب نے یہ سنا تو انہیں بہت رنج ہوا رنج کے سوا بچارے کبھی کیا سکتے تھے غلبہ میں انکی اتنی وقعت نہ تھی جتنی کہ اُن کے علم و فضل کی ہونی چاہیے۔ جو اثر شاہ ولی اللہ صاحب کا مدینہ مکہ اور نجد پر تھا اسوس کہ وہ دہلی میں نہ تھا بلکہ کسی قوم اور کسی کی سفارش بہت جلد چل جاتی تھی اور بچارے شاہ صاحب کی کوئی نہ سننا تھا۔ اسی شب تمام کینے کے مہرج جمع ہوئے اور انہوں نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے یہ حالت معلوم ہو گیا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے کٹ مانے جانی دشمن ہو میں اور انہیں شیعہ سواروں نے بھی اُگسایا ہے کہ وہ شاہ صاحب کو کیا تو شہید کر ڈالیں شہر

کی نائید سے مجھے فتنائے محدثین کی روش پہلی معلوم ہوئی اور انہیں کے مسلک کو میں نے اختیار کر لیا۔ اربار سال کے گزرجائیکے بعد دفعۃً حرمین حضرتین کی زیارت کا شوق مجھے پیدا ہوا اور مشائخ عرب کے علم حدیث کی سند لینے کا خیال آیا چنانچہ میں نے فوراً سامان سفر تیار کیا اور ہر جان بک جلد مکہ میں ہو سکا عرب کی طرف متوجہ ہو گیا، اس سے صاف ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے ولی کے جنگجو مولویوں سے جان بچانے اور چچا بھڑانے کی غرض سے سفر عرب اختیار نہیں کیا بلکہ صرف حدیث کی تکمیل اور مذہبی فرض سے سبکدوشی حاصل کرنے کی غرض سے اختیار کیا جیسا کہ آپ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

اغرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اخیر اربعہ بین خانہ کعبہ کی زیارت سے شرف ہو کر اور کامل ایک سال تک کہ معظمہ کی چاروت۔ مدینہ طیبہ کی زیارت سے معزز و ممتاز ہو کر شیخ ابوطاہر قدس سرہ اور دیگر مشہور و نامور مشائخ عرب کے روایت حدیث حاصل کی اسی اثنا میں آپ چند روز تک جناب سید البشر علیہ فضل الصلوٰۃ والسلام اتم الخیات کے روضہ منورہ کے مجاور رہے اور اتنا سے زیادہ فیض حاصل کیا اکثر اوقات چاندنی راتوں کی گھمروں میں آپ وہاں مراقب رہے اس لکڑی و دلفریب وقت کے اعتبار سے اگرچہ آپ کو کچھ مدد نہ ہوگی لیکن زیادہ تر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نے آپ کے دل کو نہایت مجھے اور صاف کر دیا تھا اب حرمین شریفین کے بڑے بڑے زبردست علما و فضلاء سے ملے اور نئے نئے مشائخ سے ملاقاتیں کیں اور ہر طبقہ کے مشائخ سے استفادہ کیا۔

شاہ صاحب کے اس ماہین سفر میں کوئی خاص واقعہ ہجرت کے قابل تذکرہ نہیں ہے کہ آپ نے کن کن علماء سے استفادہ حاصل کیا اور وہ کس قدر و منزلت کے لوگ تھے چنانچہ میں اس مقام پر ان حضرات کے اسماء گرامی قلم بند کرنا چاہتا ہوں جن سے شاہ صاحب نے تکمیل حدیث کے علاوہ خرقہ صوفیہ زیب بدن فرمایا اور ساتھ ہی اس بات کا بھی مختصر طور پر ظاہر کیا کہ کھینچنا چاہتا ہوں کہ کس فاضل سے آپ نے کس چیز کی سند حاصل کی اور وہ آپ کے ساتھ کس وقت و ظہرت سے پیش آیا۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب جب حج مبرور کے ارکان فریضیت کے بار سے سبکدوش ہوئے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک سے فیض و شرف حاصل کر چکے تو شیخ محمد زکریا اللہ تعالیٰ عنہ

شاہ جناب شیخ محمد زکریا اللہ تعالیٰ عنہ نے حرمین مدینہ المعزنی ایک بڑے معتز و ممتاز شخص تھے قطع نظر مجتہدین اور زمانہ درمگر ہونے کے اپنے والد بزرگوار کی تلمیذ و تربیت کے ایک مددہ منورہ تھے حرمین حرمین کے بڑے بڑے مشائخ و علما آپ کی رہنمائی سے زیادہ عزت کرتے اور آپ کی شاگردی کو سراہا و غرور و تازہ سمجھتے تھے آپ اپنے زمانہ میں ایک ایسے مسلم القوت محدث تھے جسکی نظیر کہیں مل

محمد بن محمد بن سلیمان المغربی کی خدمت میں پہنچے جنہوں نے بڑی جوش سہرت کے ساتھ بڑے بڑے جہاد
 قدم اگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا اور بہت عزت سے جہاں معمولی مزاج پر سی کے بعد آپ کا حال دریافت
 کیا۔ شاہ صاحب نے شیخ محمد وندھانہ کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی یہ بھی بیان کر دیا کہ میں آپ کے
 سند حدیث لینا چاہتا ہوں اور اسی لئے ہندوستان سے یہاں حاضر ہوا ہوں۔ شیخ وندھانہ نے بخوشی اس
 بات کو منظور کیا اور ایک خاص وقت آپ کے لئے مقرر کر دیا چنانچہ اپنے شیخ موصوف کے درس گاہ میں نشست
 شروع کی اور عطا یحییٰ بن یحییٰ اول سے آخر تک بہت تہویٰ عرصہ میں بنادی اور اس کے بعد شیخ محمد بن محمد بن سلیمان
 مغربی کی تمام مرویات کی اجازت حاصل کی۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۴۳۴۔ نہ سکتی تھی شیخ محمد وندھانہ کے والد بزرگوار علم حدیث میں وہاں رہتے تھے کہ تمام اہل حرمین کے استاد
 کہلاتے جاتے تھے اور شیخ احمدیہ کا معزز و مقدر خطاب پیکار سے حاصل کیا تھا شیخ محمد کی شہرت اکثر یہ زیادہ تر حدیث میں تھی اور آپ
 خصوصیت کے ساتھ علم نبوی میں زیادہ نمک رہتے تھے لیکن حقیقت میں تمام علوم و فنون کو جامع تھے اور تفسیر و فقہ ادب میں اپنا ہوا
 کا درجہ رکھتے تھے اہل حرمین آپ کے فضل و کمال کی بڑی عزت کرتے تھے اور باحفاظہ احمدیہ یا شیخ احمدیہ کہہ کر پکارتے تھے۔ شیخ محمد
 علم کے علاوہ صاحب ثروت اور مالدار بھی تھے اور چونکہ خود علوم کے جوہری تھے اس کو اس کی اتھاس زیادہ قدر کرتے تھے۔ ایک دفعہ
 کانگرہ کو کہ آپ اسلام ہل میں تشریف لیکھتے اور وہاں ایک شخص کو نسخہ نوینہ فروخت کرتے دیکھا علم کی قدر شناسی اور حرص نے آپ کو
 اس پر اتادہ کیا کہ تین ہزار راج الوقت کو دیکھ کر غصہ ہوا اور پھر بھی مفت خیال کیا، انتقال کے وقت ایک توبہ باز و جاگر کہنا اور
 کبھی عیدہ نہیں کیا۔ ایک مرتبہ مسجد اکرام میں باقی کا ایسا سیلاب آیا جس سے تمام عرصہ کے باشندوں پر غرق ہو جانے کا خوف غالب
 ہو گیا شیخ محمد نے اپنے مال و دولت اور مال و خیال کی کچھ سی پروا نہیں کی، اس منہ پر کچھ نہ بولتا تھا، میں مشغول ہو گئے۔
 شاہ ولی اللہ صاحب جس زمانہ میں شیخ محمد وندھانہ کی علمی مجلس میں تشریف رکھتے اور سند حدیث حاصل کر چکے تھے آپ اس نسخہ کی زیارت سے
 شرف ہوئے تھے بلکہ انہیں سے کچھ پڑا بھی تھا۔

شیخ محمد جس طرح علم شریعت کو جامع تھے ویسوی طرح شیخ کے رموزہ اسرار سے بھی بخوبی واقف تھے اپنے شیخ ابو نعیم بن مغزیلی کی خدمت سے
 حاصل کیا تھا اور ان کے ہاتھ پر عیت کر چکے تھے۔ کتب حدیث کی تصحیح کی بنیاد حرمین میں آپ پہنچے، دینی اور شیخ وندھانہ نے اس بنیاد پر اسرار
 عمارت بلند کی کچھ روزہ زمین آسمان سے بائیں کرتے گئی۔ شیخ علیہ السلام نقلی جو اس حد میں ایک فاضل جن عالم تسلیم کئے جاتے تھے
 اور جو تمام اہل عرب کے مقتدا و پیشوا تھے بیان کرتے ہیں کہ شیخ محمد جس طرح علم روایت میں کمال رکھتے تھے اسی طرح آپ کے صناعات عجیبہ
 اور علوم غریبہ کو بھی عروج پر پہنچا دیا تھا حدیث و تفسیر کے علاوہ انشا پر داری اور فصاحت و بلاغت میں خاص امتیاز رکھتے تھے علم
 ادب اور شاعری میں ضرب اہل تھے ثروت و دولت کا کافی حصہ خدا کی طرف سے عنایت ہوا تھا اور اس کی لئے وہ زیور بھی تھا جو اہل
 کے لائق و زینت ہی یعنی آپ اعلیٰ درجہ کے فیاض و سخاوت تھے غرض کہ دینی و دنیاوی اعتبار کے لائق کوئی ایسی صفت نہ تھی جو فیاض ازل سے
 آپ کے درجہ تکھی ہو جیستہ یہ کہ آپ خداوندی ارشاد و داد کا فی الخلو و انجسوم کے ایک ایسے صاف و شفاف فوٹو تھے جس میں ہر دونوں
 تصویریں ہر وقت نظر آتی تھیں۔ چونکہ شیخ محمد جامع علوم و فنون اور مصنف کے ساتھ معارف تھے اس لئے آپ کا ذاتی کمال و کمال وطن مالو
 سے یہاں کھینچ لایا تھا کہ کمال زمانہ میں عرب کے علاوہ اہل کمال کے لائق کوئی دوسرا شہر اہل علم کے لئے نہ تھا۔
 لیکن جس زمانہ میں شیخ محمد کے علوم معجز کمال پر پہنچے اور وہ ان کے سورج سے جتنی روشنی تمام خط عرب میں پھیلا دی تو واسطوں کے بغیر

اس کے بعد شاہ صاحب و جناب شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کروی مدنی کی خدمت میں پہنچے اور احادیث صحاح
سنن اشعریہ و ترمذیہ و مسند بن مائمرہ صحیح بخاری کی اثنا عشر قرأت میں احادیث و فقہ کی مختلف و متضاد روایات میں بحث

شیخ جناب شیخ ابوطاہر عمر کے ابتدائی زمانہ سے تحصیل علوم میں درغیب تھو اور علمی سوسائٹیوں علماء کی مجلسوں میں ہمیشہ شریک ہوتے تھے۔
ابتدائی تعلیم و تربیت کے ذریعہ کے بعد جب آپ میں علمی قابلیت پیدا ہو گئی اس وقت سے آپ کے والد بزرگوار نے اس کو ہر ماہ ہجری کی
قدردانی شروع کر دی اپنا خرچ اس خزانہ پر شریک جیسے ہر ماہ کیا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بہت سے برہمگروں سے اُن کے لٹو اجازت
اور قیود حاصل کیا جن میں ایک بزرگ شیخ محمد بن سلیمان مغربی میں شیخ ابوطاہر نے کتب عربیہ کی تحصیل سید احمد ادریس مغربی سے کی
جو اپنے زمانہ کے سیویوہ کہلائے جاتے تھے اور جو علوم عربیہ میں اجتہاد کا مرتبہ رکھتے تھے حدیث و فقہ اور تفسیر میں بے نظیر
تھے اور ادب و شاعری میں بے مثل بیات رکھتے تھے قطع نظر اس کے اتفاق پر مہر گاری میں بڑے زیادہ مشہور تھے شیخ ابوطاہر فرماتے
میں کہ ایک دفعہ سید احمد ادریس کے ایک تلمیذ مسجد نبوی کھڑا ہوا میں نے ثابت پڑھی اور جب نماز سے فارغ ہو کر سید پاس آیا تو آپ نے میرے
انتہا سے زیادہ عتاب کر کے فرمایا لا ازال تھرا آپ نے یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ ذکر فہما عنہ مآذ کو قائل اللہ تعالیٰ
رسولہ بدلتھ و لیس ذلک حدیثی میں مجھے اچھلنے دو کیونکہ جناب شی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہو کر ایسی سورت پڑھے
جس میں آپ کے چچا کی نکویش و ذمہ بیان کی گئی ہو خدا تعالیٰ اپنے پیغمبر کو جس چیز کے ساتھ چاہے خطاب کر سکتا ہے لیکن ہمارے مرتبہ
نہیں ہے کہ ہم ایسا کریں شیخ ابوطاہر نے فقہ شافعی شیخ علی طوقانی مصری سے پڑھی تھی اور استقبال کی کتابیں منجم باشی سے جو
ردم کے متبحر علمائین مشہور فاضل تھے علم حدیث کی تمام کتابیں اپنے والد سے پڑھی تھیں بعد تکمیل علوم اور اجازت و سند کے حاصل کرنے
کے لئے اول شیخ حسن عجمی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے بہت کچھ استفادہ حاصل کیا پھر شیخ احمد تھلی اور شیخ عبدالستار بھری
اور پاس پہنچے شیخ عبدالستار بھری سے شاہکی النبی اول سے آخر تک پڑھی اور امام احمد کی مسند دو مہینے سے کم مدت میں پڑھی۔ ان
حضرات کے علاوہ بہت سے اُن فضلا سے بھی سماعت حدیث کی جو حرمین شریفین کی زیارت کے لئے وقتاً فوقتاً تشریف لائے مثلاً شیخ
عبدالستار لاہوری جو امام عبدالحکیم سیالکوٹی کی تمام کتابوں کی روایت شیخ عبدالستار البلب سے کرتے ہیں اور شیخ عبدالرحمن محدث دہلوی
کی تمام کتب اسی واسطے سے مولانا عبدالحکیم سے روایت کرتے ہیں اور شیخ سعید کوکھی۔ اس فاضل اہل اور علامہ عصر کے شیخ ابوطاہر
نے بعض کتب عربیہ اور شیخ ابیاری مصنفہ شیخ ابن حجر عسقلانی کا جو تھا حصہ بڑا خرچہ شیخ ابوطاہر علی فضل و کمال کے علاوہ سلف
سلاج کی تمام احصاف کے ساتھ مصنف تھے و مع اجتہاد میں نہایت بلند مرتبہ رکھنے تھے فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل اور نہایت
مشہور تھے حدیث و فقہ کی جزئیات اور استنباط مسائل پر آپ کی نظر نہایت غائر تھی اور یہی وجہ تھی کہ عرب کے تمام باشندے آپ کی
بہت عزت کرتے اور ہر شخص اپنی آنکھوں پر جگہ دیتا تھا باوجود انہماک علم اور استغراق فن کے جب تک کتب کا نسخہ لکھتے کسی بات کا
جاب نہ دیتے تھے۔ رقیب القلوب اسد جہ تھے کہ جب احادیث رفاق پڑھتے تو آنکھوں میں آنسو بھر پڑتے اور یہوں زار و قطار دما کرتے
اکثر اوقات طاعت الہی اور درس علوم میں مشغول رہتے اور بقیہ وقت کشف و مرقبہ میں صرف ہوتا تھا آپ کا عام نظم و انضام
اور لباس وغیرہ کثیف و بناوٹ سے بری تھا استاد درجہ کا مجروح کا رہتا اپنے خدام اور تلامذہ کے ساتھ متواضعانہ اخلاق سے پیش
آئے اور اگر کسی سے کسی طالب میں غلطی ہو جاتی تو نہایت نرمی اور آہستگی سے متنبہ کرتے کسی کی پخص نہ کرتے۔ شاہ ولی اللہ صاف کا ایک
مختصر تذکرہ اشقام پر قابل ذکر ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے علماء حرمین کے اکثر حضرات سے ملاقات کی جو اور اکثر فضلا کی خدمت
میں حاضر ہوا ہوں لیکن میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ مکالمہ اخلاق کے ساتھ جامع علوم ہو پھر شیخ ابوطاہر بن ابراہیم کروی مدنی
رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ کی فراست و درایت حقیقت میں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے جسے میں نے اپنی تالیفات کے بعض
مختلف مقامات میں ذکر کیا ہے،

الغرض جناب شیخ ابوطاہر قدس سرہ العزیز نے سال ۱۱۵۰ھ رمضان کے مہینے میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

پھر گئی اور شاہ صاحب نے بڑی صداقت و دلیری سے اس اختلاف کا سبب دریافت کیا شیخ ابوطاہر نے جواب دیا کہ احادیث و فقہ کی روایات میں جو کہ میں کہیں اختلاف واقع ہو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جمعیت کے انتہائی درجہ کو پہنچ گئی تھی اور فطرت جمعیت سے یہ صورت اختلاف پیدا ہو گئی تھی ایک اور موقع پر صوفیہ کے حالات میں بحث شروع ہو گئی اور ان باتوں کا سلسلہ یہاں تک بڑھا چلا گیا کہ شیخ ابوطاہر صاحب کے درس کا وقت فوت ہو گیا آخر کار یہ مسئلہ پیش ہوا کہ بعض حضرات صوفیہ اپنے ہم مشربوں کے کلام کی تردید کرتے ہیں اور یہ تردید ان کے پیروں میں نفوذ کر جاتی ہے اس پر شیخ ابوطاہر نے فرمایا کہ میں صوفیہ کے انکار سے بچنا چاہتا ہوں ہر چند کہ میری بعض اسلاف بھی ایسے ہو گزرے ہیں جنہوں نے اپنے ہم مشربوں کے ساتھ ایسا برتاؤ ادا جائز نہ کہا لیکن مجھ میں ان کی طعن آمیز تردید نے ذرا بھی اثر نہیں کیا بلکہ میں ان کے ساتھ ایسا ہی اعتقاد رکھتا ہوں جیسا اپنے اسلاف کے ساتھ اور ان کی طرف سے کسی طرح کی گران خاطر ی اپنے میں نہیں پاتا پس یہ کہ یہ کیونکر تسلیم کر لیا جائے کہ حضرات صوفیہ کی باہمی رد و قبح ان کے پیروں میں بھی نفوذ کر جاتی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس پر شیخ ابوطاہر نے ایک تمثیلی حکایت بیان کرنا شروع کی۔ فرمانے لگے کہ شیخ بھی شاذلی میرے والد بزرگوار کے ساتھ ہمیشہ مباحثہ و مذاکرہ کیا کرتے تھے اور کچھ نہ کچھ چیر چار چلی جاتی تھی شیخ بھی بعض اوقات ادب کا پہلو چھوڑ کر طعن آمیز کلام سے تردید کرتے تھے جس سے سننے والوں کو سخت رنج ہوتا تھا لیکن باوجود اس کے کہ جب انہوں نے دنیا سے کوچ کر کے سفر آخرت قبول کیا اور زمانہ دراز کے بعد ان کی لاش قبر سے نکالی گئی تو بالکل صحیح سالم نکلے اور یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے گویا ابھی ابھی سوئے ہیں اس حکایت کے نقل کرنے سے میری صرف اتنی ہی غرض ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ کسی شخص پر اس وجہ سے طعن کرنا کہ وہ بعض عرفا کا منکر نہا ہو گزرا تو نہیں ہے۔

شاہ صاحب کا بیان ہے کہ اس کے بعد جناب شیخ ابوطاہر نے فرمایا کہ اسبارہ میں شیخ محی الدین بن عربی کی ایک عجیب و غریب وصیت ہے جو آپ نے اپنے معتقدوں کے سامنے ایک نہایت ہی با اثر طریقے سے بیان فرمائی تھی۔ زان بعد آپ نے فتوحات کا نسخہ کتب خانہ سے طلب کیا جو خاص مصنف کی قلم سے لکھا ہوا تھا اور اس میں سے باب الوصیت کا بحث چڑھنا شروع کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ محی الدین بن عربی فرماتے ہیں کہ مجھے ایک شخص کی طرف سے اس لئے عداوت ہو گئی تھی کہ وہ شیخ ابو بدین کو ایسی ناگوار اور طعن آمیز باتوں سے یاد کیا کرتا تھا جو ان کی شان کے قابل نہ تھیں اور چونکہ میں ان سے دلی عقیدہ و تہمت ہی رکھتا تھا اس لئے مجھ پر اس کی باتیں

اور بھی بڑا اثر ڈالتی تھیں اور بہت سے بڑے خیالات اُسکی طرف سے میرے دل میں جم گئے تھے ایک دن کا
 نوکر ہے کہ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا گویا آپ فرما رہے ہیں کہ محمدی الدین باقم
 فلان شخص سے کیوں عداوت رکھتے ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ جیسے مغزو مقتدر شخص کو کیا
 کہتا ہو اور میں اُن کا معتقد ہوں فرمایا کیا وہ خدا رسول کو دوست نہیں رکھتا میں نے کہا جی ہاں خدا رسول
 تو دوست رکھتا ہو فرمایا تو تم اس وجہ سے کہ وہ ابوہریرہؓ سے دشمنی رکھتا ہو اُس سے کس لئے عداوت رکھتے ہو
 اور خدا رسول کی محبت رکھنے کی وجہ سے اُسے کیوں نہیں دوست رکھتے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو میں نے اپنے
 اُن بڑے خیالات سے توبہ کی اور اُس کے مکان پر عزت کی گئی اور اپنے ساتھ ایک قیمتی چادر لیتا گیا
 جسے نہایت فرزانگی اور سلیقہ شعاری سے اُسکے سامنے پیش کیا اور راضی کر کے دریافت کیا کہ آپ ابوہریرہؓ
 اس درجہ بزرگ کیوں ہیں میرے اس سوال کا انہوں نے ایک ایسا جواب دیا جس کی بنا صرف لاعلمی پر تھی
 چنانچہ میں نے نہایت پُر اثر لفظوں میں تقریر کی اور اُن کے تمام شکوک و شبہات کو باطل مٹا دیا اسپر انہوں نے
 شیخ ابوہریرہؓ کو بڑا کہنے سے توبہ کی اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و فیض کا یہ بدیہی نتیجہ پیدا ہوا کہ
 وہ بھی میری طرح شیخ کے بدل معتقد ہو گئے۔

احصل جناب شاہ ولی اللہ صاحب چند روز تک شیخ ابوطاہر کی خدمت میں رجوا دسی قسم کے علمی تذکرے
 بڑے زور شور سے ہوتے رہے شیخ ابوطاہر جس عفت و وقوت کے ساتھ آپسے پیش آئے اُسکا اظہار صرف
 اسی سے ہو سکتا ہے کہ جب آپ اُن سے خلعت ہو کر وطن کی طرف مراجعت کرنے لگے تو ایک بے اختیار
 جوش کے ساتھ یہ ہدایت زبان پر لائے ۵ نہایت کل طریق کنت اعرفہ ۶ اظہار تھا یو دینی لویعکھ۔

جن ہی شاہ صاحب کی زبان مبارک سے خضنائہ الفاظ تھے اور اس شعر کی آواز شیخ صاحب کے کانوں
 میں پہنچی تو آپ کے چہرہ پر خن و ملال کے آثار چھا گئے اور پر نہ آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہنے لگیں
 آپ زار قطار روتے جاتے تھے اور بطریق شایعت شاہ صاحب کے ہمراہ آہستہ آہستہ چلے جاتے تھے۔
 شیخ ابوطاہر صاحب نے علاوہ سند احادیث کو اپنا خزانہ ہی نہایت فرمایا اور خود دست مبارک سے جناب شاہ
 ولی اللہ کے زبیر جم کیا جو حقیقت میں تمام صوفیوں کے خرقوں کو جامع و حاوی تھا اور چلتے وقت بہت سی
 باطنی فیوض تلقین کیے۔ چونکہ شیخ ابوطاہر صاحب علمی کمالات کے جوہری اور قدردان تھے اس لئے آپ نے
 شاہ صاحب کی قابلیت کا خوب اندازہ کر لیا تھا اور آپ کے ضمیری جوہروں اور ربانی مایاتوں کو اچھی طرح

پر کھلے تھا یہی وجہ تھی کہ شخصیت کے وقت آپ نے اُن باطنی رموز و اسرار کا آپ پر انکشاف کر دیا جو ابھی تک آپ کے سینہ کے خزانہ میں ایک زمانہ دراز سے محفوظ چلے آتے تھے۔

حقیقت میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب جس رتبہ کے شخص تھے اُس سے کچھ وہی عمیق و غنیض نظریں و افہام تھیں جو روز ازل سے ربانی اسرار سے سرمہ آلود ہو چکی تھیں عام نظروں اس قابل ہرگز نہیں ہو سکتیں کہ وہ اس عظمت و جبروت اور جاہ و جلال کو دیکھ سکیں اگرچہ اس جلیل القدر اور عظیم الشان خاندان میں بہت سے لوگ ایسے قابل ہو گئے ہیں جو فضل و کمال میں اپنے آپ ہی نظیر تھے لیکن انصاف یہ ہے کہ شاہ صاحب جیسا صاحب کمال اس خاندان میں دوسرا نہیں ہوا ایک فلسفی اور قومی شاعر کا یہ شعر ہماری تحریر کے حسبِ حل ہو۔

قیس ساچھ کوئی اٹھانہ بنی عامر میں فخر ہو تا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب شیخ تاج الدین قلعہ حقی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے ہیں اور سند حاصل کی ہے چنانچہ آپ اپنی قلم مبارک سے تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں شیخ تاج الدین کی مجلس درس میں صبح بخاری کا درس ہوتا تھا میں دو تین روز تک متصل حاضر ہوا اور بخاری شریف کی سماعت کی علاوہ دین

سے شیخ تاج الدین ہاضمی عبدالحسن کو فرزند رشید میں بہت سی مشائخ کی صحبت میں علمِ حدیث حاصل کیا اور دس بارہ سالہ عرصہ میں اس سے اجازت پائی آپ ہنوز فرورد سال ہی تھے کہ آپ کے والد بزرگوار ہاضمی عبدالحسن نے شیخ عیسیٰ مغربی سے آپ کے واسطے اجازت حاصل کر لی تھی۔ اول کہ آپ بہت جری عزت کرتے تھے اور دوسری وجہ یہی کہ آپ کے پیار سے امامت اور فقا کا معروضات حاصل کر لیا تھا عام عربستان میں معنی کہ مشہور تھے اور فتنہ خفی کے دوسرے بارہ بجے جاتے تھے۔ جب شیخ تاج الدین ابتدائی تعلیم و تربیت سے فارغ ہوئے تو شیخ محمد بن سلیمان مغربی کی مجلس درس میں حاضر ہوئے اس زمانہ میں شیخ محمد بن سلیمان مغربی کی درسگاہ میں سن سنائی کا درس ہوتا تھا جب یہ کتاب ختم ہوئی تو شیخ مغربی نے تمام حاضرین مجلس کو اجازت دی جس میں شیخ تاج الدین بھی شامل تھے لیکن شیخ تاج الدین نے حدیث کی اکثر کتابیں شیخ عبدالحسن سالم بصری سے پڑھیں اور صبح بخاری و صبح مسلم شیخ حسن عجمی سے اور جب ان حضرات سے استفادہ حاصل کر چکے تو آپ شیخ صالح بخانی کی خدمت میں پہنچے اور ایک مدت تک ان کی صحبت میں رہ کر بعد ازاں باریکیان دریافت کیں علمِ حدیث میں ان ہی سے خلا کا مل لیا اور اس علم خاص میں شیخ تاج الدین کو ان کی شاگردی کا بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا شیخ صالح بخانی کے علاوہ شیخ احمد غنی اور شیخ احمد قطان بھی ان کے ارشد و مریدین تھے جبکہ صحبت میں ساٹھ سال تک شیخ تاج الدین فیضیاب رہے ہیں اور رابطہ و سند حاصل کی ہے شیخ احمد قطان سے درس کا طریقہ دیکھا اور ان کے انتقال کے بعد کعبہ کے سایہ میں ماہی مصلیٰ پر بیٹھ کر شیخ احمد کو تائیم دینا شروع کیا چنانچہ شیخ تاج الدین اس واقعہ کی نسبت خود اپنی قلم سے یوں تحریر فرماتے ہیں کہ جب میرے استاد شیخ احمد قطان کا انتقال ہو گیا تو میرے بڑے دوست تمام مشائخ نے جن میں شیخ عبدالحسن بصری اور شیخ احمد غنی بھی تھے مجھ پر زور دیا کہ شیخ احمد قطان کی جگہ پر کعبہ کے دروازے میں شیخ احمد کے مطابق قراءۃ حدیث کر دین لیکن مجھ کو اس شان منصب پر دلیر نہیں ہو سکتی تھی اور باوجود ایں علیل القدر کا بڑا دشمن و راضل کے مجھ سے اس خدمت کی ادائیگی بہت ہی دشوار و مشکل معلوم ہوئی تھی لہذا میں نے اس خدمت کو قبول نہیں کیا اور اپنے شاخِ بزرگوار کو جواب صاف دینا کہ آپ لوگوں کے جوئے مجھے یہ یقین دے گا کہ اس عظیم القدر امرِ جبروت کر دین لیکن ان حضرات نے میری من تاس کو گنگاہ قبول سے نہیں دیکھا اور میرے نگاہ پر اس قدر حوصلہ و مبالغہ کیا جس سے میں

کتاب صحاح سنیہ کے بعض بعض مشکل مقامات اور موطناً امام مالک اور مسند دارمی اور کتاب الآثار امام محمد اور موطناً امام محمد کی بھی سماعت کی جس وقت آپ نے ان تمام کتابوں کی اجازت جملہ اہل مجلس کو دی تھی فقیر بھی اس جماعت میں داخل تھا ہر جہہ کہ اور لوگوں کے زمرہ میں مجھے اجازت صرف حاصل ہو گئی تھی لیکن مولانا تاج الدین نے مجھے خصوصیت کے ساتھ علیحدہ اجازت دی اور زبانی اجازت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تحریری اجازت عنایت فرمائی جن ایام میں شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ ایک عجیب غریب حکایت بیان فرماتے تھے جو کہ وہ حکایت لطف و دلچسپی سے خالی نہیں ہو اس لئے میں اس مقام پر اٹھا کر درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳۸۔ باطل مجبور ہو گیا انجام کار میں سے شیخ حسن علی کو جو اس زمانہ میں طائفت کی سمت میں مقیم تھے یہ تمام کیفیت لکھ کر بھیجی گئی تھی جواب میں انہوں نے مزید تاکید کے ساتھ کہنا بھیجا کہ بہر حال اپنے مشایخ کے فرائض کو نبھانے کے قانون سے متناہی نگاہ قبول سے دیکھنا چاہئے الغرض جب میں سب طرف سے مجبور ہو گیا تو مشایخ ذکر میں فرما کر بدین تسلیم غم کو دی اور اپنے عزیزوں کے اشارے کے مطابق مشیخ احمد قطان کے مقام پر پیشکر صبح بخاری پڑھا ہر شہرہ کی اور جن مقام تک شیخ نے استیفاء کی تھی میں نے اسی جگہ سے بخاری کا آغاز کیا جب بخاری شریف ختم ہوئی تو مجلس میں تمام علماء و مشایخ حاضر تھے سب سے میرے حق میں دعا فرمائی اور میں نے ان کی قدر و اقدار کا شکریہ ادا کیا۔

شیخ تاج الدین گے، جس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ جامع جمیع صفات کمال اور حاوی جمیع علوم و فنون تھے کیونکہ اگر آپ کی فقہانہ رائے نہ ہوتے تو اس قدر مشیخ کیا اور اچھا اعلام میں درس دینے کی آپ کو جرات نہ ہوتی نیز ان اولوالعزم اور فہم عصر حضرات کا اس جلیل القدر منصب پر شیخ تاج الدین کو مامور کرنا خود اس پر دلیل ہے کہ وہ ایک ایسے گرانا یہ جو ہر تھے جس کی قیمت و قدر سے یہی علم کے جوہر کی خوب واقف تھے شیخ تاج الدین کو جناب شیخ ابراہیم حمودی مدنی کی شاکر گدی کا بھی خیر حاصل کر چکے تھے حدیث و فقہ کی تمام علوم کی اجازت انہیں دی اور علمی تفصیلات کی دستار پہننے کا حق سے باز نہ رہا۔

ابو جعفر شیخ تاج الدین بڑے پائے کے شخص تھے اور متحدہ علوم میں کمال رکھتے تھے فقیر حدیث فقہ تفسیر آیات و احکام العرب کے حلقہ تھے اور ادب آپ کا اوتنے سا علم تھا خدا تعالیٰ نے ذہن و حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ میں مختلف علوم کا درس دیتے تھے علمی ذوق و شوق خدا نے ہمیں سے دیا تھا جس کی گمیل میں آپ ہمیشہ مصروف رہی اور آخر کار اسے مکمل عروج پر پہنچا دیا۔ فن ادب میں آپ کو کمال و سنگاہ تھی۔ فصاحت و بلاغت کے متعلق آپ بڑے بڑے شعرا کو غلطیاں بتا دیتے تھے کہ یہاں یون ہو نا چاہیے اور وہ فوراً انہیں تسلیم کر لیتے تھے۔

شیخ تاج الدین میں وہ تمام خصلتیں اور فضائل جمع تھے جو ایک پاکیزہ اور دیندار عالم میں ہونا چاہئیں عام اخلاق و عادات عزم و ثبات بندہ حوصلگی۔ وقوف نظری میں تمام مشایخ و علماء میں ایک مستثنیٰ اور ممتاز عالم تھے عالمانہ تہذیب و احتشام اور فاضلہ و شان و شوکت اور علم و فضل کی سرپرستی نے شیخ تاج الدین کی شہرت کو اور بھی چمکا دیا تھا آپ کی علمی برکتوں کی مدائے عام نے دلوں میں وہ ذوق و شوق اور جو صلی پیدا کر دئے تھے کہ زمانہ کمال آپ کے درسی مجلس میں پہنچے چلے آئے تھے جیسے خود قابل طباع فضیلت آپ تھے ویسے آپ کے نامہ بھی جودت ذہن اور فاضلہ و قابلیت میں ممتاز تھے۔ پھر باوجود ایسے عالم و فاضل ہونے کے تکلف و مبادت مزاج میں عام کو نہ تھا ذہنی و فاضلہ میں بڑے مستحکم تھے علاوہ فرض نماز کے سیر کھتیں روزانہ پڑھتے گا و مستور تھا اور بجز بیاری یا نہایت قوی عند کو کبھی جماعت ترک نہیں ہوتی۔ ہرنگاہ دین سے خاص تعلق رکھتے تھے اور شائع و عظیم بیعت رفت ہوتی تھی صوفیائے گرام اکثر اوقات آپ کے مکان پر تشریف رکھتے تھے اور کبھی کبھی آپ کے مکان پر فوجا تھے مسئلہ میں آپ نے سفر اخراج قبول کیا اور پھر استقلال کو بعد دینا میں ایک شب

شیخ تاج الدین صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہوا اور مرض نے اس قدر طول کھینچا کہ ضعف
تا توانی تمام اعضاء پر غالب ہو گئی اور اب مجھے جس و حرکت کرنے کی بھی تاب و طاقت نہیں رہی۔ اسی اثنا
میں۔ میں نے ایک شب کو عجیب و غریب خواب دیکھا۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص دروازہ سے آیا ہے
اور کہہ رہا ہے کہ اس بیمار کی شفا کے لئے مرغیان پکائی جائیں اور ان پر سارا قرآن پڑھا جائے جب یہ مریض
ان مرغیوں کو کھائے گا تو اس کا تمام مرض جاتا رہیگا اور بالکل شفا حاصل کریگا۔ جب میں میدان ہوا تو میں نے
عزم باجزم کر لیا کہ خواب کے بموجب عمل درآمد کرنا چاہیے لیکن اس پر بھی میں نے اس قدر توقف کیا کہ آج شب
کو اور معلوم کر لینا چاہیے اوکل اس کے مطابق تعمیل کرنی مناسب ہے چنانچہ شب امینہ کو جب میں مرض
کی یحییٰ میں کر ڈٹیں لیتے لیتے سو گیا تو دیکھتا ہوں کہ گویا امام بخاری علیہ الرحمۃ میرے گھر میں تشریف لائے
ہیں اور اپنے دست مبارک سے دیگ درست کر رہے ہیں۔ آپ نے دیگ کے نیچے آگ جلائی اور مرغیوں کا
نہایت عمدہ اور صاف گوشت دیگ میں ڈالا صبح سے شام تک برابر سالن بکتا رہا اور جب خوب پک کر ٹپکا
ہو گیا تو امام بخاری نے ایک بڑے سے شاف قاب میں میرے آگے لاکر رکھا اور فرمایا کہ ہم نے اس پر
سارا قرآن پڑھا ہے تم اسے کھاؤ خدا کے فضل و کرم سے شفا پاؤ گے چنانچہ میں نے اس سے کچھ تناول کیا
کھاتے ہی مرض میں فوری افاتہ محسوس ہوا اور تھوڑی دیر میں اس مرض کا مجھ میں نام و نشان تک باقی نہیں
رہا عادت کے موافق جب صبح کو بیدار ہوا تو اپنے تئیں بالکل صحیح و تندرست اور چاق و توانا پایا۔ میں نے اپنے
دل میں جو بشارت و سرور اس واقعہ سے پایا کہ حضرت امام بخاری نے اس فقیر کے حال پر اس درجہ عنایت
فرمائی فرمائی ہے وہ اس سے بہت زیادہ تھا جواز الہ مرض اور دفعہ بیماری سے پایا جاتا تھا

جن علماء حرمین سے جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے بالمشافہ اجازت حدیث حاصل کی اور علم حدیث کی
مختلف کتابیں سنیں سنا بن میں انکی مختصر فہرست مع اجمالی حالات کے بیان کر چکا اب مجھے مناسب معلوم ہوتا
ہے کہ اسی عنوان کے ذیل میں ان مشائخ صوفیہ اور علماء محدثین کے حالات و واقعات کا بھی سرسری طور
پر خاکہ کھینچوں جن کے واسطے سے انہیں اور ان کے ذریعے سے جناب شاہ صاحب تک فخرہ صوفیہ اور
اسناد حدیث کا سلسلہ پہنچتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک نہایت وسیع اور طول طویل مضمون ہے جس کی تفصیل کیلئے
کئی جزو درکار ہیں مگر چونکہ میں حیات ولی کو زیادہ طول دینا اور خارج البحث واقعات درج کر کے بڑھانا نہیں
چاہتا اس لئے نہایت اختصار کے ساتھ چند منتخب مشائخ کا حال علیحدہ علیحدہ عنوانوں سے ذکر کرتا ہوں

شیخ احمد شناوی

شیخ احمد علی کے فرزند رشید اور عبدالقادر بن عباس شناوی کے بلند اقبال پوتے ہیں آپ کے آباء بزرگوار اولیاء کبار اور بڑے جاہ و جلال کے لوگ تھے شیخ عبدالوہاب شعراوی نے جو ایک مختصر ریاضہ آپ کے علم و فضل کی نسبت کیا ہے وہ حقیقت میں آپ کے لائق ایک اعلیٰ درجہ کا سا شیفٹ ہو سکتا ہے شعراوی لکھتے ہیں کہ شیخ احمد شناوی علم شریعت و حقیقت کو جامع تھے علم حدیث شمس ربیٰ اور اپنے والد بزرگوار سے پڑھا تھا اور سید غضنفر اور شیخ محمد بن ابی الحسن کبریٰ سے حدیث روایت کیں اور اپنے والد علی سے فرقہ صوفیہ زبیر بدن فرمایا اس کے بعد سید صبغة اللہ کی صحبت سے ہمیشہ فیضیاب رہے اور آخر کار ان کے دست مبارک سے فرقہ پہنا اور انکی فیض صحبت سے دجا عالیہ پر پہنچے اور ایک ممتاز و مستثنیٰ خلیفہ قرار دئے گئے شیخ احمد کے لائق یہ جملہ خیرات الملک ہو گیا تھا کہ لیکن الشعراوی جیسا موصوعہ کا اقباعی یعنی اگر شعراوی ہی زندہ ہوتے تو انہیں بھی بحر میری اتباع کے اور کچھ کرتے دہرتے بن نہ پڑتا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن شیخ احمد شناوی اپنے حجرہ میں سوتے تھے دیکھتے ہیں کہ حجرہ کی دیوار پر ایک گرگٹ چلا جاتا ہے شرع کے قانون کے موافق آپ نے اسے مار ڈالنا چاہا لیکن شہود و وحدت نے فوراً ہی آپ کے اس ارادہ کو مضمل کر دیا دوسری مرتبہ آپ نے پھر اس کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا لیکن اب بھی شہود و وحدت نے آپ کے اس داعیہ کو شکست دی غرض کہ آپ ان دونوں خطروں کے مابین متروک و متحیر تھے انجام کار امتثال شرع کا ارادہ غالب ہوا اور آپ نے ایک پتھر اٹھا کر گرگٹ کی طرف پھینکا نشانہ نے خطا کی اور گرگٹ پتھر کی زد سے بچ کر بھاگ گیا یہ دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اور جوش مسرت میں زبان مبارک سے نکلا الحمد للہ الذی جمع بین الامرین یعنی خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے دونوں باتوں پر عمل کرا دیا۔

اس حکایت کو عقب میں شیخ احمد شناوی نے جو جناب شیخ احمد شناوی کے فرزند معنوی اور ممتاز خلیفہ ہیں اور جسکے حالات آئندہ بیان ہوں گے فرمایا کہ اگر میں ایسے مقام پر ہوتا تو ذرا توقف و تردد نہ کرتا اور گرگٹ کے سر کو فوراً پتھر سے کچل ڈالتا۔

شیخ احمد شناوی نے بہت سی پر مغز اور عالمانہ مقولے تحریر کئے ہیں منجملہ اُنکے بطور شے نمونہ از خروارے یہ ہیں "عہد نامہ بحفظ وان لم یحفظ"، "مناخین اہل عربین کے خوف میں جمول بیعت کو اخذ عہد سے تعبیر کرتے ہیں

اس بنا پر شیخ احمد شادوی کے اس حکیمانہ مقولے کے یہ معنی ہوئے کہ مشائخ صوفیہ میں سب سے جو میری حیثیت قبول کرتا ہے اس طریقہ کی تمام مشائخ کی برکت حالت زندگی اور حالت موت میں اس کے شامل حال ہوتی ہے۔ یہ بھی آپ ہی کا پرہیزگارہ ہے کہ نہ کاہل داخل النار نہ رانی من رانی الی یومہ القیامۃ، یعنی جس شخص نے مجھ دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا وہ کبھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔
آپ کا انتقال ۲۸؍ چری میں ہوا اور موضع بقیع میں دفن ہوئے۔

شیخ احمد قشاشی

شیخ احمد قشاشی شیخ محمد کے فرزند اور شیخ یونس قشاشی کے پوتے ہیں جو عبد البنی کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ شیخ یونس کو عبد البنی کا لقب پہلے نے اس وجہ سے دیا تھا کہ آپ آدمیوں کو اجرت دیکر مسجدیں بٹھاتے اور جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھواتے اور قشاشی کے ساتھ نامزد ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے تئیں مخفی اور پوشیدہ رکھنے کی غرض سے قشاشہ فروشی کیا کرتے تھے یعنی دوات پرانی ٹکلیں اور پرانی جوتیاں وغیرہ کم قیمت چیزیں فروخت کیا کرتے تھے کیونکہ قشاشہ کم قیمت اور پرانے اسباب کو کہتے ہیں۔
شیخ احمد قشاشی علم شریعت اور حقیقت میں امام وقت اور مجدد عصر تھے جب حقایق سخن میں ذکر چھڑ جاتا تو آپ ہر بات کو آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے مدلل و مبرہن کرتے اپنے بہت سے مشائخ کی صحبت اٹھائی اور اپنے والد بزرگوار سے فرقہ مزبہم کی ایک حقیقت میں آپ کے مکمل نے شیخ احمد شادوی کے ہاتھ پر عروج پایا اور یہی وجہ تھی کہ شیخ احمد قشاشی اپنے تئیں شیخ احمد شادوی کی طرف منسوب کرتے اور اس انتساب کو ذریعہ فخر سمجھتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ احمد قشاشی نے مشائخ صوفیہ کی تلاش میں دور دراز ملکوں کا سفر کیا اور ایک عرصہ دراز تک سیاحت میں مصروف رہی لیکن کوٹھتے وقت جب چارہ میں مینچے تو انہیں ایک واقعہ میں معلوم کر لیا گیا کہ شیخ احمد شادوی مکمل کے مرثیہ پر پہنچ گئے ہیں ان کے ذاتی کمالات معراج کمال پر ترقی کر گئے عین اور باطنی علوم کا سارہ بڑے جاہ و جلال کے ساتھ چمک رہا ہے لیکن چونکہ کوئی معنوی فرزند نہیں رہے ہیں اس لئے یہ ہیں اپنے فرزند ہی کے انتساب کے مشہور کرنا چاہتے ہیں اب تم جاؤ اور انکی خدمت میں چند روزہ زندگی بسر کرو چنانچہ شیخ احمد قشاشی اسی وقت جدہ سے روانہ ہو گئے اور بہت جلد شادوی کی خدمت میں پہنچے

شادی نے انہیں دیکھتے ہی ایک نہایت مسرت اور تازگی کے لہجہ میں کہا مرحبا من جاء یقتبس مناعلمنا
یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ احمد قشاشی نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ شیخ محی الدین بن عربی نے اپنے
دست مبارک سے ان کے جسم کو خرقة سے آراستہ کیا اور اپنی ہمشیرہ غزیرہ کو ان کے نکل حین دیا ہے شیخ محمد
قشاشی نے معلوم کر لیا کہ اب میری وحدت وجود کی معرفت درست ہو گئی ہے کیونکہ شیخ محی الدین بن عربی
کی ہمشیرہ غزیرہ اسی سے تعبیر ہو سکتی ہے۔ ذیل کی عبارت خاص شیخ قشاشی کی خط مبارک سے لکھی ہوئی ہے
جس سے آپ کا علمی تجربہ اور لیاقت و قابلیت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں الذی یتحقق
وجود اللہ یتحققہ الخاصۃ مرتبۃ الہیۃ ینزل بہا کل واجد لہا حسب وقتہ وزمانہ غیر منقطعۃ ابدالاً بآباد
الی ان لا یبقی علی وجہ الارض من یقول اللہ اللہ لعد مخلو المرئیۃ الہیۃ عن القانین بہا حتی یدیر القانمر
بہا بصرہ لحافظ مرتبۃ العدد فیما قبلہ وبعدہ لا یتناسہ تتو امصالح و تقتضی المحاجات لوانہم الف الف
فی عدد ہم عاد والی واحد فرد بلا حمد وقد تحقیقنا بذلک حقا وتولناہ منازلۃ صدقنا فمن تبعنی فاند
منی ومن عصانی فاذلک غفور رحیم ومن رآہ من مشائخی من اہل الختمۃ المذکورۃ سند امتصلا من
الیہم من غیر انقطاع باذن اللہ تعالیٰ خمسۃ انفس سادسہم کلہم کلام رجاء لقیب انتہی

شیخ قشاشی کی مجلس میں جب مقامات کا ذکر چڑھتا تو آپ فرمائے تھے کہ لا مقام لنا لاننا من اہل یثرب وقال اللہ
تعالیٰ یا اہل یثرب لا مقام لکم یعنی ہمارے لٹھ کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ ہم باشندہ یثرب ہیں اور اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے اے یثرب کے باشندے! تمہارے واسطے کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ آپ اس سے مقام بے نشان
کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

شیخ ابراہیم کردی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قشاشی نے اپنی مجلس میں ذیل کی حدیث کا ذکر کیا کہ ما علی
احدکم ان یکون فی بیتہ محمد و محمد ان ثلثۃ شیخ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ہی میں سمجھ گیا کہ خدا
تعالیٰ مجھے تین فرزند عطا کریگا جن میں سے ہر ایک کا نام محمد ہوگا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے خیال ہوا کہ
اگر ایسا ہوا تو ایک دوسرے سے کس نوعیت کو ساتھ ستھنے و ممتاز ہوگا۔ شیخ قشاشی نے اپنی باطنی اشراق سے
نوراً میرا خیال مٹا لیا اور فرمایا تکفی احدہما ابوسعید والثانی ابالحسن والثانی اباطاھرا یعنی تم ایک کی
کنیت ابوسعید دوسرے کی ابوالحسن تیسرے کی ابوطاھر رکھنا چنانچہ ایک مدت کے بعد یہی صورت
متحقق ہوئی۔

شیخ قشاشی کے عادات و اخلاق بالکل سادہ البناوٹ سے بری تھے آپ کا طرز معاشرت نہ تو فقہائے زمانہ کے طور پر تھا نہ زاہدان خشاک کی وضع پر بلکہ توسط اور بے تکلفی کے طریقہ پر تھا جو عین سنت کا منشا ہی۔ آپ امر کے مکان پر جانا ہمیشہ معیوب جانتے تھے ہاں اگر وہ خود در دولت پر حاضر ہوتے تو نہایت خوشحوی اور عام اخلاق سے پیش آتے اور ہر شخص کے ساتھ اس قدر وسعت کے مطابق برتاؤ کرتے پھر کہ یہ قوم کا او بھی خصوصیت کے ساتھ اکرام و اعزاز کرتے اور امر معروف کی تبلیغ نہایت نرمی و دلجوئی کے ساتھ تمام کو بچھڑاتے جو لوگ آپ کی زیارت کا اعزاز حاصل کرتے انہیں نصیحت سے خالی نہ رکھتے۔

شیخ عیسیٰ مغربی کا قول ہے ما خرجت من عند القشاشی قط الا والدینا فی عینی احقر من کل حقیر و نفسی اذل من کل ذلیل ولو تکرر دخولی علیہ مرات یعنی میں جب قشاشی کی مجلس کو چھوڑ کر باہر آیا تو میری آنکھ میں دنیا ہر حقیر چیز سے زیادہ حقیر معلوم ہوئی اور میں نے اپنی نفس کو ہر ذلیل چیز سے زیادہ ذلیل دیکھا اگرچہ میں ایک دن میں چند مرتبے آپ کی مجلس میں حاضر ہوا مگر وہاں سے نکلتے وقت میری یہی کیفیت ہوتی شیخ احمد قشاشی نے محبوبت و یگانہ سوز کر سفر آخرت قبول کیا ہی تو اس وقت سنا کہ فیکجی کی انیسویں تاریخ تھی۔

سید عبد الرحمن ادیبی مشہور بہ محبوب

آپ کی ولادت موضع کمالہ میں ہوئی جو بلاد مغرب میں ایک نہایت معمور اور پرفضا مقام ہے جب یہ زندگی کے ابتدائی مرحلے طے کر چکے تو بلاد مغرب اور مصر و روم و شام میں مدتوں تک سیروسیاحت اور تعلیم معلوم میں زندگی بسر کی کیونکہ ان دنوں میں پرايوٹ درسگا ہوں کے علاوہ بڑے بڑے مدرسے ان ہی شہروں میں قائم تھے بعد ازاں حرمین میں آئے اور ساٹھ سال تک مجاور رہے لیکن پھر لوگوں کی زبانی یہ جملہ سن کر کہ الیمن ینبت فیہ اولیاء کما ینبت فی الارض البقل یعنی ملک یمن میں اولیاء اللہ اس قدر پیدا ہوتے ہیں جتنے تیر میں گھاس اگتی ہے، اولیاء اللہ کی زیارت کو لئے یمن تشریف لگئے اور وہاں رنگین صحبتیں اور عجیب غریب وقائع پیش آئے جب ایک ہفت تک یمن میں زندگی بسر کر چکے اور مختلف اولیاء اللہ کی صحبتوں کی فیضیتا ہو چکے تو پھر مکہ میں چلا آئے اور اسے یہیں رہنا اختیار کیا جو ہر حال کے مستفید ہوئے اور بہت لوگوں نے خرقہ صوفیہ حاصل کیا اکثر مکہ کے باشندے آپ کی کرامات اور باطنی تصرفات کے بیشار و پھپھ و اتعات

بیان کرتے ہیں۔

منجملہ اُن کے ایک یہ بھی شیخ خزین العابدین شافعی مفتی مدینہ اپنے والد بزرگوار سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کہہ کر شریف کو کوئی سخت ضرورت پیش آئی چونکہ اس زمانہ میں سید عبدالرحمن محبوب کا سارہ شہرت اور عروج پر چل رہا تھا اور اقبال و کمال کا اہتمام پوری شہرت پر چنگیا تھا اس لئے اُس نے آپ کی طرف رجوع کی اور بہت دوا کی اسے عاید پیش کی سید نے تھوڑی دیر حبيب تفكر میں بسر والا زمانہ بعد فرمایا کہ کہہ کے مخلوق میں سے فلاں مشہور محلہ میں ایک اس قسم کا گھر ہے شریف کہہ دیا جان جائے اور بعد ضرورت، بل لیکر باقی نہایت احتیاط سے چھوے چنانچہ لوگ فی الحال اُس محلہ میں پہنچے اور بزرگ سید کے بتائے ہوئے مکان میں داخل ہوئے دیکھتے ہیں کہ اشرفیوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں گویا سارا مکان سوئے سی پڑا ہے شریف کہہ گئے اُس میں سے صرف میں نے اشرفیان لیلین اور باقی صند و قون میں بند کر کے مہر لگا دی سید عبدالرحمن نے شریف کہہ کر جاننا دی کہ ان اشرفیوں کو بلاتا مل اپنی ضرورتوں میں صرف کرے لیکن اس کے بعد شریف کہہ کی غیبت بدل گئی اور اُس نے باقی دولت کو بھی تصرف میں لانا چاہا مگر پھر تو اُس گھر ہی کا پتا پایا نہ مال و دولت ہی کا سرخ چلا اس سے خود شریف کہہ اور اُس کے اعوان و انصار سخت حیرت زدہ ہوئے اور سید سے دریافت کیا کہ اس میں کیا بہتہ تھا فرمایا ایرانیوں میں ایک متمول اور صاحب ثروت شخص اپنے شہر میں مر گیا تھا اور اس کا کوئی جائز وارث نہ تھا میں نے تصرف کیا اور اس کا گھر کہہ میں کینچ لیا اُسی میں سے تین ہزار اشرفیان ہاتھ لگیں اور حاجت رفع ہونے کے بعد وہ مکان پہرانی جگہ چلا گیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سید عبدالرحمن محبوب۔ سید احمد بن ملوان کی مرقہ انور کی زیارت کیلئے تشریف لیگئے سید نے اپنی خادم کو خواب میں متنبہ کیا کہ سید عبدالرحمن میری زیارت کو آتے ہیں تو کل فلاں مقام پر اُن کا استقبال کیجیو اور انتہا سے زیادہ نظم و تکریم بجالائیو۔ چنانچہ خادم اپنے آقا کا یہ اشارہ پاتے ہی شہر کے باہر استقبال کے لیے گیا لیکن باوجود تلاش و تحقیق کے سید عبدالرحمن محبوب کا کہیں پتا نہیں چلا انجام کار بایوس و فاماہد ہو لوٹ آیا یہاں اگر دیکھتا ہے کہ محترم سید قبر کے تہ میں تشریف دیتے ہیں چونکہ قبہ کے کپڑے بند تھے اور گنجی خادم کے پاس تھی اس لئے اُسے تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوئی۔

قطع نظر اس کے سید عبدالرحمن محبوب حفظ حدیث اور کثرت روایات میں ماہرین فن کے زمرہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ معرفت رجال انتخاب اسناد و حفظ اصول میں اجتہاد کا مرتبہ رکھتے اور نقل اخبار و ضبط آثار میں اہل

کی تابیت رکھتے تھے پھر صرف حدیث دائرہ ہی کے عالم نہ تھے بلکہ علم سیر اور ادب میں بھی کمال مہارت رکھتے تھے فصاحت و بلاغت اور خوش بیانی میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے علماء مصر و شام سے مختلف علوم حاصل کئے تھے اور مکہ کے باشندوں کی گودیوں میں اپنے فیض سے بھر دی تھیں۔

الغرض جس طرح سید عبدالرحمن کمالات باطنہ سے موصوف تھے اُسی طرح کمالات ظاہرہ بھی بوجہ کمال رکھتے تھے آپ کی سخاوت و فیاضی تمام عرب میں مشہور تھی صبح سے شام تک آپ کے دسترخوان پر ایک جم غفیر آمد و شد کرتا تھا اور آپ ہر شخص کے ساتھ نہایت خندہ پیشانی اور عام اخلاق سے پیش آتے تھے ممالک اسلام سے نہایت قیمتی اور وزنی ہدیائیں آتے اور آپ فوراً فقر پر صرف کرتے تقریباً دو سو غلاموں کے سر پر آزادی کا تاج رکھا اور ہزاروں آدمیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا آپ کی نیک خلقی اور شیریں گفتاری کا یہ بدیہی نتیجہ تھا کہ جو شخص آپ کے پاس نشست کرتا مدت العمر تک مفاہات دوست نہیں رکھتا۔ آپ اسدِ بحرِ عاقل اور قوی الطمانہ تھے کہ جو شخص ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کرتا اگرچہ موسم حج ہی میں کرتا اُسے جب دیکھتے فوراً پہچان لیتے۔ جو لوگ آپ کی زیارت کے لٹے آتے ہر ایک کو اُس کی استعداد کو سمجھتے و جودہ خیر کے دلائل پیش کرتے اور درودِ ملامت اور استغفار کا حکم فرماتے لیکن جس میں قابلیت و استعداد کا مادہ ملاحظہ کرتے اُسے کلامِ صوفیہ کا مطالعہ کرنے اور اُن سے اعتقاد و ظاہر کرنے کا ارشاد فرماتے خاص کر شیخ ابن عربی قدس سرہ کی جانب رغبت دلاتے۔

شمس الدین محمد بن علامہ بابلی

یہ بزرگوار حافظہ حدیث تھے اور علوم حدیث میں اعلیٰ درجہ کا تبحر رکھتے تھے اپنی زمانہ میں مصر و حرمین کے اُستاد و مشہور اور شاہیر محدثین میں گنے جاتے تھے ابن کے نورانی چہرہ پر عظمت و جلال برتا تھا اور اس شان و شوکت سے چلتے تھے جس سے دیکھنے والوں پر عظمت و اہمیت طاری ہوتی تھی۔ طرزِ معاشرت نہایت عمدہ اور پاکیزہ تھا۔ جودتِ فہم عقل و دانائی فراست و فطانت و دیانت و صیانت میں عظیم المثال اور تواضع و خوش خلقی میں خیرِ البشر تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے ابتدائی عمر میں شب قدر کی برکت حاصل کی اور اُس مبارک رات کے بعض عجیب و غریب اُمور محسوس کر کے جنابِ الہی میں دعا کی تھی کہ خداوندِ باری مجھے حافظ بن حجر عسقلانی کے ہم پلہ کر دے خدا تعالیٰ نے شمس الدین کی دعا کو یمن کیا اور اُمین علمی تجربین شیخ ابن حجر کے ہم پلہ کر دیا۔ صحیح بخاری اور موطا اور حدیث یحییٰ بن سالمہ سے پڑھیں اور سن و حدیث کے پھلے پھولے باغ میں ایک نئی نازکی بخشی۔

شمس الدین بابلی کی طبیعت کو علم حدیث سے ایک خاص مناسبت تھی اس لئے انہیں اس شریف علم میں ایک نئی طرح کی لذت حاصل ہوتی تھی تمام وقت حدیث کی نقل و تحریر میں صرف کر دیتے اور سنا و حدیث کو حفظ کرتے رہتے تھے۔ حدیث میں اس درجہ محویت و استغراق پیدا ہو گیا تھا کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ایک جز حدیث کا اپنے پاس رکھتے اور ہر وقت اس کے مطالعہ میں غرق رہتے۔ شیخ عیسیٰ مغربی نے آپ کی تمام مرویات اور اسناد کو ایک رسالہ میں ضبط کیا ہے جس کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر متاخرین کیلئے کوئی اصل اور سند ہے تو پھر اس کے اور کوئی نہیں۔

اپنے تالیف و تصنیف کی غایت و سبب میں ایک نہایت ہی قیمتی آرٹیکل دیا ہے جسے میں اس مقام پر بحسنہ نقل کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں لا یؤلف احدنا لیل الا فی احد اقسام سبعة اما ان یؤلف فی شئی لم یسبق الیہ احد او شئی ناقص یتعمد او شئی مغلق یشرحہ او طویل یختصر لا دون ان یخل من معاینہ بشئی او شئی مختلط یتبدل او شئی اخطأ فیہ مصنف قبلہ او شئی منفرق ینجعه والا کان اضاعة الوقت۔ یعنی تالیف کی غایت ذیل کے ساتھ وجوہ و اسباب میں سے ایک وجہ اور سبب ہونا چاہیے ورنہ تضییع وقت کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ایک یہ کہ کوئی ایسی چیز تالیف و ترتیب کے قالب میں ڈھالے جس کی طرف کسی کا ذہن اس سے پیشتر دوڑا نہ ہو دوسرے یہ کہ کوئی بات ناقص ہو جس کی اسے تکمیل منظور ہو تیسرے یہ کہ کوئی شے مغلق ہو اور یہ اس کی تشریح و توضیح کے درپے ہو چوتھے یہ کہ وہ زیادہ طول طویل ہو جسے یہ مختصر کرنا چاہتا ہو چاہتا ہو لیکن معانی کے حل اور مطالب کی تفسیر کی طرف مائل نہ ہو پانچویں یہ کہ کوئی چیز مختلط اور غیر متماز ہو اور یہ اسے ترتیب سے آراستہ کرنا چاہتا ہو چھٹے یہ کہ اس میں پیشتر سے مصنف نے غلطی کی ہو جس کے اظہار میں اس نے قلم اٹھایا ہو ساتویں یہ کہ وہ پریشان و براگندہ بیان ہو جسے یہ ایک جگہ جمع کرنا چاہتا ہو شمس الدین بابلی کو خدا تعالیٰ نے وہ عظمت و جلال اور بزرگی و فضیلت عنایت کی تھی کہ سلاطین یورپ اور شرفاء عرب اور امراء مصر و شام کی گردنیں آپ کے آگے جھکتی تھیں ان کا اقبال و اقتدار و اعزاز کے ساتھ پیش آتے تھے آپ کے در و دولت پر حاضر ہونے کو اپنا فخر سمجھتے اور قدوسی کو سعادت ابدی خیال کرتے تھے بادشاہان عرب اور شرفاء کہ کو جب کوئی ہم پیش آتی تو آپ سے ہمت و دعا کے طالب ہوتے اور جو کچھ آپ ارشاد فرماتے اس سے سروسامان نہ لیتے

حدیث کی درس اور اشاعت کے علاوہ آپ ہمیشہ تلاوت قرآن میں مصروف رہتے اور تدبر معانی

مختصر و مختص کے ساتھ ایک معین حصہ کی روزانہ قراءت کرتے۔ آپ نے شانہ بھری مین دنیا بنانا پاتا
تھے سفر کیا اور تہت الغروب مین خداوندی معافی قبول کی۔

شیخ عیسیٰ جعفری مغربی

یہ مشہور فاضل مغرب مین پیدا ہوئے اور وہ مین نشوونما پایا۔ قرآن مجید اور علوم متعارفہ کے چند متون یہیں کے
علماء و فضلاء سے پڑھے جب عمر کے پندرہ مرتلے طے کر چکے تو جرائر مین چمپنے اور سیکاسی کی صحبت مین ۸
سال سے زیادہ رہی اس صحبت مین آپ کو اکثر علوم مین تبحر حاصل ہو گیا اور ہر علم مین مین تھوڑی تھوڑی شہرت
حاصل کی زبان بعد علماء قسطنطنیہ اور علماء مصر و حمین کی خدمت مین حاضر ہوئے اور شام ہر محرم مین سے
روایت مین کین اس کے بعد آپ نے کہ مین توطن اختیار کیا۔

شیخ عیسیٰ کی تصنیفات سے ایک مجہم سے بمقالید الاسانید ہے جو نہایت ہی قیمتی اور روزنی کتاب ہے
اور جس کی نظیر دنیا مین بمثل مسکنی ہی۔ اس کتاب کے دیکھنے سے شیخ کی لیاقت و قابلیت بہت کچھ ثابت
ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ علم حدیث مین کس درجہ کا پایہ رکھتے تھے اور علم حدیث کو کس عروج پر
پہنچا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ تمام اہل حمین نے آپ کو اپنا امام و مقتدا تسلیم کر لیا تھا اور شیخ الوقت کا مؤلف
و روزنی خطاب دیا تھا۔ آپ کی درگاہ مین عراق و مصر اور شام وغیرہ کے لوگ ہمیشہ حاضر ہوتے اور آپ کے
تجر و دست نظر خدا و حافظہ پر عیش کرتے۔

سید عمر نے جو شیخ عیسیٰ کی نسبت مختصر الفاظ مین ریاک کیا ہے اُس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ
ایک ایسے درجے کے شخص تھے جن کے فضل و کمال مین کوئی شخص اُس وقت برابر کی کا دعویٰ نہیں کر
سکتا تھا چنانچہ وہ لکھتے ہیں من ادادان ينظر الى شخص لا يشك في ولايته فليد نظر الى هذا یعنی جو شخص
کسی ایسے آدمی کو دیکھتا ہے جس کی ولایت مین کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا اُسے شیخ عیسیٰ کہ
دیکھنا چاہیئے۔ اسی طرح سید محمد بن علوی آپ کی نسبت کہا کرتے تھے کہ رذاق ذ صاف

شیخ عیسیٰ جس طرح علمی فضائل مین ضرب المثل اور مشہور تھے اُسی طرح عادات و اخلاق مین بھی مثیل تھے آپ پر
قد نگیان اور خوبیاں جمع تھیں وہ کسی دوسرے شخص کو اس زمانہ مین نصیب نہیں ہوئیں۔ کوئی
نضا نہیں ہوئی اور حضور جماعت پر مداومت و مواعلت رہی کثرت طواف تہیام ہمار قیام شہر

میں پہلے درجہ کے حریص تھے۔ باوجود اس عالمانہ تیزک، واعتشام کے تحلف و تقصیب نام کو نہ تھا اخلاص
میں جو دست اور عزم تھا آج اسکی تکمیل سے تمام علما و فضلا کے حلقے خالی ہیں۔ تمام امور میں متوسط اور
درمیانی راہ تھی آپ کو تنگ و ناموس میں اس درجہ بالائے تناسل۔ علاوہ ان تمام باتوں کے آپ نے بہت سے
مشائخ کبار سے ارتباط پیدا کر لیا تھا لیکن انجام کار طریقہ شاذ و لایہ اختیار کر لیا اور آخر عمر تک اسی طریقہ کی
طرف طبیعت کا میلان رہا۔

شیخ عیسیٰ نے فقہ حنفی کے مطابق ایک مسند بھی تالیف کی تھی جس میں بہت سی روایات کی تائید میں متصل حدیثیں
بیان کی ہیں اور جس سے ان لوگوں کے زعم کا بطلان بخوبی واضح ہوتا ہے جو اس بات کے مدعی ہیں کہ
حدیث متصل کا سلسلہ آج بالکل منقطع ہو گیا ہے۔ آپ نے سترہ جہز یا مین دنیا سے انتقال کیا اور روضہ
رضوان میں تشریف لے گئے۔

شیخ ابراہیم کر دی مدنی قدس سرہ

یہ بزرگوار علاوہ مذہبی تقدس کے دنیاوی شان و شوکت بھی بہت کچھ رکھتے تھے بڑے بڑے مشہور فضل
فن حدیث میں آپ کے شاگرد تھے اور فقہ شافعی میں بھی پہلے درجہ کا کمال حاصل تھا علماء و محدثین شریفین
میں پیشوائے مذہبی تسلیم کئے گئے تھے اور مصر و شام کے فضلا امام وقت اور مقتدا اے عصر کے خطاب
سے یاد کرتے تھے۔ علم حدیث و عربیت میں یدِ طولیٰ رکھتے اور آپ کے فنون رسمیہ معراج کمال پر ترقی کا
گئے تھے ہر فن میں بیش قیمت اور روزنی تصانیف رکھتے تھے۔ اسی لیاقت اور پولیسٹیکل قابلیت
وہ یہی نتیجہ تھا کہ اُس عہد کے بچہ بچہ کی زبان پر نہایت وقعت و عظمت کے ساتھ آپ کا نام جاری ہے
علما و فضلا کے حلقوں میں آپ کی انتہائی یاد و شمع سرائی کی جاتی تھی۔

اپنے والد بزرگوار کے علاوہ اور بہت سی ائمہ وقت کی خدمت میں آپ کو تسلیم کی تحصیل کی اور
میں تمام علوم سے فراغت کر لی۔ فلان تحصیل ہو نیکی بعد حج کے قصد سے سفر اختیار کر
قریب شہر بغداد میں سکونت کی جو اس وقت مختلف علوم کا مرکز تھا اور پھر قریب

فضلا اور مشائخ موجود تھے اور غالباً یہی وجہ تھی کہ شیخ ابراہیم دو سال تک
میں پھر اس شہر کے اکتساب کلمات کیلئے کوئی اور موقع اہل علم کے

بنا دین فرموش رہی اُس عہد میں اکثر اوقات سید عبداللہ اور قدس سرہ کی مزار اقدس پر متوجہ ہوتے رہی اور یہیں سے آپ کو اس راہ کا ذوق و شوق پیدا ہوا۔

دو سال کے بعد خدا کو خدا حافظ کہا اور ملک شام میں چار سال تک سکونت پذیر رہی زبان بعد مصر پر گزرتے ہوئے جرین میں تشریف لائے اور شیخ احمد قشاشی سے ملاقات کی شیخ ابراہیم کو شیخ قشاشی سے اور قشاشی کو ان سے ایک خصوصیت عجیب پر آہو گئی اور شیخ ابراہیم نے بہت تھوڑے عرصہ میں انہیں اپنا گرویدہ بنا لیا خرقہ صوفیہ حاصل کیا اور پچیسین روایت کین اور ان کی صحبت میں کمالات علیہ پر ترقی کی۔ عربی اور کردی زبان کے علاوہ فارسی اور ترکی بھی خوب جانتے تھے اور ان زبانوں میں ایسی سہولت اور بے تکلفی کے ساتھ تقریر کرتے تھے جیسے سکر زبان لوگ حیرت زدہ ہو جاتے تھے۔

شیخ ابراہیم علمی تجربہ اور فضل و کمال میں اعلیٰ درجہ کی شہرت رکھتے تھے اور فہم و فراست بہت زیادہ تھے واضح صبر و علم میں ضرب المثل تھے بیان کیا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں آپ ملک شام میں مقیم تھے ایک دن شیخ محمد الدین بن عربی کے روضہ تہرہ کی طرف اس نیت سے متوجہ ہوئے کہ اس وقت سفر کا عزم بہتر ہے کہ نہیں آپ واقعہ میں دیکھتے ہیں کہ جناب شیخ محمد الدین ان کے جوتے کی غبار کو جھاڑ رہے ہیں شیخ ابراہیم نے معلوم کر لیا کہ آپ اقامت کا طرف اشارہ فرماتے ہیں شیخ ابو طامہ کا بیان ہے کہ دولت عثمانیہ کے وارث تخت و تاج کا تابع جسے طرف کے لوگ خواجہ کے نام سے پکارتے تھے ایک دفعہ دینہ طیبہ کی زیارت کو آیا اور بڑے شان و شوکت! جب شیخ ابراہیم کے عظمت و حیوت کا شہرہ سنا تو علما و مشائخ نیز ارکان دولت عثمانیہ کے جم غفیر کو ہمارے کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملاقات کے بعد شیخ سے عرض کیا کہ میں نے ملک شام میں ایک اشکارا جس کے مٹانے اور قلع و قمع کرنے میں انتہا سے زیادہ کوشش کی شیخ نے فرمایا کہ وہ کیا بدعت تھی گن سجدوں میں ذکر پھر کرتے تھے میں نے اسکی ممانعت کر دی شیخ نے نہایت بخوشی سے ایک بیباک شہر بھی وہیں اظہارِ تہنیت منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ و سعی فی خواہا۔ شیخ کی اس بیداری و ہمت میں ایک شخص نقلین اگر دیا اور اُسے آپ کی اس بیخوف گفتگو سے سخت ملال ہوا فقہ تہرہ میں اور حاکم وغیرہ سے مستطاب کی گئی تہمین حبیب میں سے نکال کر شیخ کیجئے شیخ کی زبان بڑے بڑے مناظروں میں کبھی نہیں نہرتی تھی آپ نے ناپارگفتگو کرتے ہو تو میرا خطاب تمہاری طرف متوجہ نہیں ہو سکتا کیونکہ

میں ایک اور شخص کا مقلد ہوں اور تم کسی اور شخص کے تھارے استدلال و حجت سے میں ملزم نہیں ہو سکتا ہاں اگر تحقیق کی رو سے اس مسئلہ کی نتیجہ و توضیح چاہتے ہو تو بسم اللہ بندہ حاضر ہے شیخ کے اس پرغز اور عاقلانہ جواب سے خود شرمندہ ہو کر چپ ہو رہا اور نہایت منغص و مکدر ہو کر مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا شیخ نے اسی زمانہ میں ایک بڑے زور کا رسالہ تحریر کیا جس کا نام حافلہ رکھا اور جس میں خود کے شبہات و شکوک کے قاطع جواب ذکر فرمائے شیخ کے جن عزیزوں نے خود کے تفسیر مزاج کو دیکھا تھا شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ خود جو دولت عثمانیہ کا ایک مغرور ممتاز شخص ہے اور اُسکی دربار عالیہ میں بہت بڑی عزت ہوتی ہے خود شمشاد روم اُسکی تعظیم دیتا اور کمال قدر دانی سے اپنے برابر سخت پر جگہ دیتا ہے قطع نظر اس کے کہ وہ فاضی الفضلہ کے درجہ پر ممتاز ہے وارث تخت و تاج کی انا یعنی کا مغرور منصب رکھتا ہے ایسی صورت میں اُس کے رد میں اس قدر مبالغہ کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ شیخ نے اپنے دوستوں کی یہ دلسوزی سے بھری ہوئی تقریر سن کر فرمایا کہ یہ سب کچھ صحیح ہے مگر میں ہزاروی اور حق گوئی کا سرشتہ کہی ہاتھ سے ندو لگا گواس میں مجھے کسی قسم کا دنیاوی صدمہ ہی کیون نہ پہنچے۔

مثل مشہور ہے کہ سچ کو آنچ نہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کلمۃ الحق یعلو ولا یعلیٰ چو کہ شیخ صاحب کو صرف احقاق حق منظور تھا اور اس کے علاوہ کوئی غرض تعصب پیش نظر نہ تھی خود خود اور اُس کے اجاب نے اس رسالہ کو دیکھ کر ایک بات بھی منہ سے نہیں نکالی اور شیخ کے نور تحریر علی تجربہ سے ہر ت زدہ ہو گئے اور آپ کی خداداد فہم و فراست پر عیش کرنے لگے اس وقت یہ مشہور قول بالکل صحت کے درجہ کو پہنچ گیا کہ حق کو کسی جگہ زوال نہیں ہوتا گو چند روز کے لئے چھوٹ چمک اٹھتا ہے اور ظاہر میں یوں کو نظر پڑتا ہے کہ اس چمک میں سچائی و راستی کی جھلک نمودار ہے لیکن نہیں بعد کو خود بخود معلوم ہو جاتا ہے کہ ناحق کو فنا اور حق کو بقا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ قرآن مقدس کے ایک مقام پر یوں ارشاد فرماتا ہے کہ جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا۔

شیخ ابو ظاہر نے بھی روایت کرتے ہیں کہ شیخ یحییٰ شاوی ایک دفعہ بڑی شان و شوکت سے حرمین میں آئے اور شیخ ابراہیم صاحب سے بڑی تپاک سے ملاقات کی زبان بعد روم کی جانب روانہ ہو کر شاہ روم کا وزیر السلطنت جو بادجو و حکومت کی شان و شوکت کے پیشوائے مذہبی تسلیم کیا جاتا تھا اور حدیث و فقہ میں اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکھتا تھا شیخ ابراہیم صاحب کا سخت معتقد تھا یہیں طرح حدیث و فقہ میں بیظیر تھا اسی طرح

ادب و عقائد میں بھی کمال رکھتا تھا اور اسی قابلیت کا یہ نتیجہ تھا کہ معمولی عہدہ سے وزارت عظمیٰ کے مرتبہ کو پہنچ گیا جب شیخ یحییٰ شاذلی وزیر السلطنہ سے ملاقات کرنے گئے تو اُس نے کہا کیف وجدن شیخنا ابواہیم یعنی تو نے ہمارے شیخ ابراہیم کو کیسا پایا قسمت یحییٰ نے جواب دیا وجدنہ مجھما یحییٰ کا یہ دل اُڑا جواب سنکر وزیر السلطنہ غصہ میں جھڑک اٹھا اور نہایت تحقیر و توہین کے بعد مجلس سے نکال دیا اس واقعہ کے بعد شیخ یحییٰ شاذلی کو جناب شیخ ابراہیم سے رنج بڑھ گیا اور اُن کے ایذا کے قصد سے پھر حرمین میں آنا چاہا لوگوں نے یہ نصیحت شیخ سے نقل کیا اور کہا کہ وہ آپ کے ہلاکت کے درپے ہی اسی ارادہ سے دوبارہ حرمین میں آتا جو بزرگ شیخ نے نہایت استقلال کے لہجہ میں فرمایا کہ عیسٰیہ صاحب الفیل یعنی جس نے اصحاب فیل کو دنیا سے مٹا دیا اور اپنے مقدس گھر میں آنے سے روک دیا وہی اسکی بھی مزارعت کر لیا چنانچہ جب شیخ یحییٰ شاذلی طور کے متصل سُپچا تو دفعۃً بیمار پڑ گیا اور چند روز مبتلا برکروفت کر گیا۔

شیخ ابراہیم کے اخلاق نہایت عام اور وسیع تھا اور طرز معاشرت بہت ہی اچھا تھا کھانے اور لباس میں تکلف اور بناوٹ کو مطلق دخل نہ تھا البتہ بڑے عام اور لانی آستینوں سے نفرت رکھتے تھے سخت ترفع۔ کم جتنی نام کو نہ تھی مروت و سخاوت میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے خوش خلقی کی عادت آپ کی طبیعت ثانی ہو گئی تھی عاجز و مستمند شکستہ حال و غریب الدیار لوگوں کے ساتھ سلوک سے پیش آتے تھے۔ خدا پرستی علم تواضع اور بیہیاسخاوت میں اُس زمانہ میں کوئی آپ کا دعویدار نہ تھا عقو ترحم اور خاکساری اعتدال سے بڑھ کر تھی ایک مورخ آپ کی فیاضی اور بیہیاسخاوت پر یون بربارک کرتا ہے کہ وہ علماء طلبہ اور رندائے دین سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو شیخ کی سخاوت عام سے محروم نہ ہو حقیقت میں شیخ اُن کے حق میں ابر رحمت تھے جس کی ہمیشہ فیاضی کی بارش ہو کرتی تھی، ”عبدالمہ عیاشی نے مختصر لفظوں میں آپ کی مجلس کی یہ تعریف کی ہو کہ کان مجلسه دوضه من ریاض النجۃ یعنی شیخ ابراہیم کی مجلس جنت کے باغوں میں ایک پھل پھولا اور تازگی بخش بلوغ تھا۔

جب آپ مسائل حکمت کی تقریر کرتے تو اُن کے تحت میں خائف صوفیہ بیان کیا کرتے اور کلام صوفیہ کو کھما کی تحقیق پر ترجیح دیتے اور فرماتے ہو کہ لا الفلاسفة قادرو اعشود علی الحق ولو کھتدوا الیہ آپ کا امثال مستطہلین ہوا چنانچہ ایک فرید عصر اور ادیب زمانہ نے آپ کی تاریخ وفات ان جلاوطن سے نکالی ہے واللہ اناعلیٰ فراتک یا ابراہیم لھو نون۔

شیخ حسن عجمی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگوار شیخ الحدیث اور جامع فزون تھے جو دت فہم و ذانت و طباعی فصاحت و بلاغت میں اپنا نظیر رکھتے تھے۔ ایک زمانہ تک شیخ عیسیٰ مغربی سے تحصیل علوم کی اور ان کی صحبت سے فیض اٹھایا شیخ عیسیٰ مغربی کو علاؤ اور بہت سے ماہرین فن اور ائمہ وقت کی خدمت میں رہی۔ شیخ احمد قشاشی۔ شیخ محمد بن العلماء بابلی شیخ زین العابدین ابن عبد القادر طبری وغیرہ سے حدیثین روایت کیں اور صحبت سے مستفید ہوئے۔ علم حدیث و فقہ اور مغازی و سیر میں بہت بڑی قابلیت رکھتے تھے۔ آپ کا ذہن و حافظہ ایسا وسیع تھا جس کی تعریف شیخ زین العابدین جیسے علامہ اور فرزانہ روزگار نہایت وزنی الفاظ میں کیا کرتے تھے جو شافعیہ کے مفتی اور ان کے ایک نہایت معزز و متہذیب امام تھے۔

شیخ ابو طاهر کا بیان ہے کہ شیخ حسن عجمی نے شیخ نعمت اللہ قادری وغیرہ سے ملاقات کی تھی اور دعوت اسما میں انتہائی اؤشہرت رکھتے تھے اگرچہ آپ حنفی المذہب تھے اور تمام باتوں میں نہ حنفی پر عمل کرتے تھے لیکن سفر کی حالت میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نارجمع کر کے پڑھا کرتے تھے اور امتداد کی صورت میں نمام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے تھے آپ ہم لوگوں کو تاکید فرمایا کرتے تھے کہ اپنی عورتوں پر رنگی جاتر نہ رکھو اور بعض اُن رخصتی مسائل کا حکم کرو چکی اجازت علماء حنفیہ نے دی ہو تاکہ وہ نہایت سہولت و آسانی کے ساتھ نماز ادا کر سکیں۔ شیخ ابو طاهر بھی ذکر کیا کرتے تھے کہ ہم لیکن سیدی حسن العجمی بجمیل و کانت فی عینہ ہنۃ و کان مع ذلک اذا قرأ الحدیث دے علی وجہہ الافوار و صا د کا جل من رے فی الدنیا و ذلک سر قولہ صلی اللہ علیہ وسلم نصر اللہ عبد الحدیث یعنی میرے استاد شیخ حسن عجمی کا ثنات حسن کے لب لباب اور چندان خوبصورت نہ تھے بلکہ اُن کی آنکھ میں ایک عیب بھی تھا لیکن یہ نہ صرف تعجب بلکہ حیرت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ جب آپ حدیث پڑھنا شروع کرتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا چہرہ پر انوار برس رہی ہیں اور اُس وقت دنیا بھر سے زیادہ خوبصورت دکھائی دیتے تھے غالباً یہ اُس حدیث کا اثر معلوم ہوتا ہو جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں میں ادا فرمایا ہے کہ نصر اللہ عبد اسمع مقلتی و هو علا یعنی خدا تعالیٰ اُس بندہ کے چہرہ کو تروتازہ رکھے جو میری حدیث کو سنتا اور یاد رکھتا ہے۔

شیخ حسن عجمی نے ایک رسالہ بھی تالیف کیا ہے جس میں اپنی تمام اسانید کو ضبط کر دیا ہے اور جس سے آپ کے علمی تحریر کی

توت اور خدا واد قابلیت بہت کچھ ثابت ہوئی ہے آپ ہر سال حبیب کے مینے میں مدینہ طیبہ کی زیارت کے لئے
تشریف لایا کرتے اور مسجد نبوی میں بیٹھ کر صلح ستہ میں سے ایک کتاب بطریق سرختم کرتے تھے ہل مدینہ
آپ کے حدیثیں روایت کرتے تھے اور مجلس درس میں شیخ ابو طاہر قاری ہوتے تھے اگر کوئی دوسرا شخص
قرأت کرتا تو آپ اس سے خوش نہوتے۔

غرض کہ شیخ حسن عجمی اپنی خدا واد قابلیت اور عام اخلاق کی وجہ سے تمام علماء ارحین مخیرین میں عزت و وقت
کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے اور اہل مکہ ان کی بڑی تعظیم و توقیر سے پیش آتے تھے دنیاوی اعزاز اور ہڈی
مقدس میں اس سے بڑھ کر اور کیا وجہ ہو سکتا تھا کہ ایک مقدس و متبرک مقام کے متولیدوں نے آپ کو
اپنا مذہبی پیشوا تسلیم کیا تھا اور امامت کا وزنی و قیمتی تاج آپ کے سر پر رکھا تھا جس کی وجہ سے شرفا و عرب اور
سلاطین عجم کی گردنیں آپ کے سامنے جھک جاتی تھیں۔

۱۵ واضح ہو کہ علماء ارحین کے نزدیک کتب حدیث کے درس کے نین طریقے میں ایک طریق سرور ہے یہ جو کہ شیخ خواہ
سابع ہو یا قاری کتاب کی تلاوت اس طرح کرے کہ ابتدا قرأت میں نہ تو مباحث لغویہ کا ذکر چھپے نہ مسائل فقہیہ کو متفرع کرے
اسا ارجاں کی تحقیقات کرے نہ کلمات غریبہ کے حل کرنے کی طرٹ متوجہ ہو کہ دوسرے طریق بحث و حل ہے وہ یہ کہ ایک حدیث کی
تلاوت کے بعد شیخ ہر لفظ غریب اور شکل ترکیب اور قبیل الورد و اسم اور ظاہر الورد و سوال اور مقصود علیہا مسائل پر توجہ کرے
اور ان تمام باتوں کو متوسط تقریر سے حل کرے جب ایک حدیث کے متعلق یہ تمام مراتب طے ہو لیں تو آگے بڑھے اور دوسری حدیث
پڑھنے کے بعد ان تمام امور کی رعایت کرے وہی ذرا القیاس تیسرا طریق اسماں و فہم ہے اور وہ یہ جو کہ شیخ ہر ہر کلمہ کے مناسبات
و منکلمات اور اہما و علیہا کو بڑی ببط و شرح کیساتھ بیان کرے مثلاً کسی غریب کلمہ اور شکل ترکیب کے توضیح میں قدیم زمانہ کے
شعرا کے کلام سے شواہدات پیش کرے انکے استعمال کے مواقع و محال عمدہ طور پر ذکر کرے اسما و ارجاں کی تحقیق میں اس قوم کے
حالات اور اخلاق و عادات بالتفصیل بیان کرے اور مسائل فقہیہ کی مقصود علیہا مسائل پر تفریع کرے اور ہر مسئلہ کی تخریج
کی طرف بالضرر و اشارہ کرے اور اذیت مناسبت کی وجہ سے عجیب و غریب قصے اور زاد و عبرت آمیز حکایتیں نقل
کرے۔ علماء ارحین مخیرین میں یہ تینوں طریقے رائج ہیں اور مخیرین کے گروہ میں یہ تمام مراتب دیکھے جاتے ہیں۔ شیخ
حسن عجمی اور شیخ احمد قطان اور شیخ ابو طاہر وغیرہ کا مختار و پسندیدہ طریقہ سروری تھا لیکن نہ مبتدین اور عام لوگوں کے لئے
بلکہ خواص متبحرین اور متنبہوں کی نسبت تاکہ سماع حدیث اور سلسلہ روایت جلد حاصل ہو اور باقی مباحث کا شروع حدیث میں
مطالعہ کرین کیونکہ آج حدیث کا ضبط اور اس کا مدار علیہ شروع حدیث ہی میں۔ پھر اس مقام پر بھی جانتا ضروریات سے
ہو کہ محدث کے فرائض منصبی کیا ہیں۔ جب کوئی محدث حدیث پڑھ لے میں مشتعل ہو تو اہل رجال سند کے ناموں کی تصحیح اور کلمے
معرفت و ثوق کے بعد حالات و واقعات کی توضیح کرے پھر مختلف المعنی بیرون حدیث کی تاویل میں مشغول ہو جن میں تلمیذ
چند اہم قانون کی گنجائش ہو زمان بعد فروع فقہیہ اور اختلاف مذاہب فقہاء اور مختلف روایات میں توفیق و تخیل اور اسماں و فہم
سے بعض حدیثوں کو بعض پر ترجیح وغیرہ کا بھی طرح بیان کرے۔ اس معرور کے اوائل علماء اگرچہ ان امور کی طرف متنبہ ہیں
ہوتے تھے لیکن اب غیبا و در محکمات بہت کچھ غرض و غور کرتے ہیں مگر ان کی یہ بحث اور غرض و توجہ بالکل بے سود ہے کیونکہ
آج کام معنوں کی نرجس مرہ و میں اور مفلح حدیثوں کے حواشی بڑی آب و تاب کے ساتھ لکھے جا چکے ہیں اور جب یہ ہفتے
ہم مورثہ مذکورہ بالا کی تہا ریت چند ان ضروری زمین رہی واللہ اعلم ۱۲

باہ و جلال اور عظمت و جبروت کے سین ہیشہ شیخ حسن عجمی کے پیش نظر تھے لیکن باوجود اس شان و
 اہمیت کے آپ کے مزاج میں غایت درجہ کا عجز و انکسار اور بے نظیر حلم و وقار تھا آپ اپنے مشائخ کی
 بہت خصوصیت کے ساتھ انتہا درجہ کی تواضع برتتے تھے اور ان کی مراعات خاطر اور اعزاز و امتیاز میں
 درجہ کی کوشش کرتے تھے جس زمانہ میں آپ کے عروج و ترقی کا ستارہ شہاب ثاقب بن کر خوب زور و شور
 مچک رہا تھا اس وقت آپ نے اور بھی عجز و انکساری اختیار کی تھی اور اپنے اہل و عیال سے
 وضع اور انکسار کے ساتھ پیش آتے تھے۔

مالحج کے اعزاز و احترام کا یہ حال تھا کہ آپ ان کے سامنے گردن جھکا گئے بیٹھے رہتے تھے اور پھر کسی
 بات ضرورت کے گفتگو کرنے کی جرات نہ کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ شیخ عیسیٰ مغربی کی
 بات میں تشریف رکھتے تھے اکثر علماء و حرمین مجالس میں موجود تھے اور لوگ اپنے شبہات و شکوک نمبر وار
 کر رہے تھے شیخ حسن عجمی نے بھی جسارت کر کے دریافت کیا کہ یا مسیدی اذاکان للانسان شیخ فہل
 ابن یدخل علی شیخہ اخر یعنی اے سید جب آدمی کا ایک شیخ ہو تو کیا اسے جا کر ہے کہ دوسرے شیخ کا مقصد
 اے شیخ عیسیٰ مغربی نے جواب دیا کہ الالب واحد و الاحامہ شتی شیخ حسن عجمی کو یہ جواب سن کر دوبارہ
 بافت کرنے اور اس جملہ کی تشریح کرانے کی جرات نہ پڑی اور آپ بڑی خاموشی کے ساتھ سب کی باتیں سننے
 و تحقیقت میں اہل مجلس کے لئے شیخ عیسیٰ مغربی کا یہ جواب ایک پھیل تھی جس کا بوجھنا سخت مشکل تھا اکثر اہل
 اس نے چاہا کہ اس سے کوئل کریں لیکن کسی کو اتنی جرات نہ ہوئی کہ اس طلسم کی پردہ کشائی کرے نہ چاہا کہ
 اس پر خاموش رہے نہ وہی اور سب لوگ اٹھ اٹھ کر اپنے مقاموں پر واپس جانے لگے اس وقت اکثر مشائخ شیخ
 حسن عجمی کے پاس آئے اور اس سے کوئل کرنا چاہا آپ نے بہت ہی مختصر لفظوں میں اس جملہ کی یوں تفسیر کی
 شیخ کوئل کی قدر و منزلت جس کی وجہ سے انسان نے بیضہ بشریت سے خروج کر کے ملک اعلیٰ میں قدم
 مایہ بن سبب اور مشائخ کے بہت کرنا چاہیئے اور اس کے ساتھ ہیشہ نیکی و بہلائی سے پیش آنا چاہئے
 طرح اپنے حقیقی والد کے ساتھ پیش آتا ہو اور دوسرے مشائخ کے ساتھ وہ معاملہ برتے جو اعام کے ساتھ
 بنا چاہیئے۔

شیخ حسن عجمی آخر عمر میں مکہ چلے آئے تھے اور یہیں توطن اختیار کر لیا تھا طاہف میں ایک مدت تک گوشہ
 میں رہے اور اسی مقام پر انتقال فرمایا حضرت ابن عباس کی تربیت کے متصل مدفون ہوئے جس وقت آپ اپنے

وینا سے منہ موڑ کر سفر آخرت قبول کیا ہی اس وقت سالہ ہجری کا شروع تھا۔

شیخ احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ علم ظاہر و باطن دونوں کو جامع تھے اور بہت سے مشائخ طریقت اور علماء شریعت کی صحبت سے فیض یافتہ تھے شیخ عبد الرحمن محبوب سید محمد رومی۔ سید عبدالمدین اور سیر کلان بن میر محمد دلہنی وغیرہ سے خرقہ صوفیہ زیب تن فرمایا محمد بن العلاء الباہلی اور شیخ عیسیٰ مغربی کے علاوہ اور بہت سے اکئمہ اور فضلاء عصر سے حدیثین روایت کیں۔ سماع بخاری اور موطا میں تسلسل روایت حاصل کیا۔ ابتدا نشو و نما کے زمانہ سے حکمت و دیانت اور علم و علما کی محبت اور ان کے التزام صحبت اور مشائخ صوفیہ کے اعتقاد اور ان کے اعمال و اشغال سے متصف تھے۔ اکثر مشائخ حرمین کی صحبت میں زمانہ دراز تک مستفید رہے اور حرمین میں آمد و شد کرنے والوں سے فیضیاب ہوئے۔ غرض کہ یہ بزرگوار مکہ معظمہ کے اعیان دولت اور رؤساء شہر میں ایک نہایت معزز و ممتاز شخص شمار کئے جاتے تھے اور برکت و استجاب و دعوات میں مشہور و معروف تھے۔

شیخ عبد الرحمن غلی و لد شیخ احمد غلی روایت کرتے ہیں کہ یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ شیخ احمد غلی کے والد کے ہاں کوئی فرزند زندہ نہ رہتا تھا جسکی وجہ سے وہ ہمیشہ اندویش میں گرفتار رہتے تھے اور کسی بات میں مزہ نہ آتا تھا لیکن جب شیخ احمد پیدا ہوئے تو انہوں نے اکثر اہل اللہ سے مولود مسعود کی ترقی عمر کی استدعا کی اور استدعا و طلب ہمت میں انتہا سے زیادہ کوشش کی۔ شیخ احمد جب کسی قدر بڑے ہوئے تو ان کے والد بزرگوار ہمیشہ جمعہ کے روز شیخ تاج سنہلی کی خدمت میں بھیجا کرتے شیخ تاج رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ احمد سے دلی محبت پیدا ہو گئی تھی جب شیخ احمد آپ کی خدمت میں پہنچتے تو آپ انہیں اپنی آغوش محبت میں لیکر دست شفقت سر پر بار بار پھیرتے اور اپنے متبرک القاس سے مالال کر کے واپس کرتے اتفاق سے ایک روز شیخ احمد جون ہی شیخ تاج کی خدمت میں پہنچے اور آپ کی نظر مبارک ان کے چہرہ پر پڑی تو آپ دریائے نال میں محو ہو گئے زان بعد اُس غلام سے کہلا بھیجا جو شیخ احمد کے ساتھ ہمراہ ہوا تھا کہ هذا الطفل لیس مثلك بل هو افضل واسعد منك غیر انه لیس له من العز لا الشئ القلیل یعنی یہ ہونہار اور بلند اقبال لڑکا تم جیسا نہیں ہے بلکہ تم سے افضل اور زیادہ بخاوری لیکن مجھے تحت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اُسکی عمر بہت تھوڑی ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ اب اُسکی عمر طبعی ہو چکی ہے اور عنقریب خزان کا وقت آچا ہوتا ہے جب غلام شیخ احمد

کے والد بزرگوار کے پاس پہنچا اور حقیقت حال کا انکشاف کیا تو انہیں سخت غم ہو اور اسی وقت غلام سے فرمایا کہ تو بھی شیخ کی خدمت میں حاضر ہو اور میری طرف سے یہ التماس کر کہ یا سیدی اخی اعطیت عمر هذا الطفل و اخی استغنم به فی هذا الامر۔ یعنی اسے سید میں اپنی عمر بخوشی اس لڑکے کو دیتا اور آپ کو اس بارہ میں شفیع قرار دیتا ہوں شیخ تاج نے جب یہ پیام سنا تو مراقبہ میں مشغول ہوئے اور ایک ساعت کے بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ جاؤ اپنے آقا سے کہہ دو کہ تمہاری نیت مقبول ہوئی اور خدا تعالیٰ نے میری دعا سنی اب تمہیں صرف تین مہینے کی مہلت ہے اس مدت میں سفر آخرت کے لئے مستعد طیار ہو جاؤ چنانچہ شیخ احمد کے والد بزرگوار اسی مدت میں عالم فانی سے انتقال کر گئے اور شیخ احمد زندگی کے نو سو مرتلے کر کے سفر آخرت قبول کیا۔

شیخ عبدالرحمن ولد شیخ احمد غلی تھل کرتے ہیں کہ معاملہ بیچ و بخر اور واد و سد میں۔ میں اپنے والد بزرگوار کا کون سا اور تمام دنیاوی معاملات انکی طرف سے یہی کیا کرتا تھا لیکن جب شیخ کی عمر طبعی کا خاتمہ ہوئے تو ہوا اور استہادہ کا ضعف غالب آیا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ مبادا شیخ کی حیات کا پیمانہ دفعۃً بمریزہ کر چھلک پڑے اور آپ کے تمام قرضوں کا بار میرے گردن پر رہے اس لئے میں ایک دن شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرضوں کی مطالبہ کی شکایت پیش کی اور عرض کیا مجھے خوف ہے کہ چانک کوئی حادثہ پیدا ہو اور تمام دیون میرے ذمہ باقی رہ جائیں اور میرے عزیز و قریب اس وکالت کا اعتبار نہ کریں۔ شیخ نے ایک نہایت خوش آئندہ تبسم کے ساتھ فرمایا کہ بخور دار میں اتم اس خدشہ کو اپنے دل میں راہ نہ دو مجھے کال امید ہے کہ تا وقتیکہ میں اپنے تمام قرضوں سے سبکدوشی حاصل نہ کروں اور میرے سارے دیون ادا نہو جائیں دنیا سے رخصت نہوں یہ خیال ہے کہ جس رات کو کوئی قرضہ میرے ذمہ باقی نہیں رہے گا وہی رات میری زندگی کی اخیر شب ہوگی اسی رات میں میرا جام حیات بمریزہ کر چھلک جائیگا۔ شیخ عبدالرحمن کا بیان یہی کہ اس کے بعد جب آپ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو تمام قرضوں کی ادائیگی دفعۃً گرومی گئی اور جس رات آپ کے ذمہ کسی کا قرض باقی نہیں رہا وہی آپ کی عمر کی آخر شب تھی۔

شیخ احمد غلی فرماتے ہیں کہ طریقہ خلوتیہ میں میرے شیخ۔ جناب شیخ عیسیٰ بن کنان خلوتی تھے جب انہوں نے مجھے طریقہ خلوتیہ کی اجازت دی تو مجھے کہ معتمد بن علی رؤس الاشہاد اپنا خلیفہ مقرر کیا اور اس طریقہ کے تمام پیروؤں سے میرے لئے خلافت کا معزز لقب حاصل کیا تاکہ تمام خلوتی میرے پاس جمع رہیں اور نماز تہجد کے بعد

اُن اور دو وظائف میں مشغول رہیں جو اس فرقہ میں رائج ہیں شیخ عیسیٰ کی ان بے اندازہ مہربانیوں اور گروہا عیانہ سے مجھے بے حد خوش ہونا چاہیے تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد میں ہمیشہ متروک رہا اور بیکار رہا یہاں غم کا لشکر ٹوٹ پڑا کیونکہ ابتداء سے میرا میلان طبع طریقہ نقشبندیہ کی طرف تھا اور اسی طریقہ کو میں دوست رکھتا تھا مجھے اس وقت سب سے بڑی اور سخت مشکل کا سامنا یہ تھا کہ شیخ کی مخالفت نہ کر سکتا تھا اور اُن کے خلاف ایسا کسی کام کرنے کی مجال نہ تھی آخر کار میں نے مجبور ہو کر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب توجہ کی اور اسی سال روضہ مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوا جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پیشتر میں نے جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ گویا آپ غلظاء اربعہ کی مختصر سی جماعت کو ساتھ لئے ہوئے زیارت عثمانیہ میں تشریف لائے ہیں میں یہ دیکھ کر اُس طرف دوڑا اور آپ کے نیز غلظاء کرام کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور بالترتیب ہر خلیفہ کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ جناب رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک جدید سجادہ کیف جو آپ کے قبر شریف کے سرانے اور صف اول کے محاذاتہ میں بچھا ہوا تھا لائے اور فرمایا اے سجاد الشیخ تاجہ اجلس علیہا یعنی یہ شیخ تاج کا سجادہ ہے تمہیں اسپر ٹیٹنا چاہیئے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو معلوم کیا کہ اس سے اشارہ طریقہ نقشبندیہ کی طرف ہو گویا آپ اسی طریقہ کی اجازت دیتے ہیں۔

شیخ عبداللہ بن سالم البصری ثم المکی

اس فاضل اجل عالم بے بدل نے کتب حدیث کی اشاعت و توسیع میں جس استعدادی اور سرگرمی کے ساتھ کوشش کی اُس کے با احسان علماء دنیا کو سراٹھانے کی جگہ نہیں ہو سچ یہ ہے کہ علم حدیث کے مردہ قالب میں شیخ عبداللہ ہی نے نیک نئی اور تازہ روح پھونکی ہے۔ مسند امام احمد کا کامل نسخہ دائرہ گمنامی میں روپوش ہو گیا تھا اور قریب تھا کہ سطح زمین پر کوئی کامل نسخہ دستیاب نہ ہو سکے مگر شیخ نے اپنی عالی ہمتی اور فراخ چوہا گیری کو مصروف ابق اور شام وغیرہ کے علمی خزانوں سے اس کے متفرق اور پراگندہ اجزاء جمع کئے اور سب کو ملا کر ایک نسخہ مرتب کیا زان بعد ازل سے آخر تک ایک غائر نظر ڈالی اور صحیح کر کے اُسے اصل قرار دیا اسی طرح کتب صحاح ستہ و مختلف اور متعدد نسخے جمع کر کے ایک مجموعہ مرتب کیا اور بڑی محنت و جانفشانی سے صحیح کر کے طابان فن میں شائع کیا نسخہ نویہ اپنی قلم سے لکھا اور اصل سے بہتر لکھا۔ صحیح بخاری کی ایک نہایت بسوط

آپ یحییٰ کے زمانہ سے تحصیل علوم کی طرف راغب اور علما و فضلا کی صحبت کو مغتنم سمجھتے تھے اتفاقاً پرہیزگاری اور ورع و صلاح کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے تھے ہر روز قرآن مجید کے دس سیراڈ پڑھنا آپ کا دستور تھا اور وہ بھی سرسری طور سے نہیں بلکہ اسنان و تدبیر سے لیکن جب بڑا پے کا ضعف آپ پر غالب ہوا تو طاقت کے مطابق تلاوت میں مصروف رہنے لگے غرضکہ کوئی وقت ایسا نہ تھا جس میں آپ درس یا تلاوت یا نماز و عبادت میں مصروف نہ ہوتے ہوں۔

شیخ عبداللہ کو واجب التعلیم والد شیخ سالم اگرچہ شریف کہہ کے دربار میں ایک معزز و ممتاز عہدہ پر مامور تھے اور بیشمار دولت و حشمت رکھتے تھے اور اپنے فرزند رشیدی کی بہت کچھ خدمت کرتے تھے لیکن شیخ عبداللہ ہمیشہ فقیرانہ حالت میں زندگی بسر کیا کرتے اور اسی حالت میں رہنا پسند کرتے تھے۔ آپ نے کعبہ معظمہ کے جوف میں دو مرتبہ صحیح بخاری ختم کی ایک دفعہ اس وقت جب لوگ کعبہ کی تزیین میں مصروف تھے دوسری مرتبہ اُس زمانہ میں جب کعبہ کے دروازہ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ مسند امام احمد بن حنبل کی تصحیح و جمع کے بعد مسجد نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے سرِ نائے بشک دریں دیر اور چھ روز ختم کر دی جب آپ حدیث کی قرأت کرتے تو تمام علما احرار میں اور مشائخ صوفیہ مجلس میں موجود ہوتے اور جب تک پڑھتے سب گردنیں جھکائے خاموشی کے ساتھ سنتے۔ حدیث پڑھتے وقت لوگوں کو معلوم ہوتا کہ گویا آپ پر وحی اُتر رہی ہے۔

شیخ نے طول طویل عمر پائی اور سب مرضیات الہی میں صرف کی عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جب انسان زیادہ ضعیف اور بوڑھا ہو جاتا ہے تو اُس کے اعضا و حواس ایک ایک کر کے جواب دیتے جاتے اور دن بدن قویٰ مضحل ہوتے جاتے ہیں لیکن بڑی خوشی کی بات ہے کہ جناب شیخ عبداللہ صاحب باوجود اس ضعف و بڑا پے کے بالکل ویسا ہی توانا و تندرست تھے جیسو عالم شباب میں آپ کے عقل و فراست جوت ذہن و ضبط و صحت حواس میں سرمو تفاوت نہ آیا تھا البتہ قوت سامعہ میں کچھ فتور پیدا ہو گیا تھا۔ آخر عمر میں شیخ عبداللہ مغربی نے آپ سے صحاح کی چھوٹوں کتابیں نہایت تعمق و تدبر کے ساتھ پڑھیں اور اکثر اہل مکہ نے سماع حدیث کی۔ آپ نے رجب کی چوتھی تاریخ ۱۱۸۸ ہجری میں انتقال کیا اور دنیا میں ایک جیتا جاگتا اثر چھوڑا۔

یہ مشائخ صوفیہ اور علمائے عجمین وہ ہیں جن میں کے بعض حضرات سے جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے

حرمین محترمین میں بالمشافہ حدیثین روایت کیں اور سند و اجازت حاصل کی آخرتہ صوفیہ ذریعہ بدن فرمایا اور بعض وہ ہیں جن کے واسطے سے آپکے اسناد و حدیث اور ترقہ صوفیہ کا سلسلہ پہنچا۔ اس مابین سفر میں شاہ صاحب کا اور کوئی ایسا واقعہ با قابل ذکر نہیں ہے جو ناظرین کے سامنے پیش کیا جائے لہذا اب میں جناب شاہ صاحب کے اس مقدس و مبارک سفر کے حالات ختم کرنا ہوں کیونکہ تاریخ کے صفحات پر آگے اندھیرا چھا یا ہوا ہے جو چند واقعات قلم بند ہو چکے ہیں مغز ناظرین ان ہی کو شمیمت جانیں اب آپ کے واپسی سفر کے حالات نہایت مختصر الفاظ میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

شاہ صاحب کے واپسی سفر کے واقعات

جب جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب علماء حرمین محترمین سے اسناد و حدیث حاصل کر چکے اور مشائخ صوفیہ سے فیض صحبت اٹھا چکے تو اخیراً ہجری میں دوبارہ ارکان حج ادا کئے اور ابتداء کعبہ میں وطن مالوف کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ اسی سہ کی چودھویں رجب جمعہ کے دن صحت و سلامتی کے ساتھ وہی میں مدونی افروز ہوئے اور اپنے خاص مکان میں سکونت اختیار کی۔ شہر کے عواما باشندے اور نامی گرامی فضلا خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے نہایت خندہ پیشانی اور مرہم تپاک سے سب سے ملاقاتیں کیں۔ عام ملاقاتوں اور سفر کی کسل دکاہلی کے اتر جانے کے بعد اپنے مدرسہ تہذیب میں قدم رکھا اور علم حدیث کے درس میں مشغول ہوئے۔ سید نکڑوں طالبان حدیث ایک ایک وقت میں علم حدیث پڑھتے اور اجازت و سند حاصل کر کے واپس جاتے۔

غرض کہ شاہ صاحب اس شان و شوکت سے ایک زمانہ تک علم حدیث کی درس و تدریس کرتے رہے اور اس استغراق و محویت کے ساتھ کہ ہر دن کے بہت تھوڑے حصے میں وعظ و افتاء و فصل خصصہ میں مصروف رہتے اور باقی اوقات درس طلبہ اور تکمیل تلامذہ میں صرف کرتے مٹنے جلنے والوں کے بارہا ہر سے آمد و رفت کرنے والوں کو رات دن میں کوئی ایسا موقع بہت ہی مشکل سے ملتا جس میں آپ ان باتوں کو خالی نظر آتے۔ اب آپ کے علمی تبحر کا ستارہ اور بھی چمک گیا تھا اور حدیث کے اصل جاہ و جلال کا گہریری ایک جلیل القدر خاندان تسلیم کیا جاتا تھا اس وقت جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی ڈانی ہوئی بنیادین آسمان تک پہنچ گئی تھیں اور شاہ صاحب کی کوششوں سے یہ حدیث علم عجیب شان و شوکت اور سچ درجہ آرات ہو گیا

صاحب التحات جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے علم و فضل اور اشاعت حدیث کی نہایت با وقعت اور
 حریفی لفظوں میں تعریف کرتے ہیں اور حقیقت میں وہ ایک اعلیٰ درجہ کا ریویچر تھے وہ اس تقریر سے ادا کرتے
 ہیں کہ جناب شاہ صاحب کا علوم متداولہ میں وہ پابستہ جسا شمع ہی بیان کر نیسے انسانی طاقت محض علیہ
 ہو آپ فنون عقلیہ میں وہ دستگاہ رکھتے تھے جسکا عشر عشر بھی دوسرے کو نصیب نہ تھا قطع نظر ان تمام علوم
 کے حدیث میں اپنے تمام ہمعصرون سے امتیازیہ قوت رکھتے تھے اور اس علم میں مقتدا کے وقت اور فرید عصر
 شمار کئے جاتے تھے آپ کی تقریر میں اس بلا کا جادو تھا کہ موافق و مخالف پر اسکا اثر برابر پڑتا تھا۔ ابتدائی
 زمانہ سے اگرچہ آپ کے فضل و کمال کے جھنڈے ایک عالم میں گر چکے تھے اور آپ کے نام کا امتیازی
 پھر براہند وستان سے لیکر عرب و عجم تک برابر اڑتا لیکن جب آپ عرب مقدس و مبارک سفر سے
 واپس تشریف لائے اور علم حدیث کی اور بھی اشاعت دی تو اب آپ اپنی عام مقبولیت کے سبب سے
 ہر دلعزیز ہو گئے اور غر از و افتداری کا آفتاب پوری تابانی کے ساتھ چمکنے لگا حقیقت میں جناب شاہ ولی اللہ
 صاحب کا درگاہ اہ وقت علوم حدیث و تفسیر کا مخزن اور حقیقی نقہ کا سرچشمہ تھا اس مقدس اور شریف علم کی
 خدمت جس قدر آپ کے وجود پر مبنی واقعی بات یہ کہ ہندوستان میں کوئی شخص اسکا دعویٰ نہیں کر سکتا
 بالحدیث کا حج ہندوستان کی خیر اور نا کامل زمین میں آپ کے والد بزرگوار جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے طلال اور
 آپ نے اپنی ان تھک کوششوں سے اسے یہاں تک پہنچا کہ چند ہی روز میں اسکا ایک پروا اگا اور سب
 و شاداب ہو کر رہ گئے لگا اور اس کے چل پھول سے لوگ گویاں بھر کھینچے گئے اسے ہندوستان کی ہر
 خوش نصیبی کہنا چاہئے کہ جہاں علم حدیث کا نام نشان ہم زبان پر نہ لیا جاتا تھا اس کے گلی گلی اور کوچہ کوچہ
 میں علم ہر پش کے آواز سے سنے جاتے ہیں

شاہ صاحب کے عام اخلاق و عادات وغیرہ

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کو ابتدائی حالات اور زمانہ کم سنی کے واقعات ہم پہلے کسی قدر سبک کیے ہیں
 کراؤ میں یہاں انہیں دوبارہ بیان کر کے پختہ کر دیا کہ وہ کس طرح ویتا نہیں چاہتے مختصراً یہ کہ آپ کا بچپن بالکل خوش
 اور لذت بخش تھا اور بچا آپ کو عمری کے زمانہ میں بچے اپنی ناز بردار والدین سے طرح طرح کی طفلانہ ضدیں اور
 موقع و موقع سے کہتا کرتے ہیں مگر ناظرین کو تعجب ہو گا جب یہ بیان کیا جائے گا کہ شاہ صاحب کم سنی کے

زمانہ میں کبھی کسی چیز کی ہٹ نہیں کی نہ کبھی کوئی ایسی بات ظاہر ہوئی جس سے اوپر والوں کو آپ کی شکایت
 کرنے یا لڑکنے کا موقع ملا آپ کے ادب کا یہ حال تھا کہ اپنی سے بڑی عمر والے شخص سے سر اٹھا کر کسی بات نہیں
 کی اور اگر کسی نے کچھ پوچھا تو نہایت متانت و سنجیدگی کے ساتھ سچی گردن کر کے جواب دیا۔ والد سب کبھی
 نظریں ملا کر بات نہیں کی۔ سامنے پاؤں پھیلا کر کبھی نہیں بیٹھے۔ بات کی تو خوشامدائہ تبسم کے ساتھ اور
 کسی چیز کی خواہش ظاہر کی تو عاجزانہ تندرکے ساتھ آپ بچپن کے زمانہ میں وہ دانشمندانہ اور بھاری بھکم
 پنہ کی باتیں کرتے تھے کہ دیکھنے والوں کے دل ایک بے اختیاری کے ساتھ آپ کی طرف اٹل ہو جاتے تھے

شاہ صاحب کا بچپن بڑی کھلندہ بے بچوں کی طرح نہیں تھا آپ اپنی ہمہ بختوں کے ساتھ کبھی گھر سے باہر نہیں
 کھیلے نہ سیر و تفریح میں اپنا وقت ضائع کیا۔ ہمیشہ ایک دہشت آمیز تفکر آپ پر طاری رہتا اور اسی میں صبح
 سے شام تک مصروف رہتے ایک دن کا ذکر یہ کہ آپ کے عزیز و قرب کسی باغ میں سیر کیلئے گئے اور شاہ شہنا
 کو بھی ہمراہ لیتے گئے جب آپ وہاں سے واپس آئے تو آپ کے والد بزرگوار نے اپنے پاس بلایا اور دسپہ
 شفقت سر پر پھیر کر فرمایا فرزند من! تم نے آج رات دن میں کیا چیز حاصل کی دیکھو ہم نے اتنی دیر میں اس
 درود پڑھے جو ان ہی شاہ صاحب نے والد بزرگوار کی زبان مبارک سے یہ لفظ شہر مندی کی وجہ سے
 پسینہ پسینہ ہو گئے اور سیر و تفریح سے تو یہ نصیحت کی اور اس کے بعد پھر کبھی گھر سے باہر نہیں نکلے۔

آپ کے مزاج میں سادگی و سادہ چہرہ کی والدین سے کبھی کسی بات کی خواہش ظاہر نہیں کی جو کھانا ملا نہایت
 مسرت و خوشی سے کھالیا جو کچر ا میسر ہوا پس لیا آپ کے لب کبھی اس بندہ سے آشنا ہی نہیں ہوئے کہ یہ کچر
 مجھے ناپسند ہو اور اس قسم کا کھانا مرغوب نہیں ہو خلاصہ یہ کہ جب ہم شاہ صاحب کے ابتدائی زمانہ کے واقعات
 پر سرسری نظر ڈالتے اور آپ کی طفلانہ حرکات کا اجمالی خاکا کھینچتے ہیں تو ہمیں ایک نہایت ہی دلگیر و گراہ
 جلال سے بھرا ہوا سینہ نظر آتا ہے واقعی بات یہ ہو کہ فطرت جس شخص کو اپنی بائگی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتا
 ہے اس کا خمیر پہلے ہی سے کچھ ایسا قابل بننا ہو جس پر تجلیات ربانی کا بخوبی عکس پڑتا ہو شاہ صاحب اس
 وقت تک کو کسی شرعی قانون کی پابندی پر مجبور نہ تھے نہ کسی دینی بات کا ہنوز کوئی سبق پڑھا تھا لیکن پھر
 بھی اس ہو نہا رہند اقبال خوش قسمت کی ایک بات قانون شیعہ کے مخالف نہ تھی۔ حال کے مورخوں نے
 شاہ صاحب کے بچپن کے عجواقات قلب بند کئے ہیں اگرچہ وہ بظاہر مبافہ معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں
 شاہ صاحب کا بچپن نہایت حیرت انگیز تھا جس قدر لوگوں نے آپ کے اوصاف حمیدہ میں لکھا ہے ہمیں

کچھ بھی مبالغہ اور عبارت آرائی نہیں ہو بلکہ آپ کے نفس الامری اور اصلی واقعات ہیں۔

یہی وہ باتیں تھیں جنہوں نے جناب شیخ عبدالرحیم صاحب جیسے مستغنی المرنج کو اپنا گرویدہ و فریقہ کر لیا تھا۔ رحیم الخلیج شیخ اپنے اس ہونہار اور بلند اقبال فرزند سے نہایت ہی محبت رکھتے اور انتہا سے زیادہ مہربانیوں سے پیش آتے تھے چنانچہ خود جناب شاہ ولی اللہ صاحب اپنی قلم مبارک سے لکھتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار اپنی تمام اولاد میں مجھ سے زیادہ محبت رکھتے تھے اور اکثر اوقات خلوت و جلوت میں اس فقیر کی طرف التفات خاص فرماتے تھے جب مجھے دیکھتے بید خوش ہوتے اور تالطفت آمیز لہجہ میں بولنے لگتے ابھی میں صغیر میں ہی تھا کہ آپ مجھے اپنے پاس بٹھا کر فرمایا کرتے تھے کہ فرزند! میرے دل میں بے اختیار یہ بات پیدا ہوئی ہو کہ ایک ہی دفعہ تمام علوم و فنون تمہارے دل میں ڈال دوں اور اسی کے ساتھ ایک ایسا جوش پیدا ہوتا ہے جسے میں بہت مشکل سے بٹھا سکتا ہوں اس کے بعد جناب شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بمقابلہ اور بھائیوں کے جو خدا تعالیٰ نے اس فقیر کو علمی کمالات کا زیادہ سرمایہ عطا کیا وہ حققت میں جناب والد بزرگوار کے سایہ عاطفت اور آغوش تربیت میں پلنے کا صدقہ اور آپ کے نفس مبارک کا اثر ہے ورنہ اس فقیر نے تحصیل علوم میں چند ان محنت و جاکا ہی نہیں کی۔

شاہ صاحب کے بچپن کا زمانہ جیسا پیارا اور دل فریب تھا ویسا ہی جوانی کا عالم نہایت ہی مبارک اور خوش امید تھا اکثر آدمی عالم شباب کی ترنگ میں کچھ خلق اور مغلوب الغضب ہو جاتے ہیں لیکن ینیک سناؤ کلیم الطبع نوجوان اس وقت بھی خلق مجسم تھا جس کے عام اخلاق اور ذاتی خوبیوں نے ایک عالم کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا اور جس کی شریفانہ چال اور جذبات طرز و روش نے تمام لوگوں کے دلوں پر قبضہ کر لیا تھا اس وقت شاہ صاحب کی فراخ اور نصیبہ و رہنمائی میں خلق عظیم کا قیمتی جوہر اس طرح دھبک رہا تھا جیسے فانوس میں شمع یا مٹمہ میں چراغ آپ کی خوش خلقی تکلف اور بناوٹ کی رنگ سے رنگین نہ تھی جو لوگوں کے دل پر چائے یا اسرار و سا کے خوش کرنے کے لئے استعمال میں لائی جاتی بلکہ فطری اور قدرتی تھی یہی وجہ تھی یہ حالت اور ہر موقع پر ایک ہی رنگ میں نظر آتی تھی۔

آپ کی کمالت کا زمانہ عجیب و غریب زمانہ تھا جو بچپن اور جوانی کے دونوں زمانوں سے زیادہ مبارک اور خوش آمندہ تھا جو قوت ہمدت اور علامت رومی اس وقت تھی وہی اب بھی ہے بلکہ تجربہ کی شان و شوکت اور کثرت کاری کی سرپرستی نے اس وقت اسے اور ہی جگہ دیا ہے جو عجز و انکساری اور تواضعاً

اخلاق عالم شباب میں تھی وہی اس بڑے پائے کی حالت میں موجود ہیں جیسی درس و تدریس کی گرم بازاری پہلے تھی وہی اب بھی باقی ہے زہد و اتقا خلا پرستی و طاعت گزاری میں جو اس وقت مستعدی و سرگرمی تھی وہی اس کمزوری و ضعف کے وقت بھی ہے غرض کہ شاہ صاحب کے تینوں زمانہ کے حالات زندگی دنیا کو بالکل عجوبہ اور جہان سے نزلے تھے اور آپ کا یہ زمانہ ہر طرح سے قابل مہار کہا جاتا تھا

فضل و کمال اور علمی حیثیت سے جناب شاہ صاحب جس قدر و منزلت کی شخص تھے اگرچہ اسکی نظیر آج باوجود تلاش و تجسس کے کہیں نہیں ملتی لیکن حدیث و فقہ کے لحاظ سے علماء و وقت نے آپ کو مجتہدین فن کے دوسرے درجہ میں جگہ دی ہے چنانچہ ایک فاضل مورخ آپ کی فضل و کمال کی نسبت اپنی رائے یوں ظاہر کرتا ہے کہ ”جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی شہرت اگرچہ زیادہ تر تفسیر و ادب میں ہو لیکن آپ حدیث و فقہ میں بھی وجہ اجتہاد رکھتے اور مجتہدین فن میں شمس الکر کو جاتے تھے“ حقیقت میں شاہ صاحب کی تاریخ زندگی میں جو چیز سب سے زیادہ قابل فخر اور باعث بقائے دوام ہو وہ آپ کے علمی کارنامے ہیں جو خصوصیت کے ساتھ حال کی تاریخوں میں جستہ جستہ مذکور ہیں اگر ہم آپ کی زندگی کے تمام علمی کارناموں اور واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ اس کثرت سے پاؤں جاتے ہیں کہ اگر فیصدی دو کا بھی انتخاب کیا جائے تو بھی حیات ملی کی وسعت ان کے لئے کافی نہیں ہو سکتی لہذا ہم ان واقعات کو قلم انداز کرتے اور صرف وہ حالات معزز ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں جو آپ کی لائف کے مغز اور مختلف آرا کا مختصر انتخاب یا سچا فوٹو ہو۔

علماء و مؤرخین نے جناب شاہ صاحب کو علم حدیث و فقہ کے اعتبار سے مجتہدین فن کے بعد دوسرے درجہ میں جگہ دی ہو ورنہ وہ کونسا علم تھا جس میں شاہ صاحب کو تجربہ تھا کلام و ادب جو عربیت کا بہت بڑا جوہر ہے اس میں آپ کو وہ کمال حاصل تھا جو آج تک ماہرین فن کو تسلیم ہو آپ کے علمی مناظروں کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ متقدمین شاعر کے اشتعار بکثرت یاد تھے جو سند کے ہر ہر موقع پر جربہ پیش کرتے تھے مذہبی ادبیت کا علوم کے انساب کو اگر الگ کر دیا جائے تو بھی اویوں اور مشکلمین کی فہرست میں آپ کا نام نہایت روشن اور جلی حروف میں نظر آتا ہو غرض کہ شاہ صاحب کی ہمہ دانی نہایت حیرت انگیز ہے حدیث تفسیر فقہ ادب کلام تیسرے معارفی معانی وغیرہ میں آپ کا شمار مجتہدین فن میں ہوتا تھا اور اس کے سوا اور کبھی بہت سے علوم تھے جن میں آپ کی نظر نہایت وسیع اور غائر تھی علم لغت میں آپ سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا اور اس فن خاص میں جو درجہ متقدمین میں صاحب قاموس کو تھا وہی بڑے متاخرین میں شاہ صاحب کو تھا۔

حدیث و تفسیر اور دیگر مذہبی علوم کی ترقی دینے میں اگرچہ بعض مورخوں نے جناب شاہ صاحب کا نہ جرح فرمایا ہے مگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے پتھر لکھا ہوا لیکن ہم سابق میں لکھ آئے ہیں کہ شاہ صاحب اس قابل ہیں کہ اس فہرست میں باپکا نام شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے پہلے لکھا جائے کیونکہ جس زمانہ میں غفر حدیث و تفسیر گریج ہندوستان میں ڈالا گیا اور اصول تفسیر و حدیث کی بنیاد قائم کی گئی اس وقت بجز خال خال لوگوں کے اور سب لوگ ان علوم سے نا آشنا تھے۔ لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ان شک کو نشوں اور سرگرمیوں سے ان علوم کی استعداد شاعت ہوئی کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ڈالی ہوئی بنیاد پر اس سے باقیوں کو سننے لگے اور پھر یہ ثبوت ملک میں عام ہو گیا تفسیر و حدیث کا چرچا گھر گھر پھیل گیا اور ہر طبقہ کے لوگوں کی زبانوں پر قال اللہ وقال الرسول جاری ہو گیا۔

چنانچہ ایک تذکرہ نویس فاضل جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے فضل و کمال اور علمی تہجد پر بنا کر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "ہندوستان میں اس وقت تک فقہ تصوف اور مقولات کا بہت رواج تھا اور قرآن و حدیث کا چرچا کم۔ گیارہویں صدی ہجری میں صرف شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک ایسے بزرگوار شخص تھے جنہوں نے حدیث کی اشاعت درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ سی کی اور ان کی کتاب میں بھی ایسی مقبول ہوتی کہ اب تک نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں مگر ان کے بعد اس سلسلہ میں کچھ ترقی نہیں ہوئی عام و خاص پر برہمنی اور مادہ تقلید میں مقبلا و صدنا قسم کے توہمات میں گرفتار تھے کہ اس اثنا میں خدا تعالیٰ نے شرک اور بدعت کی تردید اور سنت نبوی کی ترویج کے واسطے شاہ ولی اللہ کو اٹھا کر لایا انہوں نے قرآن و حدیث کی اشاعت میں خوب کوشش کی قرآن مجید کے مطالب کا سمجھنا اب تک تفاسیر پر منحصر رہا اور علما اس کو اپنا حصہ سمجھ بیٹھے تھے آپ نے قرآن کا ترجمہ فارسی میں کیا اور لغتوں کی رعایت سے ایسا مطلب خیر ترجمہ کیا کہ عام لوگوں کو کلام الہی کا سمجھنا آسان ہو گیا باوجودیکہ اس ترجمہ کی عمر ٹوڑھ سو برس سے زائد ہو گئی ہے اور اشاعت علوم و فنون خصوصاً ترجمہ کا دیر ترقی کی ہرین مار رہا ہے مگر اس ترجمہ پر کسی کو دم مارنے کی طاقت نہیں ہوئی یہ ترجمہ قرآن مجید کے بین السطور میں تحریر ہو کر مرآت و کرات ہندوستان کے متعدد و مطالع میں چپ چکا ہے اور ہندوستان سے لیکر کوہ ہمالیہ تک مقبول خلایق ہے۔ علوم خمسہ قرآنہ اور تاویل مقطعات اور رموز قصص انبیاء میں فوز الکبیر شرفا و فلاح انجیر اور تاویل الاحادیث ایسی عمدہ و مختصر کتابیں جنہوں نے بڑی بڑی تفاسیر کے مطالعہ سے شائقین کو مستغنی کر دیا اور مسائل فقہیہ مذاہب اربعہ یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی کی تحقیقات

سخت خانہ میر سالت ارباب توکل را، آپ کے پاس وہ غیبی سائنس مہیا تھا جس کی وجہ سے کسی امداد اور
 اور غیبی کی ضرورت نہ تھی۔ آپ کی فیاضی کی شہرت عالمگیر تھی ہندوستان اور عرب و عجم کے اکثر لوگ آپ کے نام سے
 و اجت تھے اکثر طلبہ ہندوستان کی کڑی مشق اور پہاڑوں کی سنگلاخ اور دشوار گزار گھاٹیوں طے کر کے آتے اور
 علمی دولت سے گویا بھر بھر کر لوٹ جاتے۔ جو مسافر اور محققان ہندوستان کی غرض سے آئے شاہ صاحب اپنی
 عالی مہمتی اور فراخ حوصلگی سے ان کی معائنہ و آزمائش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے ہر شخص کو بزرگان دین کے ساتھ
 قطع نظر ہمدردی اور خدمت کے نہایت ارادہ مند تھے اور خوش محبت سے پیش آتے۔

طباعتی اور ذہانت میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب ضرب المثل تھے جبکہ ادب و ثبوت یہ ہوا کہ آپ طالب علمی کی
 حالت میں متعدد علوم کی تحصیل کرتے تھے چنانچہ ایک تامل مورخ لکھتا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب تفسیر
 حدیث فقہ مغازی کے حافظ تھے اور ادب و کلام انکا ادب سے علم تھا فقہ حدیث تفسیر معانی بیان اصول
 عقائد تصوف منطق کلام فلسفہ کی درسی کتابیں اور طب و ہیئت حساب کے چند مختصر رسالے اپنی والد بزرگوار
 شیخ عبدالرحیم صاحب کے پڑے خالق الی نے ذہن و حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ میں ان علوم کی تحصیل
 کرتے تھے آپ کی تحصیل علوم کی سبب جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے ذریعہ سے زائد بن اسلام ہر وی کے طریق پر
 محقق و ادبی تک پہنچتی رہے کتب حدیث آپ کے دو مرتبہ پڑھیں پہلی دفعہ ہندوستان میں مولانا محمد افضل
 معروف بجاجی سیالکوٹی سے اور پہلے لکھنؤ میں مدینہ طیبہ میں شیخ ابوطاہر مدنی سے جو اپنی وقت کے
 ایک بڑے مشہور محدث تھے تجدید اجازت کی آپ کے طبع سلیم اور ذہن رسا پر شیخ ابوطاہر مدنی فرمایا کرتے
 تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ولی اللہ حفظ کی سند مجھے لیتا ہی اور میں معنی کی سند اس سے حاصل کرتا ہوں۔

معاملہ فہمی اور ادبی مسائل کے حل کرنے میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا ذہن رسا بڑے بڑے ماہرین فن اور ائمہ
 وقت کے ہمسایہ تھا اہم مطالب اور دقیق و پیچیدہ مسائل کو گئے ہوئے مسئلوں میں حل کر دینا آپ کے نزدیک کوئی باریک
 ہی نہ تھی جو اہم اور پیچیدہ معاملہ کسی دانشمند اور فقیہ سے طے نہ ہو سکتا تھا آپ فوراً اسے پانی کر دیتے تھے۔ شاہ صاحب
 کی فہم و فراست کی بہت سی روایتیں مشہور ہیں لیکن میں اس موقع پر صرف ایک روایت نقل کرتا ہوں جس سے
 آپ کی معاملہ فہمی اور تصفیہ مقامات میں مجتہدانہ کمال بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کہیں سے
 ایک فتویٰ جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں آیا جسے ہندوستان اور دیگر بلاد کے مشہور و نامور
 علما نے واپس کر دیا تھا کیونکہ زیادہ پیچیدگی کے سبب اسکا نفس مطلب بالکل کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

شیخ عبدالرحیم صاحب کے طلبہ کے حلقے میں ایک نہایت مستعد اور ذکی طالب علم تھا جو حدیث و فقہ اور دیگر تمام علوم کی کتابیں نکال چکا تھا اور جسکی ذہانت و طباعی تمام لوگوں میں مشہور تھی خود شیخ عبدالرحیم صاحب اُس کی طبع سلیم اور ذہن رسا کی تعریف کیا کرتے اور تمام مہنتی طلبہ کے حلقے میں ممتاز و مستثنیٰ جانتے تھے الغرض شیخ صاحب نے اس فتوے کو اُس طالب العلم کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ فتویٰ تمہارے سپرد کیا جاتا ہے جو احکام فقہیہ کے مطابق اسکا فیصلہ کرو اور ایسا فیصلہ لکھو کہ فریقین میں سے کسی کو شکایت کا موقع باقی نہ رہے اور باہمی رضامندی سے یہ عاید ہو جائے چنانچہ وہ طالب العلم فتویٰ لیکھا اور کمال ایک مہینے تک بہرہ سپرد کرنا نہ لیکر ہنوز کوئی بات اسکی سمجھ میں نہیں آئی انجام کار مجبور ہی شیخ صاحب کو اظہارِ دہی کہ یہ معاملہ ایسا اہم اور پیچیدہ ہے کہ مجھے امید نہیں پڑتی کہ آپکے سوا کوئی فقیہ اسے طے کر سکے۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب اس وقت اہل سولہ سال کی عمر رکھتے تھے اور اسی علوم و فنون کی تکمیل منوئی تھی جس وقت اُس طالب علم نے فتویٰ دیا تو جناب شیخ عبدالرحیم صاحب نے اپنے فرزند رشید جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالہ کر کے فرمایا ابھی امید ہے کہ اسکا فیصلہ تمہارے ہاتھ سے ہو جائیگا جہاں تک عقل و دانش سے مدد لیا جاسکتی ہو تمہیں اس مقدمہ میں لینا چاہیے۔ شاہ صاحب نے فوراً اُس فتوے کو اٹھایا اور گھر جا کر اسکا جواب لکھا اور ایسا جواب شافی لکھا جسے منکر شیخ عبدالرحیم صاحب اور تمام طلبہ نہایت خوش ہوئے اور جسے تمام علما نے تسلیم کیا اور کما انصاف یہ ہو کہ اگر شاہ ولی اللہ چند روز اور علمی مشق میں صرف کریں گے تو تمام ائمہ وقت اور فقہائے زمانہ میں مجتہدانہ کمال حاصل کر لیں گے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب آپ کے والد بزرگوار جیسے علم ظاہری سے باخبر تھے ویسے ہی علوم باطنی کا شرف بھی خدا تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا تھا جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی عمر مبارک جو وہ برس کی تھی تو آپ علوم دینیہ سے بخوبی واقف ہو گئے تھے اور ہر علم میں کمال حاصل ہو گیا تھا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں پندرہویں سال میں آپ نے قدم رکھا تھا کہ والد بزرگوار نے آپ کو علم باطن کے شرف سے معزز و ممتاز کرنا چاہا چنانچہ اسی سن میں آپ نے اُس بیعت کی اور اشغالِ صوفیہ خصوصاً طریقہ نقشبندیہ میں اپنا پیش قیمت وقت صرف کرنا شروع کیا والد کے مقدس و متبرک انفس اور اپنے تقویٰ و طہارت سے اس کمال میں اسقدر جلد ترقی کی کہ شیخ عبدالرحیم صاحب کی زندگی ہی میں عرفان کے اعلیٰ مدارج طے کر لئے اور اُس علم کو عروج کمال پر پہنچا دیا اور جب شیخ صاحب نے آپ کی اس ترقی و استعداد کو ملاحظہ فرمایا تو سترہویں سال بیعت و ارشاد کی اجازت دہی اور باطنی علوم میں

سے جو کچھ تقنین کرنا تھا اس وقت کر دیا۔

انفرض جناب شاہ ولی اللہ صاحب میں تمام لیاقتیں جمع تھیں اور آپ جامع جمیع صفات تھے جیسا کہ شیخ
دور سنی فنون میں کمال رکھتے تھے ویسے ہی عزم و ثبات میں مضبوط اور استقلال میں راسخ قدم تھے۔
خراج میں سچ خلق اور محبت و تواضع تھی اگرچہ آپ عالمانہ تزک و احتشام کے ساتھ ایک قسم کی حاکمانہ شوکت
پر بھی رکھتے تھے لیکن آپ کی متواضعانہ اخلاق اور نظری عجز و انکسار اُس پر غالب تھا جن میں یہ بات کہیں
نہیں کرنا چاہیے کہ اس وقت کے تمام مذہب دنیا کی گردنیں آپ کے آگے جھکی ہوئی تھیں اور آپ علم
مدین ایک مذہبی پیشوا اور مقتدا کے عالم تسلیم کئے گئے تھے۔

جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کی لاکھ میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ آپ اکثر امور میں توحشی ہی مذہب کے متوال
میل درآمد کیا کرتے تھے لیکن بعض روئے کے جنہیں حدیث یا وجدان کی رو سے مذاہب دیگر یعنی فاضل
جہلی مذہب میں ترجیح حاصل ہی نہیں کئے جاتے تھے۔ تقریباً مذہب میں یہی حال جیسے جناب شاہ
ولی اللہ صاحب کا تھا آپ کو مذہبی افواج کے خانہ باندانہ جھگڑوں سے چندان بحث نہ تھی نہ ان مشہور مذہب
اربعہ میں سے کسی خاص مذہب کے پابند تھے کہ خواہ مخواہ کسی کے مطابق عمل نہ کریں بلکہ تاہم امکان مذاہب
مشہورہ میں جمع کرتے اور اُس مسئلہ پر عمل کرتے جسے تمام اہل مذاہب نے صحت کا منہ عینیت کیا ہو لہذا جس
مذاہب مشہورہ مختلفہ میں جمع کرنا مشہور اور ناممکن ہوتا تو آپ اُس مذہب پر عمل کرتے جو دلیل کی رو سے زیادہ
قوی اور صریح حدیث کے موافق ہوتا پناہ چاہتے تھے خواجہ محمد امین نے سوال کیا کہ آپ مسائل فقہیہ میں کون سے
مذہب پر عمل کرتے ہیں تو آپ نے یہی جواب دیا چنانچہ میں اس مقام پر آپ کا وہ جواب جیسے نقل کرتا ہوں جو خواجہ
محمد امین کے سوال میں آپ نے اپنی تعلیم مبارکہ سے تحریر کیا۔

| | |
|---|--|
| <p>سوال سوم آنکہ عمل تو در مسائل فقہیہ ہر کدام مذہب است گفتم بقدر امکان جمع میکنم و در مذاہب مشہورہ مثلاً صوم و صلاۃ و وضو و غسل و حج بروضہ واقع میشود کہ ہمدل مذاہب صحیح دانند و عند تعذر الجمع باقوی مذاہب از روی دلیل و موافقت صریح حدیث عمل سے تأکیم و خدایتالی</p> | <p>تسا را تیسرے سوال کی کہ فقہیہ مسائل میں کون سے مذہب پر عمل کرتے ہو اسکا جواب یہ ہے کہ میں مذہب مشہورہ میں تاہم امکان جمع کرتا ہوں اور صوم و صلاۃ اور وضو و غسل اور حج کو مسائل اُس وضع پر واقع ہوتے ہیں جنہیں تمام اہل مذہب صحیح جانتی ہیں لیکن جب یہ جمع و تطبیق ناممکن ہوتی ہے تو میں اُس مذہب پر عمل کرتا کرتا ہوں جو دلیل کی رو سے زیادہ قوی اور حدیث صریح کی موافق ہو یا اگر</p> |
|---|--|

اسقدر علم سزا است کہ فرق در میان ضعیف و قوی کردہ شود و در فتوے بحال سستی
خدا تعالیٰ نے مجھے اسقدر علم عطا کیا ہے کہ ضعیف و قوی میں
اچھی طرح فرق کر سکتا اور فتوے کے بارہ بین - سی - د - ر
کی سچوئی رعایت کر سکتا ہوں اور ہر مقلد مذہب کو اُسی کو مذہب
مذہب جواب میگویم خدا تعالیٰ ہر مذہب سے از
سے جواب دیتا ہوں مجھے خدا تعالیٰ نے مذہب مشہورہ میں
مذہب مشہورہ معرفت دادہ است الحمد للہ

تقریب قریب ہی حال آپ کا اُن طرق کی نسبت تھا جو حضرات صوفیہ میں دائر و سائر ہیں۔ تصوفی تحقیقات کا اور
و شوق خدا نے بچپن سے دیا تھا اور ہر طریقے کے مجتہدوں سے اپنے جدا جدا اس کمال کی تحصیل کی تھی صوفیہ
کرام کے خاص خاص کالین کی صحبت سے فیض اٹھا یا تھا اور عرفان کے اعلیٰ درجے طے کر لئے تھے اور
انجام کا جب تیسرے پیری میں حجاز شریف لیگئے اور ایک سال سے زیادہ تک مجاورت حرمین شریفین اور
شیخ ابوطاہر مدنی کی روایت حدیث سے مشرف ہوئے تو ان کے خرقے سے آرائش چل کی جو تمام صوفیوں
کے خرقوں کو حاوی و جامع تھا آپ طرق اربعہ یعنی طریقہ نقشبندیہ جیلانیہ (قادر) چشتیہ سہروردیہ کے
ساتھ نسبت مساوی رکھتے تھے اور کسی ایک طریقہ کے پیروار مقلد نہ تھے جیسا کہ آپ اپنی بعض مالیفات
میں بالتصریح فرماتے ہیں۔

اس سوال اگلے نسبت تو بابت نسبت کہ ام طریقہ از
طریق مشہورہ مشابہ تراست گفتہ در اخذ اشتقاق
طریقیت و صحبت متصل تا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اقوی در اتصال من طریقہ نقشبندیہ
است و در نسبت باطن اقتدائے من بطریقہ
جیلانیہ است زیرا کہ اصل در طریقہ نقشبندیہ حفظ
صورت و ہدینہ حضرت حق است و در مدرکہ ہر
ہومی اشارتے با بجناب واقع است و آن
رنا یہ سوال کہ تمہاری نسبت مشہور طریق میں کون سے طریقہ کی نسبت
کے ساتھ زیادہ مشابہ ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ اشتقاق
طریقیت اور اُس صحبت کے حاصل کرنے میں جو جناب نبی کریم صلی
علیہ وسلم تک متصل ہی میری اتصال کا قوی نمبر طریقہ نقشبندیہ
ہے اور باطنی نسبت میں میں طریقہ جیلانیہ کا پیر و مقتدی ہوں
کیونکہ خدا تعالیٰ کی صورت و ہدینہ کا تحفظ طریقہ نقشبندیہ کا حاصل
الاصول اور بڑے اور بیظاہر بات ہے کہ ہر انسان کے مدرکہ
میں حضرت حق کی طرف ایک اشارہ واقع ہے۔

وآن صورت اجمالیہ ذہنیہ حضرت حق است
واین طائفہ آنرا واسطہ گویند تا بران مواظبت
کنند و ہر وقت کہ خواہند از ان انتقال کنند
بحقیقہ الحقایق و اصل در طریقہ جیلانیہ تہذیب
روح و سر است تا چون مہذب شوند ہر وقت
کہ آنرا اعمال کنند معرفت تجلی اعظم میسر
شود و در سجادہ و خلافت و بشارت سلف
بحال خلف اتوی نزدیک من طریقہ چشتیہ
است و اتوی نزدیک من باعتبار دلیل کتاب
و سنت و اشبہ اصول طریقہ سہروردی است
اگرچہ فقیر را سنا سببت با طرق بسیار است اما
این چار چیز ازین چار طریقہ استفادہ کردام
جزی اللہ عنا اھلھا خیر الانجاء و فائدہ دیگر
نہ انداز جواب سیکویم کہ در بعض اوقات مراقبہ
حاضر کردہ شد برین اجداد مرا تا حضرت عمر رضی اللہ
عنه و جبین ہر یکے نورے یافتیم کہ آن نور
غالب شدہ است و ریاست پیدا کردہ بر
جمع کہ دو صد کس باشند یا زیادہ و آنرا متواتر
یافتیم با عن جد و آن با اصطلاح مانقہ بخت است
اگرچہ گاہے باعتبار وینا باشد و گاہے باعتبار
ویانت و علم و دیدم کہ آن نور بطریق وراثت
نسبت بمن انتقال کردہ است -

جو خدا تعالیٰ کی صورت اجمالیہ ذہنیہ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے
اور جسے اس طریقہ کے پیرو واسطہ کہتے ہیں تاکہ اس پر مہذب
کریں اور جب چاہیں اس سے انتقال کر کے حقیقہ الحقایق پر
پہنچیں اور طریقہ جیلانیہ کی روح اور سر کی آراستگی پر مبنی
ہو تاکہ لوگ مہذب ہو کر جب وقت اُس پر حال ہوں انہیں
تجلی عظم کی معرفت نصیب ہو۔ اور سجادہ و خلافت نیز سلف
اُس بشارت میں جو خلافت کے حال سے وابستہ ہو سیکر نزدیک
طریقہ چشتیہ سے زیادہ قوی ہو اور کتاب و سنت کی دلیل
کے لحاظ سے میرے نزدیک قوی تر طریقہ سہروردیہ ہے جو
اصول سے زیادہ مشابہ و مناسبت کو فقہ کو اور بھی بہت سے
طریقوں کے ساتھ مناسبت حاصل ہے لیکن مذکورہ بالا چار چیزیں
میں نے ان چار طریقوں سے اخذ کئے ہیں خدا تعالیٰ ان اہل
طرق کو ہماری طرف سے بہترین جزا عنایت فرمائے۔ یہاں
تمہارے سوال کا جواب ہو گیا اب میں جواب کے زمانہ ایک
مختصر فائدہ بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعض اوقات مراقبہ
میں میرے اجداد عظام کا سلسلہ بیان سے لیکر حضرت فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ تک مجھ پر حاضر کیا گیا جنہیں سے ہر ایک کی
پیشانی میں۔ یعنی ایک ایسا درخشان نور پایا جسکی وجہ سے
وہ دو سو آدمی یا اس کے کچھ زیادہ جماعت کا رئیس و سردار مقرر
کیا گیا ہے اور میں نے اُسے با عن جد متواتر پایا اور یہ ہماری
اصطلاح میں نقطہ بخت سے تعبیر کیا جاتا ہے اگرچہ کبھی دنیا کے
اعتبار سے ہوتا ہے اور گاہے دیانت و علم کے لحاظ سے اور میں نے
یہ بھی دیکھا کہ وہ نور بطریق وراثت مجھ تک انتقال کر آیا ہے

شاہ صاحب کی تقریر بالا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آپ مذاہب اربعہ مشہورہ میں سے کسی خاص مذہب کے مقلد و پیرو نہ تھے اسید طرح اہل سلوک کے طرق میں سے کسی ایک طریقہ کے پابند نہ تھے بلکہ جس مذہب و طریقہ میں جو بات کتاب و سنت کے زیادہ موافق اور دلیل کے لحاظ سے زیادہ معتبر ہوتی وہی آپ کا دستور العمل قرار پاتا اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علوم ظاہری اور باطنی میں جو اقتدار جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو حاصل تھا وہ دوسرے کو کبھی میسر نہیں ہو سکتا یہی وہ کمالات تھے جنکے سبب سے آپ کے نام کا امتیازی پھر ہر ہندوستان سے لیکر عرب و عجم تک برابر اڑتا تھا اور انہیں کمالات کا یہ اثر تھا جن کی وجہ سے آپ تمام دنیا میں روشناس تھے و دینیات اور رسمی علوم و فنون کو چھوڑ کر اگر شاہ صاحب کے صرف تصوفی علوم ہی لیا جائے تو بھی کوئی شخص آپ کی برابری کا ہرگز دعویٰ نہیں کر سکتا اور اگر کرے بھی تو تسلیم نہیں کیا جاسکتا شاہ ولی اللہ صاحب انشا پر دازی کے فن میں بھی بے مثل اور یگانہ روزگار تسلیم کئے گئے ہیں اور آپ کی صفت خاص تمام فاضلون کو تسلیم ہے کہ بڑے بڑے مضمونوں کو نہایت مختصر اور جامع الفاظ میں اس خوبصورتی سے ادا کرتے تھے کہ مضمون کا اصلی اثر اور زور پورا قائم رہتا تھا آپ نے اس فن میں اس قدر کمال بہم پہنچایا تھا کہ آپ کے عام مسودات بڑے بڑے فصیح و بلیغ اور انشا پر داز نہایت وقعت و قدر کی نگاہ دیکھتے اور فن انشا کے شائق جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے آپ کے مکاتیب و خطوط اور خاص خاص مناظر اور علمی بحثوں میں جا بجا علم انشا کے نمونے لکھے نظر آتے ہیں جن کے ہر ہر فقرے سے سب سے بیانی کی شہادت ملتی ہے اور لکھ چکر کا کمال بہت کچھ ثابت ہوتا ہے لیکن افسوس ہے کہ آپ کی علمی سوسائٹی اور علماء کے حالات جن سے آپ کی زور تحریر اور وسعت نظر کا حال معلوم ہو بہت ہی کیسا بین البتہ آپ کی انشا پر دازی اور تحریر کا زور کسی قدر ان مکاتیب و خطوط سے ظاہر ہوتا ہے جن کی معزز ناظرین آگے چلکر سیر کریں گے۔

آپ کے والد بزرگوار جناب شیخ عبد الرحیم صاحب کی تقریر نہایت شستہ اور منجھی ہوئی تھی اور آپ ہر مضمون کو اس خوبی سے ادا کرتے تھے کہ سننے والے ہونٹ چاٹتے رہ جاتے تھے شیخ صاحب کی طرز تقریر اور انداز بیان عام و خاص لوگوں میں شہرت سے نجاؤ کر کے ضرب المثل کی حد تک پہنچ گیا تھا اور یہ بات تمام لوگوں میں مشہور تھی کہ شیخ صاحب نے وہ طرز بیان اختیار کی ہے کہ آپ کے مجلس و عطا سے ہر نیت و مذہب کا شخص بشرطیکہ تعصب مذہبی سے خالی ہو بیحد خوش ہو کر اُٹھتا ہے لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی تقریر میں اس

ہلاکا جاوے تھا جس کا اثر موافق و مخالف دونوں پر یکساں پڑتا تھا آپ کی زبان بڑے بڑے مناظروں اور علمی مجلسوں میں کبھی نہیں رکتی تھی اور ہر موقع پر شستہ و برجستہ جواب دیتے تھے۔ جب آپ کسی مسئلہ پر بحث کرنے لگتے تھے تو کسی زبردست اور متبحر فاضل کو بھی آپ کے مقابلہ میں کم اور دانشمندی کے لئے کی جرات نہوتی تھی بلکہ ایک محویت و استغراق طاری ہو جاتا تھا اور نہایت خاموشی سے آپ کی تقریر سناتے تھے۔ دنیا میں کوئی شخص کیسا ہی فاضل اور اہل کمال کیوں نہ ہو لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ تمام ملک و قوم کو راضی رکھ سکے جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا جب سارہ کمال فلک اقبال پر پہنچا تو آپ کے اوج و شہرت کو دیکھ کر اکثر حاسد اور دشمن پیدا ہو گئے جس زمانہ میں آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا اور اس کی اشاعت ہوئی تو متعصب مولویوں کے حلقوں میں ایک تہلکہ عظیم برپا ہو گیا وہ یہ سمجھ گئے کہ ہماری روزی کی عمارت جو بیاد سے ڈبا دی گئی اب عوام لوگ کبھی قبضہ میں نہ آئیں گے اور بات بات پر گفتگو کر نیکو چار ہو جائیں گے اس خیال نے ان کے دلوں میں فتنہ و فساد کی ایک آگ بھڑکا دی اور مخالفت سے درگزر کر کے آپ کے جانی دشمن ہو گئے ہر جمعہ کے دن باہم مشورے کر کے اس ارادہ سے گہروں سے نکلتے تھے کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی مخالفت عین و عظیم کریں گے اور دس پانچ آدمی ملکر انہیں نرغہ میں کر لیں گے لیکن آپ کے تقریر میں اس ہلاکا جاوے تھا کہ ہرگز سکوت و خاموشی کے کسی دھرم مارنے کی مجال نہوتی تھی سامعین کے تمام حلقوں پر سکوت حکومت کرتا تھا اور اثناء و عظیم میں کوئی کسی سے اشارہ تک نہیں کر سکتا تھا۔

یوں تو اس جلیل القدر اور محترم خاندان کے ہر ایک ممبر کی خوش بیانی اور برجستہ گوئی عموماً تمام لوگوں کو تسلیم ہو لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی فصاحت و بلاغت کا ہر شخص کو خصوصیت کے ساتھ اعتراف ہو جب آپ کی علمی مجلس میں کوئی بحث چھیڑ دیتا تو ایک عجیب موثر طرز سے تقریر کی فضا شروع کرتے اور اثناء تقریر میں کسی موقع پر نہ رکتے تھے سلسلہ کلام میں الفاظ کی تکرار نہوتی تھی نہ معانی کو بار بار بیان کیا جاتا تھا جس فن پر گفتگو کرتے تھے تا وقتیکہ اسکا سلسلہ پورا و ختم نہ ہو جاتا تھا دوسرے کو اختیار نہ کرتے تھے اور اثناء تقریر میں ادب کا پہلو کبھی نہیں چھوڑتے تھے اور جب ایک گفتگو کا سلسلہ ختم کر کے دوسری گفتگو شروع کرتے تو پہلی تقریر پہلی سے زیادہ موثر اور دلکش ہوتی تھی مخالفوں کے دلوں پر قبضہ کر لینا آپ کے آگے کوئی بات ہی نہ تھی اور سنگدلوں کو موم دل بنالینا آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا جناب شاہ عبد الغفر نے

آپ کے فرزند رشید کی جو برجستہ گوئی اور شیوا بیانی آج تک دنیا میں ضرب المثل ہے یہ آپ ہی کی فصاحت و بلاغت کا اثر ہے۔

الحاصل جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے علوم و فنون کے کارنامے اور علمی کمالات کے افسانے کتابوں میں اس کثرت سے پائے جاتے ہیں جنہیں سے فیصدی پانچ کا بھی انتخاب ہم نہیں لکھ سکتے کیونکہ حیات ولی میں اب اس قدر گنجائش باقی نہیں رہی ہے تاہم سشتے نمونہ از خروارے آپ کے تمام حالات کے انتخاب سے ہم اپنے تذکرہ کے کسی موقع کو خالی چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتے لہذا اب اس عنوان کو ہمیں ختم کرنے ہیں۔

جناب شاہ صاحب کے کلام کا انتخاب

یہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو فضلاء کے عہد اور علماء وقت نے تفسیر و حدیث اور فقہ کے لحاظ سے مجتہدین فن اور آئمہ مذاہب کے بعد علمی و دربار میں دوسرے درجہ میں جگہ دی ہے ورنہ ایسا کون علم تھا جس میں آپ کو تبحر اور علو حاصل نہ تھا۔ شاعری جو علم ادب کے لیے ایک گرانمایہ جوہر ہے اور تمام مالک اور قویوں میں جس کی عزت کی جاتی ہے اس میں اس درجہ کمال تھا کہ لوگوں نے گیارہویں صدی کے شعرا کے زمرہ میں آپ کو جدا گانہ شمار کیا ہے اور شاعری کے علاوہ علم ادب میں تمام ماہرین فن کے طبقوں میں آپ مسلم ادیب گنے گنو ہیں جب ہم گیارہویں صدی کے شعرا کی فہرست میں آپ کو ڈھونڈتے ہیں تو نہایت روشن اور جلی حروف میں آپ کا نام نامی ثبت پاتے ہیں۔ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی ادب اور انشا پر وازی کی مثالیں آپ کے ان مکاتیب و خطوط سے ظاہر ہوگی جنہیں ہم آگے چکر لکھیں گے یہاں آپ کے کلام میں سے چند اشعار کا انتخاب کیا جاتا ہے ان اشعار کے نقل کرنے سے علاوہ برجستگی مضامین اور شستگی زبان کے یہ بھی دکھانا منظور ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو نظم پر کس درجہ قوت تھی اور آپ کس قدر منزلت کے شاعر تھے۔

تصیدہ در بعض معارف غامضہ

| | |
|----------------------------------|--|
| واقلا شد شوقا الیہم منہم | الاطال شوق الابرار الی لقاء |
| عاشق شوریدہ ام یا علق با جانہ ام | من مذاقم بادہ ام یا بادہ را پیما نہ ام |

اصطلاح شوق بسیارست و من دیوانہ ام
چشم اور اسرہ ام بایزلف اور اشد ام
جدید اصل است ہر ہر شورش مستانہ ام
نا ترا بشنا ختم جاننا ز خود بیگانہ ام
در ازل پیش از زمان تعمیر شد بخانہ ام

مبتلا کے حیرتم جان گو بیت با جان جان
یا جلال و تیش حسن و گرد و کار شد
سبیل ہر عنصر بد و سوئے مقرر اصلش
خافل از خود مانند صورت چو پر شد آئینہ
اے امین برستیم نام تجدد و تہمت ست

غزل

نک یزدلی مجروح من ہستی و مرتہ ہم
قیامت می غامی و دم عیب و مرہم ہم
توئی مقصود اہل دل توئی کشاکش و ہم ہم
مزان حص قارون زہد ابراہیم و ہم ہم
گئے باران ریزان است و گاہی برف شبنم ہم
کہ عالم پاکے کوب از دست عشقت گشت نوم ہم

دوا کے درد من بر جمع اعدا تو دنیا نرم
جہان و جان فدائی وضع شوخ شہر آشوب
توئی اول توئی آخر توئی ظاہر توئی باطن
زیک منبع دریا مختلف فارہ می جوش
بخارے از زمین فیروز دیا و جو در آسپ
کہ امی طرفہ نیرنگے اکاشانہ سردادی

در شرح غزلیکہ بر تفسیر بیت اول غزلی علیہ الرحمۃ انشا کردند۔

مزا جش عکس آن کلام کردند
بان صورت جہان را رام کردند
مکارم را بما انتہام کردند
مرا صبح ازل در کام کردند
حریشان سستی باز من و ام کردند
بما مشہو و خاص و عام کردند
با تمام فن اکرام کردند
بخود آغا و وزیر انجم کردند

نخستین بادہ کا ندر جام کردند
ہویدا شد در امکان صورت حق
ہمین بایست تفصیلی از ان رو
شراب وحدت از خجانیہ عقیب
چو غلطیدم ز سیتما بہر سو
حقیقت کہ مستور از نظر بود
پس ہنگہ موج دریا باز گردید
ایمن رمزے دقیق با تو گویم

غزل دیگر

خروش و زول شبہانی کردم چہ می گویم

بزلف چہ دیرج کسے گم کردہ ام غور

| | |
|------------------------------------|--------------------------------------|
| وے پرورد جان افکار یا تبت خود ارم | جهان را پر زيار يها نيکروم چه ميکروم |
| نغم تحصيل دبا نغزل و در غزل مے بنم | جنون ترک منصبها نيکروم چه ميکروم |
| کے باکل هم ساز و کسے باکل ہے بازو | اگر من ياد آن لهما نيکروم چه ميکروم |
| مے تحقيق را از نغم مشربها برون ديم | خروج از قيد مشربها نيکروم چه ميکروم |
| حجاب و حل مطلوب است دل بسند بطلبها | امين گر ترک مطلبها نيکروم چه ميکروم |

اشعار

| | |
|-------------------------------|------------------------------|
| ناگزير تو نسيم اي بينظير | رونگردان بعد از ين از ناگزير |
| من ترا شفق ترم از صند پدر | در من آويز و مرا محکم بگير |
| غير من گربا تو با بستر بود | آن دباست و غذا بستر و سحر |
| جان من در پھر يا رخو بيوخت | من عذابا لھجر اجزئي يا عجلو |
| بے قرارم روز و شب بے رو کويار | باز بخار و کسے يارم يا قدرير |
| اندر و نم بے مجالش تار شد | کے شود يارب بوصلش مستغیر |
| اي برادر بعد از ين هم يار بشا | فرق ميکن در ميان شير و شير |

غزل و دیگر

| | |
|------------------------------|---------------------------------|
| ساقی کرے کن کنز جوش خود افتم | من بار خودم خود از دوش خود افتم |
| مثل مے جوشان کنز خم بدرافت | جوشے زده بر خود از جوش خود افتم |
| از هر بن موئم جوشد مے ديگر | از فطر تامل ز آغوش خود افتم |
| زين تير زبانه آزرده و لم من | خوش آنکه زمانے خاموش خود افتم |

یہ غزل مزاحیات بحر بیط سے ہے اس کے ارکان چار بار مستفعیل فعلی ہے جو فارسی میں نہایت کیا ہے اکثر شعرا متقدمین کے کلام اس بحر سے خالی ہیں۔

رباعیات و ربیان بعض قواعد سلوک

| | |
|------------------------------------|------------------------------------|
| علمی کہ نہ ماخوذ از مشکوٰۃ نبی است | والہم کہ سیرانی از ان تشنہ لبی است |
| جائے کہ بود جلوه حق حاکم وقت | تا بن شدن حکم خود بولہبی است |

دانی کہ چو بود هیچ قدیم ای دلدار
 این راشوی از درس عوارف علم
 در مذہب ماہست ز اسباب غرور
 در حاشیہ یلفی شوار خلیق نفور
 مستی و ولہ شرط طریق افتادست
 در ذکر خفی جہر تخفیل کردن
 خواہی کہ کسے صرف محبت نوشی
 دل را نخیالات جہان صرف کنی
 در عشق تو از جملہ جان بگذشتم
 مقصود من بندہ بجز وصل تو نیست
 داکم دل من پیش تو حاضر باشد
 در مذہب ماشرک علی ست و صریح
 دانی چو بود سهل کشیر الہیکات
 تحصیل عدم بدان یعنی مانع
 خوش آنکہ بانوار وضو رنگین ست
 تنویر دل و نفی خواطر خواہی
 تحصیل عدم اگر ندانی کردن
 این داء عضال را دو آگہ باین
 آہا نکہ ناداناس بہیمی رستند
 فیض قدس از بہت ایشان بچو
 آن ذات کہ از قیہ جہت بیرون است
 ہر مرتبہ زان ذات نشانے وارد
 ہر دیکہ شد مظهر آن یار عجیب

شغل دل تو خاطر و باطن با یار
 وان فن و گریہ یاد بگیسما ز احرار
 ذکرے کہ بود حائل از انوار حضور
 در جانب اثبات برو سوئے غفور
 بے مست شدن کار کسی نکشادست
 شرطست و زادت و طریقتیہ دست
 باید کہ بتقلیل علایق کوشی
 چشم از صور جملہ عالم پوشی
 و زہر چہ بجز یاد تو زان بگذشتم
 اندر طلبت از دل و جان بگذشتم
 چشم ہمہ رخ خوب تو ناظر باشد
 اگر سوئے و گر خطرہ کہ خاطر باشد
 در شرب اہل دل وجود عداوت
 در نفی خواطر و در سد جہات
 زیر کہ طہارت را اصول دین ست
 قوی ذریعہ وصولش این ست
 باید نظر اہل فن را راجبتن
 و حکمت اہل دل تو خواہی دیدن
 بالعمہ انوار قدم پیوستند
 دروازہ فیض قدس ایشان ہستند
 از حیطہ اسما جہت بیرون است
 ہر چند ز تعین بہت بیرون است
 ظاہر شدہ از صورتش آثار عجیب

در لوح دل از ثبت کنی صورت او
 قوے بکتابت احرف موصوف
 ششخے کہ ازین قوم قدم پیش نهاد
 تا یکے محنت مجوری و دوری یکشتم
 تا یکے ہمد کے سنگ بود شیوہ سن
 تا یکے بے زنجیر تعلق باشم
 بوسے جان میر سدا ز بادین در دو چہا
 دے دارم ز خود خالی جالبش میتوان گفتن
 وجود بے نمود منے نادیدنے وارد
 سویدا دل با یابی اندر پیچ و تاب او
 فرو شاید از ہم کثرت سوہوم چون شبنم
 فراغ یافتم از حج و عمرہ
 چو دیدم دے زیبائے تو جانا
 بیاسانی بدہ جائے شرابے
 محبت نام چو شطیع ویل نفس اگر باشد
 ز نازک طبع غیر از خونمایا نہ آید
 بوسعت مشربان رنگ تعلق در نیکی گیر
 صفائی طبع منجھ اہی ز صحبت دامن اندر کش
 مزاج صاف طبعان را بجز غریب نہیں آت
 صفا باخبت باطن نیز گاہے جمع میگردد
 ہر ذہ گردی مانع سوز دل است ای ہوشمند

پیدا شو و از لوح دل اسرار عجیب
 بجھے بتلاوت اسما معروف
 گشت است باین صورت ذہنی مشغول
 نازنین و ظنم سوئے وطن باز روم
 گوہرے از عدم سوئے عدن باز روم
 آہوئے از ختم سوئے خلق باز روم
 شاہ ملک یمین سوئے یمین باز روم
 درو کیفیت جوش شرابش میتوان گفتن
 درین نیرنگما بوسے کبابش میتوان گفتن
 نقوش عالم ام الکتابش میتوان گفتن
 فیض معنی ما کتابش میتوان گفتن
 چو احرام سر کوئے تو بستم
 ز نشویش وجود خویش رفتم
 کہ مخور صبوئے دالسم
 سر اہل محبت در دو عالم گاؤں و خراباشد
 درخت بید را دیدیم دامن بے شر باشد
 اگر نقشے زنی بر روئے دریا بے اثر باشد
 کہ آب دور از مردم ہمیشہ با صفا باشد
 کہ در گرد آب صاف چون کجا وطن گیرد
 برو دالوہ را چون درو بنشیند تا شاکن
 سیل تابنشست کجا باطنش صافی نہ شد

شاہ صاحب کے کلام میں سے جن رباعیات اور اشار کا انتخاب مجھے معزز تاظرین کے سامنے پیش کرتا
 تھا نقل کر چکا۔ اگر آپ کے کلام کا شجس نگاہوں سے متبع کیا جائے تو ایک مختصر دیوان بن سکتا ہے

لیکن میں نے بظہر اختصار صرف ان ہی چند رباعیوں اور اشعار پر اکتفا کیا۔ ناظرین کو ان منتخب اشعار سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ محبت اور عشق الہی میں محترم شاہ صاحب کس درجہ محو تھے، اور انہوں نے اپنا مبارک اور برتر خیال کن پڑا اثر اور جو شیلے الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ اشعار مذکورہ کے پڑھنے اور ہر مصرع پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسکا قائل وہی شخص ہے جو عشق الہی اور محبت خداوندی میں پاؤں سے سرتک ڈوبا ہوا ہے اور بخودانہ سرخوش حالت اور عالم وجد میں اسکی زبان مبارک سے یہ وجد میں لانے والے اشعار سرزد ہوئے ہیں۔

انسانی طبیعت اور اس کے سلسلہ کیفیات کا آئینہ ہمیشہ اسکی تحریر و تقریر ہوا کرتی ہے یعنی جو بات آدمی کے دل میں ہوتی ہے وہی اس کے زبان و قلم سے نکلتی ہے غور میں ڈوبی ہوئی نظریں اور بالغ نگاہ میں فوراً ہر تحریر و تقریر سے قائل کے دلی خیالات کا کافی اندازہ کر لیتے ہیں اور جھٹ تاراجاتی ہیں کہ جو کچھ قائل کہہ رہا ہے آیا اسکی طبیعت کی بھی یہی کیفیت ہو یا اس میں کچھ تکلف و بناوٹ داخل ہے۔ بعض تحریریں ایسی ہوتی ہیں جن کے ہر ہر جملہ اور ہر ہر فقرہ سے کلمہ کھلا ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کا قلم دل کے ساتھ موافق نہیں ہے۔ دل کچھ کہتا ہے طبیعت کچھ شہادت دیتی ہے قلم کچھ اور کہہ رہا ہے زبان کچھ اور گواہی دیتی ہے لیکن جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی زبان و قلم سے وہی نکلتا تھا جو آپ کے دل میں ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ جو اثر اس وقت آپ کی زبان میں تھا آج وہی اثر ہم آپ کی تحریر میں پاتے ہیں۔

ہماری اس رائے کی تائید جناب شاہ عبدالعزیز صاحب آپ کے فرزند رشید کے قول سے بہت کچھ ہوتی ہے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”میرے والد بزرگوار کے تقریر و دیں میں ایک خاص صفت یہ ہے کہ اگر اب بھی کوئی شخص انکی اصلی تقریریں ایک مرتبہ ہی پڑھ لیتا ہے تو وہ اسکی یاد سے کبھی فراموش نہیں ہوتا جس وقت وہ تقریریں آپ زبان سے فرمایا کرتے تھے تو اسکا اثر سننے والوں کے دلوں پر اس قدر پڑتا تھا کہ کبھی زائل نہیں ہوتا تھا اور لوگ آپ کی تقریر سننے ہی خلوص دل سے اس پر عمل کرنے کو مگر مہم ہوا یا کرتے تھے اور بے اختیار انجوش کے ساتھ عمل کرنا شروع کر دیتے تھے“

شاہ صاحب کے مکاتیب

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے خطوط کا گو میرے پاس ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا لیکن میں نے بظہر طراوت انہیں سے

سے صرف ان ہی چند خطوط کا انتخاب کیا ہو جو ناظرین تذکرہ کی دلچسپی کے باعث بین اور چونکہ وہ علم ادب کی روح اور
ادیبون کی جان ہیں اسلئے مجتہد مدح کرتا ہوں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا پہلا خط شیخ ابراہیم مدنی کے نام

شیخ ولی اللہ عمری کا خط بنام شیخ ابراہیم مدنی۔ ان کے والد
شیخ ابو طاهر مدنی قدس اللہ اسرارہم کی تعزیت میں خدا تعالیٰ علم
کے آثار اور نچے اور اس کی بنیادیں مضبوط کرے۔ دین کے جھنڈ
بند اور اسکے ارکان استحکم کرے۔ حدیث کے مانج کو سرسبز و شاداب
اور اس کی رونق کو دوبالا کرے۔ اہل حدیث کو تازگی اور اس کے
سرپرستوں کو فوجیئے اور دشمنان بزرگ میرے آستانہ شیخ ابو طاهر
مدنی کردی کے فرزند رشید مولانا شیخ ابراہیم کے حدیث کی درس
و اشاعت کی وجہ سے علم حدیث کو عروج کمال پہنچائے جو پیش
مذہبی اور معتدلے مخلوق میں اور اپنے بزرگ اسلاف کے بزرگی
وضیلت کے جائز وارث میں اسکے بعد واضح ہو کہ خدا تعالیٰ
آپکا اجر بڑھائے اور ہمارے شیخ رضی اللہ عنہ پر صبر کرے کا آپ
الہام کرے۔ مجھے سزاوار ہو کہ میں اپنے شیخ کی تعریف کروں
اور وعار صبر میں کوشش کروں خدا کی قسم جسے شیخ کو انتقال
کی جاگزا خبر میرے کان میں پہنچی ہو اور مجھے معلوم ہوا ہو کہ آپ دنیا
سے منہ موڑ کر خداوندی رحمت اور اس کی جنتوں میں انتقال کر گئے
میں تو میں ایک ایسے خلق اور مضطرب میں گرفتار ہوں جو جگر کو
پاش کئے دیتا ہو اور اس اندوہ و رنج میں مبتلا ہوں جس میں صابر
امر مبتلا ہوتا ہے۔ میرے سر پر ایک ایسا ابر چھایا ہوا ہے جو غم
واندوہ کا مینہ برساتا ہو اور میرے پیچھے مشتعل آگ کا دیا لہر رہا
ہے اور کیوں نہ لے میرے شیخ رضی اللہ عنہ معیت میں زمین
کے باشندوں کیلئے برکت اور مدینہ طیبہ کے مقتدی و پیش

من الشیخ ولی اللہ عمری إلى الشیخ ابراہیم المدنی
فی تعزیت والد الشیخ ابی طاهر المدنی قدس اللہ
اعلی اللہ معلّم العلم شہید نبیاً و رفع علو
الدین سداً و رکناً و رشیاً یا ضحیٰ الحدیث اعظم و اواء
و نصر اهلہ فودخوبہ اعلى شأن و سن الجہر اہم فاد
الانام اذ اللجل ابراعی کما بوجا تو میراث اسلام الکا
الشیخ ابراہیم بن سیک الشیخ ابی طاهر المدنی
اما بعد فاعلم اللہ تعالیٰ انکرم اللہ صبرکم
علی شیعنا فی اللہ عنہ ارضاعنی فی حقیقۃ الایام
بہ و یخرجی بلاء الصبر علیہ فواللہ ما ذلت منذ فزع
سمعی حدیثاً فانتہ و بلغنی خبر انتقالہ الی رحمتہ
و جناتہ فی قلق فائق للکبد۔ و ملل کمد ذی الود
و فوق سحاب مطر اللہ و الا سنی و تحت بحدار
بالظنی تتدفق کیف لا وکان رضی اللہ عنہ بک
اہل الارض و معجلی بوجانہا و امامدار الحجۃ
و عداۃ ادرکاتہا و کان حدیثہ علی ما قد ظہرت
ایاتہ و کلاحت حائلہ و اماراتہ۔ و صار شفعہ
یہ یضرب بہ الامثال۔ و لا یعلم کمہ الا الکثیر
المتعال۔ و لا اثنی منہ الا الماجد فی التکمال
و فصلت العیر و قارب الفصل ذکر تہ
کیست کیت ثمر مثلت لہ بہن البیت

نسبت کل طریق کنت اعرفه

الاطریقا یودینی لربیکم

قاهر و رقت عینا و احمریت و جنتا حتی

خفقتہ عبرۃ البکاء ثم بعد ذلک انہ یقول فی

الدعاء ولا اثنی منہ اثنی سالتہ عن کفیتہ

عمرکم من السنین فقال معترک المذاہم اربع

ستین و سبعین - فلو شئت ان ابکی دما

لبکیتہ علیہ ولكن ساحة الصبر و سعو

ان سلوان فوادى و عقمیۃ اعتادی عند

مھی مرد و اعی البکاء و ضیق الاربص

علی و السماء انہ رضى الله عنہ خلف مثل

جنابکم دام المجد بقیامکم و ان اللہ یبذل

بیشہ الاسۃ و اما یظہر سرالوالد من الولد

بقت بقاء الدہریا کھفت اہلہ

و هذا ادعاء للبریۃ شامل

والسلام

اور اسکے عمدہ ارکان تھے انہیں مجھے اس درجہ محبت تھی

جسکی نشانیاں ظاہر اور علامات و آثار واضح تھے اور میری محبت

ان کے ساتھ ضرب اس تھی جسکی حقیقت خدا تعالیٰ کے علاوہ

اور کوئی نہیں جان سکتا میں اسوقت کو کبھی فراموش نہیں

کر سکتا کہ جب میرے کچ کا زمانہ قریب ہوا اور جدائی کی گھڑی سر

پر اکھڑی ہوئی اور رخصتانہ ملاقات کے انامین میں نے ان کی

فرج پرستی کے بعد یہ بیت پڑھی ۔

نسبت کل طریق کنت اعرفہ الا طریقا یودینی لربیکم

یعنی میں بجز اس ایک رستہ کے جو مجھے تمہاری زمین تک پہنچا

ان تمام رستوں کو بھول گیا جسے میں اس سے پیشتر واقف تھا

تو آپ کی پرکھ آنکھوں سے آشون کی نمایاں بننے لگیں اور دونوں

رخسارے سرخ ہو گئے یہاں تک کہ گرمی کی گرمی سے آپ کا گلہ گھٹ گیا

زان بعد آپ نے نہایت خلوص کیساتھ اس عاجز کے حق میں دعا

کی ۔ اور میں اس واقعہ کو کبھی کبھی بھول نہیں سکتا کہ جب میں نے

آپ کی مقدار عمر دریافت کی تو جواب میں فرمایا کہ ساٹھ و ستر کے

مابین ہو ۔ تو اگر میں ان باتوں کو یاد کر کے خون کے آنسو ونا

چاہوں تو رو سکتا ہوں لیکن صبر کا میدان زیادہ وسیع ہے

اور اسباب گریہ کے هجوم اور آسمان و زمین کی ٹنگی کے وقت

میرے دل کی تسلی اور میرے بہرہ و سہ کی لالچی صرف یہ ہو کہ شیخ

رضی اللہ عنہ نے آپ جیسا فرزند اپنی محسوس یا دو کار چوڑی

اس میں ذرا شک نہیں کہ شیر کا بچہ ۔ شیر کے مشابہ ہونا امر فرزند

سے باپ کی خصلت ظاہر ہوتی ہے ۔ ۲۷ زمانہ کے مادی و لہجہ

تیری بقا زمانہ کی بقا دوام کیسا ہو اور یہ دعا تمام مخلوق کو شامل ہو سلام

المکتوب الثانی

من الشیخ الموصوف الی اوستاده قد و
الحمدین جمال الدین ابی ظاہر لکودی
المدری قدس الله سرہ لواعلی فی الملاء کاعلی

نور کرمہ۔

ارذلت شایب رحمة والبرکات منهلة و
الصحبة وسماع الغدایة والکرامة مطرة
وعسند یمه علی اصقع المحفوف بالبرکة الکرام
الموصوف بالجد فوق ماند کوب الکلام جناب
من اجله ان اذکره بصریح الامه - واستغنی من
ذاتی یمینه بعلامته ووسمه

ومن العجائب ان افوه بذکره ولقد اعدایان یرمضان
ومن اجد فی خلدی حاضر فلا یغرب عنی بحیة
بوة یبیه والقیه فی بصری متمثلا فلا یبونی
فقد کلا یوب حضرت شیخنا قد و تمنا و محمد
ومولا نالاکرما و فخرنا لاجل

بقیت بقاء الدهر یا کلف اهل و هذا دعاء الیوتی شالی
اما بعد فهدا المستمد بتوجهها انکما معتمد علی
دعوا انکما بحمد الله تعالی الیکم فی جمیع الامور فاعلموا
بوابی ویشکول یکم نهم انی لک فحی علی عدها
و لک بمحصر مددها من حمدکما صوم رمضان بمکة
المبارکة واحتکاف المشرقة الاخری فی المسجد المحمود

دوسرا خط

شاہ ولی اللہ کا دوسرا خط۔ اسنے استاذ شیخ الحدیث جمال الدین
ابو ظاہر لکودی مدنی کے نام خدا تعالیٰ ان دونوں کو پاک کرے
اور طار استغنی میں ان کا ذکر بلند کرے۔

رحمت و برکات کے مدینہ اور عنایت و کرامات کے بادل اس
گوشہ زمین پر حیرتہ برستے ہیں جسے بزرگ نیکو کار فرشتہ گرد و پیش
سے احاطہ کیے ہوئے ہیں اور یہ تفضیلت خاص سے موصوف
ہے اس کا سلسلہ کلام میں ذکر کرنا فوق ادب ہو اور اسکی جناب
اس سے بہت دور ہو کہ میں صراحت اسکا نام لون یا علالت
وفشان کے ساتھ معین کروں

ومن العجائب ان افوه بذکره ولقد اعدایان یرمضان
جسے میں اپنی دل میں حاضر یا لبون اور وہ زندگی بہر کبھی مجھے غائب
نہیں ہوتا اور جسکی تصویر میری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہو اور
پہر کبھی نظروں سے ہٹتی نہیں وہ ہمارے شیخ ہمارے مقتدا ہمارے
مخزوم ہمارے بزرگ ہیں

بقیت بقاء الدهر یا کلف اهل و هذا دعاء للبریه شامل
اسکے بعد واضح ہو کہ آپکی ولی توجہات کا محتاج اور آپکی دعاؤں
پر بہر و سہر کر نیوالا۔ تمام باطنی و ظاہر امور میں خدا کی تعریف اور
اس کی ان نعمتوں کا شکریہ کرتا ہوں جو کتنی میں نہیں آسکتیں مگر
ان کے لئے عظیمین رمضان کار و فرہ اور سجدہ حرام میں خوشہ خیز
کا اعتکاف ہو مجھے خانہ کعبہ کے خادم شیخ عمر مینا نے تجربہ دی
خدا تعالیٰ اسے خوش رکھو جیسا اس نے مجھے خوش کیا کہ آپ

حج کیلئے تشریف لائے تھیں۔ اور وہ آپ کے نزول کی واسطے
مکان طیار کر رہا ہوا اور قربانی و لیک کھنے کے زمانہ میں آپ کی
تشریف آوری کا انتظار ہو رہا۔

فصاح المی الشرب وکنت قبلہ اکاد اغص بالماء الفرات
خدا تعالیٰ میری اور اس کی آرزو کو پورا کرے بیشک وہ ہر خیر پر
قاد رہے اور دعا قبول کرے کیلئے لائق و سزاوار ہو میں آپ سفر و
حضر کی حالت میں سلامت و خیریت کی دعا چاہتا اور اس غایت
ورحمۃ کی استدعا کرتا ہوں جسکے بعد کوئی بلا اور جسکے پیچھے کوئی
عذاب نہ ہو و اسلام والا کرام۔

تیسرا خط

اُن تھنوں کے ارسال کرنے کے بعد جس نے ہمیشہ خلاص کی عطر کھیر
ہوائیں چلکدول و داغ کو معطر کرکے اور اُن دعاؤں کے ہدیہ
کرنیکے پیچھے جسے قبول لقبول کی ہوا کے خوش آئند ہوا کے
جج و شام جہان میں ہو اضع ہر عیضہ اُس ضعیف و خاکسار
کی طرف ہے جسے آپ کے لطیف و جلیل اور احسان عظیم نے غلام بنا لیا
ہے اور عام احسان نے اُسکی حالت کو مہربون منت کر دیا ہے

اخذت مونی منی فی ملاطفہ فلست اعرف غیرہا قد عرفتمک
یعنی جب تم نے مجھے اپنے سایہ عاطفت میں لیا ہو اور میں نے
تمہیں پہچانا ہو اُسوقت میں نے بجز عنایت و مہربانی کے اور
کچھ نہیں دیکھا۔ اور یہ عیضہ اُس شخص کی خدمت میں پیش کیا
جاتا ہو جسکے وصف کمال سے زبانیں اور قلوب قاصر اور
وجہال سے اسلوب و تحریر کا دائرہ تنگ ہو اُس کی مدح
میں نہایت مبالغہ سے تعریف کرنے والا محض عاجز اور گونگا

وقد حدثنی الشیخ عمر مینا خادم بیت اللہ تعالیٰ
سبح اللہ تعالیٰ کما سرت فی الذہب ہذا دار الذوالکمر
فی الحج ولینظر قدومکم فی ایام الحج والعمرة
فصاح المی الشرب وکنت قبلہ اکاد اغص بالماء الفرات
حق اللہ تعالیٰ ہذا الامنیۃ منا ومنہ اللہ علی
کل شیء قدید و باجابه الدعاء جدد یوصل
منکم الدعاء بالسلامۃ فی السفر والاقامۃ
و بجایۃ لا یلا بعدہا و بجمۃ لا یخط بعقبہا
والسلام والا کوام

المکتوب الثالث

بعد دفعہ تھیات لا تزال منہا و انم الاخلاص
عاجۃ و فائحۃ و اعداء دعوات لا تفلت عنہا
شائم قبول القبول عادۃ و راحۃ من عبد
ضعیف ارقۃ جمیل اللطف و جزیل الامتنان
وصب و لفت شانہ عظیم و المحسن و عمیر الاحسان
اخذت مونی منی فی ملاطفہ

فلست اعرف غیرہا قد عرفتمک
الی حضرت من تقاصرت الالسنۃ والتبیرات
عن وصف کمالہ و تضایق کمالہا بالہدایت والتحریر
عن لغت جمالہ۔ فالطری فی مدحتہ اعجم
قاصروا المقطع فی تقریطہ مقطر قاتر
وعلی نقی واصفیہ بوصفہ
یعنی زمان و فیہ ما لہ بوصف

شیخنا وقد وئنا ومعد وئنا ومولا نالا کو مہ
 الا فحمر الاجل الاجل ادا ما لله تعالى باذنة
 ايامه حیات علومه الدین والبقی مہجتها۔ و
 خلقة بتخلید عہدہ دونق معارف الحق و
 این مہجتها۔ فان هذہ المستملة بتوہجاتکم
 التلیة۔ والمعد علی دعوائکم المستجابة
 وصلی الی مکة زادها الله شرفاً ونظماً
 ماموناً عن جمیع المخوفات سالماً عن جمیع
 المکروهات اللهم الا الم فراقکم
 الذی لا صبر علی صبرہ الا کصبر المصنوع
 ولا مصافعة معہ الا کصافعة المغلوب

المقهور

والله لو حلف العشاق انهم
 قتل من الحب يوم البین ما حشروا
 والی الله المشتکی وهو المستعان وهو
 العالم بالاسرار والاعلان والمستول
 منکم الدعاء فی الاوقات المہجراً وطلب
 التخییر فی الوادعات المحبوة والحمد لله
 اولاً و آخراً

المکتوب الرابع

تجلیات اصلاها ثابۃ فی ارض الحبۃ المخاصۃ

اور افراط کے ساتھ قح سرائی میں مشغول ہو نہیو الا سکاٹ نزل اللہ
 وعلی نفعی واصفیہ بوصفہ یبقی الزمان وفیہم العو یوصف
 دو ہمارے شیخ ہمارے مقتدا ہمارے مخدوم ہمارے مکرم و
 محترم اور بزرگ مولانا میں خدا تعالیٰ ان کے بقائے دوام
 کی وجہ سے دینی علوم کی زندگی میں مدد و امت کی روح ڈالے
 اور ان کی رونق ہمیشہ قائم رکھے اور ان کے زمانہ کی ہمیشگی
 کے سبب معارف حق کو سدا تر دوازہ رکھے اور اسکی بزرگی
 کی رونق کو دو بالاکرے۔ اس کے بعد گذارش ہو کہ آپ کی توجہا
 عالیہ کا محتاج اور آپ کی مقبول دعاؤں پر بہرہ رسد کرنیوالا
 خطرناک مواقع سے محفوظ اور ناگوار چیزوں سے صحیح سالم گذرے
 میں پہنچا خدا اس کی شرف و عظمت کو بڑھائے خدا کا شکر ہو
 کہ اسوقت مجھے کسی طرح کا خوف و اندیشہ اور سنج و اندوہ نہیں
 ہے لیکن آپ کی مفارقت کا سنج اس درجہ ہی جبر ہے مجھے کسی طرح
 صبر نہیں آتا مگر عیسٰی زنجیر میں بند ہے ہوئے شخص یا قحس میں
 پڑے ہو جائے اور کو صبر ہوتا ہی یا مغلوب و مقهور آدمی اپنی دلجو
 نسلی دیتا ہے

والله لو حلف العشاق انهم قتل من الحب يوم البین ما حشروا
 یعنی اگر عشاق ہبات پر قسم کھائیں کہ ہم محبت کی وجہ سے ہمارے
 کے قتل کئے گئے ہیں تو واسد وہ حالت نہ ہوئے میری شکایت
 کا علاج خدا کے پاس ہو اور اسی سے مدد پاتا ہوں وہی باطن
 اور ظاہر کو جانتا ہو میں آپ مقبول اوقات میں دعا کا خواہنگا

اور طالب خیر ہوں چوتھا خط

وہ تجھے جن کی جسد محبت خالصہ کی زمین میں قائم اور شافین

ورفعها فی السماء ودعوات دعا لہا
 مستقرۃ فی منذ الرحمة الخاصة وسقوتها
 علی علیا۔ رفعها اخفا الخلیقة ومن لیس
 بشئ فی الحقیقة لا یصقم المحفوف بالملک
 الملقنة للتبیین والتجید۔ وانجاب الموص
 بلا یشتی جلیسہم وان کان واجب الطرد و
 التبید والکرم کو ہا عروۃ النقی لا انصاف
 لہا من قتلہا ہا ہدی الی صراط مستقیم
 ومحلہ شاہ جبل لا انقطاع لہ من اعتصم
 بہ اداء الی سنین السنن والتمیم القویہ
 لا ید رک الواضف المطری خصائصہ
 وان یکن سابقا فی کل ما وصفا
 شیخنا وقد وثنا ومخذ ومنا مولانا الاکرم
 الا فخر الاجل الانجیل اداما اللہ تعالی
 العبد بین بودیہ وخللاہ کففا لمن لا مزیدہ
 واعتمد علیہ۔ ما بعد فان المستمد
 بتوجہاتکم المقعد علی دعواتکم
 یشکرکم اللہ تعالی علی نعم ظاہرہ
 وباطنہ لا یخفی ویحمد الیکم اللہ علی
 ذوارف عوارف لا تعد ولا حد ہا یوحی
 ونیال منکم الدعاء لمن یدہا ولا سند
 قدیمہا وجدیدہا۔ والسلام والا کوام

آسمان میں بہن اور زود عائن جب تک ستون رحمتہ خالصہ کے
 کرسے میں گھرے ہوئے بہن اور چہنیں غایت رخصت میں بہن
 احقر ظائق جو حقیقت میں کوئی چیز نہیں ہو اُس کو شہین پہنچا
 ہے جسے فرشتے گھیرے ہوئے تسبیح و تحمید کا نعرہ بلند کریں اور
 اُس بارگاہ عالی میں پیش کرتا ہو جس کا جلس و ہم صحبت بہت
 نہیں ہوتا اگرچہ وہ اس قابل ہو کہ خداوندی رحمت سے دور
 کر دیا جائے اُس کی جناب ایک ایسا دائرہ ہو جس کا مرکز
 مضبوط کر رہے جو کمین ٹوٹ نہیں سکتا جس نے اُسے
 پکڑا سید ہی راہ پر لگ لیا اور اُس کی محفل ایک ایسی محکم
 رسی ہو جو کبھی کٹ نہیں سکتی جس نے اُسے مضبوطی سے پکڑا
 اُس کو اُس نے شارع عام اور سنت کے طریقہ پر پہنچا دیا
 لا ید رک الواضف المطری خصائصہ وان یکن سابقا فی کل ما وصفا
 یعنی مبالغہ کرنیوالا بلح اُس کی خصوصیتوں کو پا نہیں سکتا
 اگرچہ وہ مدح سرائی میں سابق و ممتاز ہی کیون نہ ہو۔ وہ ہمارے
 شیخ ہمارے پیشوا ہمارے مدح ہمارے محترم و کرم بزرگ اُس
 مولانا میں خدا تعالیٰ صبح و شام اُن کی بزرگی میں ترقی نے
 اور اُسے دائم و قائم رکھے اور اُن کی حفاظت اُس شخص
 کیلئے ہمیشہ رکھے جو اُن کی ملازم محبت رہو اور ہمہ سر رکھے
 اسکے بعد آپ کی توجہات کا محتاج اور آپ کی دعاؤں پر بہرہ
 کرنیوالا خدا کی اُن ظاہری و باطنی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہو
 جو شامین نہیں آسکتیں اور عوارف کے اُن سبب چشموائی
 خدا کی تعریف کرتا ہو جن کا حصر نہیں ہو سکتا اب آپ فرمیں
 نصرت اور قدیم و جدید منتون کے ہمیشہ رہنے کی دعا چاہتا

المکتوب الخامس

من الشيخ عارف بالله - الى الشيخ
ابراهيم المدني رحمهما الله تعالى لا
ذات ذوارف العوارف هامة على بركة
الانام خلف السادات الكرام القائل مقام
الامة الاعلام مولانا الشيخ ابراهيم حلي
الله تعالى ابن شيخنا الاجل الاجل مولانا
الشيخ ابى طاهر بن اهارت قدوة الانام
حجة الاسلام مولانا الشيخ ابراهيم الكودي
المدني قدسنا الله تعالى باسراهما - من
الفقيه ولي الله بن عبد الوحيوم العمري الدهلوي
عفا الله عنه سلام عليكم ورحمة الله و
بركاته ان سألتم عن محبتكم فانه بغاية في
نفسه واهله وولد وطلب اللسان بذكر
ابائكم الكرام ويشكرونهم ونشر علمهم
وارجوا من الله تعالى ان يحفظني ببركاتهم
ويحيي ذكركم في هذه البلاد بهذه العبد
الضعيف واولادك واصحابك انه قريب
محبب واسأل منكم ان تكتبوا في صالح
دعواتكم بحاجه النبي صلى الله عليه وسلم
وقد كتبت اليكم قبل هذا امكاتب كثيرة
وما شرفتمونا بمجاب ولا اكرمتمونا بسلام ولا

پانچواں خط

شیخ عارف باسند و لائنا ولی السد کا خط شیخ ابراهیم مدنی رحمہما اللہ
عوارف کے صاف و تھرب ہوئے چشمے خلافت کے حوض
یعنی سادہ کرام کے فرزند رشید مولانا شیخ ابراهیم پرچہ گرتے ہیں
جو ام اسلام کے قایم مقام اور ہمارے کرم و معزز مولانا
شیخ ابوطاہر کے فرزند عارف باسند حجة الاسلام قدوة الانام مولانا
شیخ ابراهیم کرزی مدنی کے پوتے ہیں خدا تعالیٰ ہمیں ان کے
اسرار کی بدولت پاک کرے فقیر ولی السد بن عبد الرحیم عمری
الدہلوی عفا اللہ عنہ کی طرح آپ پر سلام اور خدا کی رحمت و برکت
ہو آپ جو اپنے محبوب کی خیریت و ریانت کی تہی سو خدا کا شکر
کہ وہ خود اور اس کی اہل و اولاد خیریت سے ہوا و آپ کے
آبا کرام کے ذکر سے رطب اللسان ہو ان کی نعمتوں اور
علمی انعاموں کا شکر ادا کرتا ہوں مجھے خدا سے امید ہو کہ وہ انکی
برکات کی وجہ سے ہمیشہ محفوظ رکھے اور ان بلاد میں اس
اور اس کی اولاد و صحاب کے سبب ان کا ذکر زندہ رکھے
میں تم سے درخواست کرتا ہوں امین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ
دیتا ہوں کہ اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ کریں۔ اگرچہ میں
اس سے پیشتر بہت سے خطوط آپ کی خدمت میں روانہ کیے
لیکن نہ تو آپ نے جواب سے معزز فرمایا نہ سلام کتاب سے متاخر کیا
حالانکہ میرا خیال آپ کی نسبت ایسا نہ تھا اب میں بخلاف سابق
کے التماس کرتا ہوں کہ آپ اس قصہ کے حامل کی معرفت
جواب تحریر کر کے ارسال کریں اور ان محترم مواضع سے ہر

وایکے ہاتھ سرفراز نامہ صحیحین اور اپنی اور اپنی اولاد و صحاب
کی سلامتی سے مطلع کریں و السلام۔

چھٹا خط

شیخ عارف باسد مولانا ولی اسد کا خط شیخ فدا اسد الہی کی کو نام
بسم اللہ الرحمن الرحیم خدا کو سب تعریف ہو۔ اسد تعالیٰ بھار سر فر
محمد اور ان کی آل پاک پر رحمت و سلام نازل فرمائے فقیر علی
بن عبد الرحیم العمری الدہلوی کی طرقت نم پر سلام اور خدا کی رحمت
و برکات کے بعد واضح ہو کہ آپ کے عام خلاق و بزرگ عادات
امید ہو کہ ہمارے دین و معیشت اور اولاد و صحاب کے اپنے اجاب
کے اوقات و مواضع میں دعا کریں مجھے آپ کے فرزند شیخ حسین
سے معلوم ہوا ہو کہ آپ کے کم سن کے زمانہ میں فرید عصر شیخ محمد
بن اعلیٰ بابلی قدس اسد سرہ سے ملاقات کی ہو اور انہوں نے
آپ کو اپنی تمام مرویات صحیحہ کی اجازت عنایت کی ہو اگر تحقیقت
میں یہ واقعہ نفس الامری ہو تو وہ ایک نہایت ہی اعلیٰ وجہ کی
اسناد ہو مجھے آپ کے امید ہو کہ محل مفصل اجازت سے اس فقیر کو
معزز و ممتاز کریں گے اور اپنی اسناد عالیہ اور فوائد منتخبہ و سلسلہ
متصلہ سے اطلاع دینے شاید خدا تعالیٰ مجھے اور آپ کو مقام صدق
میں اپنے اولیاء کے زمرہ اور اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی سنت کے حاملین کے گروہ میں جمع کرے و السلام

ساتواں خط

شیخ عارف باسد کا خط۔ بنام بعض دوستوں کے۔

برادر من اہل علم کی مازت بہت غنیمت ہو اور عملاً کی تم نشینی
عزم و استقلال کی محرک ہو اسد خدا تعالیٰ کی طاعات پر پیشگی بہت

کتاب و ما کان ذلک ظننا بکم و المسؤل الذی
خلاف ما کان ان تکتبوا بحجاب مع طلاقیتنا
ہذا و مع کل حایعیننا من تلك المرافقة
وتخبرنا عن سلفکم سلا اولادکم و اصحابکم و السلام

المکتوب السادس

من الشیخ العارف الی الشیخ فدا اللہ المالکی
المکی بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لله و صلی الله
علی سیدنا محمد و آلہ و سلمہ من الفقیر ولی اللہ
بن عبد الرحیم العمری الدہلوی عفی عنہ سلا
علیکم ورحمة الله و برکاتہ اما بعد فلما مول
من مکامہ اخلاقکم ان ندعو انافی مواضع
الاجابة و اوقاتہم الدینا و معیشتنا و اولادنا و
اصحابنا و قد اخبرنی ولدکم الشیخ حسین انکم
اجتمعتم فی صفیکم بفرید عصر الشیخ محمد بن العلاء
البابلی قدس اللہ سرہ فاجازکم بما اقم لہ روایتہ
فان کان الامر کذلک فہذا اسناد عالی جدا فالمرجی
من جنابکم ان یشرحونا بالاجازۃ مجملۃ و مفصلۃ
و یخبرونا بالاسانید کما العالیۃ و فوائدکم المتنبیۃ
و سلسلاتکم المتصلۃ لعل اللہ یجمعنی و اولادکم
مقام صدق فی زمرۃ اولیائہ و تخلصتہ من سلاسل
المکتوب السابع

الشیخ عارف باسد بعض اخوانہ انھی ملازمۃ العلماء
عندہ و عیالہ الراحۃ و عزم اللہ اللہ فی مواظبہ طاعتاً

وَالْاهْتِمَامُ بِعِبَادَاتِهِ اَعْلَمُ اَنْ الْمَلَا
اَلَا تُؤَدُّ اَلْاَحْسِرَةَ وَاَنْ الْمَلَاحَةَ لَا تَخْلُفُ
اَلْاَقْسَمَةُ اِيَّاكَ وَاَضَاعَةُ اَوْقَاتٍ فِي
الدَّعَةِ وَالْبَطَالَاتِ وَالْاَمْرِ تَنْكِيصُ عَلَى
عَقَبِيكَ وَلَا تَهْتَمُ بِمَا بَيْنَ يَدَيْكَ اَحْسَنُ
النَّاسِ مَنْ اِذَا سَمِعَ دَعًى وَحَقَّقَ مَا ادَّعَى
وَالسَّلَامُ

المكتوب الثامن

من الشيخ عارف بالله الى بعض خلانہ
ان الزمان قد تغير وان المشرك قد نكد
وليس كل تزنا تزني المسلمين مسلما و
ليس كل ما يدعيه الانسان لنفسه مسلما
فاياك وخمسة من الناس فانهم في الحقيقة
بمنزلة الناس **صوفي** شاطر يحتاج
لرفع التكليف ولا يقف في مجاري امرة
عند التوقيف **ومعقولي** جلال
ينشر فتنة الشكوك والاوهام ولا ينفاد
بقياذ الغرير بالعلام **وفقيه** مخترع
يسطيب الرية على اقل الميمنة ولا
يتبع ما اوضحه النبي صلى الله عليه وسلم لامة
وزاهد متقشف يتشد في دينه كان
الترخص ليس في خرينه **ومخني** طامع يتكلف

کیا ب ہے اور اس کی عبادت کے اہتمام سے اکثر غلطی خالی ہیں
واضح کہ کبیل کو دین مصروف رہنا بجز حیرت کے امدد کچھ چاہی
نہیں کرتا اور نہ ہی کش کا می سخت دلی پیدا کرتی ہے تم راحت و تسانی
اور بال کاموں میں اپنے اوقات ضائع نہ کرو اور پوچھو کہ ان محضت اور
انہی اسان باتوں سے بچاؤ جو انجام کار تہاری طرف عود کر نوالی
ہیں اور جو چیزیں فی الحال تمہاری پیش نظر ہیں ان میں زیادہ قلم
نکرو تمام لوگوں میں بہتر وہ شخص ہے جو سکر یا درکھے اور اپنے
دعوے کو ثابت کرے والسلام۔

آٹھواں خط

شیخ عارف باسہ کی طیف سے بعض دوستوں کو
زمانہ کارنگ بال بل گیا ہے اور مذہب کا چشمہ نہایت مکر رہو گیا
ہے اور ہر پوشش جو مسلمانوں کو زینت و رونق دیتی ہے چھینٹ
میں اسلامی نہیں ہے اور ہر وہ چیز جس کی انسان اپنے الخویش
کرتا ہے وہی اس پر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تم پانچ طرح کے لوگوں سے
اپنے تین بچاؤ چھینٹ میں انسان کے مترادف ہیں ایک
بیجا صوفی سے جو رفع تکلیف کے لیے حیل کرتا اور اپنے جاری
امور میں توقف نہیں کرتا دوسرا اہلکرا و معقولی جو شکوک و اوبام
کے فتنے پسلاتا اور خدا کا منقاد و طبع نہیں ہوتا ہے تیسرا شیخی خوار
فقیہ جو مردہ اوقال پر خوش ہوتا اور جسکی نبی صلم نے اپنی امت کیلئے
توضیح کی ہے اس کی پیروی نہیں کرتا چوتھا شنگ زائد جو دین میں
ہر درجہ سختی اور تشدد کرتا ہے لگو یا اسے کسی بارہ میں اجازت
ہی حاصل نہیں پانچواں کمرش المادرجہ تکلف و بناوٹ کے ساتھ
عجیبوں کی ہیئت اختیار کرتا اور ان کے ہم نوالہ ہم پیالہ رہنیکو

دوست رکھتا ہے۔ والسلام

نوان خط

شیخ عارف جناب شیخ ولی اللہ کی طرف سے شیخ محمد عاشق رحمہ اللہ کو
بسم اللہ الرحمن الرحیم اس منعم خدا کو تعریف ہو جو فضل و کرامت کا مالک
اور اپنی تمام نعمتوں پر بزرگ ہے۔ بخدا ان نعمتوں کے ایک آپ کی
سنتا ہے خدا تعالیٰ آپ کو ہمیشہ عافیت سے رکھے اور تمہاری عمر
اپنے فضل سے بر لاوے بلکہ ان چیزوں پر کامیاب کرے جن کا خط
مجھ کسی آدمی کے دل پر نہ ہوتا ہو اور یہ خدا کے نزدیک کچھ مشکل نہیں
ہے ایک زماہ دراز کے بعد آپ کا خط آیا اور اگرچہ بظاہر ہم تم سے
دور ہیں لیکن حقیقت میں ہر جگہ تمہارے ساتھ ہیں ہم ان دنوں میں
خدا کی تقدیر سے رسالہ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ایک
ایسے سبط کے ساتھ لکھ رہے ہیں جو اس کے مناسب ہو اس کا اندازہ و
جزو کے قریب کیا گیا ہے لیکن اب تک پانچ جزو کی تکمیل ہوئی ہے۔
خدا کا احسان ہو کر اس نے اس رسالہ کی تحریر پر چاہی ہمت جمع کی
اور اس کے مناسب علوم الہام کیے ہم خدا تعالیٰ سے التماس کرتے
ہیں کہ جس طرز روش سے یہ شروع ہوا ہے اسی پر اس کا خاتمہ
ہو اور ہمیں بجز خدا کی مدد کے گناہ و لغزش سے بچے اور نیک کام
کرنے کی قوت نہیں ہے مگر تاکہ فرزند رشید عبدالرحمن مع اولاد
کے بخیر و عافیت پہنچے اور ہم نے ان سے بہت اچھی طرح ملاقات
کی وہ اب جل ہم سے فزا لکھ رہے ہیں کچھ حصہ تو پڑھ چکے ہیں
اور باقی کی نسبت امید ہے کہ اسی طرز کے ساتھ پڑھ کر ختم کریں
انشاء اللہ تعالیٰ والسلام

شیخ اُسنا و عارف باللہ شیخ ولی اللہ خط فاضل علامہ محمد دوم

نزی لا عاجم ویتداخل فی مضاربہ الخیرات

المکتوب التاسع

من الشیخ العارف الشیخ ولی اللہ قدس سرہ الی الشیخ
محمد عاشق رحمۃ اللہ علیہ
لہ المنعم المفضل الکریم المتعال علی جمیع نعمہ
ومن جلتہا سلامتکم ادامہ اللہ تعالیٰ
حافیتکم ورفقہ ما تمتمت من فضلہ
بل ما لم یخط علی قلب بشر وما ذلک علی
اللہ بعزیز وصل المکتوب بعد مدۃ مدۃ
ولحن معکم انشاء اللہ حیث کنتم وقد قد
اللہ تعالیٰ فی ہذہ الايام ان یختر قرۃ
العینین فی تفضیل الشیخین
ببسط لائق بالمقام وقد تمت منہ خمسۃ
کراہیش والنقدین ان یکون قریباً عن غرض
کراہیش وقد من اللہ تعالیٰ جمیع الہمۃ
علی تخیریۃ والہم علوماً مناسبتہ سنال
من اللہ تعالیٰ الالہام علی ہذا النہج لا حول
ولا قوۃ الا باللہ وقد وصل الولد العزیز
عبدالرحمن مع اولادہ بالخیر العافیۃ
وقد تلقینا ہم تلقیاً حسناً وقرأ علیہ من کتاب
الفقہ الکبیر شیئاً وعی ان یقر علی ہذا النمط
خیر یختم انشاء اللہ تعالیٰ والسلام

المکتوب العاشر من الشیخ الاستاذ العارف

معین الدین سندی کے نام۔

خدا تعالیٰ ہمارے مکرم و معظم اور ہمارے محترم و بزرگ مخدوم و مہربان
پر نگاہ کرم رکھے جو تمام کمالات کو جامع اور غایات میں سب سے اگے
نکل جانے والا ہے اور جیسا کہ اُس کا نام ہے سنت و دین کا
معین و مددگار اور علم یقین و عین یقین کے خزانوں پر مقرر
کرے اسکے بعد فقیر ولی اللہ خدامہ و تلمیذ مہینچا تا اور اوقات مقبلیہ میں
تمہارے لیے دعا کرتا ہے۔ تم نے جو مجھ سے سورت کے بندر
اور پہر و ان سے کسی اور مقام پر سفر کر جانے کی بابت مشورہ لیا
تو گزارش یہ ہے کہ میں حج بیت اللہ اور جناب نبی کریم صلی اللہ
علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی زیارت کے قصد کبھی باز نہیں
رکھ سکتا کیونکہ اگر کسی وجہ سے وطن سے نکلنے کا اتفاق
ہو جائے تو پہر ان دونوں متبرک مقامات کے علاوہ اور کمین
کا قصد کرنا لائق نہیں ہے اور تم نے جو قلت خرچ اور کمی زاد
کی نسبت لکھا ہو تو خدا پر بہرہ و سدہ کرو اور اپنی تمام محنت کی
باگ اُسکے زیر قدرت میں دیدو۔ اور جگہ کام اُسے سوچ دو
جو کچھ پاس رکھتے ہو خرچ کر ڈالو۔ اور مال کے تہرجانے کا اندیشہ
نہ کرو۔ وطن کی طرف مراجعت نہ کرنے پر جو تم نے غم باجھرم
کر لیا اس پر اصرار و ہٹ نہ کرو جسے کہ خدا تعالیٰ تمہارا یا تمہارے
لیے کسی اور شخص کا سینہ کھول دے۔ اول و آخر خدا کا شکر ہو۔

بالحمد للہ الشیخ ولی اللہ الی الفاضل العلامة
المخدوم معین الملہ والدین السکر طاب
احسن اللہ الی اخینا المکرم للعظم مخدومنا
المجلد جامع الکمال سباق الغایات و
کاسمہ معینا للسنة والدین امینا علی خزان
علم الیقین عین الیقین اما بعد فالفیقیر
ولی اللہ عفی عنہ یسلم علیکم ویدعو اللہ
لکم فی الاوقات المرجوة وقد استشرمتنی
فی الانتقال الی بندہ سورتہم الانتقال منہ
الی موضع اخر ان لا اعدل بل بحج بیت اللہ
وزیارتہ نبیہ الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
شیئاً فان اتفق الحقیر من الوطن بسبب
الاسباب فلا ینعی ان یقصد الہذ ان وقد
اخبرتم عن قلة الناد فی اللہ توکلوا وبہ
تقوا والیہ فیضو اتفق ولا تخش من ذی
العرش اقلا ولا ما عنہ ترک الرجوع الی اللہ
فلا تستبد ابحتی یشہر اللہ صدکوا وصدہ
رجل لا جلمہ والحمد للہ او لا
واخراً *

معزز ناظرین! شاہ صاحب کے مکاتیب و خطوط کا جس قدر مجھے انتخاب کرنا تھا کیچا اب میں صرف آپ کا ایک خط
خط نقل کرتا ہوں جو آپ نے فاضل اہل مولانا عبد القادر جوہری کے جواب میں وحدت وجود کی بحث میں لکھا تھا
اس خط کے نقل کرنے سے علاوہ ادب و انشا اور زور تقریر اور شیوہ بیانی کے ناظرین کو یہ بھی دکھانا منظور ہے کہ
آپ کو تصوفی تحقیقات میں کس درجہ کا اقتدار تھا اور اس خاص علم کو آپ نے کس عروج پر پہنچا دیا اور چونکہ شاہ صاحب

اس علمی تبحر اور پر زور تحریر کا اندازہ کرنا بغیر اسکے کہ مولانا عبد القادر کا خط بجنبہ نقل کیا جائے بہت مشکل ہے لہذا میں
 اول مولانا موصوف کا خط نقل کرتا ہوں اور اسکے بعد شاہ صاحب کا جواب درج کروں گا یہ دونوں خطوط ادبی
 ہونیکے علاوہ ایک ایسے خاص مسئلے سے تعلق رکھتے ہیں جسکے مذاق سے بہت کم لوگ واقف ہیں اس لیے انکا ترجمہ
 کرنا اول قحط سے خالی نہیں اور اگر ترجمہ کیا ہی جائے تو افسوس ہو کہ پڑھنے والے فائدہ نہیں اٹھا سکتے چنانچہ میں
 دونوں خطوط بجنبہ نقل کر کے اس عنوان کو ختم کرتا ہوں -

جامع الفضائل کریم الشائل مولانا عبد القادر جو پوری کا خط بنام عارف بابہ
 جناب مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ

من الفقیر الفاقر محمد عبد القادر الی النقی اللقی ولی الله العلی - یا من لعل به سیرا یبلغه + دار الخلافۃ بلغم حیات
 تأتیا + منی السلام ما زال مبتغیا + من الشوق الی نفس یو الیها + الی مقیم بہا قن ادھا شرفا + ورفعة جہانا
 یدعی من اھالیہا + ذلک الولی الرضی العالم العلم + المحی المکارم بادیہا وخافیہا + اشتاقہ اذنی والعین فاقہ
 لعل الی تارکہ اوکتب دعیہا + علی یبلغنک الشوق مقترنا + بھمة منک تا تبتنی وواعیہا + من العبد الذل
 الغیر المعلوم والمذکور الفقیر الفاقر محمد عبد القادر بعض من خرم من توبۃ جوفی رماء ہا وحمی سبعا وخمرا
 حجة بہائمہا وھو تھا الی ذلک الامام الھمام الشجر العلم النقی اللقی ولی الله العلی طول الله سبحانہ تعالیٰ
 بقاءہ وعجل لی لقاءہ اما بعد الھدیۃ الزکیۃ السلام والخیۃ والاداب المرضیۃ فان التواذین الاحاد
 والتعارف بین الافراد لا ینبغی ان یحصرن فی المشاہدۃ بالاعین اوان تقتصر علی المکالمۃ بالالسن کیف
 وقد حشا الاحتشای فی ما بین الاعضا ما قد قرع الاسماء منکھ من المکارم والمحاسن وبلغ الاذان
 من محامدا الظاہر والباطن حتی احب ان یکون من قبل ان انال برکۃ الملاقات - واخوذ بسعادة الموافات
 شی من الکائنۃ والمرسلۃ اللہ قد تعدد نوعا من المواصلۃ ولعل ذلک قد یکون سببا للاخلاق ان شاء الله سبحانہ
 مسیبا لشیئا ثم انه مع کثرة ما یشوقنی والی من اھاجر الیک یشوقنی انما یفقی عن ذلک ما یدوق المرء
 من تطاول المنازل تباعد المراحل ولعلی اذا شاء الله سبحانہ وھیئاً الاسباب اربک عارب مطیۃ الخ
 واطلب برکۃ الوصال والصحاب ولا تقصر لان علی هذا القدر واتبعہ بسوال ما لا زال یحالی الصد
 فاقول اما التوجید المتعلق بوجوب الوجوب بمعنی ان الوجوب بالذات مختص بذات واحد
 لا یمکن ان یکون محمولا علی اثنين وان یکون الحقیقۃ والوجوب مشرکہ بین فردین والمتعلق بالفعل

والتأثير بمعنى انه الموثر في الوجود الاعم من ان يكون بغير واسطة او بها فان ذلك ليس من توحيد
 الموثر في شئ بل بمعنى انه لا موثر في الرجوع الاله فيمتعلق بكل ارادته وقدرته على موجب علمه
 حكمته بيده ائمة الاشياء ولا يخرج في ملكه الا ما يشاء وانما غيره ماله مدخل في وجوب التثنية
 ما ينضم في سلك القوابل والشرائط من غير ان يقيض منه وجود ويصدر منه فعل وكذا المتعلق
 بالذات بمعنى ان ذوات المكنات بجل افعالها وذرات المعجولات بتغييرها وقطعها هائلتها في شيم
 جوهرها باطلة في حدانفسها فلو لا فيض الواجب سبحانه لم يكن هناك ذات ولم يعقل ماهية وانما تظهرها
 ونصدها وصلوها للحكم عليها وبها بالنظر الى تلك الذات الواجبة المنبث فيضها الممتد ظلها
 المرتالى ربك كيف من الظل ولو شاء لجعله ساكنا كل ذلك امر معقول مصدق به ومقبول اماما
 من مومنيه العارنون ويتوهم به المكاشفون فهل للعقل اليه سبيل او يمكن ان يدل عليه دليل
 وهل يقبل من قال ان الله تعالى هو الوجود المطلق وانما ظهري الاشياء وهو عينها مظهر معقول
 او انه طلق وراء طلق العقل ثم ماذا بمعنى قول من يزعم انه طور ورواء طور العقل وليس للعقل احكام
 صادقة وقضايا حقة لا يمكن ان يتبدل ولا يتصلح ولا ان يتزلزل ام للعقل واحكامه حدم معين
 اذ جازمها فليس له هناك حكم سبحانه الله كيف يصدق بمثل هذا اذ لو كان للعقل احكام ومضبوط
 غير ممكنة التبدل ولا جازمة التزلزل لما قامت السموات والارضون وقد رجع هذا القول الى
 مثل ما يقول الصعي الصم من السوفسطائية الذين فالمطلوب منك ايها الباقي من آثار السلف
 والمرجو من لديك ايها الراقي كل شرف ان توطن نفسك تسكن قلبى عما هافيه من هذه المسئلة
 من القلق البالغ والتحقيق الساتع بالخبر المنعم في ذلك المحقق لدى بالك فلعل انتفع وقلبي تنتفع
 وتجتسم ولعلك توجر وتجتري وعند الله الفخرة والاولى ثم انه ان اكرمته بكتابك وبلغتني
 الاذن في جنابك فلعل اجرا على ارسال العرائض والاستفادة من عندك ما يفيض الفاضل ببيت
 طويلا واوتيت جزيلا والسلام اياما ميام جلاله ولنا شاه ولي الله صانا كخطر لونا حيدر القادر جويون
 اهلا للمفخرة معلمها هدى الى شئ من نواتيها + جبر لهمة علوية قضت + كل المقاصد
 دانيها وقاصيها + فلا يغادر علمي غير مكتسب + ولا فضائل الا وهو جايها + من جوفق اذهيت رايح
 منها تعطرت الديار ما فيها + من الفقير الى رحمة الله الكريم احمد المدعو بولي الله بن عبد الرحيم

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی بعض تصنیفات

جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیفات جو زمانہ کی غرور میں نہ کر سکتے کیلئے نہایت ہی دلچسپ اور عمدہ ہیں یہ بین خاص خاص موقعوں پر لکھی گئی ہیں وہ آپ کی بے نظیر اور محسوس یادگار ہیں کہ کیسا یہ قول بہت درست ہے ”ہر کے راہر کے“۔ سائنس فطرۃ سے جناب شاہ صاحب کو سلیسے پیدا کیا تھا کہ آپ زبان و قلم و دوزن سے دینی علوم کی اشاعت کریں اور ان نئی نوع کی اصلاح میں نہایت سرگرمی کے ساتھ کوشش کریں جو ایک زمانہ واز سے شرک و بدعت اور پرہیزگاری اور مادہ تقلید کے تیر و تار ایک گڑھے میں پھنسی ہوئی تھی۔ آپ کی لائف بغور دیکھنے وانا خوب سمجھ سکتا جو کوچن سے وقت و فوات تک دینی علوم کے رواج دینے اور قرآن و حدیث کے پھیلائے۔ یہ میری تہ شخص کی زندگی صرف ہوئی اور جسکی قسمت میں روزا نزل سے یہ شرف مقدر ہو چکا تھا وہ شاہ ولی اللہ صاحب جناب شیخ عبدالرحیم صاحب کے فرزند رشید اور مشہور شہید شیخ وجہ الدین صاحب کے پوتے تھے۔ ہوش بہوش اسٹے ہی جس خیال سے آپ کو چاروں طرف سے آگھیرا تھا اور جس کی دھن میں آپ نے اپنی تمام عمر گزار دی تھی وہ یہی دینی علوم کی اشاعت کا خیال تھا۔ قدرت نے پہلے ہی روز سے ترویج علوم اور تالیف و تصنیف کا مقدر و معزز منصب آپ کے نامزد کر دیا تھا جسے آپ نے نہایت کامیابی سے نبھایا اور بڑی دلسوزی کے ساتھ اسکا انجام دیا۔

شاہ صاحب کی تصنیفات کثرت میں اور ان کے مطالب و مقاصد نہایت مفید و دلچسپ ہیں لیکن افسوس اور سخت افسوس یہ ہے کہ باوجود تحقیقات کے چند مشہور کتابوں کے علاوہ اور کسی کا بہتہ نہیں چلتا تاہم جو کتابیں اس وقت تک ہیں دستیاب ہوئیں اور جنہوں نے ہندوستان و عرب و دوزن میں ایک عجیب مذاق علمی پہلا رکھا ہے ذیل کے نقشہ میں میں جنہیں ان کے مقاصد و مطالب کی مختصر کیفیت ہی معلوم ہوتی ہے میں ایک فاضل موصی کا وہ مختصر پیرا کہ جو اس نے شاہ صاحب کی تصانیف پر کیا ہے نقل کر کے ان مشہور کتابوں کا نقشہ دیتا ہوں جو اس وقت میری پیش نظر ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اکثر فنون میں کتابیں تصنیف کی ہیں جو زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے سب مفید اور نفع بخش ہیں اور بعض میں ایسی بنیادیں و عدیم المثال کتابیں ہیں جنکے وجود زمانہ باقی بال غالی ہو اور جنکے موجودہ زمانہ میں سخت ضرورت ہے کہ

| تاریخ | نام کتاب | کس زبان میں | کس فن کے متعلق | مختصر کیفیت |
|-------|----------------------------|-------------|-----------------|--|
| ۱ | فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن | فارسی | متعلق قرآن مجید | <p>یہ قرآن مجید کا ایک نہایت مختصر ترجمہ ہے ایک عجیب و محسوس میں لکھا گیا ہے اب تک قرآن مجید کے مطالب کا سمجھنا صرف عربی تفاسیر پر منحصر رہا ہے علماء اپنا ہی حصہ سمجھ بیٹھے تھے اور عوام لوگ کلام الہی کا انتشار اور فطرۃ اللہ کا مفہوم سمجھنے سے محض محروم رہے نصیب تھے۔ عموماً مسلمان رمضان میں یا معمولی تملادقون میں بالکل طوطے کی طرح سے قرآن پڑھتے تھے اور معنی نہ جانتے کیونکہ خداوندی احکام اور آسمانی قوانین سے محض نا بلند تھے لیکن وقت میں جناب شاہ صاحب نے قرآن مجید کے ترجمہ کی سخت ضرورت سمجھی اور اس کا ترجمہ فارسی میں کیا اور لفظوں کی رعایت سے ایسا مطلب خیر ترجمہ کیا کہ عام لوگوں کو کلام الہی سمجھنا بہت آسان ہو گیا قطع نظر اسکے مطالب کی توضیح کیلئے جا بجا نہایت مختصر فوائد چھپوا دیے ہیں بڑے بڑے معرکۃ الاراضیا میں اور نہایت اہم اور دقیق مطالب چند مختصر اور گنتی کے الفاظ میں اس خوبصورتی اور جامعیت کے ساتھ ادا کیے ہیں اور انہیں ایسا صاف اور پانی کر دیا ہے جو جس نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہوتی ہے اور زیادہ حیرت یوں ہوتی ہے کہ جب کسی آیت کی تفسیر عربی تفاسیر میں دیکھی جاتی ہے تو باوجود وہ اسکے متعلق ایک نہایت طولانی بحث کرتے اور صفحات کے صفحات سیاہ کر جاتے ہیں مگر پھر بھی ویسا صاف مطلب نہیں کھلتا جیسا شاہ صاحب کے معدود لفظوں سے کھلتا ہے۔</p> <p>باوجودیکہ اس ترجمہ کی عمر ڈیڑھ سو برس سے زیادہ ہو گئی اور زمانہ میں علوم و فنون بالخصوص ترجمہ کی اشاعت کا دیر پا کردار زور شور سے لہر رہا ہے لیکن اس ترجمہ پر اب تک کہیں کسی کو</p> |

| پیشہ | نام کتاب | کتاب میں جو | کس فن و شغل | مختصر کیفیت |
|------|----------|-------------|-------------|--|
| | | | | <p>وہ مدرسے کی طاقت نہیں ہوئی اور جس طرح خود قرآن مجید و فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے جناب شیخ کریم رحمۃ اللہ علیہ وسلم کا ایک خفیہ الشان معجزہ ہے اسی طرح یہ ترجمہ جناب شاد دہلوی صدیق صاحب کی ایک بہت بڑی معجزہ ناکرامت ہے اور جس طرح قرآن مجید جیسی ایک آیت بنالائے کی کوئی شخص طاقت نہیں رکھتا اسی طرح اس ترجمہ کی برابری کا کوئی دعویدار نہیں ہو سکتا اور اگر بغیر عرض حال اس ترجمہ ہی تو اسکا یہ دعوے جس نہیں سکتا۔</p> <p>ہندوستان میں اس وقت فلسفہ و معقول کی بڑی گروہ افزائی تھی اور قرآن و حدیث کا چرچا نہایت دیرپا رہا عام و خاص ہر طبقہ کی پیچ پیچ ہول بھلیوں میں حیران و سرگزان سے پہلے شرک میں گئی کچھ بڑی ہو رہا تھا اور مسلمان صدائے تم کے نوحات میں گرفتار تھے شرک و بدعت کا ایک عظیم الشان اور عظیم الشان سمندر چاروں طرف بہ رہا تھا جس کی خوشحال مرجین اور درخت لہریں اسلام کی بنیادوں کو کھدکھا کر رہی تھیں اسوقت اس خدا کے برگزیدہ اور اسلام کے سرپرست یعنی جناب مولانا شاد دہلوی صاحب قرآن مجید کا ترجمہ کر کے شرک و بدعت کی عمارت کو جڑ بنیاد سے اکھیر پھینکا اور قرآن و حدیث کی اشاعت میں ہمدردی کوشش کی کہ ہوا کا رخ اوپر سے اودھ بھٹا رہا تھا</p> <p>حق یہ ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ جس حاشیہ زانا زمین نہ ہوتا تو مسلمانوں کی معاشرہ زندگی میں جو اصلاح ہوئی ہے کبھی نہ ہوتی اور معلوم نہیں کہ مسلمانوں کو کن کن خفتوں اور مصیبتوں سامنا کرنا پڑتا ہوں پر مصائب و آفات کے کس قدر لشکر ہوتے</p> |

| نمبر | نام کتاب | کتابان میں جو | کس فن کے متعلق | مختصر کیفیت |
|------|---------------------------|---------------|-----------------|---|
| | | | | <p>اور کیا کیا غضب آئیں نازل ہوتے ماس وقت ہندوستان میں بجا جہاننگ سچے اسلام کی روشنی نظر آتی ہے اور شرک و بدعت سے صاف اور نقرہ ہوا مذہب دکھائی دیتا ہے سب اسی ترجمہ کا صدقہ ہے۔ ۵۰ این کار از تو آید و مرادان چین کنسندہ ہندوستان مسلمانوں پر شاہ صاحب کا یہ احسان اس قدر گرانبار ہے جس سے وہ گردن اٹھا نہیں سکتے لیکن افسوس اور سخت افسوس دیکھا جاتا ہے کہ مسلمانان ہند نے اس احسان کا آج تک کوئی مناسب شکر یہ ادا نہیں کیا یہ ترجمہ قرآن مجید کے مین اسطور میں تحریر ہو کر ہزاروں دفعہ ہندوستان کے مختلف مطالع اور متعدد دہائیوں میں چھپ چکا ہے اور اس کی شہرت دریائے جہاں سے فرات تک اور ہندوستان سے لیکر وہ ہمالیہ اور ہندو کش کے درون تک برابر پہیلی ہوئی ہے اس وقت تک اس کی اشاعت انہی نوٹے لکھ کے قریب ہو چکی ہے اور روز بروز ہوتی جاتی ہے اشاعت کی موجودہ تعداد سے اس کی مقبولیت عام کا پورا پورا اندازہ ہو سکتا اور صاف واضح ہوتا ہے کہ تمام اسلامی دنیا اسے نگاہ قبول سے دیکھ چکی ہے اور موجودہ علماء و فضلاء کی قبولیت کی نظر میں برابر بڑھ رہی ہیں۔</p> |
| ۲ | فوز البکیر شرح فتح البکیر | فارسی میں | متعلق قرآن مجید | <p>یہ ایک بہت ہی چوڑا سا رسالہ ہے جو اصول تفسیر میں لکھا گیا ہے لیکن باوجود اس قلیل حجم ہونے کے اس درجہ مطالب خیر ہے جس دیکھنے سے تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت حیرت ہوتی ہے کہ اصول تفسیر کے عین اور گہرے دریا کو اس مختصر کوزے میں کس طرح بند کیا گیا ہے۔ اصول تفسیر کے وہ اہم اور پیچیدہ مباحث جو بڑی بڑی</p> |

| نمبر شمار | نام کتاب | لکھنؤ میں ہو کر لکھی گئی | مختصر کیفیت |
|---|------------|-----------------------------|---|
| | | | <p>کتبوں سے شخص مل ہو سکتے تھے شاہ صاحب نے ایسی مختصر اور سبب عبارت میں طے کر دیئے ہیں جس سے کم ہمت و طلبہ بھی خاطر خواہ منتفع ہو سکتے اور محدثین و فہمہ آتش سکتے ہیں عبارت کی عمدگی اور مطالب کی خوبصورتی پر مولف کو جتنا بھی ناز ہو کسی طرح ناز ہوا نہیں ہے جس مقام سے کتاب کو اٹھا کر دیکھا جاتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مضامین کا ایک دیدار اٹھا چلا آتا ہے ہر پر فرقت سے جس قدر عالمانہ پن برستا ہے اسی قدر مطالب سے مولف کی شان ٹپکتی ہے وچ پوچھتے تو اس مختصر رسالہ سے بڑے بڑے تفاسیر کے دیکھنے اور ہر سون کے مطالعہ کرنے سے شائقین کو مستغنی کر دیا ہے۔</p> |
| | فتح البیان | عربی میں قرآن مجید کے متعلق | <p>یہ رسالہ عربی زبان میں نہایت لاجواب اور اعلیٰ درجہ کا لکھا گیا ہے قرآن مجید کے مشکل و غریب لغات سہل اور متعارفہ الفاظ میں حل کئے گئے ہیں اور جا بجا قرآنی آیات کی تفسیر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح و مشہور احادیث اور صحابہ کرام کے مستند اقوال سے کی گئی ہے۔ یہ ایک ایسی ضروری کتاب ہے جس سے قرآن مجید کے معانی پڑھنے والے کو انتہا سے زیادہ مدد ملتی ہے اور وہ باسانی قرآن مجید کے مطالب سمجھ کر پڑھ سکتا ہے۔</p> |
| ۴ | مصحف موطا | فاسی میں متعلق حدیث | <p>موطا حدیث کی ایک مختصر مگر نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے جو امام مالک رحمہ اللہ نے ہجرت کی دوسری صدی میں تصنیف کیا ہے جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکی ایسی عمدہ شرح لکھی ہے جس سے اصل کتاب کی رونق دوبالا ہو گئی ہے حدیث کی تحقیقات</p> |
| <p>۱۵ امام مالک اس کے صاحبزادے اور مالک بن ابی عامر بھی کے پوتے ہیں ابوعامر بھی انکے صاحب ایک بزرگ (تفسیر صفحہ ۲۹۶)</p> | | | |

| نمبر شمار | نام کتاب | کس نے لکھا | کس نے تصنیف کیا | مختصر کیفیت |
|-----------|----------|------------|-----------------|---|
| | | | | اس تجرولیات سے کی ہے جس سے آپ کا مجتہدانہ کمال صراف نمایان ہوتا ہے جو لوگ اس شرح کو ایک دفعہ بغیر غراول سے آخر تک پڑھ جاتے ہیں پھر انہیں احادیث کی تحقیقات میں زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کو حدیث و فقہ پر کس درجہ عبور اور استخراج مسائل میں کتنا تبحر تھا۔ |

(مجموعہ صفحہ ۲۵۹) مشہور و جلیل القدر صحابی ابن جرنگ ہر کے علاوہ تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ امام مالک سے سنیہ ہجری میں پیدا ہوئے اور نو شیخ سے علم حدیث کی تحصیل کی ذہن و حافظہ اور علمی مذاق خزانے پہلے ہی سے عطا کیا تھا جسے ان کثیر شیخ کی صحبت نے اور پیچ چکا دیا تھا بلکہ اس فضل و کمال اور قابل تعریف لیاقت کے آپ نے اس وقت تک فتویٰ لکھنے کیلئے قلم نہیں اٹھا جب تک سترائے وقت اور تہذیب مصر نے اس امر کی شہادت نہیں دی کہ وہ افسانے لائق ہیں۔ آپ اپنے ماتحت سے پوری ایک لاکھ حدیثیں نقل کیں اور سترہ سال کی عمر میں درس حدیث شروع کیا جب آپ حدیث پڑھانے بیٹھے تو غسل کر کے کپڑوں میں خوشبو ملے اور نئی پوشاک پہن کر نہایت شہج و عین اور وقار و عظمت سے بیٹھے۔ سفیان بن عیینہ کہنا کرتے تھے کہ اے اعلیٰ مالک پر رحم کرے جو حدیث کے راویوں کی انتہا سے زیادہ جانچ پڑتال کیا کرتے اور پھر فقہ اور حجتاؤں کو ان کے اوکسی سے روایت حدیث نہیں کرتے تھے۔ عبدالرحمن بن ممدی کا قول ہے کہ میں صحت حدیث میں امام مالک پر کسی کو مقدم نہیں کرتا کیونکہ وہ حدیث و سنن کے امام اور علم الرجال کے سوجہ ہیں۔

امام مالک سے امام کے اگر وہ فضائل اور خصوصیتیں سے قطع نظر کیا جائے تو آپ کی تفصیلات کیلئے صرف ایک یہ بات کافی و دافی ہے کہ امام شافعی جیسے جلیل القدر مجتہد اپنی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ امام مالک عالموں کی فہرست میں ایسے ہیں جیسے جھلملاتے ہوئے ستاروں میں چودھویں رات کا چاند اور نمٹاتے ہوئے چاند میں برقی قوت کی شعلہ جیسے علم کے بارہ میں امام مالک سے بڑھ کر اور کسی کا احسان نہیں ہے۔ امام احمد جام شافعی کے شاگرد تھے اس طرح امام اعظم کے شاگرد شیعہ جھکا نام احمد تیار ہی امام مالک ہی کے شاگرد تھے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ حدیث میں جو یہ آیا جو کہ غریب لوگ علم کی تلاش و تحقیق میں سفر کر گئے اور مدینہ کے ایک عالم کے گھر میں زیادہ جانتے والا پانچویں اس سے امام مالک ہی مراد ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے جب امام مالک کو ذکر کرتے تو فرمایا کرتے کہ وہ علمائے عالم اہل مدینہ کے حامل اور عربین شریفین کے مفتی ہیں۔ ابن عیینہ کو جب امام مالک انتقال کی خبر پہنچی تو رو کر فرمایا افسوس انہوں نے اپنی مثل زمین پر نہیں چھوڑا اور یہ بھی فرمایا کہ امام مالک نے زمانہ کی محنت اور امت کے چرغ بجھے جس وقت امام مالک موطا کو مرتب کیا تو اس وقت لوگوں کے پاس بجز قرآن مجید کے اور کوئی کتاب تھی گویا احادیث کی جمع و تالیف کے سلسلہ میں موطا کا سب سے پہلا نمبر جو موطا کا یہ نام اپنے خیر خواہ امام مالک سے جب اسے مرتب کے بنے تھے مشہور سفیر سفیروں پر پیش کیا تو سب اسکے ساتھ مومن کی اور کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں رہی۔

موطا کی نسبت علامہ تہذیب نے جو حفظہ الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ابن ان کا خلاصہ ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس نیکو انسان کے خیر و نفع اہل مدینہ کے تمام مالک موطا سے زیادہ ہیں۔ ابن جرنگ نے عربی فرماتے ہیں کہ موطا اصل اول ہے اور صحیح بخاری اصل ثانی ہے یعنی اصل کتاب موطا کے روایت کیا چونکہ اس وقت ہندوستانیوں کی ہجرت ہندوستان سے ہو رہی تھی اور وہاں کی کتابیں بھی ہندوستانیوں کے ہاتھ میں آ رہی تھیں۔ امام مالک موطا کا حال کی موطا کے تمام آثار و احادیث ایک ہزار آٹھ سو تین میں جمیں سے چھ سو تین سنہ اور دو سو بائیس تک لکھی گئی تھیں۔ موطا کی تالیف علاوہ دو سو پچاس صحابہ کے اقوال میں امام مالک نے زندگی کے سانس ہی تھپے کر کے فرمائے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور مدد سے تیار ہوا ہوں۔

| نمبر شمار | نام کتاب | کس نے تصنیف کیا | مختصر کیفیت |
|-----------|------------------|----------------------------|--|
| ۵ | مسوی شیح موطا | عربی میں عمر بن الخطاب | یہ بھی موطا کی شرح عربی میں ہے اس میں مولف نے اپنی خدا داد قابلیت کا جو کمال دکھا ہے اُسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور ہر ہر فقرہ اور جملہ کی اس عمدگی اور سہولت سے توضیح کی ہے جس سے شارح کی خود بخود تعریف کرنے کو بھی چاہتا ہے اصل میں مسوی کو بچائے خود ایک مستقل کتاب کہنا چاہیے کیونکہ اس میں علاوہ موطا کی حدیثوں کی تفصیل و توضیح کے بہت سے مسائل فقہیہ کی تشریح کی گئی ہے الغرض مسوی ایک ایسی بے نظیر اور قابل قدر شرح ہے جو طالب علم کو اس مرتبہ کا بنیادی ہے کہ وہ حدیث کے مطالب پر پورا عبور حاصل کر لے۔ |
| ۶ | جہاد اللہ بالافہ | عربی میں معلق فقہی حدیث | یہ ایک ضخیم کتاب ہے جس میں تمام عبادات و معاملات نہایت بسط و شرح کیساتھ محققانہ طرز میں بیان کیے گئے ہیں اور ضحا و محمد کے اختلاف مذاہب کو نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے ظاہر کیا گیا ہے مسائل فقہ مذہب اربعہ یعنی حنفی شافعی مالکی کی تحقیقات مذاہب صحابہ و تابعین اور اقوال جامعہ فقہاء محدثین کے فقہ حدیث کی بنیاد از سر نو قائم کی ہے اور اسرار حدیث اور مصالح احکام ایسی عربی اور سلیقہ شعاری سے بیان کیے ہیں جس کی نظیر سے متقدمین مصنفین کے حلقے خالی ہیں۔ یہ کتاب یوں تو فقہ و حدیث کے متعلق لکھی گئی ہے لیکن صفحت میں فقہ حدیث اخلاق مصروف فلسفہ پانچوں مضامین کا مذاق پایا جاتا ہے گویا ان پانچوں علوم کا عطر و مغز اس کتاب میں بڑھا گیا ہے پہلا وہ بالکمال اور مجتہد وقت جس نے علوم دین کے اسرار بیان کرنے میں اپنی خدا داد قابلیت اور پیکل لیاقت کے |

| نمبر شمار | نام کتاب | کس نے لکھا ہے | کس کے متعلق ہے |
|-----------|----------|---------------|---|
| | | | <p>چکھارچہم نظر آئے اور مضامین خمسہ کی عمارت کی بنیاد ڈالی گئی</p> <p>غزالی بن اجمار العلوم جو ایک نہایت جامع اور سبب کتاب ہے اور جو سات سو سال سے لوگوں کے افتخار کا باعث ہو رہی ہے۔ آپ</p> <p>ہی کی ایک عظیم الشان محسوس یادگار ہے اور دوسرا بزرگوار اس نے ایک زمانہ دراز کے بعد اسے زمانہ کے حال کے مناسب اور اہل زمانہ کے مذاق کے مطابق اس فن کی تہذیب و آرائش کی اور امام غزالی کی ڈالی ہوئی بنیادوں کو اپنے علمی تجربے سے بلند کیا اور پھر اس عمارت کو تہذیب و دانش کی کے مقننوں سے سجایا وہ جناب عارف باطن حضرت مولانا شاہ ولی احمد صاحب بن آپ کی بے نظیر و عظیم المثال کتاب حجۃ اللہ بالآلہ اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے جس سے ایک فقہیہ مسائل فقہیہ کو اور حیرت مطابقت حدیث کو اور فلسفی دلائل فلسفہ اور برہین عقل کو نکال سکتا ہے اور اسی خوش و غورین ساتھ کے ساتھ اسے اخلاق و تصوف کا ذائقہ بھی حاصل ہوتا رہتا ہے یہ کتاب اگرچہ بمقابلہ اجمار العلوم مختصر ہے لیکن تنقید احادیث میں اس سے بدرجہا بڑی ہوئی ہے علامہ ابو طیب نے اسکی نسبت اپنی ذہنی رائے اس طرح ظاہر کی ہے "این کتاب اگرچہ در علم حدیث نیست اما شرح احادیث بسیار در ان کردہ و حکم دہرار آن بیان نمودہ تا آنکہ در فن خود غیر سبوق علیہ واقع شدہ و مثال آن درین دوازدہ صد سال ہجرت ہیج کیے از علماء عرب و عجم تصنیف موجود نیامدہ و بجز تصانیف مؤلفش مرخصی بودہ است و فی الواقع بیش از ان است" یعنی کتاب حجۃ اللہ بالآلہ اگرچہ علم حدیث میں نہیں ہے لیکن اس میں بہت سی حدیثوں کی شرح اور ان کے اسرار و حکام بیان کیے گئے ہیں حتیٰ کہ اپنے فن میں بے نظیر ثابت ہوئی ہے اور</p> |

| نمبر | نام کتاب | کتابان میں ہر کس کی تعلق ہو | مختصر کیفیت |
|------|---------------------------|-----------------------------|--|
| | | | <p>کسی اور کتاب کو کیسے اس پر سخت نہیں ہوئی زمانہ ہجرت سے لیکر اس وقت تک کہ بارہ سو سال پہلے کے بین علماء عرب عجم میں کسی کی ایسی لائانی تصنیف موجود نہیں ہے غرض کہ یہ کتاب مولف کی تمام تصانیف میں عمدہ اور بہتر تصنیف ہو اور حقیقت میں اس سے بہت کچھ زیادہ ہے۔</p> |
| ۷ | الاضاف فی بیان سبب الخلاف | عربی میں | <p>یہ ایک مختصر سارسار درحقیقت اس ہیودہ شور و شر مٹانے کے لئے لکھا گیا ہے جو صدیوں سے علما میں تقلید و غیر تقلید کی بابت پڑا ہوا تھا اور اس اختلاف کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ ایک گروہ صرف اس فرقہ اختلافی مسئلہ کی وجہ سے دوسرے فرقہ کو کافر کہتا اور اسلام کے دائرہ سے خارج بتاتا تھا جو شخص کسی امام خاص کا مقلد تھا وہ اس شخص کو جو کسی کی تقلید نہ کرتا تھا کھلم کھلا کافر کہتا اور اسلام سے خارج شمار کرتا تھا۔ اس طرح غیر تقلید مقلد کو کافر سمجھتا تھا جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اس طوفان بے تیزی اور ہولناک غلط فہمی کو چند فقرات میں اڑا دیا اور تقلید و مجتہد کے اقسام بیان کر کے صاف صاف کہہ دیا کہ جو شخص محض اُمتی اور اُن پڑھ ہے اس کے لئے تقلید جائز ہے اور جو شخص پڑھا لکھا ہے وہ اگر کسی خاص شخص کی تقلید نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں اسی طرح اگر کوئی شخص کسی امام کے اجتہادی خطا میں تقلید کرے تو یہ تقلید محض حرام جو حقیقت میں تقلید و غیر تقلید کا مسئلہ ایک ایسا فضول اور بے نتیجہ مسئلہ ہے جس میں بحر تضحیق اتفاق کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا جو لوگ اس بات کے فائل ہیں کہ اجتہاد کا قائم ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم امام مالک امام شافعی امام حنبلی پر ہو گیا ہو اور ان میں سے ہر مجتہد بجائے خود وحی کا بازگشت بنا ہوا ہو اور</p> |

| نظا | تلم کتاب | مکتب میں ہر | مکتب کے حقوق | مختصر کیفیت |
|-----|----------|-------------|--------------|---|
| | | | | <p>خطا سے باطل ہر اک جو ان کا یہ خیال ایک مجنونانہ جڑ سے زیادہ وقت نہیں رکھتا پہلا وہ کوٹنا ایسا امام اور مجتہد ہے جسکی رائے میں خطا و صواب دونوں کا احتمال نہ ہو۔ یہ خیال گونا گویا لغو و فضول کہ فلان مجتہد نے ہنسنا طبعی مسائل میں کسی غلطی ہی نہیں کی بلکہ یہ ایک ایسا بدیہی جھوٹ جو حکمی کوئی حد نہیں۔</p> <p>جب ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے میں خطا و صواب کا احتمال باقی ہوا اور آپ صاف نقطوں میں یوں فرماتے ہوں کہ انتم لعلہ نامہ دیا کہ بعض دنیاوی معاملات میں تم لوگ میری رائے مطیع نہ رہنا بلکہ خود ہی اپنی طرح سمجھ لینا کیونکہ ممکن ہو کہ میری رائے خطا پر ہو اور اس کی وجہ سے تمہیں کچھ نقصان پہنچے البتہ دینی معاملات میں تمہاری رائے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس بار دین میں سوائے وحی کے کوئی ناطق تکلم نہیں دیکھنا پس جب پیغمبر صاحب کی کیفیت تھی تو امام اور مجتہد کس شمار میں ہیں۔</p> <p>الغرض اضافہ نے بیان سبب الاختلاف میں جناب شاہ صاحب نے اس امر کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ نامہ کی موجودگی میں اقوال فقہاء کچھ بھی وقعت و قدر نہیں رکھتے جب کسی کے پاس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ موجود ہو تو انکے مقابلہ میں کسی امام یا مجتہد کی تقلید کرنا محض حرام ہو۔</p> <p>اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے جو کثافت کے نام سے شہرت رکھتا ہے اور وہ خوان بھی اس کتاب کے فوائد سے محروم نہیں رہینگے۔</p> |

| نمبر شمار | نام کتاب | کتابان میں | اس کے متعلق جو | مختصر کیفیت |
|-----------|-------------------------------|------------|--------------------|--|
| ۸ | عقد مجید حکام الاجتماع والصلح | عربی میں | متعلق عقد مجید | یہ بھی ایک چھوٹا سا رسالہ عربی زبان میں لکھا گیا ہے جبکہ نام خود بتا رہا ہے کہ اس میں بھی انصاف کی طرح اجتہاد و تقلید کے احکام نہایت تفصیل و توضیح کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں آخر میں اس کا اردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے جس کی وجہ سے تھوڑی سی استعداد کا آدمی بھی اس سے دیرسا ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جیسا ایک متعدد عربی زبان |
| ۹ | ازالہ الخفا عن خلافت اہل حق | " | متعلق خلافت اہل حق | یہ ایک مبسوط کتاب ہے جس میں خلفاء اربعہ کی خلافت کے متعلق حقائق بحث کی گئی ہو اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فاضل جل جلالہ کو حدیث و تفسیر اور تواریخ پر کس قدر عبور اور استخراج مسائل میں کتنا تبحر تھا یہ کتاب جامعیت روایات کے لحاظ سے ایک عجیب و غریب اور نہایت ہی بے مثال کتاب ہے۔ |
| ۱۰ | قرۃ العین فی تفضیل احسن | " | " | یہ دس گیارہ جزو کا رسالہ ہے جسے جناب قدوہ اہل الشیخ الشیخ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دین اس وقت تصنیف کے غالب میں ڈھالا جبکہ مذاہب اہل بدعت کی کثرت ہو گئی تھی اور عقاید باطلہ کی طوفان بے تمیزی کا اندھا دھند جھک چاروں طرف بڑے زور شور سے چل رہا تھا حقیقت میں اس دہائی امراض کے زمانہ میں حکیم ہمت محمد یہ کا یہ نسخہ لکھنا اور موجودہ لوگوں کے روحانی بیماریوں کے مناسب علاج کی مکمل تشریحات کا تیار کرنا سخت ضرور تھا۔ |
| | | | | اس کتاب کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب شاہ صاحب نے اول ایک ایسی کلی صفت بیان کی جو جو فضیلت کی مدار علیہ خیران پناہت کیا ہے کہ یہ مخصوص صفت جبراً فضیلت کا دار مدار ہی پر وہ کمال صرف حضرت شیخین یعنی جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم |

| نمبر شمار | نام کتاب | کتابان میں ہے | کس فن کے متعلق | مختصر کیفیت |
|---|-------------|---------------|-------------------|---|
| ۱۰ | حیاتِ نبویہ | عربی میں | مستقل خلافت صحابہ | <p>رضی اللہ عنہما ہی تھے ان کے سوا دوسرے صحابہ کرام میں نہیں پائی جاتی تھی پہ اس بحث کو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ نقلی اور عقلی دلائل سے مدلل کیا ہے۔ اس کے بعد حضرات شیخین کے آثار بیان کیے گئے ہیں اور جو مطاعن کہ مخالف فرقہ کے لوگ ان حضرات پر کرتے ہیں اُن کے الزامی و تحقیقی جوابات بڑی دہوشم سے دیئے گئے ہیں پھر جس طرح شیخین کے آثار و مطاعن بیان کیے ہیں ویسے ہی حضراتِ حقین یعنی جناب عثمان بن عفان اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے بی فضائل و فضائل کا ذکر کیا ہے جو حضرات شیخین کی ذاتِ مقدسہ میں پائے جاتے تھے اور اُن مقامات کو ارباب کشف و کرامات کے اقوال سے مثالین و دیگر اس طور پر بیان کیا ہے جسے تھوڑی استعداد و واسے بھی باسانی سمجھ سکتے ہیں۔ کتاب کے خاتمے میں شاہ صاحب نے اپنا سا شفع بیان فرمایا ہے کہ ہم نے شیخین کی ارواح مبارک کو ایسی حالت میں پایا اور دوسرے صحابہ کرام کی ارواح کو اس کیفیت میں اور جب ہم نے اس کار و طانی سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فوج سے کیا تو ہمارے دل پر اللہ تعالیٰ کی یہی بات حق اور درست ہے۔ غرض کہ یہ ایک ایسی الاجواب اور بیشل کتاب ہے جسکی مثال کتب متقدمین کہیں نہیں ملتی۔</p> |
| ۱۱ | فیوض الحنین | ” | معلق تصنیف | <p>یہ ایک مختصر رسالہ عربی میں لکھا گیا ہے جس میں علاوہ واقعاتِ حنینِ محرمین کے علم تصوف کی تحقیقات بہت کچھ کی گئی ہے حال میں اُردو ترجمہ ہی ہو گیا ہے جسے ہر اُردو خوان دیکھ سکتا اور خاطر خواہ متبع ہو سکتا ہے۔</p> |
| <p>۱۲ علم تصوف اُس علم کو کہتے ہیں جس سے اُن اہل کمال کی معرفت حاصل ہوئی ہے جو فیضانِ انسان میں سے (باقی آئند صفحہ پر دیکھیے)</p> | | | | |

| | | | | |
|-----------|-------------|-------------|----------------|--|
| نمبر شمار | نام کتاب | کتاب میں جو | کس فی تحقیق ہو | مختصر کیفیت |
| ۱۲ | الطاف بقدرت | فارسی میں | متعلق ہوا ہے | اس رسالہ میں جناب عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اپنی |

(بقیہ صفحہ گزشتہ) سراج سعادت میں ترقی حاصل کرتے ہیں اور اس سے اُن امور کا حال معلوم ہو سکے گا کہ ان کے درجات میں بقدر طاقت بشیر و نبی آئے ہیں لیکن اُن متناہاتہ درجات کا کتنا بیان کرنا محال نہیں قریب قریب دشوار ضرور ہے کیونکہ عبارات معانی کیلئے وضع کی گئی ہیں پس جو شخص صرف الفاظ تک پہنچتا رہے وہ اہل لغت کے زمرہ میں شامل کیا جانا چاہیے جس سے معانی کو ان تک نہ ہی پہنچ سکتا ہو جو باطنی ذات سے غائب ہو جاتا ہو۔ آمیزش نے مراد اوحد میں بعد خبر خزانہ مارا اور جب معانی کی یہ کیفیت ہو تو فوراً سے بدن کیا ذکر کیا ہے ذرا از جاوہر خرشیہ پر الجھا لکھ دے رقم از خریش مذاخریم اگرچہ اس حدیث میں اسرار ربانی کیلئے الفاظ کا موضع کرنا ناممکن ہے مگر الفاظ کا اپنی عبارت کا ادراک نہایت دشوار و محال ہے شرتخی عربی اخرجنی عن وعننی فاذا فقیہیت بددا وان بدلا یعنی جس طرح معقولان کا ادراک اقوام سے اور مجرات کا خیالات سے اور مخلوقات کا احساس سے نہیں ہوتا سیف حجہ وغیرہ علیہ السلام سے معائنہ کجائی ہے علم البین سے دریافت نہیں ہو سکتی اسی لئے جو شخص اس علم کی تحصیل کا عزائم ہو سپرد واجب کردہ دنیا و انسان میں نہایت سرگرمی اور سعی کے ساتھ کوشش کرے اور طالب بالیقین نہ ہو کیونکہ یہ ایک ایسا طوطہ ہے جو عقل حشر کے علاوہ کسی اور عالم کی خارجہ باتیں زمین عبادات - علامات - ملکات - نجات - امام غزالی کی احیاء العلوم عام النوع و خاصہ کو طوی پر حسب خاصہ کتاب کیا گیا ہے سعادت ہے اور سچے خود امام غزالی نے تالیف کیا ہے اسکا امت یعنی صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین سبکیے سب بیعت حق کے طریقہ پر تھے اُن کا اصلی کام خداوندی عبادت اور انتفاع عن الدنیا تھا اُن کی طبیعت کا میلان حرف خدا کی طرف تھا اور اس فانی دنیا کے بہت جلد بھٹانے والے جاہ و جلالت اور رخاوت و زینت سے متنفر تھے مالی وجاہ کی پردہائی مذاخر از واقترار کی بحبت بلکہ عام دنیاوی تعلقات سے علیحدہ ہو کر خلوت میں عبادت الہی میں ایک خاص شغراق و محبت کے ساتھ مصروف رہتے تھے دوسرے قرن میں جب لوگ خلق کی فانی حالت کی طرف مائل ہوئے تو اسوقت جو لوگ عبادت الہی میں مشغول رہے اُن کا نام صوفیہ مقرر ہوا طریقہ تصوف علم شریعت میں عادی ہوا اور اُسکے ضوابط و آداب نے مذہبن پائی اور ایک بڑا طول و عرض ہم پہنچایا۔ ابتداء میں یہ لوگ درحقیقت خلا عدلت اور وصفِ محنت تھے لیکن پھر بسطِ علم ظاہر کا باعث کی آمیزش سے رنگ بدل گیا اور علم کلام و دیقاس نے فریب ڈالا کہ اسے کہیں کہیں پہنچانا اسی طرح اس باطنی علم میں بھی اہل باطل گھس پھسے اور ایسے عقائد و رسوم ایجاد کیے جو باطل دین و ایمان کے خرب تھے مگر اسکے ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے ایک ایسی جماعت کو اکٹھا کر لیا جو علم و ولایت کو جامع تھی اور جس نے حق کو باطل سے اور کھڑے کو کھوٹے سے بالکل علیحدہ اور جدا کر دیا جس سے تصوف سنی تصوف یعنی سے ممتاز و جدا ہو گیا مثلاً شیخ احمد سہروردی مجدد الف ثانی اس پہنچنے والے میں ایک ایسے بادشاہ صوفی ہوئے جنہوں نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا یا ان سے پہلے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن قیم ایسے خدا شناس اور ربے لوٹ شخص گذرے ہیں جنہوں نے اس علم کے چشمہ کو جو بہت کی ضخ خشاک سے پُٹ گیا تھا باطل بالکل صاف کر دیا کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان باوجود قلیل کلمہ میرے کہ اسباب میں بے مثل اور عدم النظر کرتا ہے لیکن تصوف کی مفصل و مطول کتابوں میں احیاء علوم اور عرفان اعراف سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے اگرچہ اس میں کی ہزارا منصفیات موجود ہیں ان اتنا ضرور ہے کہ ان کی بعض حدیثیں اور کچھ تقریریں پایہ صحت و قوت سے سابقہ میں اس فن میں سب سے پہلے رسالہ قدس تالیف ہوا جو تمام تالیفات فن میں اقدم و افضل ہے۔ متاخرین کی مولعائت میں جو اعزازی رتبہ کتاب منازل السائرین اور (فیضیہ) مذکور ہے

| نمبر شمار | نام کتاب | مکتب بن بن یو | کس سے متعلق ہو | مختصر کیفیت |
|-----------|----------|---------------|----------------|-------------|
|-----------|----------|---------------|----------------|-------------|

رہے دیکھتے ہیں کہ ایک نہایت مختصر رسالہ ہے لیکن مطالبہ بہت بڑا

بقیہ صفحہ گزشتہ) اس بانی کا مدعہ ذکر کے قواعد ہی تمام و کمال متفقین کیے اور جو کچھ اس پاک باز صوفی کے حرق ذکر آئندہ قرار پائے ان سب کی ہدایت اسی سنی کی چٹا پنچاسکے دوسرے دن او اس قرنی نے دنیا کو ترک کر دیا اور اسکے سحر آمیز سامانوں کی لات لاری دنیاوی تمام رحمتیں اپنے اوپر حرام تھیں اور شب و روز یا دہائی میں زندگی بسر کرنے لگے آخر کار ترک دنیا اور خداوندی عبادت اور ہائے اسلام کی محبت نے یہاں تک طول کھینچا اور نبی کریم کی محبت کا جوش و ہمدردی بلا کہ حضرت او اس نے اپنے سامنے کے دو دانت اس بخاٹ سے توڑ ڈالے کہ رسول خدا کے ہی دو دانت ان کی مشہور جنگ میں شہید ہو گئے تھے حاجب الاحرام اور بزرگ او اس نے ذکر چہ اپنے مریدوں کی تعداد جھٹلنے میں بہت کچھ کوشش کی لیکن وہ اپنے زمانہ زندگی میں زیادہ مرید نہ پہنچا سکے اور انجام کار میں ہی میں انتقال کر گئے۔

اسلام بھری میں شیخ الروان نے اول ہی فقیر کی سے مستقل ضوابط کی بنیاد ڈالی اور قواعد کی تدوین کی چٹا پنچا صوت تک آپ کے پیرو بکثرت موجود ہیں جو انوائے کلمات میں گو اسلام کے نفس پر زیادہ شدید دکر نے اور صوفیہ نشانی سے منع فرمایا ہے پہری فقرائے دودہ قواعد تشدد و نفس اور خوفناک ریاضتوں کے قیادہ ایسا دیکھنے چڑھتی ہے بڑے عالم اور مولوی جلتے ہیں۔

ہر صدی میں فقرائے سنی نے پیشوا ہونے اور پر سب گروہ علیحدہ علیحدہ ہو گئے جو ایک سوجو دین ان میں سے تین گروہ رہے ہیں نقشبندیہ اور چرتشیہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں اپنے تئیں مشہور کرتے ہیں اور باقی جن قدر فرستے ہیں سب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکلے ہیں۔ ہر گروہ ان دو عظیم الشان بانیوں تک اپنا سلسلہ پہنچاتا ہے نقشبندیہ جو خواجہ پیر محمد نقشبند کے متقدم ہیں اور جسے شاہ جہری میں نشو و نما پایا مختلف طرق رکھتے ہیں یہ لوگ اکثر ذکر بھی کرتے ہیں اور باعلیٰ ہی طریقہ اسکے ان رائج جوان کی عبادت کو خاتم خواجگان کہتے ہیں ایک بار گفتار رکھتے ہیں سات بار سلامات سات دفعہ فاتحہ نو دفعہ سورہ الم نشرح پڑھتے ہیں اور اسکے بعد سورہ اخلاص۔ ان عبادتی تقریبات کا نام ذکر ہے اس خاص ذکر کرنے کیلئے وہ ہفتہ میں ایک بار بار اہم ملتے ہیں معمولی طور پر یہ دن جمعرات کا ہوتا ہے عشا کی نماز کے بعد سے یہ ذکر شروع ہوتا ہے اور تمام شب رہتا ہے ہر شہر اور شہر کے ہر ضلع میں اسکے ممبر مختلف سوسائٹوں میں مقیم ہیں جن میں وہ سب مل گئے اپنے مرشد کے مکان پر جمع ہوتے ہیں اور نہایت توجہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں بعض شہروں میں نقشبندیہ کے خاص خاص وسیع مکان مقرر ہیں جو صرف ذکر ہی کیلئے مخصوص کیے گئے ہیں شیخ اپنے ممتاز عام سے اپنے مریدوں میں بچا ناجا ہی فرقہ چرتشیہ کا بانی بخارا کا حبشہ والا تھا جس نے خاناناریون میں پر جوش روح جھوکے بہت بڑی ناموری حاصل کی تھی اس گروہ کے فقیر کی نشانی ایک چٹا ہے جسے چند فقرے لکھ کر جو اسکے ان رائج میں اپنی کمر سے باندھ لیتے ہیں۔

مولویہ فرقہ سلطنت ترکی میں بکثرت موجود ہیں اس گروہ کے بانی مولوی جلال الدین رومی ساکن کنوئیں تھے جو مشہور فتویٰ کے مصنف ہیں اور جنہوں نے مشہور چری ہیں اس طریقہ میں روح پہونکی ہے فقیر لمبی گول ٹوہیان پہنتے ہیں اور ان کا لباس جامہ کے طور پر ہوتا ہے جامہ کی صورت باطل راہروں کے مشابہ ہوتی ہے جو مسلمان عورتیں پہنتی ہیں یہ لوگ ذکر کرتے کرتے اپنے جامے اتار ڈالتے ہیں اور بعض جاگٹ اور نیچے نیچے کوٹ پہنے رہتے ہیں کبھی اچلتے اور کبھی سر کو گردش دیتے ہیں اور گلوہی معمولی جوش میں چلا کھاتے لگتے ہیں۔

فرقہ قادریہ کے بانی شیخ عبدالقادر جیلانی باشندہ بغداد ہیں یہ لوگ ذکر علی اور ذکر کھی دونوں کرتے ہیں چرتشیہ خواجہ حسین الدین بھندانی

مختصر کشفیت

| نمبر شمار | نام کتاب | کشتان میں ہر کس فن متعلق ہر | مختصر کشفیت |
|-----------|----------|-----------------------------|-------------|
| ۱۱ | ۱۱ | ۱۱ | ۱۱ |

(فقیدہ صغیر کو شتم) کے پیر و بن جن کا لقب گیسو دراز ہے آپ کا مزار گھڑگین ہے یہ لوگ ذکر علی کرتے ہیں اور ساتھی راگ راگنی سے شوق رکھتے ہیں کیونکہ اس گروہ کے بانی کا قول ہے کہ کائنات کی خوراک ہے گروہ جلالیہ اس کے بانی سید جلال الدین بخاری ہیں یہ فقیر اور ایسا میں کثرت پائے جاتے ہیں سہروردیہ یہ لوگ شیخ شہاب الدین باشندہ سہرورد کے پیر ہیں قرداریہ بھی ان فقرا کا بانی زندہ مرور شامی ہوا ہے جہاں اکثر پوچھ رہے ہیں غلگ فقیر کی گروہ سے ملے ہیں جو ہندوستان کے بازاروں میں کثرت دکھائی دیتے ہیں غصیہ گروہ کے فقیر بھی ہندوستان میں بے شمار ہیں یہ لوگ اپنے نفس پر بہت سختیاں توڑتے اور تکالیف مشاقہ جیسے ہیں قلندر یہ یہ بھی فقرا کا ایک گروہ جو جس کا بانی قلندر یوسف الدلتی تھا جو پیر کا باشندہ تھا کچھ زمانہ تک تو یہ نجف شیعہ راہکین جب اس گروہ سے صلہ کر دیا گیا تو اسے بطور نفرت ایک مذہب کی بنیاد ڈالی ران کے علاوہ صوفیوں کے اور بھی بہت فرقہ ہیں جکے ذکر میں بجز تقویٰ کے اور کوئی فائدہ نہیں البتہ صوفیوں کے محل اصول اس مقام پر بال ذکر میں داخل مذکور اپنی پیش ہمالیف میں صوفیوں کے اصول یوں بیان کرتا ہے۔

(۱) خداوند تو انا ہے وہ ہر چیز میں ہے اور اس میں سب چیزیں موجود ہیں۔
(۲) تمام ظاہری اور چھپی ہوئی مخلوق کسی سے ملتی ہے اور ان میں اپنے خالق سے کوئی علی فرق نہیں ہے۔
(۳) مذہب اختلافات کے اسباب ہیں گروہ نفس الامری کی طرف رہنمائی کرتے ہیں بعض اس مطلب کیلئے بہت ہی زیادہ مفید ہیں مثلاً اسلام جسکا فلسفہ تصوف ہے۔
(۴) نیک و بد میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں خدا ہی کی ذات سے ملتی ہیں اور خدا انسانی افعال کا سچا خالق ہے۔

(۵) یہ خدا ہے جو انسان کی مرضی قائم اور مستحکم کرتا ہے اسلئے انسان اپنے افعال میں آزاد نہیں ہے۔
(۶) روح جسم سے پہلے ہی زندہ تھی اور آخر کار ذکر کے بنجر وہ میں سہارا بن رہا کہ دعائی ہے اسلئے موت صوفی کی خواہشات کا خاص مدعا ہوتی ہے یہ اسلئے ہے کہ وہ الوہیت سینہ میں چلا جاتا ہے۔
(۷) اگر کوئی روح ایک جسم میں اپنی پاکی اور تقدس کے مزاج اسلئے نہیں لیتی تو اسے پرناخ کی رو سے دنیا میں اپنا چرنا چل دیر ہر اچھی حالت درست کر کے وہ خدا کی ذات کیساتھ مل جاتی ہے۔
(۸) خدا کی بغیر فزونی کے جسے صوفی فضل اللہ کہتے ہیں کوئی روح اس کی ذات میں نہیں مل سکتی لیکن ہر وہی روح خدا کی ذات میں سرگراں ہو کر اس سے اجازت لینے مل سکتی ہے۔

(۹) صوفی کا اپنی دنیا ہی زندگی نہیں وہ انسانیت میں استغراق رکھنا فرض ہے خدا کا ذکر کرتا ہے اور طریقت میں برابر ترقی کسان رسہ یہاں تک کہ اسے سب سے بزرگ ذات سے وصل نصیب ہو جائے

| نمبر شمار | نام کتاب | کتابان میں | کس فن سے متعلق ہے | مختصر کیفیت |
|-----------|----------------------------------|------------|-------------------|--|
| ۱۳۰ | الدر المنیر فی البیضاء بنی الکرم | عربی میں | متعلق ہوا قصہ | اس کتاب میں جناب عدت باسد مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے عمیٹ غریب حالات اور نہایت دلچسپ واقعات ایک عمدہ اور نئی طرز کے ساتھ لکھے ہیں اور ساتھ ہی اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبد الرحیم صاحب اور وجہ الاحترام عم بزرگوار جناب شیخ ابوالکریم محمد کے وہ واقعات قلمبند کیے ہیں جو انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرج مبارک سے حاصل کئے ہیں۔ دیکھئے سور معلوم ہوتا ہو کہ یہ رسالہ اپنے فن میں اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ |
| ۱۳۱ | تاریخ الاحادیث | " | " | اس کتاب میں جناب شاہ صاحب نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک کے اُن تمام انبیاء علیہم السلام کے قصص بیان کیے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اور اسکے ساتھ ہی اُن حوادث کے وجوہ بطریق رموز بیان کیے ہیں جو انہیں پیش آئے بالغ نظر میں اس کتاب کو دیکھ کر شاہ صاحب کے تبحر کا پورا پورا اندازہ کر سکتی ہیں۔ |
| ۱۳۲ | الفاس المعرفین | فارسی میں | تعلق تاریخ | اس کتاب کے چند حصے میں پہلے حصہ میں جناب شاہ صاحب نے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبد الرحیم صاحب کے علمی حالات لٹنی تصرفات و کرامات، ملفوظات و مکتوبات غرض کہ ابتدائے زمانہ سے تاریخ وفات تک کے تمام واقعات بطریق اجمال و سرسری ذکر کیے ہیں دوسرے حصہ میں اپنے عم بزرگوار شیخ ابوالرضا محمد کے ابتدائی حالات احوال اُن کے عام اخلاق و عادات اور تصرفات و اشرفیات اور ملفوظات معرفت سمیت مکتوبات و مسودات اور مقال وغیرہ کے حالات کسی قدر سطور و شیخ کے ساتھ تحریر کیے ہیں دوسرے حصہ میں اپنے اجداد عظام |

| نمبر شمار | نام کتاب | کس زبان میں ہے | کس فن متعلق ہے | مختصر کیفیت |
|-----------|--------------|----------------|----------------|---|
| | | | | <p>کا ذکر کیا ہے اور کچھ اُن علماء حرمین محترمین کا بیان کیا ہے جن سے آپ کو سند ملا کہ، حاصل ہوئی تھی خاتمہ کتاب میں خود اپنے حالات نہایت مختصر کے ساتھ ذکر کیے ہیں حقیقت میں یہ ایک نہایت ہی عجیب و غریب کتاب ہو جس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ اس عظیم الشان خاندان کا ہر ایک منہ ظاہری علوم اور باطنی کمالات میں لامتناہی اور بے نظیر تھا اور آسمان علم کا ایک نہایت درخشان و تابان آفتاب تھا حیات ولی کی دوران تالیف میں یہ پیش ہوا کتاب میری پیش نظر تھی میں نے اکثر واقعات و روایات ہی کتاب سے ماخوذ کر کے حیات ولی میں درج کیے ہیں جس بنا پر نہایت بہرہ و سکرات حاصل کرسکتا ہوں کہ جس قدر حالات و واقعات میں نے اس کتاب میں قلمبند کیے ہیں میری رائے میں غالباً نہایت درست اور مفید ہیں اور میں مغرب ناظرین کو پورا پورا اطمینان دلانا ہوں کہ حیات میں کوئی روایت و واقعہ ایسا نہیں ہے جس کی مستند شہادت میرے پاس موجود نہ ہو۔</p> |
| ۱۶ | شرح رباعین | " | متعلق تصوف | <p>یہ ایک نہایت مختصر سا رسالہ ہے جس میں جناب شاہ صاحب نے حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی دو رباعیوں کی شرح نہایت تفصیل کے ساتھ کی ہے اور اس طرز و شکل کی بات کی ہے کہ دیکھنے والے حیرت ہو جائے ہیں انشا ربیع میں اُن مصطلح رموز و نکات کو بھی بیان کیا ہے کہ جن پر تصوف کے سمجھنے کا دار مدار ہے اور جن سے مطالعہ کرنے والوں کو اس فن کی تحصیل پر ایک گونہ قدرت حاصل ہوتی ہے</p> |
| ۱۷ | تفسیر رباعین | عربی میں | متعلق فن نظم | <p>یہ ایک بڑا قصیدہ ہے جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب شاہ صاحب کو علم ادب اور شاعری میں جو علوم عربیہ کے عظیم</p> |

| نمبر شمار | نام کتاب | کس زبان میں ہے | کس سے متعلق ہے | مختصر کیفیت |
|-----------|----------------------------|----------------|-------------------|---|
| | | | | کس درجہ لیاقت تھی اور آپ نے ان علوم کو کس عروج پر پہنچا یا ہوتا قطع نظر ادب اور شاعری کے یہ بھی بدیہی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہا درجہ کی محبت تھی اور اسی سرخوشانہ حالت میں آپ کے قلم و زبان سے وہی الفاظ نکل رہے ہیں جو آپ کے دل میں تھے۔ |
| ۱۸ | سطحات | فارسی میں | متعلق سلوک و تصوف | اس رسالہ میں طلسم الہی اور اصطلاحات صوفیہ کا ذکر ہے اور تصوف کے ان رموز و اشارات کی توضیح ہے جنہیں دیکھ کر مبتدی اور فن تصوف سے ناواقف لوگ بہت جلد اس پر عبور کر جاتے اور علوم کو وسیع کر سکتے ہیں حقیقت میں ایک نہایت ہی مفید اور منفعت بخش کتاب ہے جو سلوک و تصوف کے جلیل القدر علوم کے ان عریض و طویل مباحث اور مصطلحات کو اس مختصر سے بیان کرنا آپ ہی کا کام تھا۔ |
| ۱۹ | اتباع فی سبائل اولیاء اللہ | " | " | اس کتاب کے نام سے خود معلوم ہوتا ہے کہ اسمین اولیاء اللہ کے حالات و واقعات مذکور ہیں اگرچہ اس مضمون کی اور بھی چند کتابیں دیکھنے میں آئی ہیں اور مختلف لوگوں نے متعدد زبانوں لکھی ہیں لیکن اس کتاب کا ڈھنگ سب سے نرالا اور رنگ سب انوکھا ہے اس سے بہتر اس فن میں دوسری کتاب میں لکھی گئی اور جو مضامین اس کتاب میں ملتے ہیں دوسری میں نہیں ملتے۔ |
| ۲۰ | چمل حدیث | عربی میں | متعلق حدیث | اس چھوٹی سی کتاب میں شاہ صاحب نے وہ حدیثیں جمع کی ہیں جو اسلام کی مدار علیہ ہیں اگرچہ اس نام کی اور نہ صرف نام بلکہ اس مضمون کی چند کتابیں اور علماء نے بھی لکھی ہیں جو آج ہمارے پیش نظر ہیں لیکن جب ان میں اور اس میں بھیج اندازہ اور پورا موازنہ کیا جائے |

| نمبر | نام کتاب | کتابان میں | کس فن سے متعلق | نمبر | نام کتاب | کتابان میں | کس فن سے متعلق | کیفیت |
|------|----------------------|------------|----------------|------|----------------------------|------------|-------------------|---|
| | | | | | | | | مختصر کیفیت |
| | | | | | | | | تو اس زمانہ میں کافروں کا فرق معلوم ہوتا ہے شاہ صاحب نے نہایت مختصر مختصر حدیثیں جو شخص کے لحاظ سے مفید اور سود مند ہیں درج کی ہیں اور تمام مضامین کا احاطہ کر لیا ہے سچ پوچھے تو اپنے اہل اسلام کی سچی ہندسی و خیر اندیشی مد نظر رکھ کر وہ کام کیا ہے جو ایک اعلیٰ درجہ کا مقتدا قوم اپنی عزیز قوم کے لیے نہایت سود مند کے ساتھ کیا کرتا ہے مضامین سے قطع نظر کر کے اسکی حسن نظمی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ |
| ۲۱ | فیوض الحکیم | " | متعلق تصوف | | | | | اس کتاب میں شاہ صاحب نے وہ مسائل درج کیے ہیں جو آپ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک سے مل کر کہے ہیں یہ کتاب بھی باوجود قلیل الحجم ہونیکے ان گنت مسائل سے لبریز اور مطالب سے پُر ہے۔ |
| ۲۲ | ہوا مع شرح حزب البحر | فارسی میں | متعلق ادبیہ | | | | | یہ شرح بھی عجیب و غریب پیرایہ میں لکھی گئی دعا و حزب البحر کی ایسے سب سے شرح کی ہے کہ آج تک دیکھنے میں تو کیا سننے میں ہی نہیں آئی زکوٰۃ کا طریقہ اور نفع و فخر کے مطالب کے لیے جدا جدا پڑھنے کا طریقہ اور اعتصام و حشام پڑھنے کی عافیت اور ان کی وجہ بیان کی غرض کہ یہ کتاب علولوں کی روح اور حاجت مندوں کی جان ہے |
| ۲۳ | حسن العقیدہ | عربی میں | متعلق عقاید | ۲۵ | قول بحیث | عربی میں | متعلق تصوف و سلوک | |
| ۲۴ | سرور الخرد و فی | فارسی میں | " | ۲۶ | ارشاد الی تمام علماء السنۃ | " | متعلق علم اسناد | |
| | یلا میں الما یون | | | ۲۷ | تراجم بخاری | " | متعلق علم حدیث | |

سب سے علم محدث کو علم الروایت والاخبار بھی کہتے ہیں اور علم الآثار بھی بولتے ہیں لیکن خبر و ترمیم و ترمیم اساقی ہے اور وہ یہ (تقدیر صفحہ آئندہ پر لکھی)

| نمبر شمار | نام کتاب | کس زبان میں ہے | کس فن سے متعلق ہے | نمبر شمار | نام کتاب | کس زبان میں ہے | کس فن سے متعلق ہے |
|-----------|---------------------|----------------|-------------------|-----------|--------------------------|----------------|-------------------|
| ۲۸ | مخارج حفظ لسان | عربی میں | متعلق علم حدیث | ۳۱ | بندۃ اللہ بر طبقہ لغزینہ | فارسی میں | متعلق تاریخ |
| ۲۹ | امان الہین فی مسالک | فارسی میں | متعلق تاریخ | ۳۲ | عطیۃ الصمدیہ | " | " |
| ۳۰ | ارزاقی باثر لاجید | " | " | | الانفاس محمدیہ | " | " |

(تقریباً صفحہ گزشتہ) کہ خبر کا اطلاق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر ہوتا ہے اور ان کا اطلاق صحابہ و سلف کے قول پر نہ ہوتا ہے۔ علم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احوال کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس علم کا موضوع ظاہر ہے یہی غایت اور وہ سعادت دین پر کا میاب ہونا ہے ہر علم دو قسم پر تقسیم ہوا ایک علم پر روایت حدیث اس میں پر بحث کی جاتی ہو کہ بلحاظ احوال روا و ضبطاً و علامۃ آنحضرت کے ساتھ اتصال و انقطاع کے اعتبار سے اس کی کیفیت کیا ہو، علی کا نام اصول حدیث ہے اس فن میں رسالۃ المنج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول نہایت جامع رسالہ ہے دوسری علم پر اربعہ احادیث جو اس علم میں الفاظ حدیث کے مفہوم جن سے بحث ہوتی ہے کہ قواعد روایت اور ضوابط شریعت کے لحاظ سے ان الفاظ سے کیا چیز مراد ہو اور کیا وہ مراد جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کے مطابق ہو یا نہیں اس علم کا موضوع احادیث رسول میں بحیثیت دلالت علی المعنی خواہ وہ معنی مفہوم ہوں یا مراد۔ اور اس علم کی غایت آداب نبویہ سے آراستہ ہونا اور شرعی کمربات و منہیات سے خالی ہونا ہے یہ علم بھی علم تفسیر کی طرح دراز و اہم رکھتا ہے اور فضول و فربہ میں علم کتاب اللہ کا ہم ہونا ہے قرآن و حدیث میں غور کر کے صرف یہ مفہوم فرقی نہ کرنا، جو کہ قرآن مجید و شریف کے ذریعہ سے آنحضرت پر نازل ہوا ہے اور حدیث ہر طبقہ کی آئی ہے لیکن وحی ہر سنہ میں دو دن برابر ہیں جیسا کہ قرآنی نص سے ثابت ہوتا ہے کہ وہاں پہلی وحی آئی ہو انھوں نے اولا وحی دینی و وحی دین اسلام کے اصول صرف یہی دو علوم ہیں اور اجماع اسکی فرع اور فروع کا نتیجہ ہے جس عالم کو کتاب و سنت کا علم ہو گا وہ ان میں جو اس کا علم و تقویٰ دین میں لائق اعتقاد اور قابل ہر دوسرے نہیں ہے فقہ عرفی کا جو علم کتاب و سنت کے دلائل کے خلاف ہوتا ہے یا بالکل قرآن و حدیث کے ہر نکتہ سے دور ہے اور دین کے لائق ہوتی ہے و قابل فخر و تکریم۔ علم حدیث کی کتابیں بیشمار اور اہمیت ہیں جن میں رطب یا جس سب کچھ ہو لیکن اس فن کی عمدہ کتابیں جو مشہور و مقبول اور متداول ہیں کل چھ کتابیں ہیں جناب ثناء ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ الباقیہ میں اور ان کے فرزند رشید جناب شاہ عبدالغفر صاحب نے حوالہ نافع میں کتب حدیث کے طبقات اور ان طبقات کا احوال نہایت اتقان کیساتھ لکھا ہے جن سے کتب حدیث کے اقسام اور کتب مذکورہ کا قوت و ضعف بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے اور یہ بات بخوبی دریافت ہو سکتی ہے کہ کون کون کتاب اور حدیث لائق قبول اور قابل احتجاج ہے اور کون نہیں ہے اور یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف صحاح ستہ ہی علم حدیث میں اعلیٰ درجہ کی کتابیں ہیں یہی وجہ ہے کہ جب یہ کتابیں متداول اور مستعملی بالقبول تھیں اس وقت سے دیگر حدیث کی کتابوں کا رواج کم بلکہ کم ہو گیا ہے اور بہت سی کتابیں دائرہ گمنامی اب تک نہیں نکلی ہیں اگر انصاف و دیانت کی نگاہوں سے دیکھا جائے تو حق بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ حدیث کی یہ چھ کتابیں علم و عمل کیلئے کافی و دافی ہیں بشرطیکہ اہل ایمان اور تمام اذعان و کسب جائزین اور فروع و غریب اللغات پر عبور ہو بہر اکتزال علم نے اہمات سنیہ کے مراتب ہی لکھیں۔ باستثناء قرآن مجید کے صحیحین کو جسے زمین کی تمام کتابوں پر ترجیح و فوقیت دی ہے خصوصاً صحیح بخاری کو یہ کتاب قرآن کریم کے بعد دنیا میں خلاصہ الٰہی کی ایک جہت بالغہ و پوری ہے شہرت میں بنیست اور کتابوں کے نہایت اعلیٰ درجہ رکھتی ہے اس کے بعد صحیح مسلم کا درجہ ہے جو تہذیب و ترتیب و جمع طرق و سیاق متون میں بیحد و

| نمبر شمار | نام کتاب | کس زبان میں ہے | کس فن سے متعلق ہے | نمبر شمار | نام کتاب | کس زبان میں ہے | کس فن سے متعلق ہے |
|-----------|----------------------------------|----------------|-------------------|-----------|------------------------------|----------------|-------------------|
| ۳۳ | کتوبات مع فضائل | فارسی میں | متعلق علم الکتاب | ۴۱ | شفار القلوب | فارسی میں | متعلق تصوف |
| ۳۴ | بو عبد اللہ رحمہ اللہ لیل الجاوی | " | " | ۴۲ | مہرور البازغہ | " | " |
| ۳۵ | وصیت نامہ | " | متعلق وصیت | ۴۳ | زہر الدین | " | " |
| ۳۶ | فیض عام | " | متفرقات | ۴۴ | رسائل تفتیات | " | " |
| ۳۷ | مکتوب اعلیٰ | " | متعلق تصوف | ۴۵ | اثنابہ فی سناوحدیث | عربی میں | متعلق علم الحدیث |
| ۳۸ | رسالہ مکتوب دینی | " | " | | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | " | " |
| ۳۹ | ہجرات | " | " | | المقدمۃ السنیہ | " | متعلق عقائد |
| ۴۰ | لمعات | " | " | | المقالۃ الوضیہ | " | متعلق وصیت |

بقیہ صفحہ گزشتہ) کسی قدر اس سے بہتر ہے بخاری و مسلم کے بعد سنن ابی داؤد کا مرتبہ چونکہ ہر ایک کتاب اپنے فن اور دفع خاص میں دوسرے متاخر ہر سالہ صطرح میں صحاح ستہ کی کیفیت نہایت مبدا کیسا یہ شرح لکھی ہے جس سے اہل سنت کے حالات کے متعلق مع تراجم سلفین و سلفین جو بی معلوم ہو سکتے ہیں۔ مذاہب اربعہ اہل سنت کا خلاصہ بھی کتاب میں ہے گو دوسری معاجم و سانیہ و سنن ہی نہیں داخل ہیں لیکن جبکہ جزئیات فقہان کتابوں سے مستنبط کی گئی ہیں اس قدر دوسری کتابوں سے مستنبط نہیں ہوئی ہیں اس لیے محدثین نے یہ قاعدہ نہیں لگایا جو کہ فقہا اربعہ میں سے جس کسی کا قول یا فتوے یا اجتہاد ایسا ہو جسکی سند کسی صحیح یا حسن حدیث نہیں ہے وہ محض ضعیف و متروک ہے اور جو کلام قلدین مذاہب اعتقاداً و عملاً اُسکے خلاف نہیں کرتے لہذا فقہا و محدثین کے مابین اختلاف واقع ہوا اور یہی وجہ باہمی اختلاف کی قایم ہوئی کہ ائمہ اربعہ میں کسی ائمہ کا مرتب علم حدیث میں تفادیت ہی نہیں سے ظاہر ہوتا ہے۔ امام مالک صاحب طہ قدیم زمانہ کے محدث ہیں ان کی ساری کتاب بخاری میں داخل ہے جو مؤطائین تین سو حدیثیں علاوہ بلا غیبات کے ہیں۔ امام احمد صاحب مسند میں ان کا مسند جملہ کتب حدیث کا اصل مستند جو اصحاب سنت و غیرہم کا سلسلہ نکلوان ہی تک پہنچتا ہے امام احمد کا مسند زوائد کے پچاس ہزار حدیثیں کو شامل ہے۔ امام شافعی بھی عالم باحدیث تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت بحسب تصریح ابن خلدون سترہ اٹھارہ حدیثیں ہیں اہل حجاز روایت حدیث میں ہمیشہ بہ نسبت اہل عراق کے زیادہ تھے بہر حال اہل سنت کے چاروں امام اور حدیث کے چھوٹے امام بخاری و ترمذی لوگوں کے ہیں جو مشہور و نامور ہیں کہ قرون میں ہیں ائمہ فخر و محدثین میں باہمی اختلاف کی ایک یہ بھی وجہ تھی کہ لنگہ وقت میں علم حدیث کی ترویج جیسی چاہیے ویسی نہیں ہوئی تھی اس لیے اگر بعض حدیث برائے عمل نہیں ہوا تو وہ بہین معذور تھے لیکن جب تک کہ حدیث مدون ہو گیا تو اب متاخرین کیلئے کوئی محل عذر باقی نہیں رہا اس وقت اگر کوئی شخص حدیث صحیح مرفوعہ غیر منسوخ کے خلاف پر کسی کے قول و فعل پر عمل کرے تو مخرج و شقاق اور مخالفت رسول ہو خصوصاً اس وقت میں جبکہ فقہ سنت ہی مدون ہو چکی ہو اور قوی مسائل ضعیف قروے علاحدہ اور جد کر دیئے گئے ہوں ۱۲

| نمبر | نام کتاب | کس زبان میں ہے | کس فن سے متعلق ہے | نمبر شمار | نام کتاب | کس زبان میں ہے | کس فن سے متعلق ہے |
|------|-----------------------|----------------|-------------------|-----------|-------------|----------------|--------------------|
| ۴۸ | فتح لود و مرقۃ الجنود | عربی میں | متعلق علم الحقائق | ۵۰ | عوارف | عربی میں | متعلق تقصیر و سلوک |
| ۴۹ | مسلمات | ” | متعلق علم اسناد | ۵۱ | مکاتیب عربی | ” | متعلق علم اشار |

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے مصنفات کی بابت جو ترجمہ ہمیں لکھنا تھا لکھ چکے اگرچہ آپ کی تالیفات کے سلسلہ میں اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جو قدیم کتب خانوں میں موجود ہیں مگر ہم نے صرف انہیں کتابوں کا ذکر کیا ہے جو مطبوعہ کو شرق سے غرب تک نہایت وقعت کیساتھ مشہور ہو چکی ہیں اور جو اس وقت ہماری پیش نظر ہیں ان میں سے بعض کتابیں ایسی ہی ہیں جو بلحاظ جامعیت روایات دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتیں اور جو شاہ صاحب کی خدا داد قابلیت اور پختگی لیاقت کا نمونہ سمجھی جاتی ہیں۔ ان ہی بے نظیر تصنیفات کے باعث پہلی تاریخ نویسوں نے آپ کو ائمہ مقدمات پر ترجیح دی جو چنانچہ میں اس مقام پر علامہ ابو لطیف کا وہ مختصر بیان رکھا جو انہوں نے شاہ صاحب کے حالات پر کیا درج کرتا ہوں جس سے آپ کے علمی تبحر کا ثبوت بہت کچھ ہوتا علامہ یوسف لکھتے ہیں کہ اگر وجود اور در صد راولیٰ زمانہ ماضی میبود امام الامۃ و تاج الہدیین شہ مردہ شیعہ یعنی اگر اس فرید عصر اور گمانہ روزگار کا وجود باوجود گذشتہ زمانہ کے صد راولیٰ میں ہوتا تو اپنی ان پیش بہا اور عدیم نظیر تصانیف کی وجہ سے المومن کا سرتاج اور مجتہدوں کو مقتدا تسلیم کیا جاتا۔

جو تک جناب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ کی تاریخی زندگی میں کب کی اور ایسا واقعہ نہیں رہا جو شخصیت کے ساتھ قابل ذکر ہو لہذا میں آپ کے حالات وفات اور وہ ہی نہایت مختصراً کیساتھ لکھ کر اس حصہ کو ختم کرتا ہوں نہایت افسوس کے ساتھ شاہ صاحب کی شخصیت ہوتا ہوں۔

شاہ صاحب کی وفات

مغز ناظرین ابہ امر بالکل مسلم ہو کہ جس نے دنیا میں قدم رکھا ہو اسے ایک ایسا دن ضرور پیش آنے والا ہے جو ہمیں موت کا تلخ اور زہر آلود ساغر منہ سے لگائے گا۔ کون نہیں جانتا کہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں ایک دن صفحہ شہی سے مٹ جائیں گوالی ہیں۔ شہر شخص بخوبی جانتا ہو کہ خود میں اور جو کچھ میں کرتا ہوں یا آئندہ کروں گا چند ہی روز میں اس کا نام و نشان تک مٹ جائیگا اور پھر صفحہ ہستی پر تھمہ برابر ہی باقی نہیں رہے گا کیونکہ دنیا کے عظیم الشان انقلابات اور جزیرناک تغیر و تبدل جو ہر وقت اس کے پیش نظر رہتے ہیں وہ ان سے دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی کا ہتھیار کرتا ہے اور ساتھ ہی سہات کا قیفا

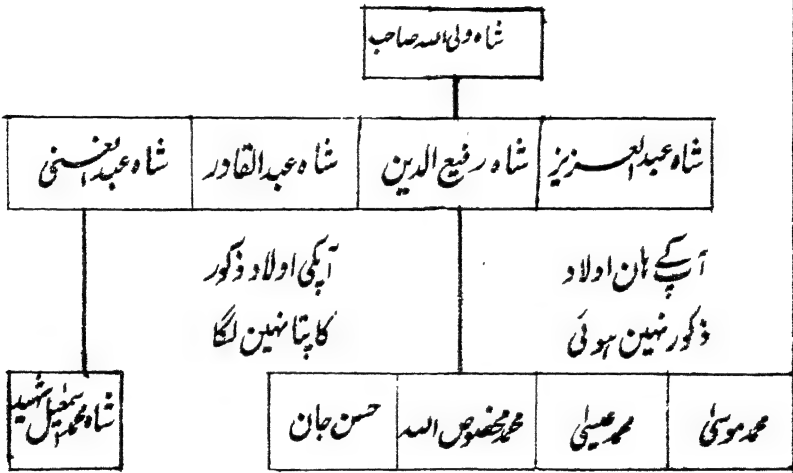
کرتا ہے کہ بڑے بڑے خدائے پیارے اور برگزیدہ بندے دنیا میں آئے جنہیں صرف چند روز سا فرائز زندگی کے لیے اپنے اصلی مرکز کی طرف رجوع کرنا پڑا ہزاروں عظیم الشان سلاطین اور دنیا کے مشہور نامور تاجدار جنگی سطوت و جبر کے پر شکوت و شان چھنڈے دنیا کے چاروں کونوں میں گئے نظر آئے تھے دیکھتے دیکھتے اس طرح غائب ہو گئے کہ کوئی ہی نہیں جانتا کہ کہاں تھے اور کہاں چلے گئے۔

اگرچہ دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا الٹناک اور دل بچھا دینے والا خیال برقی قوت بن کر تمام جہان میں مڑ رہا ہے اور ہر اندیدہ و سن زمانہ اپنے انقلاب کے حیرناک نمونے آٹاٹاٹا مشاہدہ کر کے آئے دن یہ سبق پڑھا رہا ہے کہ دنیا حقیقت میں دور و درازوں کا ایک مکان ہے جس میں ایک دروازہ سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل جاتا ہے۔ ہے اور جب یہ جو تصویر نامائیک معمولی بات جو سپر غرض ہونے اور اس پر سچ کرنے کی کوئی وجہ نہیں مگر صاحبِ جنس کوئی فخر خاندان و قوم اور ہر دلیغریز شخص دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو پتھر کا دل بھی پیاسا خدہ دو آنسو ڈال ہی دیتا ہے قلم کا مسافر باوجودیکہ پتھر کا ٹکڑا اور لوہے کا سینہ رکھتا ہو لیکن سپر بھی اس الٹناک اور جاگداز زمین میں قدم قدم پر ٹھوکرین کھاتا اور ہر گردش میں غمی آنسو بہاتا ہے حقیقت میں شاہ صاحب کا انتقال کوئی معمولی انتقال نہیں جو لکھنے والے اور سننے والوں کے دلوں پر اپنا نامی اثر نہ ڈالے لیکن ہمیں یہ خیال کر کے اپنے دلوں کو تسلی دینا چاہیے کہ گوشا صاحب اس وقت ہماری نظروں سے غائب ہیں لیکن حقیقت میں ہمارے دلوں میں موجود ہیں اور ہر دم انکی محسوس یادگار ہیں ہمارے پیش نظر سستی ہیں اور جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے ان کی سچی زندگی میں جان پڑتی جاتی ہے جو ہمیں فسوس تو صرف اس بات کا جو کہ آج اپنے قلم سے ایک ایسی قابل دلائق اور فخر روزگار کے دنیا سے غائب ہو جانے کا واقعہ قلمبند کر رہے ہیں جس کی شریف و مقدس ذات سے تمام ہندوستان کو عموماً اور دلی کے باشندوں کو خصوصاً فخر و ناز حاصل تھا یہی ایک فرید عصر اور یگانہ روزگار تھا جس کی بدولت دلی کی چو کھٹ کو بوسہ دیا جاتا اور یہاں باشندوں کے نام نہایت قدر و منزلت کیسا اٹھنے جاتے تھے یہی اُس نخلستانِ علوم کا ایک ثمر دار درخت تھا جسکے پھل پھول سے دور دراز کے لوگ، گودیاں لبریز کر کے جاتے تھے یہی اُن بجا فریض کا ایک نہایت صاف اور پتھر ہوا چشمہ تھا جو دنیا کے اس سر سے لیکر اس سر تک پھٹی ہوئی کو بلوں کو برابر سیراب کرتا ہوا چلا گیا حیف خدہ اسے دیا دون اٹالہ وانا ایہہ راجعون۔

الغرض جب جناب شاہ ولی اللہ صاحب عمر کے تریسٹھ مرتلے کر چکے تو چند روز کی خفیف سی بیماری میں مبتلا ہو کر شہید ہو گئے۔ حیرت میں حاتم سفر آخرت ہوئے اور شاہ جہان آباد کی جنوبی جانب پرانی دلی میں دفن کیے گئے۔

آپ کی تاریخ وفات اس مصحح نے نکلتی ہوئے ابوودام اعظم دین
جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے چار مشہور نامور فرزند تھے جو آپ کے پیچھے آپ کی محسوس یادگار تھے جیسا کہ
ذیل کے شجرہ سے واضح ہوتا ہے۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور اولاد کا شجرہ نسب



باب دوسرا

جناب شاہ عبد الغفری صاحب

عارف باللہ جناب لعلناشاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کے چار مشہور و نامور فرزند تھے جیسا کہ آپ کو شجرہ نسب معلوم ہو چکا ہے۔ اگرچہ یہ چار دن بزرگوار اپنے زمانے میں علم و عمل فہم و فراست قوت تقریر فصاحت تحریر تقویٰ و طہارت امانت دیانت اور مراتب لاییت میں فرید و ہر اور و حیدر و عصب شمار کیے جاتے تھے اور ہر ایک بزرگ آسمان علم کا جہان تاب آفتاب تھا۔ لیکن ان سب میں جناب شاہ عبد الغفری صاحب بالخصوص زیادہ نامور اور مجتہدین وقت کے زمرہ میں شمار کیے گئے ہیں۔ ہندوستان میں ابوقت جس قدر محدثین سب کا سلسلہ شاہ عبد الغفری صاحب ہی کے واسطے سے جناب شاہ ولی اللہ صاحب پر منتہی ہوتا ہے۔

جناب شاہ عبد الغفری صاحب اپنے تمام بہائیوں میں سب سے افضل اور عمر میں سب سے بڑے ہیں۔ اور اگرچہ جناب شاہ عبد القادر صاحب اور جناب شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبد غنی صاحب آپ کے تینوں بہائیوں نے بھی گمنامی کے دائرے سے نکل کر عمدہ طور پر تاریخی شہرت پیدا کر لی ہے۔ اور علمی شہرت میں ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ لیکن ان سب میں بلحاظ شہرت عام اور باعتبار ریافت علمی قابل انتخاب شاہ عبد الغفری صاحب ہی ہیں۔ یہی وہ معزز اور دنیا کے نامور مشہور شخص ہیں جنہوں نے اپنے خاندان کو تمام دنیا میں روشناس کر دیا ہے حقیقت میں اگر اس جلیل القدر اور محترم خاندان میں جناب شاہ عبد الغفری صاحب کا وجود باوجود ثنوتنا تو یہ خاندان گمنامی کے دائرے سے کبھی نہیں نکلتا۔ اور وہ تاریخی شہرت جو اسے آج حاصل ہے کبھی حاصل نہیں ہوتی۔

جناب شاہ عبد الغفری صاحب ۱۱۹۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے جیسا کہ آپ کے تاریخی نام سے واضح ہوتا ہے ایک فاضل مورخ کا بیان ہے کہ جب شاہ عبد الغفری صاحب پیدا ہوئے تو آپ کے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے عبد الغفری نام رکھا۔ لیکن آپ کے بعض احباب اور رفقاء نے غلام حلیم تاریخی نام نکالا۔

شاہ صاحب ہنوز شیر خوار ہی تھے کہ آپ کی فراخ اور نصیبہ درپیشانی عالمانہ تزکیہ احتشام کی تھا روشنی منوختی اور انہیں ایک خاص قسم کی بزرگانہ متانت کا چمکار اپنی پوری تابانی رکھتا تھا۔ آپ کی پیشانی کی قدر چڑھی اور ابھری ہوئی تھی۔ جسے دیکھ کر مبصرین خوب سمجھتے تھے کہ کسی زمانہ میں یہی ہلال بدر کامل بن کر ملک میں چمکیگا۔ اور اس ہونہار اور بلند اقبال بچے کو وہ پائدار عزت اور دوام آبرو نصیب ہوگی جو زمانہ میں بڑے

طور پر اپنا سک بٹھا دے گی۔

شاہ صاحب کے بچپن کا زمانہ ایسا حیرت ناک اور عجب خیر زمانہ تھا جس کا فوٹو کاغذی پیکر پر کینچن شکل بہت شکل ہے۔ پکی ہونی ہونی صورت کا جلال خیر نظارہ پہر اس پر جبروت انگیز ساوگی لاکھ لاکھ بناؤ دیتی تھی پکی وہ پیاری اور محبوبانہ حرکتیں جو دھاتی تین برس کے بچے سے طور پذیر ہوتی ہیں قابل دیدن ہیں اور آپ کی طفلانہ اداؤں میں اس غنیمت کی مقنطری کی کشش اور اس بلا کا جذبہ تھا جو سارے خانہ آں کے بڑے چھوٹوں کو بخودانہ اپنی طرف کینچنے لیتا تھا۔ شاہ ولی احمد صاحب جیسے متین اور سنجیدہ شخص ان ہی پیاری اداؤں کی وجہ آپ پر فریفتہ تھے اور غایت درجہ کی محبت و الفت رکھتے تھے۔

اس شریف و نجیب بچہ نے اپنے والد ماجد کی آغوش محبت میں بڑی خوش اسلوبی سے پرورش پائی اور بچپن کا زمانہ جتنا بچاؤ والی اند صاحب کے سایہ عاطفت میں بسر کیا گو اس وقت تک علم کے خوش آئینہ جھونکنے آپ کے دماغ کو معطر نہ کیا تھا۔ لیکن آپ کی طبیعت میں چونکہ فطری طور پر علمی مذاق کا خمیر کر دیا گیا تھا۔ لہذا جون جو آپ بڑے ہو گئے علمی دنیا کی طرف بے روک قدم بڑھاتے گئے جب آپ پانچ سال کے تھے تو قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تھا اور چونکہ آپ کو قدرتی طور پر علم سے زیادہ دلچسپی تھی اور آپ فطرتاً ایک نہایت تیز ذہن سلیم الطبع خوش فہم و خلباء تھے۔ اسلئے بہت ہی نوعمری کے زمانہ میں قرآن شریف پڑھ کر فارغ ہو گئے تھے اور اسکے ساتھ ہی اسی کم سنی کے زمانہ میں مقاسیہ کلام تمام اصول اور کثرت فروع کو تدریجاً حاصل کر لیا تھا اور ساتھ ساتھ نشست و برخاست کے طریقے اور گفتگو کرنے کے داب بھی حاصل ہو گئے تھے۔

جب شاہ صاحب قرآن پڑھ کر فارغ ہو گئے تو فارسی مختصر رسالوں کی تعلیم آپ کو دی جانے لگی جنہیں آپ نے بہت تہوار سے عرصہ میں پڑھ لیا اور اسکے بعد دو تین ہی سال میں معمولی صرف نحو کی کتابیں کمال میں شایہ گیارہ سال کی عمر ہو گئی کہ آپ کو باقاعدہ تعلیم ملنے لگی۔ شاہ ولی احمد صاحب نے اپنے خلفائے سچ ایک نہایت متین و زکا شخص کے ہاتھ میں آپ کی خدمت سلیم پشور کی جس نے نہایت قابلیت اور دلوری اس خدمت کو ادا کیا اور بڑی جان بکھاری اور محنت سے تعلیم دی۔ تقریباً دو سال کے عرصہ میں آپ نے عربی کے مختلف فنون میں وہ بلا کی حیرت انگیز ترقی حاصل کی جو قابل اظہار نہیں اور اس وقت طبیعت میں ایک ایسی جولانی اور تیزی پیدا ہوئی جسکی نظیر سے بڑے خواہ مخواہ کے حلقے خالی تھے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب جب تیرہ برس کے تھے تو آپ کی تمام معمولی درسی کتابیں مکمل ہو چکی تھیں۔ صرف نحو

فقہ۔ اصول۔ منطق۔ کلام۔ فقہائے ہند۔ ہیئت۔ ریاضی وغیرہ وغیرہ میں کامل مہارت اور عمدہ لیاقت حاصل ہو گئی تھی۔ ان علوم کی تحصیل سے فلاح ہو نیکی بعد آپ اپنے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی درسگاہ میں جانے اور دیگر طلبہ کے زمرہ میں شریک ہو کر ساعت حدیث کرنے لگے۔ جب آپ کو متواتر چند روز درسگاہ میں جانے کا اتفاق ہوا اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو اپنے طباع و بہن قابل فرزند کے مخفی جوہر وں کی جانچ ہو گئی تو آپ نے ان پر تیارہ نظروں ڈالنا شروع کیا۔ اور بڑی خوشی و مہربانی سے علوم حدیث کا درس دینے لگے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے حلقہ درس میں اس وقت وہ جفاکش اور محنتی طلبہ داخل تھے جن کی ذہانت و حافظہ کی وہم تمام علمائین پہلی ہوئی تھی۔ اور جو سر کر کے الٹا مسائل کے حل کرنے میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے شاہ عبدالعزیز صاحب بھی ان ہی طلبہ کے زمرہ میں شریک ہو کر تعلیم پاتے تھے۔ لیکن ذہانت و حافظہ کسی شخص کے ہتھیاری وصف نہیں ہیں نہ کسی طبیب کی تخصیص محدود ہیں بلکہ فطرت کی خاص نشین ہیں جو بعض بعض نفوس کو عطا ہوتی ہیں شاہ عبدالعزیز صاحب کے دل و دماغ پہلے ہی سے ان جوہروں اور مستہما جنہیں فطرت کی خاص نشین کہنا چاہیے۔ جب آپ علم حدیث کی دشوار گزار گھاٹیاں جلد جلد طے کرنے لگے تو تمام طلبہ کی فطری لیاقت اور خدا داد قابلیت پر عیش کرنے لگے۔ اور آپ کی صداقت و طباعی کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ کوئی ایسا دقیق اور اہم مسئلہ اس کے وقت پیش نہ کیا جاتا تھا جسے آپ پانی نہ کر دیتے ہوں۔

ابتداء ہی سے آپ کی تقریر راسخ و مستحکم اور سلیقہ مندی تھی کہ جب آپ کسی اہم اور مشکل بحث کی تقریر کرتے تو ایک ایسے رنگ میں ڈبو کر بیان کرتے جسے شکر بڑے بڑے فضلاء و محو حیرت ہو جاتا۔ اور جناب شاہ ولی اللہ سمیت تمام حاضرین درس کی متوجہانہ نظریں آپ کی پرمغز اور قیمتی تقریر پر پڑتی تھیں۔

افترض دو سال کے عرصہ میں جناب شاہ عبدالعزیز صاحب تمام حدیث کی کتابیں اپنے والد بزرگوار کے کمال لین اور اب آپ کی عمر شکل سے پندرہ سال کی ہو گئی کہ تمام علوم و فنون کی تکمیل کر لی اور ہر فن کو معراج کمال پہنچا دیا شاہ صاحب کے سوانح عمری پڑھنے والوں کو نہ صرف تعجب بلکہ سخت حیرت ہو گئی کہ اتنی سی عمر میں شاہ صاحب جہاں علوم کے بگاز خزانہ پر کیونکر عبور کر گئے اور ان سنگلاخ اور دشوار گزار گھاٹیوں کو اس قدر جلد کس طرح طے کر گئے۔ لیکن صاحب! یہ ذرا ہی مقام تعجب اور جائے حیرت نہیں ہے۔ کیونکہ فطرت جس شخص کو اپنی بانگی اور نہر کا نمونہ بنانا چاہتی ہے اس کے ضمیر کو اول ہی روز سے ربانی قابلیتوں اور روحانی جوہروں سے آراستہ کر دیتی ہے اور ہمیشہ وہ قوت جو

الہامی نکات کے دریافت کرنے میں یہ بطولی رکھتی ہے اس شخصِ ضمیر میں اس نے تحریک سے جو شہن بن ہو جاتی ہے عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جس نو نہال پودے کی آبپاشی خود قدرت اپنے نازک اور لطیف ہاتھوں سے کیا کرتی ہے اُسکا اُٹھان و اُبار نہایت ہی حیرت خیز ہوا کرتا ہے۔ خود سبزہ قدرتی پانی سے جس قدر جلد لگ کر سرسبز ہوتا اور اہل لہلہ لگتا اور اپنے اُٹھتے ہوئے جو بن پرناظروں کے دلوں کو مائل کر لیتا ہے انہر من الشمس ہے جناب شاہ عبد الغزیز صاحبِ ضمیر ہی کچھ ایسا قابلِ بنا تھا جس پر بانیِ تجلیات کا پرتو نہایت کچھ چڑکتا تھا اور جب آپ کی طبیعت میں قدرتی طور پر علمی مناسبت موجود تھی اور فطرت کے فیاضانہ ہاتھوں سے آپ میں علمی جوہر کوٹ کوٹ کر بہہ دیئے گئے تھے تو حقیقت میں آپ کے لئے ہر فن میں ایک اشارہ کافی و وافی تھا اور اتنی سی عمر میں علوم کی اس قدر کڑی اور سخت منزلیں طے کر لینا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔

خلاصہ یہ کہ جو کچھ جناب شاہ عبد الغزیز صاحب نے حاصل کیا وہ چودہ یا پندرہ برس کی عمر تک حاصل کیا اس کے بعد آپ فلاحِ تحصیل ہو گئے اور اسی چھوٹی سی عمر میں پیشوائے مذہبی اور مقتدرے علمائے تسلیم کیے گئے کچھ مولانا شاہ عبد الغزیز صاحب ہی پر چودہ پندرہ سال کی عمر میں فلاحِ تحصیل ہونا منحصر نہ تھا بلکہ یہ خصوصیت اس جلیل القدر خاندان کے ہر عز و محترم میر کیساتھ مخصوص تھی آپ کے والد بزرگوار جناب شاہ ولی احمد صاحب اور جد امجد جناب شیخ عبد الرحیم صاحب بھی اسی عمر میں علومِ نقلیہ و عقلیہ کی تحصیل سے فلاح ہو گئے تھے جناب شیخ ابوالرضا محمد صاحب آپ کے جد بزرگوار اور شاہ اہلِ اُمت صاحب عم محترم غرض کہ اس وجہ سے اب التعلیم خاندان کے کل حضرات چودہ پندرہ ہی سال کی عمر میں پڑھ پڑھا کر فلاح ہو چکے تھے۔

شاہ عبد الغزیز صاحب کے خاندان میں علومِ تعلیہ کیساتھ ساتھ علومِ عقلیہ کا بھی رواج تھا اور جناب شاہ ولی احمد صاحب کی درس گاہ میں جہاں حدیث و تفسیر کو بڑے زور و شور سے پڑھایا جاتا تھا وہاں منطق و ریاضی کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ شاہ عبد الغزیز صاحب چھوٹی سی عمر میں ایک لایق ریاضی دان اور قابلِ منطقی بن گئے تھے۔ اور تواریخ و جغرافیہ میں بھی اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ آپ کی قابلِ قدر تصانیف اس بات کا بہت کچھ ثبوت دے سکتا ہے اور یہ بخوبی تحقیق ہو گیا ہے کہ جناب شاہ ولی احمد صاحب کو ان علوم سے خاص دلچسپی تھی اور تواریخ و جغرافیہ کے جوہروں کی کنجیان آپ کے ہاتھ میں جیسا کہ آپ کے اُس قصیدہ سے ثابت ہوتا ہے جہیں آپ نے سوڈان کے حالات و واقعات کا پورا پورا ٹوکھینچا ہے اور اُس ملک کی مفصل کیفیت درج کی ہے۔

قطع نظر فنون الکتابی اور علوم ظاہری کے آپ وہی فیوض اور باطنی علوم سے بھی مغز و ممتاز تھے اگرچہ تمام علوم عقلیہ مثل حکمت منطق ہیئت و غیرہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے لیکن اپنی تمام مہمت اوقاتِ حدیثِ نبوی کے غوامض کی تحقیق اور کلامِ الہی کی تفسیر اور حضرت رسالتِ پناہی کی مقدس و بزرگ شریعت کی اشاعت و توسیع میں صرف فرماتے تھے۔ اور طالبانِ صافی نہاد کے ارشاد و تلقین کی طرف ہمیشہ متوجہ رہتے تھے۔ ورنہ علوم عقلیہ میں ایسا کونسا علم تھا جس میں آپ کو دعوے کی تائی اور ایک فنی حاصل نہ تھا اور کون فن تھا جس میں آپ کو تجربہ و عبور نہ تھا۔

جس طرح سلاطینِ تیموریہ کے خاندان میں نسلا بعد نسل سلطنت و حکمرانی چلی آتی ہر سیاح آپ کے عظیم الشان اور واجب التحظیم خاندان میں علوم و فنون بطناً بعد بطن اور صلباً بعد صلب چلا آتا ہے۔

شاہِ عبد العزیز صاحبِ جب عقلی و نقلی علوم کی تحصیل اور باطنی کمالات کی تکمیل سے فارغ ہوئے تو آپ کے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکے چند روز بعد سفرِ آخرت قبول کیا اور آپ کی فاضل البرکات ذات سے سندِ خلافت نے زینت اور سادہ ارشاد و ہدایت بنے انتہار و نوق حاصل کی کیونکہ مولانا فیض الدین صاحب اور مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہما آپ کے چھوٹے بھائی والد ماجد کے سامنے نہایت کم سن اور نو عمر تھے اور جناب شاہ عبد العزیز صاحب سے علوم و فیوض حاصل کرتے تھے۔

جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے انتقال کی وقت آپ کی سترہ برس کی عمر تھی اس چھوٹی سی عمر میں لوگ آپ کے پاس تعلیم پانچکے لینے آئے لگو۔ اور سب آپ کو مقتدا تسلیم کر لیا۔ آپ نے والد کی جگہ بیٹھ کر نہایت مستعد اور سرگرمی کیساتھ طلبہ کو پڑھانا شروع کیا اور حدیث و تفسیر کے علاوہ دیگر مروجہ علوم کا درس دینے لگے شوقین طلبہ دور دور سے آتے اور آپ کے درس گاہ میں داخل ہونے کو ذریعہ فخر سمجھتے چونکہ آپ طلبہ کے ساتھ نہایت مہربانی اور کریمانہ اخلاق سے پیش آنے کے علاوہ بڑی محنت و جانکاہی سے پڑھاتے تھے۔ لیسے اب یہ مدرسہ انتہا درجہ کی شہرت پکڑ گیا تھا۔ ہر وقت آپ کے درس گاہ اور مکان کے دروازے پر طلبہ کا ہجوم لگا رہتا اور لوگ جوق جوق حاضر ہوتے۔

ہمیں اس فقرے کے لکھنے میں کبھی تردد نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان میں علم و عمل کی ریاست کا اول آپ پر بعد آپ کے لائق بہائیوں پر خاتمہ ہو گیا۔ افسوس اس شریف و نجیب خاندان کے مغز و ممبر دنیا سے کیا اٹھے کوئی علوم و کثرت معرودہ مو گئے اور علم و فہم کا صاف اور حکد از شد علماء کا رے تو ہم سے پہلے

خس و شاگ سے بالکل پٹ گیا۔

صاحب احتاف کا بیان ہے کہ ”جناب شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے وقت کے نہایت زبردست عالم تھے اُس زمانہ کے تمام علما و مشائخ آپ کی طرف رجوع تھے اور بڑے بڑے فضلاء آپ کی خدمت تلمذ پر سید فخر کیا کرتے تھے آپ کا علوم متداولہ و غنیہ وین و ہایہ تھا جہاں بیان میں نہیں آ سکتا۔ کثرتِ حفظ علمِ تعبیر و تفسیر و تفسیر و خط و انشاء پر داری تحقیق نفائس علوم میں تمام معصرون میں امتیاز یہ نگاہوں سے دیکھے جاتے اور مخالفین اسلام ایسی سنجیدگی و متانت سے دندان شکن جواب دیتے تھے کہ وہ ہونٹ چاٹتے رجالتے تھے آپ کی تقریر میں بلا کا جادو تھا جہاں مخالف و موافق پر برابر اور کیساں اثر پڑتا تھا آپ کی شیوہ ایامی اور شجعی ہوتی تقریر کی تمام سند و شاہدین دہم و محی ہوتی تھی اور یہ بات تمام لوگوں میں مشہور تھی کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے وہ طرز بیان اختیار کیا ہے کہ ان کی مجلسِ معظ سے ہر مذہبِ ملت کا شخص خوش ہو کر اٹھتا ہے۔ مستعجب اور ہٹ دھرم لوگ بھی آپ کی بات بلا تردد و تسلیم کرتے اور جن تقریر کے آگے فوراً اطاعت کی گردنیں جھکا دیتے ہیں۔

موافق تو موافق مخالف کے دلیں بھی آپ کا بے انتہا و قدردان تھا۔ آپ نے اپنی عمر کا سارا حصہ طلبہ کی تدریس و مریدوں کی ارشاد و تلقین طائبِ اعلیٰ میں کی نگیل و غلط و نصیحت فضلِ خصومات میں صرف کیا۔ آپ ظاہری جلال و عزت، صوری احترام و مکتبِ باطنی کمالات کیساتھ فراہم رکھتے تھے۔ غرض کہ تقدسِ مذہبی کے علاوہ دنیاوی و لغز میں کوئی مرتبہ ایسا نہ تھا جو فیاضِ ازل نے آپ سے دریغ رکھا ہو۔ آپ کی شاگردی پر بڑے بڑے فضلاء کو فخر ہے اور آپ کی ترتیب دی ہوئی کتابوں پر علمائے فحول کو بہت کچھ اعتماد و بہروس ہے۔ الحاصل جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا واجب الاحترام خاندانِ علوم حدیث اور حنفی فقہ کا مخزن اور سی فہون کا سرچشمہ ہے۔ اس مقدس شریف علم کی خدمت جس قدر اس اہل بیت کے وجود پذیر ہوئی ہے۔ ہندوستان میں کیا دوسری دلائیمین میں بھی کئی مذاہب کی نسبت نہیں سنی گئی۔

درحقیقت عمل بالحدیث کا بیج ہندوستان کی بنجر اور ناقابلِ زمین میں آپ کے والد بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے بویا اور اپنے اُسے پانی دیتے دیتے یہاں تک نوبت پہنچائی کہ اُس تک نہایت خوشنما اور نغمال پودا پھوٹا جو چند روز میں سبز و شاداب ہو کر لہلہانے لگا۔ اور پھر تھوڑے ہی عرصہ میں دور دور کے لوگ اُس کے پھل و پھول سے گودیاں بھر کر کر کے جانے لگے۔

ایک اور فاضل مورخ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے حالات لکھتے ہوئے مختصر ریمارک کرتا ہے کہ

ہندوستان میں حدیث و تفسیر اور دیگر دینی علوم کا چراغ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد صرف پھر فرزند ارشد جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب روشن تھا۔ لیکن نہایت افسوس کما جاتا ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد حدیث و تفسیر کے علوم کا چراغ گل ہو گیا۔ اور یہ علوم ہندوستان سے بالکل مفقود ہو گئے ہندوستان اس وقت جس قدر علما دیکھے جاتے ہیں سب ایسی سرگروہ علماء کے خرم کمال کے خوش چین ہیں اور اس یار کے تمام کلمہ اسی زبدۂ ابواب حقیقت کے چاشنی گرفتہ ہیں۔

اس زمانے میں تمام ہندوستان میں عموماً اہل علم خصوصاً جو یہ آفت و بانی ہوا کی طرح عام ہو گئی ہے کہ ہر عامی اپنے تئیں عالم و فاضل سمجھتا ہے اور صرف اس بنا پر کہ چند دینی مسائل کے اور درو رسالے اور قرآن مجید کا ترجمہ کینے ہستاد سے اور کینے زور طلبی سے پڑھ لیا ہے۔ اپنے کو فقیہ و مفسر سمجھ کر غلط گوئی میں جرات کر بیٹھتا ہے شاہ صاحب کے زمانہ زندگی تک اس کا مطلق اثر نہ تھا بلکہ بڑے بڑے متبحر علما اور نہایت مستعد فضلا باوجودیکہ تمام علوم میں غائر نظر رکھتے اور جزئیات مسائل کے احاطہ پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ لیکن تا وقتیکہ اپنا سمجھا ہوا شاہ صاحب کی خدمت میں عرض نہ کر لیتے اس کے اظہار کی کبھی جسارت نہ کرتے اور بیان میں زبان کو جنبش تک نہیں دیتے تھے۔

جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا حافظہ لوحِ تقدیر کا ان مہرٹ نسخہ تھا اکثر ایسا ہول ہے کہ آپ نے غیر مشہور کتابوں کی طول طویل عبارتیں صرف اپنی یاد کے بہرہ پر طلبہ کو لکھوا دیں ہیں۔ لیکن جب کبھی اتفاق سے کتابیں دستیاب ہوئیں اور انکی لکھوائی ہونی عبارتیں اصل کتابوں سے مطابقت کی گئیں تو سر ہر فرقہ نہ تھا۔ باوجودیکہ آپ کی عمر شریف انسی سال کے قریب پہنچ چکی تھی۔ اور جسمانی امراض کی کثرت خصوصاً قلتِ غذا کی وجہ سے بدن مبارک میں کچھ بھی باقی نہیں رہی تھی۔ لیکن پھر بھی باطنی فیوض کی برکات اور قوی روحانی کی حدت سے علمی دقائق و نکات اس گہری اور مستعدی بیان فرماتے کہ سننے والیکو معلوم ہوتا تھا کہ ایک بحرِ خزاں بڑے زور شور سے موج زن ہوا ہر سمندر میں تلاطمِ غیر موجین اٹھ رہی ہیں۔ جب آپ گفتگو کرنا شروع کرتے تو تمام حاضرین مجلس پر حالت استغراق و محویت طاری ہو جاتی اور ان کے دل ربانی انوار سے منور ہو جاتے۔

ابتدائی زمانے میں فرقہ اثنا عشریہ تمام ہندوستان میں اپنے فنا گ و مدح چار کھی تھی جس سے بعض اہل تسنن کے عوام و جمال کے دلوں میں ایک طرح کا تردد و تذبذب پیدا ہو گیا تھا قریب تھا کہ انکے عقیدے بگڑ جائیں کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے اکثر ممتاز و مفسر علماء کی التماس سے کتاب تحفہ اثنا عشریہ لکھی جو اپنی انتہا درجہ کی شہرت کی وجہ

مختار میانین پھر کچھ حدیث کی بات ہو کہ باوجود اس کثرت ضخامت کے آپ نے چند روز میں اس کتاب کو مرتب کر دیا کتاب کی پوری خوبی تو اس کے مطالعہ سے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ لیکن مختصر یہ ہے کہ ایک اور بڑا طالب علم بھی جو کچھ بھی علمی سرمایہ نہ رکھتا ہو اسے دیکھ کر علماء شیعہ سے نہایت دلیری اور ہمتی کی سبابت ہو ناظرہ کر سکتا ہے۔ چند معتبر اور ثقہ لوگوں کے مناسبت ہے کہ جب آپ تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف تالیف میں تھے تو کتابوں کی عبارتیں اور روایتیں اس طرح زبانی ارشاد فرماتے تھے کہ گویا اس فن کے متعلق تمام کتابیں کتابوں کی عبارتیں آپ کو ازبر ہیں۔ اور ساتھ ہی مخالفوں کو ملزم کرنے کیلئے کتب شیعہ کے حوالے جنہیں شایہ شیعی علماء بجز نام کے سنا تک نہ گواہ اپنے حافظہ کے اعتماد پر بیان فرماتے تھے۔ باوجود ان تمام باتوں کے عبارت کی متانت اور لطائف و نظائر جیسے کچھ ہیں ناظرین پر واضح و ہموار ہیں۔

ہفتہ میں دو مرتبہ منگل و جمعہ کو دہلی کوچہ چیلان پور نے مدرسہ میں مجلس عظمیٰ منعقد ہوتی تھی اور غرض علم میں سے صادق العقیدت شافعیین اور صافی نہاد معتقین مورخین سے زیادہ جمع ہوتے اور شہادت کا طریقہ استفادہ کرتے آپ کی جادو بہری اور سحر آمیز تقریریں وہ اثر ہوتا کہ مخالفین گہروں کے ارادہ کر کے جاتے تھے کہ عین وعظ میں مولانا کی مخالفت کریں گے لیکن ان بجز سکوت و خاموشی کے کسی کو دم مار نیکی مجال نہوتی و عظمیٰ کے ختم ہونے تک تمام مجالس پر سکوت حکومت کرتا اور خاموشی کی چادر سب طرف پھیل جاتی آپ کا طریق بیان ایسا اچھا تھا کہ ہر مذہب ملت کا آدمی مجلس وعظ سے خوش ہو کر اٹھتا تھا اور آپ کی کوئی بات کسی پر گران نہیں گزرتی تھی۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کے ان مختصر حالات پر اجمالی نظر ڈالنے سے صاف واضح ہوتا ہے کہ آپ کی عمر صرف کا تمام حصہ درس تدریس ہی میں صرف ہوا اور یہی قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ کے بیشمار شاگرد اور انگنت تلامذہ ہو گئے۔ جبکی تعداد کی کوئی مفصل اور بسیط فہرست افسوس اس وقت تک باوجود تحقیقات کے ہمیں دستیاب نہیں ہوئی۔ لیکن پھر ہی جہاں تک ہمیں تحقیق ہوا جو آپ کے ان مشہور ذامور شاگردوں کی محل فہرست قلمبند کرتے ہیں جنہوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم کے پیش قیمت جو ہر دن گودی ان لبروز کیا۔

حضرت مولانا شاہ فریح الدین صاحب۔ جناب عارف بامد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نامور بزرگ اقبال فرزند اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے پہلے حقیقی بھائی جنہوں نے ضعیف فقہ اور علم حدیث کی تحصیل آپ کی اور کلام و عقاید کی تکمیل بھی آپ ہی کی خدمت میں ہوئی۔ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر۔ شیخ محمد فضل

فرزند رشید اور آپ کے حقیقی نواسے ہیں۔ انہوں نے حدیث و فقہ کے علاوہ اور علوم بھی آپ سے سبقاً سبقاً حاصل کیے۔ جناب مفتی صدر الدین خان صاحب دہلوی حضرت شاہ غلام علی صاحب جناب مولوی مخصوص اللہ جو حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے فرزند ارجمند اور آپ کے حقیقی بھتیجے ہیں۔ مولوی عبدالحی صاحب آپ کے اماد مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی مولوی کریم احمد صاحب دہلوی مولوی شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید جناب عبد الغنی صاحب کے فرزند رشید اور آپ کے بھتیجے مولانا میر محبوب علی صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب شیخ محمد فضل صاحب کے چھوٹے صاحب زادے اور آپ کے دوسرے نواسے مولوی عبدالخالق صاحب حضرت مذکورین اسی دہلی کی چار دیواری کے اندر کے باشندے تھے جنہیں سے اکثر صاحب سی زین میں پاؤں پہیلانچوٹھی منید سورہ ہیں اپنے علاوہ اور بہت سے میرنجات کے طلبہ بھی آپ کی درسگاہ میں راکرتے تھے مثلاً مفتی الہی بخش صاحب کاندیلوی مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی مولانا حسن علی صاحب لکھنوی مولانا حسین احمد صاحب طبع آبادی وغیرہ وغیرہ ان حضرات میں کالیک ایک شخص آسمان علم کا ایک ایسا جانتا ہے کتابتاج کی علمی چمکاروں کے دنیا جگہ لگاٹھی تھی اور علوم کے انوار و برکات سے تمام اہل دنیا منور و مستفیض تھے آج جہاں سے جہاں تک علماء فضلہ و محدث فقیہ دیکھے جاتے ہیں سب انہیں حضرات کے ماندہ افضل ذلہ راہ اور عزت چین جن کا سلسلہ آسانا و جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے واسطہ سے حضرت عارف باللہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب تک مستفی ہوتا ہو۔

الحاصل جناب شاہ عبدالعزیز صاحب جامع علوم و فنون تھے علمی تبحر سے قطع نظر کر کے آپ کی قادر الکلامی اور انشا عربی بڑے پایہ کی تھی آپ کی عربی نظم و نثر علم ادب کی جان اور ادیبوں کی روح ہو۔ لہذا اس مقام پر چند مسودے نقل کیے جاتے ہیں جسے آپ کا زور قلم جولانی طبع تیزی ذہن بہت کچھ ثابت ہو رہا ہے۔ آپ اپنی عمر بزرگوار جناب شاہ اہل اللہ صاحب کو تحریر فرماتے ہیں

| | |
|-----------------------------|--------------------------------|
| سلام علی مولیٰ جسیم الفضائل | کریم الوری حاکم فنون الفواضل |
| حاجہ الہ العالمین عن الاذی | وعن کل شرفی الخلیقۃ نازل |
| و بعد فان العبد یحمد ربہ | علی ما حاکہ عن صنوف الخوائیل |
| لا عدو واثق اب النعیم ملائی | واسمعی ایدی الطیبات حائیل |
| ولکن اری الکھلا و اباب فزوة | لقد افسد و اما بین دھلی و کابل |

| | |
|---|------------------------------|
| وَلَقَدْ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرًا فَذَكَرْ فَالْمَلَأْنَا شَدِيدًا | وکل امرأ شریک بالثنا ظل |
| وَكُلٌّ فِيهِ لَآبِرَاتٌ مِّثْلُ مَا يُرِيدُ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | وکل حسود مبغض فی وغائل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | وامرهم ما بین فقر وعائل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | الآله نصیب لا یرد بجائل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | خلی من الخیرات ملأ الزلازل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | وما الناس الا کالجمل العاھل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | عقوبة شر عاجل اغنی اجل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | وقد اوجعوا فی اھل شاء وجاھل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | وان واقعوھم بالذل والکلال |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | لخوضون فینا بالضم والاصائل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | عن العدل حتی قلت بل کل قائل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | وھل من مغیث یتقی اللہ عادل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | عن مکارم لطف اللہ لاه وغافل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | الیس بکاف عروة للادواثل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | ولدنا الی من لیس عنا بغافل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | فخن تمسکنا بنجیوس الوسائل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | شمال الیتام فی عصمة للامراھل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | فھو عندہ فی نعمة وفواضل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | کما ضم امر اللاس شعث الفتائل |
| الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي الْعَالَمِينَ ۚ وَاللَّهُ يَبْهِي | وان کان جراد کثیر الصواھل |

شاہ صاحب نے اس خط میں سکھ اور مرہٹوں کی غارتگری اور اس ظالم و ستمگار اقوام کی چیرہ دستی کا سچا فوٹو کھینچا ہے اور نہایت خوبصورتی کیساتھ اس مضمون کو نظم کے پیرایہ میں ادا کیا ہے۔

شاہ صاحب موصوف کا ایک اور خط مولوی محمد عثمان کشمیری کی طرف

| | |
|---------------------------------|---------------------------------|
| وقلب نسيد السحرة من الى نجد | قالق برق صو هذا من حى هند |
| ومن شجر هذه الريح أصبحت الى نجد | فمن شجر هذا البرق أصبحت الى نجد |
| محصومة عن قدرة العن والجند | كبت لهذا عن نزول صحيفة |
| يكون لسالك النطق واسطة العقاب | كتاب كعقدة الدر جردة نظمه |
| خطوط يا حنين على صحيفة الوردة | فلما فككت الختم عنه وجدته |

سلام قولا من رب رحيم وتحية فضلا من بركريم على من الفضائل طراد انبها وقاصيها وهو
المجالس اسرا باديهما وخافيهما سلالة الزكابر وخلاصة ارباب المفاخر مولوى محمد عثمان بن فاروق
الكشميري لا زال قد ره بين الزكابر وعليا وبذرة على سماء الملكار مجليا وما بهج مجلسه برضة من
رياض الصالحين ومنهجة منهمج العابدين ودام الله شيخه رونقا للعلوم والفضائل وزينة للفتن
ومحاسن الشماثل وبعد فحن بحمد الله تعالى على ما اولانا من عافية غير عافية ورفاهية غير اهيبة
وعلى ما تواتر اليينا من الاحاديث الصحيحة للسندة الى مجلسكم العالي المرسله بايدي الثقات والتوالي
بعد ما كادت سلسلة الوداد ينقطع واشراما وشكت شخشة الاتحاد تنفخ وبعد ذلك كله قد
وصل اليينا في فتمحات ايامنا وفقحات شهرنا ولعوامنا عنكم كتاب عن تفسير آيات الانشواق كشفا
مرائق ولبيان معاني بديع الاشتياق مفتاح فائق فيه تلخيص لاصول الاخبار والسادة وتقريب للنجاة
عن الهارجس المملة الضامرة مطالعة كافية في تنوير الصدور وخوض المصباح في اضلاع المسطور
مقاطعة شافية عن التهاب القلوب الى قروح الغيوب ولعمري انه سرور المحزون ونور العيون كان
من فصوص الوداد معدن لنصوص الاتحاد مقاصده في ازالة الخفا حجة بالغة تنشرح منها هواهم و
ربانية موافقة في كشف العين وقررة العينين كأنها شمس بارعة تشعب منها الوامع ولعلات نورانية
مواقعكم اقم النجوم من اهله الفهوم قرصه كالصنائف الالهية في تجريد الصدور عن وساوس
الشياطين فيها خير كثير والطاف قدسية تسلية لنفس المحبين فعند ذلك انصرف ضيوي لا يزال
ماستر فيه حيث لا يحسن اسناد السمر الا بالاضافة الى ذويه ولا تعجب معرفة جميع الاسماء وتركيب
الحروف الا لمن هو من طهروف الاسرار ومن له تميز بين الاحوال المترادفة المتداخلة عند انقلاب
الادوار فقلت له اهلا وسهلا ومرحبا بخير كتاب جاء من خير اوحدي ليمهناك يا عثمان شامخ حور

لکھا تھا اور جو حرف مجھ سے خالی ہے۔

مصدق والمجاہد المکارم قصد الا عالم والا کارم سآلک مسآلک الکرہ صاعد مصاعد الهمم
ما اور دھمہ مصبحا لسموع کسمآہ ادا م اللہ عمرہ واصلم امرع المحرر حصل اللہ وقالہ واصلم اعمالہ حامد
للہ الہ لا الہ الا الہ لا ولا لا واء الا لا واء سمآت السماء ولا عہد لہ وامد العطاء ولا امڈ لہ وحصل
لرسولہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم والہ ورحمآتہ وموصل لکو السلام والا کر ام والظہم الوصال لما
ہوا ہم الزمال وصلوہ لما دل لولہ وصل مرسلو لکم للکرہ وما لکم حصولہ وهو لورد مولود ستر کول اللہ
سماعہ وادرا کہ مشرک لا احد لہ ومرجا احد لہ عمرہا واصلمہا لکم مہلہلا والسلام والا کر ام
جناب شاہ عبد العزیز صاحب کالیک اور خط جو آپ نے نظم و نثر سے آراستہ کر کے اپنے عم بزرگوار جناب شیخ
اہل اسد صاحب کے خط کے جواب میں لکھا تھا۔

| | |
|--|--|
| <p>واحرز اصناف البدائع والحکم وعز فلم یترک نقیض امن العظم الا لہ علی ما فاض بالفضل والنعم وعن کل اطوار الشدائد والسقم ویحفظ احبابی من الشر والمقہم نہایتہ اما می وغایۃ مغتہم حوت کل ما اشمل من الورد والشیم قاطع الدبی عنی وقد کشف الظلم الی وان الغم والهم یصطلم لمداد وان اللہ فیہ لمنظم علیل غلیل القلب غاقلۃ السدم لیعین عن تبیانہ اللوح والضم وایات ایضاً کنا علی علم واھی علیکم عارض الجود والکرہم</p> | <p>سلام علی من فاق بالمجد والکرہم وشاق قلوب الخاصین بلطفہ وبعد فان العبد ما زال یحمد وعافاہ عما یوجب الجھد والغینا فاستل رب الناس ان یحذل القلہ ولا سیما ذلک الجناب فانہ وبعد فلما فزت منک مروضۃ ارید بها خطا کریما منوراً تیقنت ان الجھل والعزاقبلا ملتق ورش للسک فیہ مکآئہ والہما مہمین بان عن فتی لعمرك ان الشوق یخوجنا بکم لا خلاص ہذا العبد فیکم شواہد جزی اللہ ایاکم عن العبد خیرا</p> |
|--|--|

| | |
|---|---|
| وَصَانُ جَنَابِ الْعَزِيزِ سَاكِرُ الْبَلَاءِ | وَعَنْ كُلِّ مَا يَخْشَى وَيَأْجِبُ الْهَظْمِ |
| <p>وَبَعْدَ فَقْدِ جَاءَتْ عَلَيْنَا بَعَايِلُ الرِّضَا وَأَمْطَرَتْ سَحَابُ الْعِزِّ وَالْعُلَى فَأُطْفِئَتْ لَهَيْبِ قُلُوبِنَا وَانْزَلَتْ عَنَّا بَيْلُهَا خَافُ كُرُونِنَا وَتَلَحَّتْ بِرُودِهَا صُدُورُنَا وَزَادَتْ بِنُودِهَا سُرُورُنَا الْكُنَى بِذَلِكَ كُلُّهُ عَنْ صِحْفَةِ شَرِيفَةِ نَزَلَتْ عَلَيْنَا مِنْ ذَلِكَ الْجَنَابِ الَّذِي هُوَ تَلْتَمِشُ شَفَاءُ الْأَحْبَابِ وَمَعْتَصِمُ أَيْدِي الْأَصْحَابِ وَمَا نُضْمِتُ مِنْ بَشَارَةِ التَّوَجُّهِ السَّامِيِّ إِلَى دَعَاءِ الشِّفَاءِ وَاسْتَدْعَاءِ نِزَالِ الدَّاءِ الْعَارِضِ لِقَرَّةِ الْعَيْنِ فَلَا صَاحِبَ إِلَّا اللَّهُ عَنْ مَوْبِقَاتِ الزَّمَانِ فَقَدْ وَقَعَ بِمَكَانٍ وَاخْذُ مِنْهَا خِزْيَانٌ وَكَيْفَ لَا وَبِمَثَلِ هَذَا الْيَوْجِيِّ الْخِزْيَانِ الْمَطَالِبِ وَاسْعَافِ الْمَأْرَبِ وَأَمَّا الْأَمْرُ بِالْمُتَمَشِّيَةِ وَالْمَهَادَاةِ فَقَدْ سَبَقْنَا إِلَى الْأَمْتِثَالِ بِصَدْرِ الْأَلْمِطَاحِ وَوُورِ الْحُكْمِ اللَّائِقِ بِالْأَتْبَاعِ هَذَا وَقَدْ اجْتَزَى الشَّيْخُ مُحَمَّدُ أَمِيرُ بَغْدَادٍ عَرْضَ لَوْلَاةِ الْكَبِيرِينَ مِنْ نَشْرِبِ الشُّوْكَةِ وَوُورِ الْقَدَمِ وَشَقْمَا - وَذَكَرْتُهُ بِمَا وَرَدَ فِي الْكِتَابِ وَالسَّنَةِ مِنْ مَرَّعَاتِ الْقَرَابَةِ وَحَمَتِهَا فَاسْتَعَدَّ بِالرَّحْلَةِ وَتَأْهِبُ لِلْسَفَرَةِ ثُمَّ إِنَّ قَرَّةَ الْعَيْنِ فَلَانَةَ حَفْظِهَا اللَّهُ بِحَمْدِ اللَّهِ خَفَّ مَرَضُهَا وَأَوَّلَ عَرَضِهَا وَوَفَّقْنَا اللَّهُ فِي أَثْنِهَا الْمَعَا لَا سَتَمَالِ الْأَدْوِيَةِ الْمُفِيدَةِ فَفَارَقْتُمَا الْحَيَّ بِحَمْدِ اللَّهِ مَفَارِقَةً سَعِيدَةً وَذَلِكَ بَعْدَ حِمْيَةٍ شَدِيدَةٍ وَبَلَدَةٍ لَعَرَقَ غَنَبِ الثَّعْلَبِ وَأَعْوَازِ السَّمَنِ فِي الطَّحَامِ وَتَقْلِيلِهِ مَلَازِمَةَ الْكَيْدَةِ فَيُوءُ الْقَنِيَةِ أَيْضًا لَيْسَ لَهَا بِحَمْدِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى كِبَرِهَا وَلَا عَلَى الْمَعَالِيقِ أَثَرٍ يُحْسِنُ أَوْ يَعْتَدِلُ بِهِ وَانْهَابَتْ نَفْسُهَا عِنْدَ لُحُوبَةِ الْهَوَاءِ فَهَبَّ خَفِيفٌ وَعَسَى أَنْ يَرْضَعَ اللَّهُ ذَلِكَ أَيْضًا بِمَنْهٍ وَكَرَمٍ وَلُطْفَةٍ أَمِينٍ -</p> <p>شَاهِ صَاحِبِ كَالِإِكِ أَوْ خُطِّ أَهْلِهِ عَمَّ بَرْكَوَارِ الْكَانِبِ -</p> | |

| | |
|---|---|
| <p>وَالرُّوحُ مُنْفَصِلٌ وَالِدُ بَغْمٍ مَهْمُولٍ أَعَزُّ عِنْدِي مِنْهُ فَهُوَ مَوْصُولٌ بِفَرْصَتِي وَنَسِيمُ الرُّوحِ مَعْلُولٌ وَالْهَمُّ مِنْهُزَمٌ وَالْقَمُّ مَخْذُولٌ وَطُولُ عَمَلِكَ فِي الدُّنْيَا فَنَسْئَلُ يَفْضَى إِلَيْنَا إِذَا هُوَ مَشْمُولٌ مَنْ قَرَّمَ سَكَمَهُ وَإِنْ الْخُفَّ مَعْقُولٌ شَرُّ الْأَعَادَى وَهُمْ مِنْ جَنَّةِ غُولٍ</p> | <p>لَا حَتَّ بِرُقِ الْحَيِّ الْقَلْبُ مَبْتُولٌ فَشَمْتُ مِنْهُ سِرٌّ وَالْمُكِينُ فَرَحٌ وَطَمْتُ مِنْ بَيْنِ أَصْحَابِي وَمَا عَلَمُوا وَصَرْتُ أَرْفَلُ فِي أَثْوَابِي عَافِيَتِي جَزَاكَ رَبُّكَ فِي الدُّنْيَا خَيْرَهَا وَصَانَنَا وَلَكُمْ عَنْ كُلِّ جَانِحَةٍ أَيَا مِرْدَاتٍ فَالْقَلْبُ مِنْجَنُوعٌ أَفْنَاهُمْ اللَّهُ عَنْ هَذِهِ الدُّيَا زَهْمِ</p> |
|---|---|

فرضت امری امر الناس اجمعهم الى الاله وان المحفظ مأمول

الفقيهان الحفید عبد العزیز بن فہ السلام والغرام الى من فاق الکرام ويجعل الله على العافية والرفا
 ويشكره على ما وصل اليه من الصنائف المضافات تنزى وحصل اليه من مطالعة الاخبار والسادة هرة
 بعد اخرى هذا واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين ثم طلب العافية والمعا فاة في هذه الايام
 التي هي ايام الفتن ومواسم المحن عافانا الله تعالى واياكم عن سائر البلاء ونزقنا الله واياكم ما يتخفى
 من الخصب والرخاء امين - والسلام -

آپ کا ایک اور خط عم محترم شیخ اہل اسد صاحب کی طرف

| | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| يا من الى وجهه تصبوصا باقى | ومن ذرى عزه تقضى لبنا فى |
| لا خيل عندى اهديها ولا حول | لذا اصعبت شنائيف المغييات |
| حيالك سربك فى عيش و رغد | ولا يكدره شوب البليات |
| وافى المبشيك فاعطى السمع منبهة | مرقوض الهد من اتيان والاق |
| بشرى فقد طلعت شمس العلى هدى | بدر المشرافة فى افق المكرامات |
| در من البحر بحر العلم قد ظهر | نور تفتح من روض السعادات |
| ابقاه رب الوارى بالصالحات | وانبت الله سعدا خيل انبات |

بعد عرض السلام ورفعة الشوق والغرام فالدا عى عبد العزیز الراجى الى رحمة ربه المجيز بخيركم
 بتحيات اصولها ثابت فى ارض المحبة الخالصة وفروعها فى السماء ويرفع اليكم دعوات لايزال نزود
 ابد لا يادى فى القبول والتماء وبعد فاقى احمد الله على ما كسانى من سرايل الصحة وقص العافية واظمح
 اقوات الامن وارزق الرفاهية وانها نعمة عظيمة ومنحة جسيمة كما قيل

وما العيش الا فى الجمول مع الغنى وعافية فقد وبها وتروح

بيد ان قررة العين عافسة سلمها الله تعالى كانت ذات علة ففضل الله تعالى بازالته اكثرها و
 هو المرجح لازالة مزغبرها وقانا الله تعالى هو المظلم وصرف عنا وعنكم سوء المضطج وحنس المينا و
 اليكم فى المرتجى اللهم انا نبات نعمك فلا تجعلنا حصاد فقك امين امين امين وان من لفحات
 رحمة الله فى هذه الايام ما تباشرها به بتباشرها اهل الحرميين بلين الاسعار وتجادتنا به تحادث البد

بنتب بعم الامطار وهو الخبر السام الذي كتب في اللوح وامتزج بالارواح وعد في جملة انقضاء
العظام وجرى في العروق وسرى في العظام تغلغل حيث لم تبلغ شراب ولا حزن ولم يبلغ سرور
فقلنا متى جئين الى ورودها ما كانت تقوله اوائل العرب عند التها في بم لودها بد لك الله في
الحياة بل حتى نرى بخلك هذا جاداً مورداً من مرقى تفدى مثل ما تفدى كانه انت اذا استل انما لالا
حمودة وقد هنا كره الله تغلغل مولد وقرن بالخير مودة واطال عمره واسعد وجعله مقر بجناب
الاله ورتابه في ظلال اهل الله ادين الزيادة توجب الساقه والسلام والاكرام
جناب شاه عبد العزيز صاحب كاليك اورخطا بنعمه بزرگوارلى جانب.

الى المجلس المحفوف بالمكارم والمعالي اعني به سيدنا وسندنا ومعتمدنا ومكان الروح في جسدنا
وذخيرنا يومنا وعدنا سيدنا العبد سله الله تعالى ظلاله عن الافول واحله محل القبول ادينه

| | |
|----------------------------|----------------------------|
| بعد دفع السلام والاكرام | فيقول الفقير ذوالانعام |
| ان هذا الفقير محفوظ | عن شر ويران النمان الاسقام |
| يسئل الله بعد كل صلاة | ان يعاينه فائض الانعام |
| ويعا في جميع رفقة الارحام | من ذكر ورسوة وعظام |
| ثم ان البلاد فاسدة | عن ايا دى الغشوم والنظام |
| غير خاف عليك ما صنعت | قم سكر كايت التوشام |
| خفضوا كل قسرية ومضوا | يفتحون الحصون والانعام |
| ضربوا امة من الارواح | قتلوا امة من الاجسام |
| فهبوا اعداء من الاموال | او تقوا اعداء من الايتام |
| وسقوا كل من تعن ضمهم | من فنام الانام كاس الحام |
| ذهلت كل مرضيع عتاً | ارصعته وكل ذات فطام |
| ان هذى الامور من جرة | فيه فلتعتب اولى الاحلام |
| كيف ما سلط الشرور على الاد | ض من حائك ومن خمام |
| والى الله شفتى منهم | انه ذوالجلال والاكرام |

هذه حالهم من الرفعة
 وخشي المسلمين غيبي خفي
 معهن اقليل عندهم
 فاذا جاء عندهم فزع
 ثم لما تملأ الشئ اجمعاً
 لم يقيموا على مقسدة
 لم يريدوا تداركاً لعدو
 دابهم ذلك لم يروا عرفاً
 ان شكاهم اليهم احد
 والنصارى من الفرخ اتوا
 ياخذون الخراج منه تصفاً
 ويريدون اقتطاع الملك
 ويؤيدون افتراء المال
 خرجت حزبهم من الافكار
 قد عدى الامر عن حد ادب
 ليس عند الاديب معتبراً
 لم يصل من جنابكم خط
 واشتياقي بقرب حضرتكم
 ساعة الحجج عندي الاشواق
 لكن السؤل من جنابكم
 وصلوا ربعة الوداد بما
 سلم الله ذاتكم ابداً
 لقد اوجزت خيفة الابرار

كل يوم تنزيد في الاقدام
 قد سرى فيهم مخول عظام
 همة يرتقي ذرى الاغرام
 امروا ان تجهزوا بخيام
 يستشرون رأى كل حرام
 ثم يستقسمون بالاذلام
 بل يريدون سد باب دلام
 قطفي دهرهم لطيف منام
 دفعوا الومة بزور كلام
 عرفوا بالوفاء دعي دمام
 بهم من دسبوا باسم امام
 من ذوى الارض صاخبوا
 من ذوى المال اولى الانعام
 حفيت صنعهم عن الادھام
 وتعدى عن المقام كلام
 من سهى عن حفاظات مقام
 ومضت مدّة من الايام
 شرحها لا يتم يا قلام
 قد تفوق السنين والاعوام
 ان تواسوا بمن اليكم هام
 فيه طيب وفيه برد اوام
 ما افاد الضياء عيد ورتام
 وضممت السلام بالاكرام

جناب شاہ عبد الغفر صاحب کا ریویو کتاب مناقب حیدر علی مصنفہ شیخ احمد بن محمد انصاری الیمینی الشترانی

| | |
|---|---|
| سرایت و رقیات تدل تبشیرھا و ممدوحہ فی ذلک الطرح حلیہ ولا غرو ان فاء الکراء عداہ لہ قدم فی الشرا علی وان ابوا وفی نظہ لطف و حسن سلاۃ قد امر علی من الدهور علاوہ | علی فضل بخیر المیہ یسند سعی امین المؤمنین المولید اذا الفضل محمود و منشیہ احمد علیہ براہین الراۃ تشہد یذل لہ کل نظم و یسجد یزید علی الاکیاس طرا و مزید |
|---|---|

دہلی کے مصنفین آپ کے چن راہیات

| | |
|--|---|
| لیا من بسائل علی دہلی و رفعتھا ان البلاد اتاد وھی سیدۃ خاقت بلاد الوزی عز و عنقہ نسکنا اجمال الارض قاطبۃ بہا مدارس لوطاف البصیرہا کم مسجد زخرفت فیہا منارتہ و لا غرو ان زینت الدنیا ہر بلتھا و ما رجون جوی من سخطھا فحی | علی البلاد و ما حازتہ من شرف وانھا مدرۃ و الکمل کالنصف غیر الحجاز و غیر القدر من الخلف خلفا و خلفا بلا عجب لا صلف لم تنفتح عینہ الا علی المصحف لو قابلہ شمس الصخر تنکسف کم من اب قد علا باب فی شرف انھا و خلاد جرت فی اسفل الغرف |
|--|---|

معزز ناظرین! جناب شاہ عبد الغفر صاحب کے خطوط و رقعات میں سے جو قدر رقعات مجھ نقل کرنے تھے کہ چکا اگرچہ اس وقت آپ کے خطوط کے بہت مسودات میر زیر نظر ہیں لیکن بہت جیات ولی کے طول پکڑ جائیکے خوف سے چند رقعات کا انتخاب کر کے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ جسے شاہ صاحب کی جودت طبع اور علمی تجربہ اور استعداد کا حال آپ پر بہت کچھ واضح ہو گیا ہو اور ضرورتی آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ جناب شاہ صاحب کا تجراؤ

۱۵ شیخ احمد بن محمد بن علی بن ابراہیم انصاری مدنی شترانی بہت بڑا عالم و صاحب تھا اکثر عمر صرف میں بسر کی اور حجاز و یمن و دورہ کرتا مواہب و رستاق میں آیا اور اس ملک بہت مسافر و بین پر اچھا ناویات و رسائل چھپ کر شائع و مشہور ہوئے جو ہندوستان کو ملائے ہیں و نقل درج ہیں انرا مجموعہ ایک کتاب بغیر الیمینی ہر ایک حدیقۃ الافراح اور ایک محب العجاوب اور ایک مناقب حیدر علی جو سلطان حیدر بادشاہ ملکت کی مدح میں لکھی ہو۔ علاوہ ان میں بہت سے قصائد و خطوط مشہور و معروف ہیں جنہاں کے چند شعر یہ ہیں جو انشاء اللہ خزانہ کلمہ ہے ۱۔ ھجرت الاشواق للصبی الیمینی ۲۔ ذکر ہندو ریتۃ المحسن الغریب ۳۔ من تبارک فی بحال البعد عن ۴۔ مستہا مشفقۃ الوحید المذنب ۵۔ فاد کری یا ہندو صدقہ ۶۔ مد خضرۃ العہد یا عینی صیب ۷۔ یجوزک الدائمۃ الکی مقلتی ۸۔ من یحیی اھل من یحیی الخبیث ۹۔ کیف ارضاک الذی لارضی لعدی ۱۰۔ ان ہذا منہ نار و حی یحیی ۱۱۔

ادب اور فضل و کمال کس پایہ کا تھا۔ اور آپ کی علمی استعداد کس عروج پر پہنچائی تھی۔

جناب شاہ صاحب کے مان بجز تین عصمت مآب اور باعفت صاحبزادیوں کے اولاد و ذکور نہیں ہوئی اور

بھی بڑی اور صاحب اولاد ہو کر آپ کی حیات ہی میں رحلت کر گئیں۔ سب بڑی صاحبزادی۔ جناب مولانا شاہ

رفیع الدین صاحب کے بڑے فرزند مولوی عیسیٰ صاحب کے عقد نکاح میں تھیں جو ایک فاضل اور نہایت بالیافت

ا آدمی تھے۔ دوسری صاحبزادی شیخ محمد فضل صاحب سے بیاہی گئی تھیں جس نے جناب مولانا اسحاق صاحب ہاجر

اور جناب مولوی محمد یعقوب صاحب پیدا ہوئے۔ مولانا اسحاق صاحب کی تاریخ ولادت ۶ ذیحجہ ۱۱۹۷ھ ہجری اور مولوی

محمد یعقوب صاحب کی ۲۸۔ ذیحجہ ۱۲۰۷ھ ہجری ثابت ہوئی ہے۔ شاہ صاحب کی تیسری صاحبزادی مولوی

عبدالحی صاحب کے عقد نکاح میں تھیں ایک فاضل اہل اور نہایت شریف و خلیق شخص تھے اور جناب سیاحمد

صاحب کی سمیت بن چند سال تک کوہستان اور اسکے اطراف میں رہے اور پھر مرض بواسیر کی شدت سے سفر

ناگزیر ختم کیا گیا۔

مولانا شاہ عبد الغزیز صاحب کی تصنیفات جو خاص خاص موقعوں پر نہایت ضرورت کی وقت لکھی گئی

ہیں آپ کی بے نظیر یادگارین ہیں۔ آج جن کتابوں کی عام شہرت دریا بے جہنم سے فرات تک اور ہندوستان سے

کوہ ہمالیہ تک نہایت مقبولیت کیساتھ پہیلی ہوئی ہو اور جو بے انتہا توقیر و عظمت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں

آپ ہی کی مصنفات ہیں۔ شاہ صاحب کی تصانیف کا مفصل ذکر شرح طور پر میں حیات عزیز میں کیا ہے جو

میری پہلی تصنیف ہو اور جس کی قدر پہلک نے میری امید سے بہت زیادہ کی ہو میں اس تمام بیان کو یہاں ذکر کر کے

حیات ولی کو طول دینا نہیں چاہتا۔ ناظرین مان اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ میں اس تذکرہ کو شاہ صاحب

۱۱۷۷ھ مولانا محمد اسحاق صاحب ہاجر شیخ محمد فضل کے فرزند اور جناب مولانا شاہ عبد الغزیز صاحب کے فرزند ہیں آپ علم حدیث شاہ صاحب حاصل کیا

اور کامل ہیں جس تک یہ شریف فن آپ کے حصہ میں پہنچ گیا اور فکر و طلبہ کو بڑھایا۔ آپ سنت نبوی کے پورے فوٹو تھے اور کونئی کا خلاف سنت ظہور

نہ آتا تھا چونکہ خدا تعالیٰ نے صورت و سیرت و دونوں خطا کی تہذیب اور آپ کی صورت و سیرت کو انجانیت عیان ہونے لگے اور دیکھنے والوں کو یقین ہوتا تھا کہ جناب

نبی صلی علیہ وسلم کی صحبت کا فیض بہنوں نے پایا ہو گا ان کی یہی صورت و سیرت ہو گی جب جناب شاہ عبد الغزیز صاحب نے سفر اُختر

قبول کیا تو کوئی آپ کا فرق مبارک ستار ظرافت سے فرما کر کہا اور تمام معتقدین کی بیچ آپ کی طرف ہوئی۔ وہ خدا جوں کی نہایت فخر و زار کے قابل ہے

جو شاہ صاحب میں موجود تھی آپ کا ہر دو اس شوکت و عظمت اور جہاد و جلال کے سب کچھ ہر طرف خدا جوں کی نہایت فخر و زار کے قابل ہے

و عشاء و زمان پہنچ کر فرض منہی ادا کیا جس سے فوج ہرگز نہ ہٹا کر طرف مراجعت کی اور ایک منگ منگ و لحاظ سے خلق کو راہ ہدایت و کمال ترس

اس کے بعد چونکہ شاہ اسلام میں دن بدن ضعف اور کمزوری عات کی رسم میں ترقی ہو جاتی تھی اس لیے آپ نے ہجرت کی تھی

مصر کے اور تمام قبائل کو ہجر لیکر روانہ نہ کر کے مختصر ہجرت اگرچہ تمام منہر کے باشندے اور وزیر سلطان وقت ہجرت تمام مانع ہونے لگے مگر چونکہ

آپ پر شک و عدم محترم غالب ہوتا تھا آپ ملتے نہیں ہوتے اور کمزوری میں جا کر وطن اختیار کیا اور چھ سال کے بعد کلمہ ہجری میں انتقال فرمایا ۱۲

۱۱۷۷ھ مولوی محمد یعقوب صاحب شاہ محمد اسحاق صاحب ہاجر کے چھوٹے بھائی ہیں علم و فضل میں ان کا نظیر نہ ملے تھے اور خلق جمیل صفات جلیل

فناخت و استغنائین آپ کی مثال ہرگز تلاش کے بعد بھی نہیں ملتی تھی اکثر لوگ آپ کے پاس مل رہا اور دیکھ لیکر حاضر ہونے لگے لیکن آپ کسی چہرہ

نگاہ قبول سے نہ دیکھتے تھے بلکہ جو سراپا اپنے پاس رکھتے تھے، اسی میں قوت بسر کرتے تھے آپ نے ہی اپنے برادر عزیز کے علم و فضل

سے ہجرت کی اور کمزور و نطفہ اختیار کیا اور انجام کار میں رحلت فرمایا ۱۲

کی تصنیف کے خالی چھوڑنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اسلئے آپ کی تمام مصنوعات کا ایک اجمالی نقشہ پیش کرتا ہوں جس سے ناظرین کو آپ کی تصانیف کا سرسری توڑ معلوم ہو سکتا ہے۔

| نمبر | نام کتاب | کس زبان میں کس فن کے متعلق | مختصر کیفیت |
|------|---------------------------|----------------------------|---|
| ۱ | فتح العزیز فی تفسیر قرآنی | فارسی میں متعلق قرآن مجید | اس قابل قدر اور بے مثال تفسیر کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد میں قرآن فاتحہ سے لیکر پارہٴ سیمقل کے ریلج تک سوا پارہٴ کی تفسیر اور دوسری جلد میں اخیر کے دو پاروں کی۔ یہ تفسیر ایک ایسے نرے لے و صنف میں لکھی گئی ہے جسکی نظیر سے تمام متقدمین و متاخرین کے حلقے خالی ہیں اس میں تمام علوم و فنون کو شاکہ کر کے بیان کیا گیا ہے اور ہر علم کا کافی نمونہ دکھایا گیا ہے جس سے مؤلف کی شان علم اور علمی تبحر بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔ |
| ۲ | تحدیث نامہ شریعہ | فارسی میں متعلق مناظرہ | یہ کتاب اہل تشیع کے بطلان عقاید میں ایسی متانت و تہذیب اور شائستگی کیساتھ مدلل لکھی گئی ہے جس کا جواب آج تک علمائے شیعہ سے نہیں پڑا۔ انصاف پسند طبیعتیں جو جانتی ہیں کہ یہ لاجواب کتاب کس پائے کی ہے اور مصنف کے کن کن ابدار جو اسے آراستہ کیا ہے یہ کتاب شاہ صفا نے اس وقت تصنیف کی جبکہ اہل مدین شیعہ میں ایک بہت بڑا دُعا مچا رہا تھا اور یہ طبقہ مختلف خیالات و عقاید کا بازگاہ بنا ہوا تھا متعصب و شریعت الارض کی طرح چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے اور ہر طرف فان بنے ہوئے کا اندھا دھند جھک رہے تھے اور یہاں ایسے فتنہ زار اور پر آشوب زمانے میں شاہ صفا نے ایک ایسی چٹنی کتاب تصنیف کرنا ضروری سمجھا جس سے ہزار ہا بندگان خدا کے شکوک مٹ گئے اور وہ بکے مسلمان بن گئے۔ |
| ۳ | بستان الحدیث | فارسی میں فن تاریخ میں | یہ لاجواب کتاب بھی اپنے فن میں بے نظیر ہے جس میں تمام کتب حدیث اور ائمہ مصنفین و مؤلفین کے تاریخی حالات نہایت بظور شرح کیساتھ لکھیں گئے اس کتاب کا طرز بیان قابلِ یاد اور مصنف کی علمی تحقیقات اور تاریخ و لایق تعریف باہر کے صدی بعد کے کتابین سلف کی یادگار میں لکھی گئی ہیں وہ |

| نمبر | نام کتاب | کس زبان میں | کس فن کے متعلق | مختصر کیفیت |
|------|----------------------------------|-------------|----------------|--|
| ۴ | شرح میزان المصنوع | عربی میں | فن منطق میں | یہ ایک نہایت مختصر رسالہ میزان المصنوع کی شرح ہے جو ہنوز قابل طبع میں ڈھالا نہیں گیا۔ عاجز مولف نے ایک قومی اجتماع میں اس کی زیارت کی کہ حقیقت میں نہایت ہی عجیب و غریب کتاب ہے منطق کے ابتدائی مسائل اور اصطلاحات کو اس غریبی سے بیان کیا ہے کہ قابل نظر ہمارے زمین رسالہ مذکورہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو علم منطق میں بہت ہی کمال حاصل تھا اور اس نے اس فن کو عروج کمال پر پہنچا دیا تھا۔ |
| ۵ | چند حاشی بر علیہ المیران | ایضاً | ایضاً | یہ حاشی بھی ابھی تک چھپو نہیں بلکہ ایک قلمی نسخے پر لکھے ہوئے ہیں ان حاشی میں شاہ صاحب نے بیع المیران کے مطالب کے اس درجہ حل کیا ہے کہ ادنیٰ درجہ کا طالب العلم بغیر استاد کی مدد مسائل منطقیہ سے بخوبی مراد ہو سکتا ہے اور جو اشکال اس راہ میں پیش آتے ہیں ان کے آگے پانی ہو جاتا ہے۔ میں نے بیع المیران کی اور بھی چند شرح کا مطالعہ کیا ہے لیکن جو خوبی اس میں پاتا ہوں کسی دوسری شرح میں نہیں پاتا۔ |
| ۶ | چند حاشی بر شرح عقاید | ایضاً | متعلق عقاید | شرح عقاید کے کتب بہت سے حاشی اور تراجم میری نظر سے گزرے ہیں لیکن یہ حاشی اپنی طرز میں بالکل نر لے اور ان کو لکھے ہیں شاہ صاحب نے اس میں جو طرز بیان اختیار کیا ہے جس سے شرح عقاید کے مشکل اور لاجل مسائل بالکل پانی ہو گئے ہیں یہ حاشی میں اپنے ایک دست کے پاس کمنہ مسودات میں دیکھے ہیں۔ |
| ۷ | غریز القباہ فی فضائل جناب الامام | ایضاً | متعلق تاریخ | یہ ایک نہایت ہی لاجواب کتاب ہے جو خلفائے اربعہ کے فضائل میں بڑی تحقیق سے لکھی گئی ہے جو خلفائے اربعہ کی سوانح عمریان اور ان کے تاریخی حالات فقہ اب تک لکھے گئے ہیں غالباً اسی کتاب سے اقتباس کیے گئے ہیں مفسرین نے اس سے آخر تک کتب کی بغیر مطالعہ نہیں کیا اور یہی وجہ ہے کہ اس کی کتب نہایت بیان نہیں کر سکتا۔ البتہ سرسری اور حالی نظر کرنے سے اس قدر ضرورت ثابت ہوا |

| ردیف | نام کتاب | کتاب میں کس فن سے متعلق | مختصر کیفیت |
|--|--------------|-------------------------|--|
| | | | کہ اس کتاب میں کتب احادیث کا بہت کچھ جمع کیا گیا ہے اور تصانیف اور کتب تاریخی واقعات حتی الامکان احادیث مشہورہ اور متواترہ سے چمکے گئے ہیں۔ |
| ۸ | جمال نامہ | فارسی میں متعلق اصول | یہ بھی ایک نہایت مختصر رسالہ ہے جو اصول حدیث کے متعلق لکھا گیا ہے اس میں شاہ صاحب نے مصطلحات حدیث اور اس کے اقسام و مراتب نہایت اختصار کیساتھ بیان کیے ہیں۔ |
| ۹ | سر الشہادتین | عربی میں متعلق تاریخ | شاہ صاحب نے اس رسالہ میں اہل ایمان ہما میں حضرت حسنین کی شہادت کے درد انگیز اور پر بلاغ واقعات کی ہو بہو تصویر کھینچی ہے اگرچہ کربلا کے پرورد حالات اور لوگوں کی بھی جمع کیے ہیں لیکن ان میں سے اکثر پرستوار رنگ آمیزی اور بہالغہ کڑ پوڑ پیرا گیا ہے جس نے اصلی واقعات کی چمک کو بھی مٹا دیا اور بعض پرانے مصنوعی روایات کا روغن چڑھایا گیا ہے جو پھر ان کے نزدیک فضول قصوں سے زیادہ وقعت نہیں کہتے شاہ صاحب نے اس کتاب میں وحشیہ اور معتبر واقعات لکھ کر جو بالکل سلم الثبوت اور مستند حدیثوں سے ثابت ہوئے ہیں دونوں فرقوں کے وہو کے کو کو مل دیا اور ان طرز پر بتا دیا کہ اہل ایمان ہما میں کے اصلی واقعات یہ ہیں۔ |
| <p>ان کتابوں کے علاوہ اور بہت سے رسالے شاہ صاحب کی تصنیف سے ہیں جو مختلف فنون میں زمانہ کی ضرورت رفع کرنے کی غرض سے لکھی گئے ہیں اور جو ہنوز چھپ کر شائع نہیں ہوئے بلکہ آپ کے قلمی مسودات میں موجود ہیں۔ چونکہ کتابوں کے عنوان سے ان کے ناموں کا سراغ نہیں چلا سکتے ہیں انہیں داخل نقشہ نہیں کر سکا۔ نظم میں ایک بے بی بدیو بھی آپ کی تالیف ہے جو ہم ملی میں بعض لوگوں کے پاس موجود ہے۔ اور جس سے شاہ صاحب کی جودت طبع اور تخیل ذہن اور فصاحت و بلاغت بہت کچھ ثابت ہوتی ہے۔ ہمیں آپ نے وہ وہ معرکہ کے مضامین نہایت مختصر اور سادہ لفظوں میں ادا کئے ہیں جنکے دیکھنے سے سخت تعجب آتا ہے اور عرض جو کہ اہل ایمان مولانا موصوف نے حسب ضرورت لکھی ہیں وہ آپ کی زمین میں محسوس ہوگا زمین میں جنکی چمک اس وقت شرق سے غریب ٹہری تا بانی کے ساتھ پڑھ رہی ہے اور انشا اللہ تعالیٰ</p> | | | |

ملک پڑے گی۔

چونکہ شاہ صاحب کے تمام واقعات نہایت بسط و شرح کیساتھ حیاتِ غزیری میں لکھ چکا ہوں اس لیے صرف آپ کے انتقال کا حال لکھ کر اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔ ناظرین سونچ۔ آپ کے باقی حالات حیاتِ غزیری میں پڑھ سکتے ہیں۔ شاہ صاحب نے ۷ شوال ۱۲۸۰ شنبہ بوقت صبح ۱۲ بجے ہجری میں سفر آخرت قبول کیا بعض موزوں طلوعِ فجر تک چند قطعہ لکھی تاریخ وفات میں موزوں کیے ہیں جن میں سے میں تین قطعہ انتخاب کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ قطعہ اول

قطعہ تیلخ از جناب لانا شاہ رؤف احمد صاحب نقشبندی

عالم علم آیت قرآن
از بدن گشتہ روح او پرآن
گفت اے کلمہ سنج قاعد و دان
از احمد تالوف زین عنوان
اولاً چارچند کن پس اذان
پس یکن طرح بست بست ایجان
ضرب فرما تو اے فہیم زمان
فوت آن مخبر زین و زمان

شاہ عبدالعزیز فخر جہان
صبح یک شنبہ ہفتمین شوال
سن ہجری چہستم از باق
سال فوٹش زہر عدد پیدا ست
خواہی از ہر عدد کہ تاریخش
یک بیقر او ضرب کن درودہ
در صد و بست چار باقی را
پس بقصمان در عدد دریا ب

قطعہ تیلخ از جناب حکیم مومن خان صاحب دہلوی

بیعدیل و بی نظیر و بی مثال و بے مثل
اگیا تھا کیا کہیں مردوں کے ایمان میں خلل
کیا کیا یہ ظلم تو نے بے کسوں پر کراہل
لوٹتا تھا خاک پر ہر قبضے گروہوں میں
ڈالتا تھا خاک سر پر ہر غرور و مستند

انتخاب نسخہ دین مولوی عبد العزیز
جانب ملک عدم تشریف فرما کیون ہو
ہے ستم ہے چرخ تو کس کو بیان سے لے گیا
جب اٹھائی نقش ایک عالم تو بالاً ہوا
کیا کس و نا کس یہ تہا صدمہ کی اچھوت و فن

جب پڑھی تلخ موشی یہ اگر بے بدل
فقر وین فضل منہر لطف کرم علم و عمل

مجلس روافرین لغزیت بین میں بھی تھا
دست بیدار اہل سے بے سرو پا ہو گئے

قطعہ سی

شاہ عبد العزیز خیر زمیں
درمیان بہشت ساخت وطن
مثل بدر نسیر در ہمہ فن
رضی اللہ عنہ گفت حسن

حجت اسدناطق و گویا
روز شنبہ و ہفتہ شوال
مہر نصف النہار و عرفان
از سر لطف و علم تا بخشش

شاہ صاحب کے مرض موت کی کیفیت مختصر یہ ہو کہ ابتداء آپ کو خفیف سی تغیر ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ اچھی ترپ گئی اور وقتاً فوقتاً اس میں ہشتاد و پڑھتا گیا اگرچہ مرض میں نا فائز زیادتی ہوتی جاتی اور کربے بے چینی بڑھتی جاتی تھی لیکن پھر بھی آپ کے ہوش و حواس میں کسی طرح کا فرق نہ آیا تھا کرب بے چینی کے زمانہ میں معمولی اذیات و اوراد میں تھکا فرق ضرور کیا تھا مگر فرائض و سنن اسی اہتمام و سرگرمی سے ادا کیے جاتے تھے جیسا کہ صحت کی وقت۔ آپ کو خلق اللہ کی ہدایت رہنمائی کا خیال ہر وقت پیش نظر تھا چنانچہ ہشتاد و مرض کے زمانہ میں جب آپ کے وعظ کا دن آیا تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو اور دو آدمی میرے مونڈھے پر کھڑے رہو لیکن جب بیان کرنا شروع کروں تو دونوں شخص مجھے چھوڑ کر جلیں دھو جائیں۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ فرماتے رہے جب لے لے لے لے سے ناتوانی اور کمزوری کے آثار نمایان تھے لیکن استقلالِ بے باکی اپنا رنگ بجا ہوئے تھا۔ وعظ ختم کر نیکی بعد اپنے خدائے ذوالجلال کے دربار میں ہاتھ اٹھائے اور اپنے وزیر تمام مسلمانوں کیلئے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی۔ ننان لجا آیت ذی القہری والیستہ والمسکین وابن السبیل زبان فیض ترجمان پر جاری ہوئی اور اپنے عزیز و اقارب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میری ملکیت میں جس قدر نقد و سبب سب ایک جگہ جمع کرو۔ اس ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور گھر والوں نے آپ کا سارا سبب از نقد و جنس جس قدر تھا ایک جگہ جمع کر دیا آپ نے آیت ناکو فی المناکب کے مطابق تمام جائز و وارثوں کے حصے علیحدہ کر دیے اور جو شخص جس قدر شرعی استحقاق کرتا تھا اپنے اپنے ہاتھ سے اُسے تقسیم کر دیا۔ اسکے بعد اپنے عربی فارسی کچھ اشعار جو معرفتِ الہی کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے ایک ایسے دردناک لہجہ میں ادا کیے جس سے سننے والوں کے جسم میں سنسنی سی پیدا ہو گئی۔ اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

اسکے بعد آپ نے حاضرین کو وصیت کی کہ میری تجہیز و تکفین میں زیادہ اہتمام نہ کیا جائے۔ بلکہ جس قسم کو کپڑے حالت زندگی میں میری تن پوشی کیا کر دتھے ان ہی سے مجھے کفنا یا جائے۔ البتہ غسل کی وقت اس بات کی مزید احتیاط کرنا چاہیے کہ ارکان غسل میں سے کوئی رکن ترک نہ ہو۔ تجہیز و تکفین کے بعد جب جنازہ تیار ہو تو نہایت آہستگی و وقار کے ساتھ لے چلیں اور شہر کے باہر صحرائیں نماز جنازہ ادا کروں۔ سلطان وقت کو میرے جنازے کی تمہینیت اور شرکت نماز میں مدعو کیا جائے۔ زنان بعد آپ فکر و افکار میں مشغول رہیں۔ اور اسی حالت میں آپ کی روح جسم عنقریب پرواز کر گئی۔ جو وقت روح نے جسم سے مفارقت کی یہ الفاظ زبان مبارک پر جاری تھے قوفی مسلمانا والحقنی بالصلحین روح کے بدن مفارقت کرتے ہی گہر والون کلمہ انالله وانا الیہ راجعون کا لغو بلند ہوا۔ آفرین آپ کے متعلقین پر جو رونق ایسے نازک اور صمیمیت کی وقت میں انتہاء درجہ کے ضبط و استقلال سے کام لیا اور ثابت قدمی کے عمدہ نمونے دکھائے۔ اگرچہ پرنم آنکھوں آسودوں کی ندیاں بہ رہی تھیں۔ سینے اندوہ و رنج سے لبریز تھے بدن تہرکان پ سچھے لیکن بانیں شکر اُتھی کیساتھ رطب اللسان تھیں۔

شاہ صاحب کے انتقال کے بعد گہر والون آپ کی وصیت مطابق تجہیز و تکفین کی۔ چونکہ آپ حالت زندگی میں ہمیشہ موٹی دھو تر کا کرتہ کاڑھے کا پا جامہ یا تہ بند زیب بدن فرمایا کرتے تھے۔ لہذا آپ کی تکفین اسی قسم کے کپڑوں کی گئی جب کفنا کر فراغ ہوئے تو شہر سے باہر کلکر نماز جنازہ ادا کی۔ لوگ جوق جوق آتے اور نماز جنازہ پڑھتے کہتے ہیں کہ بچپن مرتے آپ کے جنازے کی نماز پڑھی گئی۔

مولانا شاہ رفیع الدین صاحب

یہ بزرگوار جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے سادق و متدین فرزند ہیں عمر میں مولانا شاہ عبد الغفر صاحب کے چھوٹے اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب کے بڑے ہیں آپ نے تمام علوم باخصوص علم حدیث و تفسیر کی سند اپنے والد بزرگوار حضرت عارف ہالہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے حامل کی۔ علوم دینیہ اور فنون عقلیہ میں مجتہدانہ کمال کہتے تھے اور ادب شاعری میں برج ارباب استعداد تھے چونکہ آخری عمر میں جناب مولانا شاہ عبد الغفر صاحب کو کبراہی ضعف فراہمی نے نہایت کمزور کر دیا تھا اور کثرت امراض کی وجہ سے آپ تعلیم و تدریس طلبہ کا دماغ نہ کہتے تھے لہذا اس وقت تدریس کا سلسلہ آپ ہی کی مقدس فرات کیساتھ وابستہ تھا نامی گرامی اور شہور شہر و سب جزا منو فضلا اور زبردست علما یہاں آکر آپ کی قدیم وصی حاصل کرتے باوجود کہ وہ دنیا کے نامور و مشہور اہل کمال سے نشو

یکسانی اور فضل و کمال کی سند حاصل کر چکے تھے لیکن پہر بھی آپ کے فضل و کمال کی شان اور علمی تجربہ و کھجورنگ
رجحانے اور آپ کی خدمت میں اپنے تئیں طفل ارجید خوان اور مبتدی محض سمجھ کر ابتدا سے انتہا تک سبقتاً سبقتاً
تمام علوم کی تحصیل پر اصرار فرما کر بہتہ ہوتے اور سرگرم طبیعتوں میں آپ سے تحصیل علوم کا جوش پیدا ہو جاتا مٹی
ہے کہ دیار ہندوستان کے تمام نامی اور شہر و ضلع آرا آپ ہی کے مستفیضوں اور خوشہ چینوں میں شمار
کیے جاتے ہیں۔

آپ کو ہر فن کے ساتھ ایک خاص قسم کی مناسبت تھی اور خدائے وہ حافظہ و ذہن عطا کیا تھا کہ
وقت و احادیث متعدد علوم اور مختلف فنون کا درس فرمایا کرتے تھے۔ جب ایک فن کی درس سے دوسرے فن کی
طرف متوجہ ہوتے تو حضار مجلس کو معلوم ہوتا کہ اسی فن میں جامعہ یحتمانی آپ کے قامت استعداد پر قطع ہوا
غرض کہ آپ کا علم و فضل اور تجربہ ہر طرح قابل تعریف ہو۔ اور مناسبت سنجیدگی و استبانی انصاف شعاری و طبیعتی
عاجزی و انکساری نظم و درواری اور بھی زیادہ لائق توصیف ہو۔

باوجود ان کمالات ظاہرہ کے آپ کے فیض باطن کے افاضہ کا یہ حال تھا کہ اگر جنبید بنی زادی اور حسن باجری
بھی آپ کے مبارک زمانہ میں ہوتے تو آپ کے پاک اور پر جوش دلوے و کھجور عیش کر جاتے۔ پھر ان تمام باتوں کے علاوہ
سخا و کرم آپ کی ذات اقدس میں کوٹ کوٹ کھربا ہوا تھا۔ رحم بھی حد سے زیادہ تھا تو اضع بھی پرے درجہ کی تھی غرض
جو باتیں ایک معزز و باکرامت ولی میں ہونی چاہئیں وہ سب آپ میں جمع تھیں۔ جب ہم آپ کے تفصیلی واقعات
پر اجمالی نظر ڈالتے ہیں تو آپ کے انصاف لکھنے سے زبان و قلم دونوں کو عاجز پاتے ہیں۔ آپ کے زمانہ طالب علمی کے وہ
واقعات ہماری پیش نظر ہیں جسے آپ کی بے لوث توکل اور پاک استقلال پر ایک بہت بڑی نظیر قائم ہو سکتی ہو
اگر اختصار ہمیں قدم بقدم ملے نہ تو ہم مولانا موصوف کی پوری لائف لکھ کر بتا دیتے کہ آپ کس پایہ اور مرتبہ کے
آوی تھے گو آپ بظاہر بشریت کے جامہ سے آراستہ تھے لیکن حقیقت میں فرشتہ مصلحت تھے۔

اس مشہور فاضل نے اپنے تمام اوقات و دنیاوی کاروبار اور عبادات اور طلبہ کی درس تدریس میں تقسیم
کر رکھے تھے۔ طلبہ کی تدریس نے اگرچہ آپ کی تصنیف و تالیف کیلئے بہت سی کم وقت باقی چھوڑا تھا مگر پھر بھی اپنے
اکثر مفید کتابیں تصنیف کیں جو اس وقت تک مولانا کی بے نظیر یادگار ہیں۔ قرآن مجید کا لفظی ترجمہ آپ ہی کیا ہے
جو دیکھنے سے لیکر فہم تک نہایت مقبولیت کیساتھ پھیلا ہوا ہے اور جس سے عامہ خلایق مستفیض ہو
رہی ہے۔ آپ نے عربی زبان میں بہت پر معنی اور دلچسپ مضامین نظم و شعر کے پر لکھے ہیں عجیب شان و شوکت کی تھیں

لکھے ہیں۔ بین اُمین سے یہاں صرف ایک قصیدہ اور ایک غسیہ منتخب کر کے نمونہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں جسے آپ کی عمریت اور ادب کی شان اور علم و فضل کا پایہ بہت کچھ ثابت ہوتا ہے۔

شیخ بوعلی سینا جو چوتھی صدی میں ایک مشہور فاضل و دُرّ فطن طبابت کا موجب گزرا ہے اُس نے ایک نہایت پر زور قصیدہ اس بارے میں لکھا تھا کہ نفس کیا چیز ہے اور اُسکی حقیقت کیا ہے۔ فاضل اجل جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکا ایک تئیں اور سنجیدہ جواب نظم کے پیرائے میں دیا تھا جسے مولانا شاہ فریغ الدین صاحب نے خمس کیا چنانچہ میں اُس خمس کو بعینہ درج کرتا ہوں اور یہ ہے۔

| | |
|----------------------------|------------------------------|
| سأل الحکیم عن القوس الرضیع | وقعت فطارت لم تفض بالمطیع |
| فاجبت اکشف سرها عن منیع | هبط الوجوه من المحل الاثر مع |
| مستدرجا یتجنس و تنق ع | |
| قد جل فی اطلاق غیب هوایة | عنوصمه التقید فی انتة |
| حتى اکشی من نسبة علمیه | لزم حقائق اول الحقیقة |
| قصوای کمال الزجر عند الذبح | |
| فهناک کل کان اسما سامیا | عنکسوة التخلیط طخوا علما |
| لصنوف اثار التمثیل حاویا | ثم اکشمت تلك الحقائق ثانیاً |
| بحقائق الاعراض المتقنع | |
| فی اللوح قد ظلت تظل بجملة | مما استکن برزها فی وحدة |
| من کل معنی تقضیه وصورة | ثم استقرت کلها بهویة |
| فیرا تختصت الشیون بجمع | |
| اوقت بها الناسوت حد حاصراً | وتبحر الانار فعلاً حاصراً |
| ما قد حوته وافرأ او قاصراً | متکثرات تلك الحقائق ظاهراً |
| متوجدا عند اللیب الاو دج | |
| فیدواماً واحد فی دو سرة | بشهادة او برزخ او غیبة |
| وقیام عین او تلاحق هیئة | والنفس عقد جامع لمشتة |

والنفس باطن جنة المتنجس

ديكاً وقبراً محشراً الوجنة
انظمتها رابت الاقامة برهة

وكما لها الشخصى يرفى بته
وترى له نوعاً رصيفاً وسعة

ثم استقرت بالديار الملقح

اترى الحكيم الهمسوخ بوسه
الظن ان الشئ يكره نفسه

اوقاتهما من ترصص الله
كلان الوهم تكسر امسه

هيئات ذلك من المحال الاشبع

حضرت مولانا شافيع الدين صاحب كاصيدو اخذت صلى الله عليه وسلم
كسراج كى بيان من

يا خاتم الرسل ما علاكا
يا منجى فى الحش ما والاكا
فوق البراق وجاوز الافلاك
فى سيرة واستخرو الاملاك
نبيوت بنعتك طامعين وراكا
الله صانك عنهم ودوقا
الاسلاء والهدي اليه هراكا
فعلوت مغبوطا لهم مسراكا
منهم بامر الله اودلاك
وتنافسوا لى حق فيهم ذاك
ليك سيد شوقالى لقياك
الفصيح يخاف من الجلال ملاكا
حلى لك الاك ان ثم حياكا
ان توش الاتفاق والا ماكا

يا احمد المختار يا نرين الواسع
يا كاشف الداء من مستنجد
هل كان غيرك فى الانام من استو
وامسك الروح الامين ركابه
عرضت لك الدنيا وادعو ملته
فردتهم فى خيبة عن قصد
واخترت من لى وخير فطمة
قدت لك الرسل العظام وقيا
واعصمتهم فى القديس بعد قيا
وبكى الكليم لما راك على ية
وتزينت حور الجنان بشاشة
خلقت روح القدس عند السدة
اذ ماك ريك فى منازل قرية
واثم نعمته عليك فلم تسل

| | |
|-----------------------------|----------------------------|
| القی الیہ کوزا سرار سمیت | عن حطۃ الزہام اذ ناجا کا |
| وسالت فیما العفو منہ شفا | فاجاب بک قد وھبت مناکا |
| حتی اذا تم الدفن نسوت | منک الھویۃ فی سنا مولا کا |
| فرایتہ جھرا بعیسی نور | ما کان الا اللہ فی مجلا کا |
| فکساک نوراً من اشعۃ ذاتہ | افناک عنک اذا بھ ابقا کا |
| فلک المناصب السیادت للور | وخلافۃ الخیر یا دبشرا کا |
| جعلت لک الاقدار والا نوال | الجنات والنیران فی مرا کا |
| اعطاک تخفیفاً وتیسیر الی | دین قوام حکم لقر کا |
| وسواہ من نعم جامہا لها | عدوحد ینتھی اولاکا |
| فرجعت سر راہا فی الحجۃ | وجمیع خلق اللہ قد ہنا کا |
| اجویت دین اللہ بعد الفوبہ | وجوت راس الجھل الاشر کا |
| فلقد اتیتک سیدای مستجنا | من سببک المدد احسن الکا |
| یا الیتنی قد فرزت منک بنظرہ | فی بدو وجہ نور الاملا کا |

جناب مولانا شاہ فرید الدین صاحب کے ان چار بھائیوں اور پندہ اقبال فرزند پر پیدا ہوئے۔ مولوی موسیٰ صاحب مولوی مخصوص اللہ صاحب مولوی عیسیٰ صاحب مولوی حسن جان صاحب۔ اگرچہ یہ حضرات علم و فضل میں ایشا نظیر نہ رکھتے تھے اور ہر ایک آسمان علم کا نہایت تابان آفتاب تھا لیکن مولوی مخصوص اللہ صاحب ان سب کے خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

مولوی مخصوص اللہ صاحب نے تمام علوم کی تحصیل اپنے عم بزرگوار جناب مولانا شاہ عبد الغنی صاحب سے کی خدمت میں کی اور چند فرہین اپنے ہم عصرون گوتے سبقت لیگئے۔ فارغ التحصیل ہونیکے بعد ایک زمانہ دراز تک تدریس طلبہ میں مصروف رہے اور علوم دینی فنون یقینی کے شاغل ہیں اوقات گرامی شب روز چرخ کرتے رہے چچہ بیس پچیس سال تک برابر مولانا صاحب کی خدمت میں قرأت کلام الہی اور حدیث رسالت پناہی کہتے رہے اور آپ کی تقاریر گوش پوش کا ذخیرہ فرماتے رہے اس لیے آپ نے حدیث و تفسیر میں وہ کمال ہم پہنچا یا تھا کہ ان دونوں فنون کے جویش قیمت اور انبیل جو اہر آپ کے خزانہ سینے میں تھے وہ اور کہیں نہ پائے جاتے تھے۔

علاوہ حدیث و تفسیر کے فقہ عقائد کلام اصول غیہ و مین مجتہدانہ کمال رکھتے تھے اور ان علیم کو عروج کمال پر پہنچا دیا تھا اور چونکہ آپ کی طبیعت زیادہ تر عبادت و درست اور مزاج نہاد پرست واقع ہوا اسلئے آخر عمر میں سرشارتہ تدبیر ملے تھے سے دیگر گوشہ نشینی خستہ بار کر لی تھی اور ہمیشہ عبادت الہی میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کے اوقات اسلام پر مجموعہ تھے کہ شاید سلف صالحین کے زمرہ میں اولیائے کرام کے اوقات ایسے ہوں گے اور چونکہ آپ کی ساری ہمت عبادت الہی اور تقویٰ شعاری میں مصروف تھی۔ لہذا نظم عربی اور انشا پر ندرت کی طرف آپ کا میلان طبع نہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کا کوئی کلام باوجود حقیقتات کے مجھے دستیاب نہیں ہوا۔

جناب مولانا شاہ عجب القادر صاحب

آپ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے فرزند رشید اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ فریح الدین صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔ اس جلیل القدر فاضل الدہر کے علمی تجسس اور فطری جوہر کی خوبی کا اظہار کرتا ہوں بلکہ ایسا جیسا آفتاب کی تابانی و درخشانی کی تعریف اسکی چمکیلی شعاعوں اور تیز کرکون کے ساتھ کرنا اور آپ کے فضل و کمال کی توصیف کا ذکر کرنا بالکل ایسا ہے جیسو آسمان کی منج سرفانی اسکی رفعت و بلندی کے ساتھ۔

شاہ عجب القادر صاحب نے بچپن کا مسرت انداز زمانہ اپنے ناز و بار اور مربیان والد کے سایہ عاطفت میں بسر کیا اور تمام دینیات کی آپ ہی سے تحصیل کی لیکن باطنی فیض کے حاصل کرنے کیلئے والدین و گروا کے علاوہ دیگر اکابر دین اور اہل کمال کی خدمت میں بھی رہنے کا اتفاق ہوا۔ آپ اپنے زمانہ کے اہل کمال کے زمرہ میں نہایت وقت و عزت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ اور فضلاء کے حلقے میں ایسے ممتاز تھے جیسے جھلملاتے ستاروں کی صف میں بدر کمال یا صبح کے ٹٹھٹھاتے ہوئے چراغوں میں برقی قوت کا لیمپ۔ آپکی لپٹیکل قابلیت اور خداداد لیاقت کے آپ کے علمائے وقت کے علوم بالکل بے رونق اور کم رواج تھے اور یہی وجہ تھی کہ علمائے زمانہ اور سلاطین وقت کی گردنیں ہمیشہ آپ کے سامنے جھکی رہتی تھیں۔ نہایتی تقدس کے علاوہ دنیاوی اغراض بھی آپ کو بہت کچھ حاصل تھا جناب شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد جتد رگورنٹ قلعہ نے آپ کی عزت افزائی کی بیان سے باہر ہے قلعہ کے تمام شہزادے اور اُمراء ہمیشہ آپ کے سامنے گردنیں جھکاتے کہڑے رہتے تھے۔ اور آپ کے ارشاد کی تعمیل کو بہت بڑا ذریعہ خیر سمجھتے تھے۔ غرض کہ نہایتی تقدس اور دنیاوی اعزاز میں کوئی مرتبہ ایسا نہ تھا جو فیاض اہل نے آپ سے دریغ رکھا ہو۔

شاہ صاحب کا مکاشفہ اور تفسیر ایسا صحیح اور درست تھا کہ اُس زمانہ میں کسی اہل کمال کو میسر نہیں ہوا۔ اکثر معتبر اور ثقافت اشخاص سے سنا گیا ہے کہ آپ جس امر کی بابت ذہن دوڑایا یا اس کے بارے میں ارشاد فرمایا خدا کی نشان دہی کہ بے کم و کاست یہی ظہور میں آیا۔ آپ کے زہد، اتقا اور متواضعانہ اخلاق اور فیاضانہ ہمت کی بنیاد پر شہرت بنوستان کی حدود تک پھیل گئی تھی۔ اور کرامات روحانی جذبات کا چرچا ہر ادنیٰ و عالی کی زبانِ نہایت وقت کیساتھ جاری تھا اگرچہ آپ علم اخلاق اور فطری عجز و انکساری کی وجہ سے ہر ایک شخص سے خواہ وہ کسی مرتبے کا آدمی ہو یا نہایت خندہ پیشانی اور خوش آئندہ مسکراہٹ کیساتھ گفتگو کرتے اور ہر شخص سے بقدر مراتب و لدھی اور نسلی امتیاز لہجہ میں منکسرانہ تبسم کی باتیں کرتے۔ لیکن قدرتی طور پر لوگوں کے دلوں پر چکا وہ رعب چھایا ہوا تھا جو کسی بڑے مقتدر و قہار بادشاہ کا اسکی رعیت پر چھایا جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب شہر کے معزز و اولو العزم رؤسا کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق پڑتا تو مجلس مبارک میں نہایت سکوت خاد کیا کیساتھ گردنیں جھکا کئے بیٹھے رہتے۔ ہر چیز کہ انکے ذاتی اغراض و مقاصد دلوں میں ایک نئی طرح کی گدگدائی اٹھا کر آپ سے ہمکلام ہوئے اور اظہارِ مطلب کی نیکی جرات و جرأت دلاتے۔ مگر آپ کا زہد و دست اور ہر سطوت رعب اُن کے مومنوں پر خاموشی کی غمر لگا دیتا جس سے وہ لوگ بغیر آپ کی تحریکِ اجازت کے دم مارنے کی قدرت نہ پاتے اور اجازت دینے کے بغیر بھی بیکر ایک دو باتیں عرض کرنے کے زیادہ گفتگو کی مجال نہ ہوتی۔

مولانا مرصوف کی حیرت انگیز اور عجیب و غریب کرامات کی روایات اس کثرت سے ہیں کہ اگر فیصدی پانچ کا بھی انتخاب کیا جائے تو حیاتِ ملی اسکی گنجائش نہیں رکھتی۔ لہذا اُطویل کے خوف سے انہیں نظر انداز کیا جاتا اور صرف اس ایک شعر پر اکتفا جاتا ہے **طیبت**

مردانِ خدا خدا نہا شدند لیکن خدا اجدانہا نہا شد۔

مولانا شاہ عہد القادر صاحب قدرتی طور پر مستغنی المزج تھے۔ اور اپنی طبیعت میں ہلکا کا مادہ کوٹ کوٹ کر بہرہ دیا گیا تھا جس کا بدیہی نتیجہ یہ تھا کہ آپ ابتدا سے وفات تک نیا کے غانی اور جلد بٹھانے والے ساز و سامان سے متفرق رہے اور دنیاوی تجملات آپ کے آگے سراب سے زیادہ وقت و ذہن نہیں رکھتے تھے آپ اہل دنیا اور اُنکے تمام جھگڑوں سے ہمیشہ الگ تھلاکتے۔ اور فارغ التحصیل ہوئے کے بعد اپنے اپنی عمر کا پورا حصہ لکھ کر باوہی مسجد کے ایک حجرے میں بسر کر دیا۔ دنیا کی طمع کا زینت اور اُسکے سیوہ ساز و سامانوں کو کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا اور شبِ روز خداوندی طاعت میں مصروف رہا غالباً ایک ہی وجہ ایسی تھی جس سے آپ کو تصنیفات کی طرف توجہ

مبذول فرمانے کی فرصت بہت کم ملی۔ قرآن مجید کے اردو ترجمے اور تفسیر موضح القرآن کے علاوہ آپ کی کوئی اور تصنیف مجھے دستیاب نہیں ہوئی۔ لیکن بڑی خوشی سے لکھا جاتا ہے کہ آپ کی یہی دونوں قابل قدر فیضانِ اسی مبارک اور نیک سچیز ہیں جن پر سے ہمارا تصنیفات قربان کیجا سکتی ہیں۔

قرآن مجید کا سلیس اور ٹھیکہ اردو ترجمہ جس خوش سلیبی اور انوکھے پیرائے میں آپ نے کیا ہوا نظر میں اس سے دیکھنے میں نہایت اہل مختصر لیکن حقیقت میں دقیق و باریک مطالب سے بہرہ نر غلطیوں نہایت آسان مگر متضامین سے چرچہ چھوٹے چھوٹے مگر فصاحت و بلاغت میں ڈوبے ہوئے جملوں سے وہ حیرت انگیز مضامین کا اہل رہا ہے جو انسانی طاقت سے بالکل باہر نظر آتا ہے۔ قرآن مجید کے ادق اور غامض مسلوں کو ایسے اہل آسان طریقے سے بیان کرنا جس سے عالم و جاہل دونوں یکساں متمتع ہو سکیں نہ ہی تائید نہیں تو اور کیا ہے؟

ہم اس موقع پر اس قدر کہنے سے کبھی باز نہیں رہ سکتے کہ روزِ ازل سے جس شخص کی قسمت میں کلامِ الہی کے مترجم ہونے کا مغزِ لعل لکھا تھا وہ جناب شیخ عبدالرحیم کے پوتے اور مولوی شاہ ولی اللہ صاحب کے نامور بلند اقبال صاحبزادے شاہ عبدالقادر صاحب ہیں۔ اس میں خدا شک نہیں کہ خیاطِ ازل نے اس معززیت طبع اور ذہانت و فراست کا جامہ اپنے نازک ہاتھوں سے قطع کر کے جناب امین اللہ شاہ عبدالقادر صاحب ہی کے جسم مبارک پہنایا کیا تھا جو اس وقت آپ کے در و قامت پر نہایت معززیت کیسا تھ سچ گیا۔

اس وقت اردو کہت سے مختلف اور متعدد ترجمے ہمارے پیش نظر ہیں جو خاص خاص مصلحتوں کی وجہ سے وقتاً فوقتاً لکھے گئے اور ابھی لکھے جا رہے ہیں اور جنکی نسبت بظاہر کوئی نہ کوئی خاص بات ایسی ضروریان کی جاتی ہے جو دیکھنے والوں کے رجحانے اور انکی طبیعتیں اپنی طرف مائل کرنے کا کافی سامان مکتبی ہو لیکن جب عین مبالغہ نظر سے دیکھا جاتا ہے تو جو دلفریب خوبیاں شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے میں موجود ہیں وہ ہرگز کیسا کتابتِ نصیب ہوئیں نہ آئندہ ہو سکتی ہیں آپ کے ترجمے میں ایک ایسا مقناطیسی جذبہ جسکی طرف خود بخود دل کھینچا جاتا اور ایک بے خستہ مارنہ جوش کیسا تھ دوڑا جاتا ہے بعض ترجمے تفہیم عوام کے لیے بسط و شرح کیسا تھ لکھے گئے ہیں اور جس اردو نے اس زمانہ میں نیا جنم لیا ہے ہر ہر فقرہ اُس پر ایہ کے قالب میں ڈھالا گیا ہے اور اس میں ذرا شک نہیں کہ یہ محض باتِ صاف اور سلیح ہو غلطیوں کی مدرسے تو ضیع و تفصیل کے رنگ میں ڈبو کر بیان کرنا تفہیم عوام کا بہت بڑا فائدہ ہے لیکن ہر صورت میں خوب جانتے ہیں کہ حقیقت میں قابل قدر وہی ترجمہ ہو سکتا ہے جس کے واقعی مطالب نہایت مختصر اور عام فہم غلطیوں کو اکیسے جائیں کیونکہ اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ تطویلِ غلط مطالب

باعث ہو کرتی ہے۔

میں ڈنکے کی چوٹ کھون گا اور ضرور کھون گا کہ ٹھیکہ اردو اور عام محاورات میں اس حسن خوبی کی قیاس
قرآن مقدس کا ترجمہ کرنا صرف مولانا موصوف ہی کا حصہ تھا جس طرح خدا کا مقدس پاک کلام جناب نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی نبوت پر ایک بڑا زبردست اور ہماری معجزہ ہے جس نے صرف عرب کے فصحاء و بلغاء کو بلکہ تمام عربوں
کے بڑے بڑے گروہوں کو اپنی مثل ایک آیت بنلانے سے تھکا کر بٹھا دیا۔ اس طرح نیت سچہ خیر اور پر مغر ترجمہ
جناب شاہ عبدالقادر صاحب کی ایک حیرت انگیز کرامت ہی جس کے سامنے تمام ہندوستانی علمائے تسلیم
ختم کر دیئے ہیں۔ اور اس جیسا ترجمہ لکھنے سے عاجز و قاصر ہیں۔ ایک فاضل کا یہ قابل قدر قول بیشک آپ سے
لکھنے کے لائق ہے کہ اگر اردو زبان میں قرآن مجید نازل ہوتا تو ان ہی محاورات کے لباس آراستہ ہوتا جسکی
رعایت جناب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے اس ترجمہ میں پیش نظر رکھی ہے۔

جناب مولانا شاہ عبدالغنی صاحب

یہ بزرگوار جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے چوتھے فرزند ہیں جو علم و فضل اور باطنی فیض میں شہرت عام رکھتے
تھے آپ نے تمام علوم خاصہ کفر و فتنہ و حدیث کی تحصیل اپنے والد بزرگوار اور جناب شاہ عبدالحمید صاحب کی اتباع
شریعت میں آپ کے قدم پیش روان مسلاک میں سے آگے بڑھا ہوا تھا وضع و لباس میں اپنے والد بزرگوار کے ہند
مشابہ تھے کہ جس نے انہیں نہ دیکھا تھا وہ آپ کو دیکھ کر شاہ صاحب مرحوم کو یاد کرتا۔ علمی کمال کے علاوہ اخلاق
عامہ آپ میں ایسے تھے جو دوسروں میں بہت کم پائے جاتے تھے توکل و قناعت میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے
اور باوجود عیال داری اور تامل کے دنیا اور اہل دنیا کی طرف بہت کم رجوع کرتے تھے۔ آپ کے اکثر اوقات تدریس
طلبہ میں مصروف اور عیان بہت افادہ طالبین کی طرف معطوف تھی۔

مجھے افسوس ہے کہ جناب شاہ عبدالغنی صاحب کے حالات زندگی کسی ایسے وسیلے سے دستیاب نہیں ہوئے
جنہیں میں بے کم و کاست یقین کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ میں ان واقعات کو بالکل قلم انداز کرتا ہوں جو لوگوں کی
زبانی سنے گئے ہیں اور کسی تذکرہ یا تاریخ میں نہیں دیکھے گئے۔

جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید

روز نازل میں جس شخص کی قسمت میں قاطع برعت ہونا لکھا تھا وہ شاہ عبدالعزیزی صاحب کے فرزند رشید اور جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید بن جو پڑھنے والے ذوالجلال کی توجہ پہیلانے اور شکر برعت کو بندہ مستمان سے مثالی کا جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے انکے ساتھ لکھا ہے آپ کے بزرگ ہاتھوں سے اُسو اسد برعت تقویت عطا کی کہ علم توحید کا عظیم انشان پہرہ راوی کی سرزمین سے بہت ہو کر دور دور کی سرسبز سلطنتوں تک پھر روزِ شورش سے لہرائے لگا۔

مولانا شہید کی تاریخ ولادت میں علماء کا باہم اختلاف ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ آپ ۱۲۔ ربیع الثانی ۱۲۹۳ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے پیدا ہونے کے بعد آپ کی والدہ محترمہ نے جن کا نام بی بی فاطمہ تھا باوجودیکہ نہایت ضعیف و کمزور تھیں خود حد شرع تک دودھ پلایا۔ اور نہایت عمدہ طور پرورش کی جب آپ نے چھٹے سال میں قدم رکھا تو آپ کے والد بزرگوار جناب شاہ عبدالعزیزی صاحب نے آپ کو قرآن مجید پڑھنے کیلئے بٹھایا اور یہ خدمت ایک بزرگ معلم کے سپرد کی۔ آٹھ سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور اسکے بعد صرفِ نحو کے مختصر رسالے پڑھنے شروع کیے۔ دو تین برس کے عرصہ میں صرفِ نحو کی معمولی درسی کتابیں اپنے والد بزرگوار سے نکال لیں اور اب آپ باقاعدہ تعلیم پانے لگے۔

صرفِ نحو اور معقول کی تمام کتابیں اور فقہ اپنے اپنے والد بزرگوار ہی سے پڑھیں اور جب آپ کے والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا تو جناب شاہ عبدالعزیزی صاحب نے اپنے ہونہار اور بلند اقبال بیٹے کو اپنے سایہ عاطفت میں لیلیا اور بجائے فرزندوں کے پرورش کی روز و شب آپ کی تکمیل میں سعی رہے اور تسلی و دلچسپی کوئی وقتیہ اٹھانہ رکھا۔

یہ امر عموماً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جو بہر قابل محتاج تربیت و نیاز مند تعلیم نہیں ہوتا اور جسے فطرت ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہے اسکے دل کو پہلے ہی ربانی قابلیتوں سے آراستہ و پیراستہ کر دیتی ہے یہی حال اپنے مولانا شہید کا تھا کہ آپ کے ضمیری جوہر و نسیانہ آئی سے اسی صنفا اور جلا حاصل کی تھی جس کی وجہ سے انکی اسرار بے حجاب آپ پر نگہداشت ہو گئے تھے اور فطری ضمیری جوہر خود بخود اپنی اصلی تابانی اور درخشانی دکھائی رہے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ ابتدائی زمانہ میں کتابوں کے مطالعہ کی طرف چندان ملتفت نہ تھے اور جب آپ حضرت مبرور کج خدمت میں کتاب کو لکھ رہے تھے تو استفادہ کی وجہ سے آپ کو یہ ملاحظہ نہ رہتا تھا کہ سبق کمان سے شروع ہو گا اور جب آپ کو سبق کا پتہ نہ لگتا تھا تو کبھی اسکی بعد کی عبارت شروع کر دیتے جب

شاہ صاحب مان سے اقلع فرماتے تو آپ کہتے میں نے اس مطلب کو آسان سمجھ کر نہیں پڑھا۔ اگرچہ وہ مقام نہایت مشکل اور لائیکل ہوتا۔ لیکن جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کی تنبیہ پر آپ اس مقام کو اس عمدگی اور صفائی سے چمکیوں میں سلجھا دیتے اور اس بلا کی سحر آمیز تقریر کرتے کہ حاضرین جلسہ حیرت کا پتلا بنجاتے اور بڑے بڑے ذہین و طباع طلبہ عشق کرنے لگتے۔ علیٰ ہذا القیاس کہی ایسا ہوتا کہ کل کے پڑھنے کے مقام سے آغاز کرتے اور جب حضرت مغفور اس پر تنبیہ فرماتے تو آپ انہیں فوراً کوئی شبہ پیدا کر دیتے اور حقیقت میں وہ شبہ ایسا قوی ہوتا کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب جیسے علامہ دہر کو اس کے دفعیہ میں توجہ کی بہت کچھ حاجت پڑتی۔

مولانا شہید جب تمام علوم نقلیہ و فنیہ و عقلیہ سے فارغ ہو گئے تو جناب شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث پڑھنا شروع کی۔ علم حدیث ایک نہایت ہی اہم اور دشوار گزار علم ہے۔ اسکی اہمیت کو دہی شخص خوب جانتا ہے جو اسکی سنگلاخ گھاٹیوں کو طے کرتا ہے۔ لیکن ہمارے مولانا شہید کے زوہدیت کے آگے یہ علم بھی نہایت آسان تھا۔ آپ نے چند روز کی ادنیٰ توجہ سے یہ علم بھی حاصل کر لیا اور دوسرے علوم کی طرح انہیں بھی اپنے وہ کمال پیدا کیا کہ بڑے بڑے مشائخ و مجتہدین کے سامنے زانوئے شاگردی طے کرنے کو اپنا خضر سمجھتے تھے۔

الغرض اس خداداد ہستیا اور پلینیکل قابلیت کی رعایت سے ہندو سولہ برس کی عمر میں جناب مولانا شہید کو کتب معقول و منقول سے فراغت حاصل ہو گئی اور اسی نوعمری کے زمانہ میں آپ پیشوائے مذہبی اور مقتدا عالم تسلیم کیے گئے جو نہ آپ کی ذہانت و طباعی کی وہوم تمام شہرین مچی ہوئی تھی اور علمی تجربہ کا چار بان زرد خاص و عام ہو رہا تھا اکثر شہر کے فضلا اور اہل کتاب جو کتاب دانی اور دقیقہ شناسی کے دعویدار تھے اور علوم کے نکات و دقائق کے سمجھنے میں اپنی نظیر سے تمام علماء کے حلقے خالی خیال کرتے تھے وہ چند اس قسم کے باریک ذراک مقامات جتنکے حل کرنے میں زمانہ دراز تک فکر کرنے کی ضرورت ہوتی آپ سر راہ ملائی جو بطریق مناظرہ دریافت کرتے اس لحاظ سے کہ اگر آپ کے در سگاہ میں جا کر دریافت کریں گے تو ممکن ہے کہ آپ مطالعہ کتب یا شروح و حواشی کی اعانت کی وجہ سے اسے بیان کر دیں۔ لیکن بڑی خوشی سے لکھا جاتا ہے کہ مولانا شہید ان غامض اور دقیق مسائل کو اس طرح چمکیوں میں سلجھاتے اور ایسی شستہ اور منجھی ہوئی تقریر کرتے کہ سائلین کو اس جرات و دلیری سے کمال ندامت و پشیمانی حاصل ہوتی اور وہ آپ کی

شیوا بیانی اور تجربہ علمی پیش کش کرنے لگتے۔

مولانا شہید کی فقہ کا یہ حال تھا کہ ہر مسئلہ کو آیات و حدیث کے ساتھ مستند فرماتے تھے اور وہ برہنہ
مختصہ بیان کرتے تھے کہ بڑے بڑے نامور اور مشہور فقہیہ سکرڈنگ ہو جاتے تھے اپنے معقول کی اکت
کتابوں پر نہایت وزنی حواشی چڑھائے ہیں جنہیں دیکھ کر آپ کی علمیت و قابلیت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے
از سبکہ آپ کی طبیعت اس علم کی طرف زیادہ مائل تھی لہذا آپ نے ایک پر زور رسالہ منطق میں لکھا اور اُس میں
نخل اول کے بعید الطبلع اور نخل رابعہ کے بدیہی التالیج ہونے کا دعویٰ کیا اور اس کے دلائل اس قوت و استحکام
کے ساتھ بیان فرمائے کہ بلا مبالغہ اگر معلم اول موجود ہوتا تو اپنے دلائل و براہین نارے کھبوت سے زیادہ
دکمہ و سجتا اور میر باقروما و رانوفے شاگردی طے کرتا۔

آپ نے اثبات رفع یدین میں بھی ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا نام نو تعمیرین فی اثبات
رفع الیدین ہے اور جس کی شہرت دیرائے جہاں سے فرات تک نہایت مقبولیت کے ساتھ پھیلی
ہوئی ہے یہ رسالہ ایک عجیب و محسوس پرانے میں لکھا گیا ہے اور حقیقت میں اس بہیودہ شور و شر کے مثالی
کی غرض سے تالیف کیا گیا ہے جو دہلی کے مولویوں میں رفع یدین کی بابت مدت سے پڑا ہوا متنازع
اور بہت دہرم مولویوں کے ایک بڑے گروہ نے صرف اس فروعی تہلانی مسلمان یہاں تک تشدد کیا کہ
ایک دوسرے کو بلا دروغی کا فرکنے لگا جو شخص رفع یدین کرتا تھا وہ اپنے اُس مسلمان بھائی کو بے روک
اسلام سے خارج کرتا تھا جو رفع یدین کیا کرتا تھا اعلیٰ بلا القیاس رفع یدین کرنے والا شخص نہ کرنے والے کو
کافر بتاتا تھا مولانا شہید نے اس فضول شور و شر اور بہیودہ و ہولناک غلط فہمی کو اڑا دیا اور اثبات رفع یدین
میں نہایت قوی اور مشہور حدیثوں سے استدلال کیا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فقہاء کے دلائل جو اس کے
مقابل تھے اپنے سوالات سے اسطرح اٹھایا کہ غیر متعصب منصف کے بجز تسلیم کے اور کچھ بن ہی نہیں آتا۔
اس کے علاوہ اور چند رسائل مختلف فنون میں آپ کی تالیف سے ہیں جو مولانا شہید کی محسوس یا انگارین ہیں
چونکہ مولانا شہید کو ابتدائی زمانہ سے کسب فیض باطن کا بہت خیال تھا لہذا جناب غفران مآب زبدہ
اولاد حضرت خیر الانام جناب سید احمد قدس سرہ الخزیر کی خدمت میں اعتقاد دہم پہنچایا اور اس کے فیض
باطن کسب کیا زان بعد پیر کی رفاقت میں سفر حجاز اختیار کیا۔ اور مناسک حج ادا کر کے ہندوستان
کی طرف مراجعت کی اور حضرت پیر مرشد کی خدمت میں اطراف و جوانب میں زندگی بسر کی اور مخلوق

کی گودیان ارشاد و ہدایت لبریز کر دیں۔ مولانا شہید کے اس زمانہ کے واقعات اس کثرت سے میری پیش نظر ہیں جن سے میں فیصدی پانچ کے انتخاب میں بھی گنجائش نہیں دیکھتا اور جبکہ تصور سے قلم کی زبان شق ہوئی جاتی ہے لہذا میں انہیں یہیں چھوڑ کر آپ کے آخری حالات نہایت اختصار کے ساتھ قلمبند کرتا ہوں۔

مولانا شہید حجاز کے متبرک سفر اور ہندوستان کے اطراف جوانجبے باشندوں کو اپنے رشد و ہدایت سے فیضیاب کر کے اپنے پیر کے ارشاد کے مطابق دہلی شاہجان آباد کی طرف متوجہ ہوئے اور ملکی مہرود کے اصول میں نظر کر کے یہاں کے لوگوں کیلئے رشد و ہدایت کا دروازہ کھولا اور وعظ و نصائح سے اہل عقلیت کے کان کھول دیئے جو مسائل کہ ضروریات دین میں شمار کیے جاتے تھے اور جن پر دوا و ست و موعظیت کرنا اہل اسلام پر فرض تھا۔ اور علماء وقت کی سستی و کاہلی کی وجہ سے عوام تو الگ رہے خاص کے بھی گوش و ہوش نہ پہنچے تھے مولانا کی انتہا درجہ کی کوششوں سے سب پر کھل گئے اور اب شرک و بدعت کی بنیادیں متزلزل ہو کر ڈسے پڑیں اور اعلام سنت کا آوازہ ہر وضع و شریف کے کان تک پہنچ گیا جن ارباب شیخت اور صاحبان تہذیب کے ساتھ خاص و عام کی ارادت کا سرشتہ اس سلسلہ اعتقاد مضبوط و مستحکم تھا۔ اور کئی کمون کی مداخلت کا گمان نہ ہوتا تھا۔ انہیں سخت حجابان پیدا ہوا اور دنیا طلب مولویوں کے گرد و میں ایک بہت بڑا ہتلمہ پڑ گیا۔ انہیں خیال ہوا اگر اس سال حقہ عوام کے کان تک پہنچ گئے تو ہمارے حق میں ضعف اعتقاد کا موجب ہو گا اور رفتہ رفتہ ہماری روزی کی عمارتیں ڈھا دی جائیں گی جہلا قبضہ میں نہ آئیں گے اور وہ بات بات میں بحث کرنے کو طیار ہو جائیں گے اس ہیودہ خیال نے ان کے دلوں میں ایک آگ مشتعل کر دی اور علاوہ کفر کے فتوے دینے کے مولانا موصوف کے جانی دشمن ہو گئے اور منا زعت و مخالفت کے جھنڈے اڑنے لگے۔

لیکن چونکہ تائید ایزدی مولانا کے شامل حال تھی اور روز ازل سے قاطع بدعت ہونا آپ کی قسمت میں لکھا گیا تھا۔ آپ اس ہدایت و ارشاد سے باز نہ آئے اور کٹ ملاؤں کا کسی قسم کا فریب نہیں چل سکا آپ کے وعظ و نصائح میں اس درجہ اثر تھا کہ خلق کو یہاں تک اختیار سنت نبوی کی توفیق اور ترک بدعات کا ولولہ پیدا ہوا کہ چند روز میں ایک اور ہی طرح کا نور ہر شخص کی پیشانی احوال سے چکنے لگا اور

مفسدون کا بازار بالکل کاسد رہے روفی ہو گیا تمام لوگوں پر یہ بات الطہرین شمس ہو گئی کہ جنہیں ہم آج تک نہیں پہنچا سکتے تھے اور جھکے آگے ہر وقت گردن جھکا کے کھڑے رہتے تھے وہ حقیقت میں دین کے راہزن تھے جو مال و دولت کے طمع میں امور حق کو چھپانے اور عیشہ سبز باغ دکھانے لگے۔

حقیقت میں جو باتیں اس وقت مسلمانوں تک پہنچیں اور جن سے اسلام شرک و بدعت میں گئی پھری ہو رہا تھا مولانا شہید نے انہیں اس طرح علیحدہ کر کے دکھا دیا اور قرآن وحدیث سے ان کی ایسی تردید کی کہ ہوا کا رخ ادھر سے اُدھر ہو گیا اور بجائے شرک و بدعت کے ہر شخص کے دل میں سچے اسلام کی روشنی چمکنے لگی دہلی کے تمام بے نازی لوگ پابندی کے ساتھ نازین پڑھنے لگے اور ہر دے واسطے کو ایسی نماز کی توصیف ہوئی کہ جامع مسجد میں ناز جمعہ کے لیے وہ کثرت ہونے لگی جو عید گاہ میں ناز عیدین کیلئے ہوا کرتی ہے اور جس کی مثال آج تک قائم ہے۔ یہ تائید الہی اور مولانا کی صدق نیت و خلوص کا دہری اثر ہے جو اس وقت تک ایک حال پر دیکھا جاتا ہے۔ بیشک اس احیاء سنت کا ثواب آپ کے اعمال کے رجسٹر میں آج تک لکھا گیا اور انشاء اللہ آئندہ قیامت تک لکھا جائیگا۔ اللھم صل علی ذالک۔

مولانا شہید کی عادت تھی کہ جمعہ اور سہ شنبہ کو جامع مسجد میں مجلس وعظ مرتب کرتے اور نذرانہ لوگ غول کے غول آ آ کر جمع ہوتے تھے اس چار روز کے عرصہ میں عوام الناس کو تو چند ان خیال نہ ہوتا لیکن لکھے پڑھوں کے گروہ میں ایک عام تحریک پھیل جاتی اور ہر شخص کہتا کہ دیکھیے مولانا آئندہ وعظ کیا فرمائیں گے۔ عام طلبہ ضلالت نہاد و کمونیوں کے اغوا سے طرح طرح کے شبو پیدا ہوتے اور ہر طالب علم اپنے خیال میں فلاحی اور اسطو بنارہتا اور یہ سمجھتا کہ اے عظیمین مولوی اسماعیل کو ایک بات میں بند کروں گا۔ لیکن تعجب اور نہ صرف تعجب بلکہ حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ مولانا کی سموی ہوتی مذہبی پولیسی ملی کے تمام علما پر عجیب وغریب اثر ڈال رہی تھی۔ اور آپ کی تقریر میں وہ جا دو بہرہو ہوا تھا کہ لوگ گہروں سے ارادہ کر کے جاتے تھے کہ عین وعظ میں مولانا شہید کی مخالفت کریں گے۔ لیکن وہاں بخیر خاموشی کے اور کچھ بن نہ آتا تھا۔ آپ ابتدائے وعظ میں چند جملہ تمہید کے طور پر فرماتے اور انکی جامعیت سے وہ چیزیں مذکور ہوتیں کہ ہر شخص اپنے مشہد کا جواب پالیتا اور یہی طرح کا خدشہ باقی نہ رہتا۔ حتیٰ کہ ختم تمام وعظ کے بعد کسی کو یہ خیال نہ رہتا کہ ان شبہات کو پہرانی زبان سے بیان کر کے طالب ذلیل ہو۔ ہر وعظ میں عمدہ مقاصد اور اصلی مطالب شرک و بدعت کی تردید اور احیاء سنت کی نسبت ہوتے تھے۔ آپ کی تقریر نہایت صاف اور منجھی ہوئی تھی

اور انہیں کمال حاصل تھا کہ جو دقیق و غامض مسائل رو و قح کے بعد مطالب علموں کے ذہن نشین ہوتے
 عالی جملہ کے دلون میں سنتے ہی بیٹھ جاتے اور اس طرح منتوش خاطر ہوتے کہ مخالفین میں سے بعض علماء ہند
 چاہتے کہ علمی دلائل سے انہیں رد کر کے ذہن سے نکال ڈالیں۔ ممکن نہ تھا۔ جب یہ مطالب اچھی طرح چھن گئے
 اور شرک و بدعت کی گھٹا جو دہلی اور اسکی اطراف میں چھائی ہوئی تھی مولنا شہید کے انفاس متبرکہ کی وجہ سے
 کافی کی طرح پھٹ گئی تو آپ اپنے یہ مصغیا بیضے پر طریقت کے ارشاد کے مطابق تقریر و خط کی اس طرح بنیاد ڈالی
 کہ اثنائے وعظ میں بیشتر مسائل جہاد فی سبیل اللہ کے متعلق بیان ہوتے۔ یہاں تک کہ بہت تھوڑے عرصہ
 میں آپ کے صیقل تقریر سے مسلمانوں کا باطنی آئینہ نہایت مصفا و مجلا ہو گیا اور سرگرم طبیعتوں میں
 جہاد کا وہ دلولہ و شوق پیدا ہوا کہ ہر شخص بے اختیار چاہتا تھا کہ میرا سراہہ خدا میں قربان ہو اور لوائے دین
 محمدی کے نیچے میری جان صرف کی جائے۔

جب یہ شوق دہلی کے باشندوں میں اچھی طرح پک گیا تو جناب سید احمد صاحب نے مولنا شہید کو
 طلب کیا اور آپ مقتدین کو تشہیر و ذکر ان کی خدمت میں روانہ ہوئے اور بالاتفاق حضرت ممدوح نے
 نہایت مستعدی کیساتھ جہاد فی سبیل اللہ پر کربانہی۔ کوہستان میں تشریف لیا کہ اطراف ہندوستان
 میں خطوط طلب روانہ کیے اور شائقین جہاد جو جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کوہستانیوں کے علاوہ
 ہندوستان کے باشندوں کی ایک بہت بڑی جمعیت آپ کے پاس جمع ہو گئی۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ
 ہندوستانی اپنی جانیں قربان کر نیکے لئے مستعد ہو گئے اور نہایت بانیجہ اور نمایان کام راہ خدا میں بطور
 پذیر ہوئے۔

تاہم اتنی سے مولنا شہید کا رعب کھار کے دلون میں اس درجہ بیٹھ گیا کہ جس جگہ غزوة مسلمین کا قلیل
 گروہ اٹھتی ہر آدمی بھی متوجہ ہوتے اور انکے جنرل مولنا شہید مقرر کیے جاتے تو کافروں کا لشکر اگرچہ مرمز
 لٹخ سے زیادہ ہوتا بے سرو پا فراری ہوتا۔ اور یہ شکر کہ مولنا اسماعیل آتے ہیں بڑے بڑے تجزیہ کار اور خوشحاکم
 لشکروں کے دل کانپ اٹھتے تھے۔ قوم افغانہ باوجودیکہ دشمنی جانوروں سے کسی طرح کم نہ تھے مولنا شہید کے
 اس درجہ معتقد ہوئے کہ آپ کے پیروں کے ہاتھ پر بیعت الہامت کی اور تسلیم کر لیا کہ آپ جہاد کر نیکے تو ہم لوگ سرفروشی
 کو حاضر ہیں۔

مولانا سید احمد صاحب نے سکھوں کی اقوام پر جہاد قائم کیا اور قوم افغانہ کے علاوہ ایک لاکھ سے زیادہ

ہندوستانی جمع ہو گئے۔ آپ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور سب نے اپنا امام و مقتدا تسلیم کیا۔ اب آپ نے فوج کی
 رہائی کی طرف عنان توجہ مبذول فرمائی اور مولانا شہید لشکر اسلام کے جنرل مقرر ہوئے۔ اس لشکر نے
 اپنے بہادر جنرل کے حکم سے حرکت کی اور پنجاب سے نکل کر آہستہ آہستہ آگے قدم بڑھایا چند روز تک غنچہ
 نیچہ اسلام میں خراج کی ایک قسم ہوا آپ کے پاس آنے لگا۔ اور پشاو اور بعض مقام دیگر سکھوں کی عملداری سے
 لمرغازیان اسلام کے تصرف میں آ گئے۔

مولانا شہید کا عرب سکھوں پر اس قدر چھایا ہوا تھا کہ وہ کچھ ملک دینے پر بخوشی راضی ہو گئے لیکن چونکہ
 آپ کو ترویج اسلام پیش نظر تھی اس لیے آپ نے اس بات کو قبول نہیں کیا اور کئی سال تک جنگ کا سلسلہ
 یوں ہی چلا گیا۔ قوم افغانہ چونکہ نہایت لالچی اور بندہ زر تھے۔ سکھوں کے اغوا سے مخرب ہو گئے۔ اور عین معرکہ
 جنگ میں آپ دعا کی۔ رفا نزل سے آپ کی قسمت میں دولت شہادت لکھی تھی اور عظیم الشان وجہ آپ کو ملنا تھا
 اس لیے آپ بالکل مطمئن اور بخوف تھے۔ افغانہ کے یوں مخرب ہو جانے اور ایک ایسے نازک موقع پر ساتھ چھوڑ
 دینے سے کچھ تشویش دل مبارک میں نہیں ہوئی۔ اور جس طرح جان نوری نوکر آپ سکھوں کے لڑے ہیں حد زیادہ
 داد دینے کے قابل ہے۔

الغرض بعد سخت خونریزی کے مولانا محمد اسماعیل صاحب اور مولانا سید احمد صاحب مع اکثر صاف اعتقاد
 مسلمانوں کے بالاکوٹ کے قریب شہید ہوئے۔ اور یہ جانکاہ واقعہ بقول ایک مورخ کے ماہ مئی ۱۸۳۱ء

کو وقوع میں کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تمام شد خاتمہ کتاب

آن چشم دارم از نظر بندہ پروردت کر نصین التفات برین عرض نجی
 معزز ناظرین! بتاریخ آن واقعات لکھنے اور گزشتہ حالات کی ہو ہو اور دلچسپ تصویر کشی کی شکل
 امر نہیں لیکن ان واقعات کی تلاش و جستجو کرنا جنہیں مورخوں نے عام جزئیات اور معمولی حالات سمجھ کر نظر
 انداز کر دیے ہوں اور بہرہ واقعہ کی نسبت غیر معمولی چھان بین کر کے انہیں زمانہ کی طرز رفتار کے مطابق تاریخی
 جامہ پہنانا نہایت اہم اور مشکل بات ہے۔ اس اہمیت اور اشکال کا وہی شخص اندازہ کر سکتا ہے جس نے کبھی یہ
 کام کیا ہو۔ ایک ایسے صاف باطن مذکورہ نویس سے جس نے مذکورہ امور کا التزام اپنا منصبی فرض قرار دیا
 پوچھنا چاہیے کہ اس قسم کے واقعات قلمبند کرتے وقت اسے کن کن مشکلات اور وقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے

درحقیقت یہ ایسا بیچ دربیچ اور خطرناک میدان ہے جس میں قلم کا مسافر باوجودیکہ لوہے کا سینہ اور پتھر کا جگر رکھتا ہے اُن سنگلاخ اور دشوار گزار گھاٹیوں کے طے کرنے کا تصور کر کے جو اس کے بیچ میں پڑتی ہیں قدم رکھتے ہوئے تھرتھاتا ہے۔

حیات ولی کے لکھنے کا خیال ایک مدت سے میرے دماغ میں کوند رہا تھا۔ لیکن میں اپنی بے

سامانی اور بے سرو سامانی سے قطع نظر کر کے ناقابلیت اور پیچیدگی کی وجہ سے اس پر غار وادی میں قدم ڈال چکا تھا اور طبیعت خود بخود رک جاتی تھی۔ اور یہ غلط خیال نہ لینے دیتی تھی کہ جس طرح بن پڑے اس خیال کی تکمیل کرنی چاہیے۔ اور یہی بے بضاعتی کا خیال پیش نظر تھا۔ غرض کسی شکش میں ایک عرصہ گزر گیا اور مجھے کوئی شق اختیار کرتے بن نہ آئے۔ انجام کار خدا پر ہوس کر کے میں نے اس میدان میں قدم رکھا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ میں خدا کے شکر سے کی سطح عمدہ برآہون میں سمجھا کہ اُس نے میرے قدیم ارادہ میں جہالت ایک ضعیف سا خیال رکھیا تھا۔ عام تحریک اور تحریک کیساتھ تکمیل کی روح پھونک دی۔ اور یہ اہم اور عظیم اثر مجھ ناچیز کے ہاتھ سے انجام کو پہنچا دیا۔ اور نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اسکا انجام ہوا۔

حیات ولی کے دوران تالیف میں علاوہ تاریخی سرمایہ کے خود جناب شاہ ولی اللہ صاحب اور اُن کے محترم خاندان کے تمام تراجم و تصانیف کا سلسلہ میری پیش نظر تھا۔ چونکہ تواریخ سے مجھ بہت کم مدد ملی۔ اسلئے میں نے اکثر واقعات و روایات اسی سلسلے سے منتخب کر کے حیات ولی میں درج کیے۔ اس بنا پر میں نہایت بہرہ ور کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جس قدر حالات و واقعات آپ اس میں پائینگے غالباً نہایت درست اور مفید لگائی ہوگی۔ اور میں آپ کو پورا اطمینان دلاتا ہوں کہ اس میں آپ کو ایک واقعہ بھی ایسا دستیاب نہ ہوگا۔ جسکی مستند شہادت اور تاریخی ثبوت میرے پاس موجود نہ ہو۔

یہ سب کچھ ہے لیکن مجھے پر بھی اپنی ناقابلیت اور بے بضاعتی کا بدل اعتراف ہوا اسلئے میں آخرین اپنے معزز ناظرین سے التماس کرتا ہوں کہ اگر آپ میری غلطی پر تنبیہ ہوں تو ازراہ کرم خطا پوشی کو عمل میں لائیں اور **خیر سے یاد فرمائیں ۵ شاہان چرچہ بگر بنوازند گدارا**

اپکا خادم قدیم

محمد رحیم بخش۔ دہلی

| نام کتاب | جلد | نام کتاب | جلد | نام کتاب | جلد |
|---|-----|--|-----|--|-----|
| تذکرہ صابریہ | ۱ | شاہجہان اور ڈھائی دن کی مسجد وغیرہ تعمیر کے حالات میں تفصیلات۔ خواجہ سید حسین شاہ کے حالات۔ حیدر غزالیات نہایت خوب سے بوج ہوئی میں بڑی دلچسپی ہے قیمت | ۲ | دیوان راسخ | ۱ |
| ابٹری سوانح عمری | ۲ | سوانح مجتہد نواز | ۳ | عاشقان حسن سخن کو شہرہ اور شایقان خوبی کا کو نوید کہ جناب مولانا مولوی حافظ عبد الرحمن صاحب راسخ دہلوی کا کلام جو عام دفاع میں شہرت پذیر تھا اور بعد کہ اب کا نام نہ خیالی ہے دیوان مرآۃ الخیال بہ کو مستحق فخر ہے | ۲ |
| مرثیہ خواجہ معین الدین حسن چشتی سخن شیرازی کی ایک حالت میں مختلف طرز پر بہت کئی ہیں کئی ہیں کہ جو حالات ابتدا سے انتہا تک مل اس کتاب میں لکھے گئے ہیں دو دوسری میں بہرگز نہیں ملے اور یہ قاعدہ کی بات پیر سے بھی طیار کیا ہے کہ اس میں تمام ہے کہ کوئی نہ کرے مکمل کر دیا ہے یہ حفظ سوانح عمری ہی نہیں ہو بلکہ عارفانہ جذبات اور قاعدہ ذوق و شوق بڑے کا دلچسپ نگارہ صاحب ملل تعویف والو کی انسان کا دل جناب اور ذہین ہے اس میں حضرت خواجہ ابجکان خواجہ شمس الدین کے مفصل حالات نسبتاً بہ قدرتی ماورائی ہے اور جو تیسری سلسلہ طریقت ہے پیدائش کا حال و دنیا کے سفر اختیار کرنا۔ بزرگان وقت اور لوگوں کے شائق مادی دنیا سے فیض حاصل کرنا طالع شاخ و خطاب پانا۔ شہر بہرہ و زمین کا جو فیض چاہے کس کے حکیم ضیاء الدین غفرانی کو مرید کرنا سودہ کو زندہ کرنا لگا لگا کر بنانا ہندوستان میں تشریف لانا یا حیدر شریف میں قیام فرمانا۔ راجہ پتھر اور جیہاں جی کا واقعہ آپ کی صاحب راہ میں اور آپ کا وصال تذکرہ خلفاء ایک ایک کا حال اور شاہ شریف۔ رودادہ شہرہ | ۳ | رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شاہ نصیر الدین روشن چراغ دہلی کے حالات پیدائش نسب نامہ وغیرہ شریف۔ تحصیل علم حضرت روشن چراغ دہلی سے فیض حاصل کرنا۔ آپ کے افکار و علم کا بیان۔ جو تیسری ہندہ خود لکھ و دراز ترک دہلی۔ آپ کے کرامات گاہر کہ شریف میں شریف لیجانا۔ اور لوگوں کو فیض پہنچانا۔ آپ کے وصال وغیرہ کا حال نہایت عمدہ طور پر لکھا گیا ہے۔ آپ کے ملفوظات سے عجیب غریب تصوف کی دقیق اور بکار آمد باتیں ہیں کی کئی ہیں مثلاً فرمات وغیرہ سے بیت شناخت شیخ۔ زمین بوسی مشائخ۔ اقسام خلا ستر کرامات۔ معاملات اولیاء اہل بدعت شناخت فقر اصلی و مصنوعی صفت مراقبہ تعریف سماع۔ حال۔ صوفیہ کرام کی تعریف صورت بیعت تحقیق اصل فرقہ مشائخ۔ سرعت سیر الی اللہ رکعت اولیا سے مفید اور صفت شائقین حق کے لئے خصوصاً | ۴ | عاشقان حسن سخن کو شہرہ اور شایقان خوبی کا کو نوید کہ جناب مولانا مولوی حافظ عبد الرحمن صاحب راسخ دہلوی کا کلام جو عام دفاع میں شہرت پذیر تھا اور بعد کہ اب کا نام نہ خیالی ہے دیوان مرآۃ الخیال بہ کو مستحق فخر ہے | ۲ |
| | | | | انضال الطالع میں طبع ہو کر جلوہ ارا کے عالم ہوا اس دیوان کو طرز قدیم کا آئینہ اور طرز جدید کا سفینہ کہتے تو بجا ہے۔ انصاف یہ کہ عاشقان حقیقی و مجازی کے اچھوتے پاک و صاف خیالات کو سلیس و سہل مستند اردو میں ظاہر کرنا اگر عجز نہیں تو حوصلہ خوار ہے ترکیب الفاظ فصیح اور وضع تشبیہ عجیب طرز استعارات شہرہ اور طرز کنایات بلا۔ طریق انداز انہما رضائے دل دشمن ہے۔ اور تشریح اسرار معانی قابل تحسین نقدی صورتی و معنوی سے مہربانہ اور تقابلی و تضامنی سے معزبانہ اسکا ہر صرح لگا تو ہوا یہ الامام ہے اور ہر شواہد تو معجز نظام قدرت | ۳ |

اعلان

ہر خاص

عام نو طالع دیجاتی ہے کہ

اس کتاب سہی حیات ولی کے جملہ حقوق

تصنیف تالیف ہمیشہ کیلئے مشترک نام محفوظ ہیں و

مشترک ہو جو قانون بنیتم ۱۸۶۷ء و ج فہرست جٹری کمیٹی

کتاب بھی کر دیا ہے۔ لہذا تجدید جملہ تاجران کتب و اہل مطابع غیر التما

کی جاتی ہے کہ کوئی صاحب اس کتاب کے جز یا کل کے چھاپنے کے مجاز

نہیں جب تک کہ میری تحریری اجازت حاصل نہ کر لیں۔ مان جقدر

جلدین مطلوب ہوں وہ مشترک سے طلب فرمائیں۔ بامید نفع

نقصان نہ اٹھائیں فقط بر رسولان بلوغ باشند

المشتر مرزا عبد الغفار بیگ

مدت فتنہ المطابع و الفضل الانجاء

حوال

